سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۷۶)

تاریخ اندلس

حصۂ اول

جس میں

اندلس کا تاریخی جغرافیہ، اس کی مختصر قدیم تاریخ، اور طارق بن زیاد کی فتح اندلس
الرحمٰن الاوسط بن حکم ۲۳۸ھ / ۸۵۲ء تک اسلامی دور کی
مل سیاسی تاریخ قلمبند کی گئی ہے

از

مولانا سید ریاست علی ندوی پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ

سابق رفیق دار المصنفین

باہتمام: مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ میں چھپی

۱۳۶۹ھ
۱۹۵۰ء

۱

فہرست مضامین

تاریخ اندلس

دولت امویہ اندلس

عبد الرحمن الداخل

سنہ ۱۳۸ھ ۷۵۵ء — سنہ ۱۷۱ھ ۷۸۷ء

ہشام اول

سنہ ۱۷۲ھ – سنہ ۱۸۰ھ
۷۸۸ء – ۷۹۶ء

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مسلمانون سے یورپ کے دو خطون پر حکومت کی اور اسلامی تمدن ابتداءً انہی دونون راستون سے یورپ مین داخل ہوا، یہ دونون ممالک اسپین اور سسلی یعنی اندلس اور صقلیہ ہین جنہین عرب مورخین اپنی اصطلاح مین "دو سگی بہنون" سے تعبیر کرتے ہین، (دیباچہ تاریخ صقلیہ جلد اول)

سسلی کی اسلامی تاریخ کی ترتیب کی خدمت اسی خطاکار قلم سے دو جلدون مین اتمام کو پہنچی ہے، یہ حسن اتفاق ہے کہ اسپین کی سرگذشت کو اردو مین منتقل کرنے کی خدمت بھی اسی کے سپرد ہوئی، اور اس کی جلد اول اب ناظرین کی نگاہون کے سامنے ہے، اندلس کی تاریخ پر اردو زبان مین بعض قابل قدر کتابین پہلے بھی شائع ہو چکی ہین لیکن وہ سب کی سب غیر زبانون سے اردو مین منتقل کی گئی ہین، ایک طرف اسکاٹ کی اخبار الاندلس (مترجمہ منشی خلیل الرحمن مرحوم) ڈوزی کی عبرت نامۂ اندلس (مترجمہ مولوی عنایت اللہ صاحب بی اے مرحوم) اور لین پول کی تاریخ اسپین (مترجمہ مولوی سید عبد الغنی وارثی مرحوم) یورپی زبان سے منتقل کی گئین تو دوسری طرف ابن القوطیہ کی تاریخ افتتاح الاندلس اور اخبار مجموعہ فی فتح الاندلس اور غرناطی کی الاحاطہ فی اخبار غرناطہ کے ترجمے عربی زبان سے کیے گئے،

ان مین سے موخر الذکر عرب مورخین کی کتابون مین سے پہلی دو کتابون کا تعلق اندلس کے

محض ابتدائی دور سے ہو، اور موخر الذکر کتاب کا تعلق خاص طور پر سلطنتِ غرناطہ سے ہے، ظاہر ہو کہ اندلس کی مکمل تاریخ کے لئے یہ کتابیں تشنہ اور نامکمل ہیں، دوسری طرف عیسائی مورخین کی مذکورۂ بالا کتابوں کو انکی طرف سے اندلس کی ترقیوں کے کمالِ اعتراف کے باوجود اسلامی اندلس کا صحیح مرقع قرار نہیں دیا جا سکتا، کہ اُن کے موئے قلم کی رنگ آمیزی و نقاشی سے غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے ذریعہ حالات و واقعات کا نقشہ مسخ ہو کر کچھ کا کچھ ہو گیا ہے، اور ایسی غلط بنیادوں میں غلط استدلال کے ذریعہ ایسے غلط نتائج دکھائے گئے ہیں کہ ان کی تصحیح و تغلیط اپنی جگہ خود فنِ تاریخ کی ایک خدمت قرار پا سکتی ہے، البتہ اردو میں ایک قابلِ قدر تصنیف سالہا سال کی عرق ریزی کے بعد "اندلس کا تاریخی جغرافیہ" (تصنیف مولوی عنایت اللہ صاحب بی اے مرحوم) کے نام سے شائع ہوئی ہو، لیکن اس کا تعلق تمام تر جغرافیہ سے ہے، ہم نے اندلس کے جغرافیہ طبعی و تاریخی کے حالات میں اس تصنیف سے فائدہ اٹھایا ہے، جیسا کہ کتاب کے صفحہ ۳ کے ایک حاشیہ میں اس کا ذکر آ چکا ہو،

اردو میں اندلس کی تاریخ پر اب تک یہی تمام تر سرمایہ تھا، اس لئے دارالمصنفین نے ضرورت محسوس کی کہ جس طرح سسلی کی تاریخ دو جلدوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے، اسی طرح اندلس کا تاریخی مرقع بھی تیار کیا جائے تاکہ خاص طور پر عیسائی مورخین کے غلط اندازوں کے نظریوں اور بیانوں کی تصحیح بھی ہو سکے، اور یہ خدمت کسی مستقل تالیف ہی کے ذریعہ انجام پا سکتی تھی، اور دوسری طرف ان تصنیفات کے ذریعہ دارالمصنفین کے سلسلۂ تاریخ اسلام کی کڑیاں بھی مکمل ہو سکیں،

حضرۃ الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ نے دارالمصنفین کے سلسلۂ تاریخ اسلام کو بنیادی طور پر دو حصوں مشرقی و مغربی ممالک میں تقسیم فرما دیا تھا، موخر الذکر حصہ مغربی کے اسلامی ملکوں اور سلطنتوں کی تاریخ کی تسوید و ترتیب کی خدمت راقم سطور سے وابستہ کی گئی تھی، اس طرح اندلس، شمالی افریقہ، مغرب اور مصر وغیرہ ممالک اس حصہ میں آئے تھے، ان ممالک میں سے

پہلے اندلس کی تاریخ ترتیب کرنے کا خیال پیدا ہوا لیکن اس ملک کی اسلامی تاریخ سے پہلے شمالی افریقہ کی تاریخ کی ضرورت تھی، اس لئے اجمالاً شمالی افریقہ پر کام شروع کیا گیا، اور اس سلسلہ میں دولتِ اغالبہ، ادریسیہ (مراکش و ریف) مکناسیہ، بنو مدرار (سجلماسہ) اور کچھ حالات دولتِ فاطمیہ کے قلمبند کر لئے گئے، لیکن دولتِ فاطمیہ کی کڑی مصر سے جا ملی تھی، پھر اس سلسلہ کو چھیڑنے کے بعد شام کی دولتِ امویہ سامنے آتی تھی، اس لئے قلم کے رُخ کو پھیر کر اندلس کی تاریخ کی ترتیب کی طرف متوجہ ہونا پڑا کہ پہلے اس علیحدہ ملک کی سلطنتوں کے حالات قلمبند کر لئے جائیں، پھر شمالی افریقہ، مغرب اور مصر کے حالات لکھے جائیں گے، اس طرح بحمد اللہ کم سے کم اندلس کی تاریخ چار جلدوں میں بہ ترتیبِ ذیل اتمام کو پہنچ گئی:-

جلد اوّل میں اندلس کے طبعی و تاریخی جغرافیہ کے بعد اس کی قدیم تاریخ کو روشناس کیا گیا ہے، پھر اندلس پر مسلمانوں کے ابتدائی حملوں کے اسباب دکھائے گئے ہیں، اس کے بعد فاتح اندلس سے لے کر عہد بعہد کے اُن ولاۃ کا ذکر آیا ہے، جو مرکزی حکومت کی طرف سے یہاں حکمرانی کرتے رہے، پھر وہ دور آیا ہے جب اندلس میں امویوں کی آزاد سلطنت قائم ہوئی، اور ملک کے اقتدارِ اعلیٰ کی زمام اسی ملک میں آگئی، یہ پہلی جلد امویوں کے چوتھے حکمران عبدالرحمن اوسط (تا ۲۳۸ھ / ۸۵۲ء) کے دور پر تمام ہوئی ہے،

جلد دوم امیر محمد (۲۳۸ھ تا ۲۷۳ھ) کے دور سے لیکر حکم ثانی کے زمانہ (۳۵۰ھ تا ۳۶۶ھ) تک پر مشتمل ہے،

جلد سوم ہشام ثانی کے دور (۳۶۶ھ - [illegible]) سے شروع ہوتی ہے اور امویوں کے آخری تاجدار ہشام ثالث (۴۱۸ھ تا ۴۲۲ھ) کے زمانہ پر ختم ہوئی ہے، اور اسی میں المنصور عامری اور اس کے خاندان کی تفصیلی سرگذشت بھی آجاتی ہے، جو ایک خاص زمانہ تک اندلس

کی سلطنت کے اقتدار اعلیٰ پر قابض رہا، اس جلد کا خاتمہ "دولتِ امویہ پر ایک نظر" کے عنوان سے کیا گیا ہے، جس مین اس عہد پر مختلف نقطۂ نظر سے تفصیلی نگاہ ڈالی گئی ہے،

جلد چہارم اس سلسلہ کی وہ آخری کڑی ہے، جو تیار ہو سکی ہے، اس مین ملوک طوائف کی سلطنتون کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا گیا ہے، اور آخر مین اندلس سے اسلامی سلطنت کے خاتمہ کو دکھایا گیا ہے، اس چوتھی جلد کے چند آخری صفحات کی تسوید کا کام باقی رہ گیا ہے، جو انشاء اللہ آئی اشاعت کے وقت بآسانی پورا کر لیا جائے گا،

راقم سطور نے سسلی کی تاریخ کی ترتیب دو جلدون مین رزمیہ و بزمیہ حیثیت سے رکھی تھی، لیکن اندلس کی تاریخ کی ترتیب دوسرے انداز پر رکھی گئی ہے، اس مین ہر حکمران کے دور کے سیاسی حالات کے خاتمہ کے بعد اس عہد کے نظامِ حکومت، علوم و فنون، تعمیرات، اور دوسری تمدنی و معاشرتی ترقیون کا اجمالی جائزہ بھی لیا گیا ہے، اس طرح رزم و بزم دونون کی داستان ایک ساتھ تیار ہوتی چلی گئی ہے، ارادہ تھا کہ ان جلدون کے خاتمہ کے بعد ایک جلد جمالیاتِ اندلس کے لئے وقف ہوگی، جو اس سلسلہ کی پانچوین کڑی ہوتی، اس کا مواد بہت کچھ اکٹھا کر لیا گیا تھا، مختلف تعلیقات بھی قلمبند کئے گئے تھے، لیکن افسوس ہے کہ اس کو ترتیب دینے کا موقع ہاتھ نہ آسکا، اور راقم سطور دمشق سے بہار کے شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہو کر پٹنہ چلا آیا، اور یہان اپنے فرائضِ مفوضہ مین مصروف ہے، اگر زمانہ نے مساعدت کی تو شاید کبھی اس خدمت کے انجام دینے کا موقع ہاتھ آسکے،

سرِدست ان چار جلدون کے شائع ہونے کا مرحلہ سامنے ہے، افسوس ہے کہ ان جلدون کی تسوید کے بعد ان پر نظرِ ثانی کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا، صرف پہلی جلد پر نگاہ ڈال کر اس کو مطبع کے حوالہ کر سکا تھا، باقی جلدین اپنے ساتھ لیتا آیا تھا کہ یہان سے اس خدمت کو انجام

دے سکون گا، مگر یہان کی مصروفیتین دوسرے انداز کی ہین، اس لئے باوجودیکہ ایک سال کی مدت گذر چکی ہے، تاریخ اندلس کی جلدون کو نظر ثانی کے لئے ہاتھ لگانے کی نوبت نہ آسکی اور دراصل یہ کام اعظم گڈھ سے جس کے کتب خانہ مین یہ جلدین تیار ہوئی ہین، باہر رہ کر صحیح طور پر انجام بھی نہین پا سکتا، اس لئے ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ ایک دو سال گرمیون کی چھٹیون مین (جو پاکستان مین مسلسل تقریباً تین مہینون کی ہوتی ہین) وہین بیٹھ کر ان جلدون کو دیکھتا جاؤن، اور ان کو دارالمصنفین کے حوالہ کرتا جاؤن گا، اور وہ اپنی سہولتون کے لحاظ سے جب بھی چاہین گے شائع کرسکین گے،

اعظم گڈھ سے روانگی کے وقت تک زیر نظر جلد کے صرف چند ابتدائی فرمے چھپ سکے تھے، پوری کتاب راقم سطور کی عدم موجودگی مین چھاپی گئی ہے، اور ان سطرون کی تسوید کے وقت تک مطبوعہ فرمون کی کتابت وطباعت کی صحت کا جائزہ لینے کا موقع بھی نہ مل سکا ہے، لیکن کتاب کے سرورق مین کتاب کا تعارف جن لفظون مین کرایا گیا ہے، ان کی تین سطرون مین دو تصحیحون کی ضرورت ہے، ایک تو ۱۳۸ھ/۷۵۵ع تک کے بجائے ۴۲۲ھ/۱۰۳۱ع تک ہونا چاہئے تھا، اسی طرح "مفصل سیاسی تاریخ" کے بجائے "مفصل سیاسی و تمدنی تاریخ" کے الفاظ لکھنے کی ضرورت تھی،

کتاب کے ماخذ کی مفصل فہرست ان شاء اللہ آخری جلد مین شامل ہو سکے گی،

اس سلسلہ مین مجھے اپنے لائق دوست ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب ایم اے پی ایچ ڈی (ل) پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کا شکر گذار ہونا ہے کہ ان کی عنایت سے کیمبرج میڈیول هسٹری کی جلد سوم پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے مستعار حاصل ہوئی، جس مین "مغربی خلافت" کے عنوان سے اموی سلاطین اندلس پر ایک قابل قدر باب ہے، اور جس سے اس کتاب مین

دولتِ امویہ اندلس پر ایک نظر" کے باب میں خاص طور پر فائدہ اٹھایا گیا ہے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین،

سید ریاست علی ندوی

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ نمبر ۶

۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۰ھ

۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
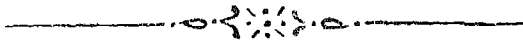
جغرافیہ اندلس

اَنْدَلُسْ

اندلس جنوب مغربی یورپ کے آخری سرے کا وہ جزیرہ نما ہے جس مین آج کل اسپین اور پرتگال کے نام سے دو جداگانہ ملک، جداگانہ سلطنتون کے ساتھ واقع ہین،

ملک کا نام اور وجہ تسمیہ | اندلس کو سب سے پہلے یونانیون نے آئیبریا (Iberia) کے نام سے پکارا، جو ایک یونانی گروہ ایبری (Iberi) کی طرف منسوب ہے، پھر رومیون نے اس کو ہسپانیہ (Hispania) کہا، اس لئے کہ یہ رومی سلطنت سے جانب مغرب کا ملک (Hesperia) تھا، اور عرب مورخین کی توجیہ کے مطابق یہ اشبانیا کہا گیا، جو رومی حکمران اشبان بن طیطش کی طرف منسوب ہے، اور یہ نام ابتداءً صرف خطۂ اشبیلیہ کا تھا جو "اشبان" اور "ایلیا" (بیت المقدس) سے مرکب ہے، لیکن عرب مورخین کی اس توجیہ کو دورِ حاضر کے محققین نے قبول نہین کیا ہے،

اس کے بعد جب عرب اس ملک مین داخل ہوئے، تو انھون نے اس کو ہسپانیہ یا اشبانیہ کہنے کے بجائے اندلس سے موسوم کیا، اور اپنے مذاق کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے اخلاف مین سے اندلس بن طوبال بن یافث کی طرف اس کی نسبت دی،

مگر دورِ حاضر کے محققین نے عرب مورخین کی اس توجیہ کو بھی قبول نہیں کیا ہے، اور لفظ "اندلس" کی اصل جرمن قوم کے نام "واندلس" (Vandalus) یا واندال (Vandal) کو قرار دیا ہے، یہ جرمن قوم یہاں صرف ۴۱۱ء سے ۴۲۹ء تک حکمران رہی، بایں ہمہ فاتح قوم کے نام پر ایک خطہ کا نام واندالیسیہ (Vandalicia) ہو گیا، اور اسی "واندالیسیہ" سے آخر اندلس عالمِ وجود میں آیا۔[1]

دورِ حاضر کے مورخین کی اس تحقیق کا سراغ بعض عرب مورخین کے بیانوں میں بھی ملتا ہے کہ "اندلس" کی اصل "فندلش" یا "قندلس" ہے، جو اربارپون (ایبیریون) کے بعد اندلس کے حکمران ہوئے، اور اسی فندلس یا قندلس سے اس مقام کا نام "اندلس" قرار پایا۔[2]

اندلس کا تلفظ اور املا

عرب اس کو کبھی "اَنْدُلُس" اور کبھی "اَنْدَلُس" کہتے تھے، یہ اگرچہ عجمی لفظ ہے لیکن عربی مخارج سے قریب ہونے کے سبب سے اس کو عربی مخارج میں قبول کرکے اس پر عربی قاعدے کے مطابق الف لام داخل کرتے ہیں، اور بلا عذر تنوین بھی دیتے ہیں، اس طور پر انہوں نے اس کو گویا ایک خالص عرب لفظ تسلیم کر لیا تھا۔[3]

اندلس کا مفہوم وسعتِ ملک کے اعتبار سے

عربوں نے اسپین کے جنوبی حصہ کو جسے غالباً واندالیسیہ کہا جاتا تھا پہلے فتح کیا تھا، اس لئے انہوں نے اسی واندالیسیہ کو اپنی زبان میں اندلس کہا، پھر جیسے جیسے فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، ملک کے اس نام کا اطلاق بھی آگے بڑھتا گیا، یہاں تک کہ پورے اسپین و پرتگال پر اس لفظ کا اطلاق ہوا، پھر آگے بڑھ کر جنوبی فرانس کے دو بڑے علاقے "نربونیسس" (Narbonensis) اور "اکوتانیا"

---

[1] صبح الاعشیٰ ج ۵ ص ۲۲۶، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۴۳، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۴۳، دوائرۃ المعارف الاسلامیہ ترجمہ عربی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۵ ص ۳۰۵ [2] معجم البلدان ج ۱ ص ۳۴۳

(Aquitania) بھی ملک اندلس کے حدود میں داخل ہو گئے، چنانچہ عرب جغرافیہ نویسوں نے اندلس کے جو حدود اربعہ بیان کئے ہیں، اور اس کے انتہائی گوشے، اضلاع، دریا، اور پہاڑ دکھائے ہیں، اس لحاظ سے اسپین، پرتگال اور جنوبی فرانس کے وہ علاقے اندلس کے مفہوم اور وسعت ملک میں داخل ہیں، اور اس وسیع ملک کے مختلف خطوں کے قدیم ناموں کو اپنے تلفظ و املا میں ادا کیا ہے، جیسے گالیکیا (Galicia) کو "جلیقیہ"، استوریاس (Asturias) کو "اشتوریاس"، لیاون (Leon) کو "لیون" یا "لیونش"، نوارا (Navarra) کو "نبرہ"، کیسٹیل (Castile) کو "قشتالیہ" یا "قشتالہ"، کاٹالونیہ (Catalonia) کو "قطلونیہ"، بسکے (Biscay) کو "بشکنس" یا "بشکونش"، یا فرانسیسی علاقہ نرباون میں اندلس کے پایہ تخت "اربون" (Narbonne) کو "نربونہ" یا "اربونہ" کہا ہے، مگر جغرافی اعتبار سے یہ سب عربی جغرافیہ نویسوں کے نزدیک اندلس میں داخل تھے،[1]

---

[1] اندلس کا تاریخی جغرافیہ ص ۳ ۱۱، ان اوراق میں اندلس کے جغرافی معلومات اسی ماخذ سے لئے اور اجمالی نئی ترتیب کے ساتھ لکھے ہیں، اس کو جغرافیہ کی قدیم و جدید تصنیفات سے مرتب کیا گیا ہے، نیز اگر کسی موقع پر کسی اور ماخذ سے کچھ اخذ کیا گیا ہے تو اس کا انفرادی حوالہ درج کر دیا گیا ہے،

جغرافیہ طبعی

اندلس کی شکل نقشون مین | یونانی جغرافیہ نویس استرابو نے اس ملک کی شکل مستطیل لکھی ہے، بطلیموس نے اس کو بے قاعدہ مثلث بتایا ہے، موجودہ زمانہ مین اس کو ایک بے قاعدہ ذوارْبعۃ الاضلاع دکھایا گیا ہے، عربون نے بطلیموسی نقشہ کے مطابق اس کو بے قاعدہ مثلث سمجھا، اور اس کے تین ارکان و اضلاع بیان کئے، اور ان زاویون کو ملانے سے جو ضلعے بنتے ہین، اُن کی تعریف ساحل کے شہرون اور مقامون کا نام لیکر کی ہے،

حدود اربعہ | جیسا کہ معلوم ہے اندلس جزیرہ نما ہے، جسے بقول شریف ادریسی عربون نے اختصار کی وجہ سے شبہ الجزیرہ کے بجائے صرف جزیرہ کہا، اس کی تین سمتون مین تین سمندر ہین، مشرق مین بحر روم ہے، جسے بحر متوسط، بحر شام، بحر مشرق بھی کہتے ہین، مغرب کی طرف اوقیانوس (اٹلانٹک) ہے، جسے بحر محیط، بحر ظلمات، بحر مظلم اور بحر اعظم بھی کہتے ہین، اور جنوب مین آبنائے جبرالٹر ہے جس کو عرب بحر زقاق سے موسوم کرتے تھے، آبنائے جبرالٹر اندلس کے جنوبی گوشہ اور افریقہ کے شمالی گوشہ مین ہے، یہی آبنائے یورپ کو افریقہ سے جدا کرتی ہے، دوسری طرف اندلس کی شمالی قدرتی سرحد جبل البرانس یعنی کوہ پائیرنیز (Pyrenees) ہے، اور اندلس کا یہی شمال مشرقی حصہ خشکی سے ملا ہوا ہے، اور بہ وسعت ملک کے لحاظ سے جنوبی فرانس کا وہ علاقہ جس مین ناربون اور [illegible] واقع ہین، اس کی سرحد مین داخل ہین، اندلس کے شمال مغربی گوشہ کی سرحد پر خلیج بسکے واقع ہے،

طول و عرض | اندلس موجودہ نقشوں میں شمالاً و جنوباً ۳۶ درجہ ۱ دقیقہ اور ۴۳ درجہ ۴۵ دقیقہ کے درمیان اور شرقاً و غرباً ۳ درجہ ۲۰ دقیقہ اور ۹ درجہ ۲۰ دقیقہ کے درمیان واقع ہے اس طول و عرض میں جنوبی فرانس کا وہ علاقہ جو اندلس میں سمجھا گیا داخل نہیں ہے

مساحت | عرب جغرافیہ نویسوں میں سے ادریسی نے اس کا طول گیارہ سو میل اور عرض چھ سو میل لکھا ہے، موجودہ پیمائش کے لحاظ سے مشرق سے مغرب کی جانب زیادہ سے زیادہ طول ۶۳۵ میل اور شمال سے جنوب میں زیادہ سے زیادہ طول ۵۱۰ میل ہے لیکن اس پیمائش میں فرانس کا کوئی علاقہ داخل نہیں ہے،

اندلس کی زمین | اندلس کی زمین سمندر کی سطح سے تقریباً دو ہزار (۲۰۰۰) فٹ بلند ہے یہ بلندی مشرق سے مغرب کی طرف کم ہوتی گئی ہے، یہاں تک کہ بحر محیط کی سطح آجاتی ہے

اندلس کے پہاڑ | اندلس کی اس مرتفع زمین میں پہاڑوں کے چھ چھوٹے اور بڑے سلسلے مشرق سے مغرب کی سمت میں پھیلے ہوئے ہیں،

(۱) جبل البرتات (Pyrenees) شمال میں پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ جو جلیقیہ تک چلا گیا ہے، اس پہاڑی سلسلہ کے کئی ٹکڑوں کے کئی نام ہیں کہیں جبل البرتات (Montes du puertas) کہیں جبل الابواب کہیں جبل الفاصل یا جبل الحاجز لکھا گیا ہے، پہاڑوں کا یہی سلسلہ اندلس کو ارض کبیر یعنی فرانس کے ان علاقوں سے جدا کرتا ہے جو مثلاً اندلس میں داخل تھے، اس پہاڑی سلسلہ میں چند درّے ہیں جن میں سے چار درّوں (۱) برت اشیرہ (۲) برت جاقہ (۳) برت شاذرزہ (۴) برت بیونہ کے نام عرب جغرافیہ نویسوں نے لکھے ہیں، انہی درّوں سے عربی فوجیں ادھر سے اُدھر گذرا کرتی تھیں،

(۲) الشارات ([illegible]) جبل البرتات سے جنوب میں موجودہ صوبہ قسطلہ

جبل منیف، ہین، پھر چند چھوٹی پہاڑیان اپنے شہرون کے نامون سے جا بجا پھیلی ہوئی ہین، جن کا نقشہ دیکھ کر پتہ چلایا جا سکتا ہے، اور عہد اسلامی ہین وہ مختلف نامون جبل ابن حفصون جبل ہاشم، جبل سلیمان وغیرہ سے موسوم تھے،

اندلس کا ایک پہاڑی سلسلہ بھی لائق ذکر ہے جو جبل طارق کے نام سے موسوم ہے اور جنوبی اندلس کے صوبہ قادس کے جنوب مشرق میں ایک جزیرہ نما کی شکل مین ہے، شمالاً وجنوباً تین میل طویل اور شرقاً غرباً ایک میل عریض ہے، اس کی سب سے بلند چوٹی ۹۳۴۱ فٹ ہے، اس کے مغربی جانب ایک خلیج ہے جس کو خلیج جبرالٹر کہتے ہین، جبل طارق کے آمنے سامنے ۵۲ میل پر شہر سبتہ آباد ہے، جبل طارق پر بعد میں اسلامی دور میں قلعے تعمیر ہوئے،

اندلس کے دریا اندلس کے انہی پہاڑون سے جو دریا نکلے ہین، ان مین سے بعض بحر روم مین بعض بحر محیط مین اور بعض آبنائے جبرالٹر مین سمندر سے جا ملے ہین، بحر محیط مین گرنے والے تمام دریا حسب ذیل ہین:

(۱) وادی الشاء	(The Guadlamesi)
(۲) وادی آرو	(The Guadiaro)
(۳) وادی الفرشی	(The Guadalhorce)
(۴) وادی بلش	(Rio Velez)
(۵) نہر المریہ	(Rio Almeria)
(۶) وادی شقورہ	(Segura)
(۷) وادی شقر	(The Jucar)
(۸) وادی الابیض	(The Guadalaviar)

(۹) وادی ابرہ (The Ebro)

(۱۰) وادی زیتون

بحر محیط اور آبنائے جبرالٹر میں گرنے والے حسب ذیل دریا ہیں:-

(۱) برباط (The Barbate)

(۲) وادی لکہ یا وادی لطہ (The Guadalete)

(۳) وادی الکبیر (The Guadalquivir)

(۴) وادی آنہ (The Guadiana)

(۵) تاجہ (The Tagus)

(۶) نہر منديق (The Mondego)

(۷) دریائے دویرہ (The Douro)

(۸) وادی مینہ (The Minho)

(۹) وادی اُلیہ (The Ulla)

ان کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے دریا ہیں جو کسی نہ کسی بڑے دریا میں مل گئے ہیں۔

زراعت، نباتات، معدنیات، حیوانات

اندلس ایک زرعی ملک تھا خصوصاً مسلمانوں نے یہاں کی زراعت کو بڑی ترقی دی، جس کا تذکرہ کسی اور جگہ آئے گا۔ زراعت کے لیے اس ملک میں دو قسم کی زمینیں تھیں، ایک وہ جہاں دریاؤں اور نہروں سے آبپاشی کا سامان تھا، دوسرے کنوؤں سے رہٹ چلا کر پانی پہنچایا جاتا تھا۔ جن قطعات میں آبپاشی کا سامان تھا، وہاں ہر قسم کا اناج پیدا ہوتا تھا، گیہوں، زیتون، جو، چنا، مکئی، رائی، جوار وغیرہ

ہوتی تھی، میووں میں انگور، سیب، لیموں، انجیر، بادام، انار، ناشپاتی، اخروٹ، بلوط، کھجور، آڑو، شفتالو، نیشکر وغیرہ کی پیداوار تھی۔ اسی طرح بہت سی خوشبودار جڑیں، چھالیں اور پھول پیدا کیے جاتے تھے جن میں سنبل الطیب، بالنگ، صندل، عود، زعفران، دارچینی، محلب، ادرک، زنجبیل وغیرہ تھیں۔ ان میں بیشتر چیزیں مسلمان اپنے وطن سے اندلس لائے۔

اسی طرح کہربا، عنبر، مرجان وغیرہ بڑی مقدار میں حاصل کیا جاتا تھا۔ سونا، چاندی، قلعی، پارا نکالا جاتا تھا۔ پھر دوسرے قیمتی نگینے، ارج، طلق، عرق، سنگ مرمر، عمارت کے قیمتی پتھر حاصل کیے جاتے تھے۔

ان نباتات و معدنیات کے علاوہ یہاں کے حیوانات بھی قابل ذکر ہیں۔ یہاں درندے جانور کم دکھائی دیتے تھے۔ چوپایوں میں ہرن، بکری، گائے، گیدڑ، خچر اور مضبوط قد آور گھوڑے ہوتے تھے۔ اسی طرح نرم بالوں والے جانور سمور، وبر، قاقم، سنجاب وغیرہ ہیں جن کے نرم بال اور کھالیں پوستین کے کام آتی تھیں۔ پرندوں کی بھی کثرت تھی، اور شکار کا رواج تھا۔ بحری حیوانات میں ہر قسم کی مچھلیاں ہوتی تھیں۔

مسلمانوں نے اپنے زمانے میں اندلس کے ان قدرتی ذرائع سے پورا فائدہ اٹھایا، فصلوں کو بڑھایا، مختلف نباتات و حیوانات میں انواع و اقسام کے اضافے کیے، اور صنعت و حرفت تجارت کی داغ بیل ڈالکر اندلس کو کمال ترقی پر پہنچایا جس کا تذکرہ تفصیل سے کسی اور جگہ آئے گا۔

جغرافیہ تاریخی

اندلس کے باشندے

قدیم زمانہ سے آئبیری، کلٹ، فنیقی، یونانی، رومانی، شیوانی، الانی، واندال، فرینک اور قوطی (گاتھ) قوموں نے اس ملک میں وقتاً فوقتاً اپنی آبادیان قائم کین جن مین سے فنیقیون کے سوا سب کی سب مشرقی اور وسطی یورپ کی قومین تھین، جو مختلف زمانون مین اندلس مین آئین، اور یہان بود و باش اختیار کرلی۔

قوطیون (گاتھ) کا قافلہ بحر اسود کے شمالی ساحل کے قریب دریائے نیپر کے نواح سے اٹھا تھا۔ اور یونان اٹلی، اور فرانس سے گذرتا ہوا ۴۱۱ء مین اندلس مین داخل ہوا، ۴۱۹ء مین انھون نے شیوانی اور الانی کی حکومتون کو ختم کرکے اپنی حکومت قائم کی، اور اسپین سے لیکر فرانس مین دریائے لوائر ( ) تک حکمران بن گئے، قوطیون پر واندال نے آکر حملہ کیا، اور ایک حصہ ملک مین اپنی حکومت قائم کی لیکن بیس برس کا زمانہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ قوطیون نے انھین (افریقہ) کی طرف چلے جانے پر مجبور کردیا، قوطیون نے اندلس مین تقریباً تین سو برس حکومت کی، اور انہی کے زمانہ حکومت مین مسلمانون نے ۹۲ھ مین اندلس مین داخل ہوکر ان کی حکومت کا خاتمہ کرکے اپنی حکومت قائم کی۔

اندلس مین قوطیون کے داخلہ کے بعد ایک نئی قوم کی تخلیق ہوئی، جو اسپینی قوم کہی گئی،

اس مین سب قومون کی اصل یا مخلوط النسل اور قوطی قومین داخل تھین، خصوصاً مسلمانون کے مقابلہ مین ان کی نسلی تقسیم ختم ہو چکی تھی، اب وہ صرف ایک قوم تھی جس کا امتیازی علامت عیسائی مذہب کی حلقہ بگوشی تھی،

یہود | مسلمانون کے داخلہ کے وقت اندلس یہودیون کے وجود سے بھی خالی نہ تھا لیکن انھین حکمران قوم کی حیثیت حاصل نہ تھی تاہم اپنی دولت و ثروت کے اعتبار سے وہ لوگ اس ملک مین اپنا نمایان اثر و نفوذ رکھتے تھے،

مذہب | اسپین مین مسلمانون کے داخلہ سے پہلے تین مذاہب عیسائیت، بت پرستی اور یہودیت قائم تھے.

گاتھون کا عیسائیت قبول کرنا | گاتھ مین عیسائیت کی تبلیغ چوتھی صدی عیسوی مین ہوئی، ان مین اور رومیون مین جب پہلی آویزش ہوئی، اس وقت گاتھ مذہباً بت پرست تھے، چوتھی صدی مین گاتھک زبان مین بائبل کا ترجمہ کیا گیا اور اس صدی کے ختم ہونے سے پہلے یہ پوری قوم مسیحیت قبول کر چکی تھی،

فرینک مین عیسائیت کی تبلیغ | جرمن قوم فرینک سے بھی اسپین اور فرانس مین مسلمانون کو سابقہ پڑا، فرینک سنہ ۵۱۱ء مین پیرس کو دارالسلطنت بنا کر فرانس کے حکمران بن چکے تھے، ان مین عیسائیت کی تبلیغ ایک خاص تقریب سے عمل مین آئی، آلی کلووس کی ملکہ جو برگنڈی کی شہزادی تھی، مذہباً عیسائی تھی، ایک لڑائی مین اس نے اپنی ملکہ کی ترغیب سے جنگ مین فتح پانے پر عیسائیت قبول کر لینے کی منت مانی، اتفاق کی بات اس کو کامیابی حاصل ہوئی، چنانچہ سنہ ۴۹۶ء مین کلووس عیسائی کلیسا مین داخل ہو گیا، پھر پوری قوم نے اسکی تقلید مین عیسائیت قبول کر لی،

جنوبی فرانس کے باشندون کا مذہب | جنوبی فرانس کے علاقہ اکیٹین، برگنڈی وغیرہ مین سلطنت روما

…و اندلس غربی و اندلس شرقی مین تقسیم کیا ہے، اندلس غربی سے مراد وہ حصۂ ملک تھا جس…
بحر محیط مین گرتے ہین، اور شرقی سے مراد وہ حصۂ ملک ہے جس کے دریا بحر روم مین ملتے…
…ن حضرمی نے اندلس کو تین حصون مین تقسیم کیا ہے یعنی اندلس وسطی مشرقی، اور مغربی…
…ین کا ہر حصہ مختلف کورون مین تقسیم تھا،

…تقسیم اقلیمون مین | تیسری تقسیم شریف ادریسی کی ہے، اس نے اندلس کو دو حصون مین تقسیم…
…، اول جبل الشارات کے اس طرف جنوبی جانب کو اشبانیہ کے نام سے موسوم کیا ہے…
…کے شمالی جانب کو قشتالہ کہا ہے، پھر اشبانیہ کو متعدد اقلیمون مین تقسیم کیا ہے، اور ہر اقلیم…
…و شہر دکھائے ہین، اندلس کے اس حصہ یعنی اشبانیہ مین اسلامی اندلس کے تقریباً تمام…
…غل ہین جہان مستقل طور پر اسلامی حکومت قائم تھی، اس حصہ کو اس نے ۲۶ اقلیمون…
…لیا ہے ان مین سے ہر ایک کو ایک صوبہ سمجھا جا سکتا ہے، اور ان کے اہم شہر بتائے ہین…
اقلیم البحیرہ (Laguna de la Janda) اس صوبہ کی…
…محیط سے ہوتی ہے، اس مین کے اہم شہرون مین جزیرۂ طریف، جزیرۂ خضرا، جزیرہ قادس…
…بل اس اقلیم کے بیشتر حصہ صوبہ قادس مین ہین، البحیرہ ایک بڑی جھیل کا نام ہے، جو…
…مغربی اندلس مین صوبہ قادس مین جزیرہ طریف سے شمال مغرب مین تھوڑے فاصلہ…
…ہے، اس طرف یہ اقلیم منسوب ہے،

جزیرۂ طریف (Tarifa) اندلس مین مسلمانون کا سب سے پہلا قافلہ طریف…
…ب نخعی کی سرکردگی مین اندلس آیا، اور سب سے پہلی مرتبہ وہ اندلس مین اسی مقام پر اترا، اور…
…سالار قافلہ کے نام سے ہمیشہ کے لیے موسوم ہو گیا، اس کے تین گوشے سمندر سے…
…ے ہین، اس لیے یہ جزیرہ نما کی شکل مین ہے، جسے عربون نے جزیرہ کہا ہے، یہ جو…

صوبہ قادس کے جنوبی حصہ مین جزیرہ خضرا سے ۸ میل مغرب مین آبنائے جبل الطارق کے کنارے

اندلس کے مغربی و مشرقی سمندرون کے جنوبی نقطہ اتصال پر واقع ہے، شریف ادریسی نے لکھا

ہے کہ "یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، اس کے گرد شہر پناہ بھی ہے، ایک چھوٹی ندی بھی بہتی ہے،

جو شہر کے ایک جانب سے دوسری جانب چلی گئی ہے، بازار، سرائے، حمام موجود ہین،

سامنے دو چھوٹے جزیرے ہین، یہ دونون جزیرے خشکی سے قریب ہین

جزیرۃ الخضراء (Algeciras) جنوبی ساحل اور آبنائے جبل الطارق

کے مغربی کنارے کا مشہور شہر ہے، اس کے سامنے بھی ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے، جو ام حکیم

کہا جاتا تھا، اسپینی اس جزیرہ کو "ایلا وردی" یعنی سبز جزیرہ کہتے ہین، شاید اسی مناسبت سے

عربون نے اس کو جزیرہ نمائے "الخضراء" کہا ہو، جزیرۃ الخضراء اور جبل الطارق دونون ایک

دوسرے کے بالکل محاذ مین ہین، بیچ مین صرف خلیج جبل طارق حائل ہے، شہر مضبوط شہر پناہ

سے گھرا ہوا تھا، جس مین تین دروازے تھے، مسلمانون نے یہان دار الصناعہ (جہاز سازی کا کارخانہ) قائم کیا تھا

اور اسلامی عہد خصوصاً اس کے آغاز مین اس شہر کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہی، طارق نے

اندلس مین سب سے پہلے اسی شہر کو فتح کیا تھا،

جزیرہ قادس (Cadiz) شہر قادس کے جنوب مین ہے، اس کے

شمالی سرے پر شہر قادس واقع ہے، اس کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس مین ایک

قلعہ شنت بیطر ([illegible]) ہے، پھر اسی کے سامنے ایک چھوٹا سا

ٹاپو ہے، جسے عرب "حلق شنت بیطر" کہتے تھے،

شہر قادس گیارہ سو برس قبل مسیح مین بنو کنعان کے ہاتھون آباد ہوا تھا، بنو کنعان

نے اپنی زبان مین اس کا نام "گوریہ" رکھا تھا، عبرانی مین "اگادیر" ہوا، یونانیون نے "گدیریا"

کردیا، رومیون نے "گادیس" کہا، عربون نے اس سے "قادس" بنالیا، قادس سے اب "کیدز" ہوگیا ہے، یہ شہر پچھلے زمانون مین تجارت کا اہم مرکز تھا، مسلمانون نے ۹۲ھ مین اس پر قبضہ کیا،

اس اقلیم کی دوسری اہم آبادیون مین قلعہ آرکش (Arcos)، بجہ (Vejer) شریش یا شرس (Xeres) مدینہ ابن السلیم (Grazalema)، طشانہ (Tocina) واقع ہیں،

(۲) اقلیم شذونہ (Sidonia) مین اشبیلیہ اور مدینہ شذونہ اہم شہر تھے، آجکل اس اقلیم کے حدود صوبہ قادس کا وسطی و شمالی حصہ اور ایک حصہ صوبہ اشبیلیہ مین داخل ہین،

اشبیلیہ (Sevilla) ای بیری اور لاطینی مین ہسپالس (Hispalis) اور عربی اشبیلیہ اور اب "سیویلا" کہا جاتا ہے، آج کل جنوبی مغربی اندلس کا ایک صوبہ ہے، یہ شہر بحر محیط سے ۵۴ میل کے فاصلہ پر وادی الکبیر کے داہنے کنارے پر آباد ہے، یہ بڑے مرکزی شہرون مین شمار کیا گیا ہے، اس کو بحری اہمیت حاصل تھی، اس کے دریا مین ۷۲ میل تک مدوجزر آتا ہے، بار برداری کے جہاز آتے جاتے ہین کشتیون کا ایک پل بھی تھا، بڑا تجارتی مرکز تھا، اس کے نواح بڑے سرسبز و شاداب تھے، اسلامی عہد مین اس شہر کو بڑی مرکزیت حاصل رہی، یہ مختلف زمانون مین اندلس کا پایہ تخت رہا، اولاً اسلام کے ابتدائی فتوحات کے دور مین، پھر بنو عباد نے اس کو اپنا پایہ تخت بنایا۔

مدینہ شذونہ (Medina Sidonia) کو مدینہ سدونیا یا مدینہ سیدونہ

بھی کہا گیا ہے، رومی اسے "اسیدو(Assido) اور گاتھ "اسیدونیا" (Assidonia) کہتے تھے، عربون نے "مدینۃ شذونۃ" کہا، اور آجکل میڈنا سیڈونیا" کہا جاتا ہے، یہ جبال رندہ کے ایک سلسلہ کی بلندی پر شہر قادس سے جنوب مشرق مین ۳۱ میل کے فاصلہ پر آباد ہے،

اسی طرح یہان کی دوسری آبادیون سے قرمونہ یا قرمونیہ(Carmona) اور قلسانہ یا غلسانہ کا نام تاریخ مین آتا ہے،

(۳) اقلیم الشرف (Al Jarafe) مین ولبہ، جزیرہ شلطیش جبل العیون لبلہ اور حصن القصر داخل ہین، اقلیم الشرف کا کچھ حصہ صوبہ اشبیلیہ اور کچھ حصہ صوبہ ولبہ مین ان دونون واقع ہے،

ولبہ (Huelva) ان دنون جنوبی مغربی اندلس مین ساحل سے ملا ہوا ایک صوبہ کا بھی نام ہے، اس کا قدیم نام انوبا (Onuba) تھا، جس کو عربون نے "اونبہ" کہا، نیز ولبہ بھی کہنے لگے، جو آجکل اپنی زبان مین "ہوا لبوا" ہوگیا، یہ شہر بحر محیط سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر دریاے اوڈیل (Odiel) کے کنارے پر آباد ہے،

شلطیش (Saltis) عہد اسلامی مین جزیرہ تھا، جو شہر ولبہ کے سامنے آباد تھا، اس زمانہ مین یہ ایک جزیرہ نما کی شکل مین ہے، صرف دریاے تنتو اور جبل العیون کے دھارون کے قریب واقع ہے، اسلامی عہد مین یہان کوئی شہر پناہ نہین تھی، دشمن کے حملون کے وقت لوگ آبادی چھوڑ دیتے تھے،

اسی طرح جبل العیون (Gibraleon) لبلہ (Niebla)

عہد اسلامی مین تجارتی مرکز تھا، اور حصن القصر (Aznalcazar) کو تاریخی

اہمیت حاصل ہے،

(۴) اقلیم کنبانیہ (La Campina) میں پایہ تخت قرطبہ اور زہرا وغیرہ واقع ہیں، اس اقلیم کا بڑا حصہ صوبہ قرطبہ میں وادی الکبیر سے جنوب میں پھیلا ہوا ہے، اور آجکل لاکمپینا کہلاتا ہے، اور کچھ صوبہ اشبیلیہ میں واقع ہے،

قرطبہ (Cordova) اس زمانہ میں جنوبی اندلس کا ایک بڑا صوبہ ممتاز شہر اور عہد اسلامی کا مشہور پایہ تخت ہے۔ یوں تو قرطبہ کی وجہ تسمیہ مختلف عرب جغرافیہ نویسوں نے مختلف لکھی ہے، لیکن نئی تحقیق کے مطابق اس کا قدیم نام کوردوبہ (Cordoba) تھا، جسے عربوں نے قُرطُبہ کہا۔

شہر قرطبہ | شہر قرطبہ کی اصل آبادی ۲۱ محلوں کے بیچ میں واقع تھی جس کی فصیل علیحدہ قائم تھی، قرطبہ عہد قدیم سے متمول شہر تھا، ۱۵۲ ق م میں رومی مقبوضات اندلس کا یہ دارالحکومت بنا، پھر گاتھ کے زمانہ میں پایہ تخت بدل گیا تاہم اس کو اندلس کے اسقف اعظم کے صدر مقام کی حیثیت حاصل رہی، مسلمانوں نے ۷۱۱ھ سے اس کو دارالحکومت قرار دیا، اور اس کی شہری و عمرانی ترقی پر غیر معمولی توجہ کی، رفتہ رفتہ شہر قرطبہ کی شان و شوکت بڑھتی گئی، شہر کے مضافات پھیلتے گئے، قصور و ایوان، محلات و باغات، عالیشان عمارتیں، مساجد، حمام اور پل تعمیر ہوتے رہے، یہاں تک کہ یہ دنیا کے ممتاز ترین شہروں میں شمار کیا جانے لگا؛

قرطبہ کے محلے | قرطبہ کے ارد گرد ۲۱ بیرونی محلے (ارباض) قائم تھے، ان میں سے اکثر محلوں میں مختلف صنعتوں کے کاریگر آباد تھے، جیسے مغربی سمت کے محلوں میں ربض حوانیت الریحان (ریحان کی مٹھائی بنانے والوں کا محلہ) ربض رقاقین (نان بائیوں کا محلہ) آباد تھے، مغربی سمت

کے دوسرے محلے ربض مسجد الکہف، ربض بلاط مغیث، ربض مسجد الشفا، ربض حمام اللبیری، ربض مسجد السرور، ربض مسجد الروضہ، اور ربض السجن القدیم تھے، شمالی سمت کے تین محلے ربض باب الیہود، ربض مسجد ام سلمہ، اور ربض الرصافہ کے نام سے موسوم تھے، اور جنوبی سمت مین ربض شقندہ اور ربض منیۃ العجب آباد تھے، اور مشرق کی سمت مین ربض سبیلار، ربض فران بربل، ربض البروج، ربض منیۃ عبد اللہ، ربض منیۃ المغیرہ، ربض زاہرہ، ربض المدینۃ العتیقہ واقع تھے، یہ سارے محلے اصل قدیم شہر کے ارد گرد آباد ہو گئے تھے، اور ہر محلہ کے گرد گرد خندقین کھدی ہوئی تھین، صرف ربض شقندہ مین پہلے کی ایک فصیل موجود تھی، موجودہ زمانہ مین ارباض قرطبہ کی اینٹ سے اینٹ بج کر ختم ہو چکی ہے، اور وسیع میدان مین باغ لگا دیے گئے ہین، البتہ قرطبہ کا قدیم شہر اپنی جگہ موجود ہے،

قرطبہ کے دروازے | قرطبہ کی فصیل مین ذیل کے نامون کے سات دروازے تھے،

(۱) باب القنطرہ (۲) باب جزیرۃ الخضرا (۳) باب الحدید (۴) باب طلبیرہ (۵) باب عامر القرشی (۶) باب الجوز (۷) باب العطارین، اور باب الیہود جسے باب الہدی کے نام سے بھی پکارا گیا ہے، ان مین سے اب کوئی بھی باقی نہین،

قرطبہ کا قدیم شاہی محل | مسلمانون کے داخلہ سے پہلے یہان صرف ایک شاہی قصر عہد قدیم سے تھا، جس مین اندلس کا حکمران آکر ٹھہرا کرتا تھا، مسلمانون نے آنے کے بعد اس قصر کو اسی حکمران [illegible] موسوم کیا، اور خلفاے بنو امیہ نے اس مین سکونت اختیار کی، اور ..... طرح طرح [illegible] شت کاریون سے اس کو تعمیری ترقی دی، بے نظیر باغ لگائے، ہر قسم کا سامان عیش مہیا کیا، اور بہت سی نئی عمارتین، باغات، سیرگاہین اور محل تعمیر کرائے جنکا تذکرہ آگے آئیگا،

عہد اسلامی مین قرطبہ کی شہری ترقی کا عالم یہ تھا کہ عام باشندون کے مکانات دو لاکھ ستر ہزار اور امرا

رؤسا اور وزراء کے محل ساٹھ ہزار تین سو تھے، چار ہزار تین سو بازار تھے، شہر کے مضافات مین ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات تھے، اسی طرح قرطبہ کی جامع مسجد دنیاے اسلام کی مشہور مساجد مین شمار کی گئی، ان سب کی تفصیلات آگے آئینگی،

مدینۃ الزہرا والزاہرہ ایک مختصر مگر بہت ستھرا اور پرتکلف شہر تھا جسے عبدالرحمٰن الناصر نے تعمیر کرایا تھا، اسکا تفصیلی تذکرہ اسکے عہد حکومت مین آئیگا، اسیطرح المنصور کا پایۂ تخت مدینۃ الزہرہ عجائبات کی عمارتون سے معمور تھا،

اس اقلیم مین قرطبہ کے علاوہ دوسرے اہم شہرون مین استجہ (Ecija) ہے، جہان قدیم کتبے فصیل اور دروازے کے آثار ابتک موجود ہین، بیانہ یا بسانہ (Baena) قبرہ (Cabra) جہان عہد اسلامی کے کچھ آثار اب بھی گرجے کی شکل مین باقی ہین، الیسانہ یا لیانہ (Lucena) جہان یہودیون کی خالص آبادی تھی، اور شہر کنیسانیہ تھے،

۵۔ اقلیم تدمیر (Province of Theodomir) کا نام مسلمانون نے اپنے مطیع عیسائی سردار تھیوڈومیر کے نام پر رکھا، وہ اس علاقہ کا گورنر تھا، اس کے شہرون مین تامیر سیہ اور یولہ، قرطاجنہ ممتاز تھے، یہ علاقے آجکل صوبہ مرسیہ لقنت اور صوبہ البسیط مین داخل ہین،

تدمیر، تھیوڈومر (Theodomir) مسلمانون کی ابتدائی فتوحات کے وقت قوطیون کی طرف سے جنوبی مشرقی حصۂ اندلس کا حاکم تھا، اور یولہ اس کا پایۂ تخت تھا، اور اسی کے پاس ایک قدیم آبادی تھی، تھیوڈومر کے اطاعت قبول کرنے کے باعث مسلمانون نے اس کی حکومت کو باقی رکھا، اس علاقہ کو اقلیم تدمیر کہا، اور یولہ یا مرسیہ کے قریب جو قدیم شہر مشہور تھا، اس کو مدینہ تدمیر سے موسوم کیا گیا،

مرسیہ (Murcia) آجکل جنوبی مشرقی اندلس کے صوبہ مرسیہ کا دارالحکومت ہے، اس علاقہ کی زمین بڑی زرخیز ہے، عہد اسلامی مین بھی اس کو صوبہ کے

دار السلطنت کی حیثیت حاصل رہی تدمیر اس شہر کے قریب آباد تھا، کچھ دنون کے بعد تدمیر وہ مرسیہ کی آبادی مل گئی۔ اس کو بھی مرسیہ کہا جانے لگا، یہ شہر عہد قدیم سے آباد تھا،

اوریولہ (Orchuela) کو اریول، اوریل اور اوریوالہ بھی بعضون نے لکھا ہے، یہ مشرقی اسپین کے موجودہ صوبہ لقنت کا مشہور شہر ہے،

قرطاجنہ (Cartajena) جنوب مشرق اندلس مین صوبہ مرسیہ کے جنوبی ساحل پر ایک خلیج کے کنارے ایک پہاڑی پر آباد ہے، جس کے جنوب و مشرق مین سمندر رواں ہے، اس کو فینقیون نے ابتداءً آباد کیا تھا، اور اسپین مین فینقیون کا دار السلطنت تھا، عرب، افریقہ کے قرطاجنہ سے تمیز کرنے کے لیے اس کو قرطاجنۃ الحلفاء کہتے تھے،

اسی طرح لورقہ یا لرقہ (Lorca) جو عہد اسلامی مین تجارت کا مرکز تھا، حصن مولہ (Mula) اور جنجالہ (جنچیلا (Chinchella) اس اقلیم مین واقع تھے،

۶- اقلیم کونکہ یا قونکہ مین لقنت (Alicante) کونکہ (Cuenca) شقورہ (Segura) آلش (Elche ، واقع ہین، ان مین سے آجکل لقنت اور کونکہ خود صوبے ہین، اور شقورہ صوبہ جیان کی بالکل مشرقی سرحد پر ہے،

۷- ارخیرہ (Erguera) مین شاطبہ (Jataba) جزیرہ شقر (Al...) دانیہ (Denie) اور بہت سے قلعے داخل تھے،

یہ مقامات آجکل صوبہ بلنسیہ اور صوبہ لقنت مین داخل ہین۔

۸- اقلیم مرباط (Murvedro) مین مرباط یا مربیطر MURBE-CRO

بلنسیہ (Valencia) جو عہد اسلامی میں اس علاقہ کا صدر مقام تھا، اور جہاں اسلامی عہد کی یادگاریں آج بھی قائم ہیں، بریانہ (Burriana) واقع ہیں، یہ مقامات آجکل صوبہ بلنسیہ کا حصہ ہیں۔

۹۔ اقلیم تُدمیر/ تدمیر میں شنتمریہ بنو امیہ کے زوال کے بعد بنو قاسم (قواسم) کی حکومت قائم ہوئی، اور یہ آجکل صوبہ بلنسیہ میں ہے، اور شنتمریہ بنو رزین یا شنتمریہ بنو رزین (Albarracin) جسے مسلمانوں نے موخر الذکر کو شنتمریہ الغربیہ سے تمیز کرنے کے لیے شنتمریہ الشرق بھی کہا، طوائف الملوکی کے زمانہ میں ایک بربری خاندان بنو رزین کی حکومت یہاں قائم ہوئی، تو یہ شہر ان کے نام سے منسوب ہوگیا، اور ان کا نام آجکل بھی اس شہر کے بگڑے ہوئے اپنی تلفظ "البراسین" کے ساتھ موجودہ صوبہ تیروئل (Teruel) میں موجود ہے،

۱۰۔ اقلیم وبجہ میں سرتہ، اور قلعہ رباح داخل تھے، ان میں سے قلعہ رباح آجکل صوبہ "سوداد ریال" میں اور سرتہ صوبہ گوئنکہ میں موجود ہیں،

سُرتہ (Almonacid de Zorita) یاقوت نے اس کو شنتبریہ سے متصل طلیطلہ کے مشرق میں بیان کیا ہے، اور دوزی نے موجودہ شہر المونسدی زرتیہ کو اس سے منطبق کیا ہے،

قلعہ رباح (Calatrava) اندلس وسطی میں صوبہ طلیطلہ سے متصل صوبہ سوداد ریال کے شمالی حصہ میں اس عربی شہر کا ویرانہ موجود ہے، یہ آبادی تابعی بزرگ ابو عبداللہ علی بن رباح اللخمی کی طرف منسوب تھی، جو موسیٰ بن نصیر کے ساتھ اندلس آئے تھے، خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ شہر کاریون سے ۶ میل شمال میں یہ شہر آباد تھا، یہ خالص اسلامی آبادی

تھی، اور اسلامی عہد میں اس کو بڑی فوجی اہمیت حاصل رہی،

۱۱۔ اقلیم اشونہ (Osuna) میں بڑے بڑے آباد قلعے شہروں کے مانند ہیں جن میں سے بورہ اور اشونہ قابل ذکر ہیں، اقلیم اشونہ موجودہ صوبہ اشبیلیہ اور مالقہ کا ایک حصہ تھا،

لورہ یا حصن لورہ (Lora del Rio) آجکل صوبہ اشبیلیہ میں وادی الکبیر کے کنارے اشبیلیہ سے شمال مشرق میں تقریباً ۳۰ میل کے فاصلہ پر آباد ہے، اور قرطبہ سے مشرق میں تقریباً ۴۸ میل ہوگا، اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ قلعہ نما آبادی تھی،

اشونہ (Osuna) کا آئبیری نام "ارسو" تھا، رومیوں نے "ارسونہ" کہا، عربوں نے اشونہ تلفظ کیا، یہ صوبہ اشبیلیہ میں اشبیلیہ سے جنوب مشرق میں ۴۰ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع ہے،

۱۲۔ اقلیم ریہ (Regio) میں مشہور شہر مالقہ ...... اور چند دوسرے اہم شہر قلعے ہیں، یہ کل مقامات آجکل صوبہ مالقہ میں داخل ہیں، اس لیے اقلیم ریہ گویا موجودہ صوبہ مالقہ ہے،

ریہ (Regio) کوئی بڑا مقام نہ تھا، ایرانی شہر رے کے کچھ باشندے اندلس میں آباد تھے، جنھوں نے اپنے شہر کے نام پر اپنی آبادی کا نام ریہ رکھا، جس سے آج کل زفرونہ (Zafurraya) کا گاؤں مراد لیا جاتا ہے، اسلامی عہد میں ریہ کی شہرت اقلیم ہی کی حیثیت سے رہی، اس اقلیم کا صدر مقام ارجذونہ تھا،

مالقہ (Malaga) آجکل جنوبی اندلس کا ایک مشہور صوبہ ہے، اور اس کا صدر مقام ہے، اس کا رومانی نام مالاکا (Malaca) تھا، پانچویں صدی میں یہ اسقف اعظم

کا صدر مقام تھا، عہد اسلامی میں اس کو ایک اہم شہر اور اچھے بندرگاہ کی حیثیت حاصل تھی،
دوسرے شہروں میں اذ شانہ ( ) ارجذونہ (Archidona) مربلہ
(Marbella) اور قلعہ ببشتر، ببشتر، البشتر (Bobastro)،
جو جبال ریہ میں مشہور باغی ابن حفصون کی جائے پناہ تھا وغیرہ تھے،

۱۳- اقلیم البشارات (Alpuxarras) میں جیان اور بہت
قلعے اور گاؤں تھے، جن کی تعداد ۶۰۰ سے زائد ہے، البشارات آجکل صوبہ غرناطہ کے جنوبی
حصہ کا ایک پہاڑی علاقہ ہے، اور جیان خود ایک صوبہ ہے" البشارات" کے معنی ایسی زمین
کے ہیں جہاں گھاس کثرت سے ہوتی ہے، ہسپینی زبان میں اس علاقہ کو اب "البکساراس" یا
"البجاراس" کہتے ہیں، یہ علاقہ جبل الثلج کے جنوب میں بحر روم کے کنارے کنارے بندرگاہ
مترل (Motril) سے لے کر المریہ کی سرحد پر سمندر کے کنارے ختم ہو جاتا ہے، اس
میں کی مشہور آبادی جیان ہے،

جیان (Jaen) آجکل وسطی اندلس کے جنوبی حصہ کا ایک صوبہ ہے
شہر جیان کا قدیم نام "اورگی" یا "اورجی" (Aurge) تھا، جب شامی اندلس میں
داخل ہوئے تو جیان کے باشندوں نے اپنے اس مسکن کو اپنے شامی وطن کے نام سے
موسوم کیا، پھر قنسرین کے لشکر نے اس کو قنسرین سے یاد کیا، مگر یہ نام مشہور نہ ہو سکا، یہ عہد
اسلامی کا مشہور ترقی یافتہ اور اہم تجارتی مرکز تھا، اور اس کا قلعہ نہایت مستحکم سمجھا جاتا تھا،

۱۴- اقلیم بجانہ (Pechina) کے شہروں میں بجانہ اور المریہ اور رشانہ ہیں، یہ
مقامات رشانہ کے سوا موجودہ صوبہ المریہ میں واقع ہیں،
بجانہ (Pechina) دریائے المریہ کے کنارے ایک چھوٹا سا

مقام تھا، عہد اسلامی میں اس کو ترقی حاصل ہوئی، قدیم نام "دیگی یا "ویجی" (Vigi ، تھا، جس سے بجانہ ہوگیا، اور اب اس کا بگڑا ہوا لفظ "پے چینا" ہے، بجانہ المریہ سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر دریا کے کنارے آباد تھا، عہد اموی کے بعد بجانہ کے لوگ المریہ میں آباد ہو گئے اور یہ شہر ویران ہوگیا، آجکل محض ایک گاؤن ہے مگر یہ اقلیم عہد قدیم سے اسی طرف منسوب ہے

المریہ (Almeria) جنوبی اندلس کا مشہور شہر اور آجکل ایک صوبہ کا نام ہے، اس کا قدیم نام "ارکی" (Urci) تھا، مسلمانون نے اس کا نام المریہ یا المریۃ البجانہ رکھا، یعنی وہ مقام جہان سے بجانہ نظر آتا ہے یا حفاظت کی جا سکتی ہے، المریہ عہد اسلامی کے اہم شہرون مین شمار کیا جانے لگا، یہ دو پہاڑون پر جن کے بیچ مین شاداب زمین ہے آباد ہے ان مین سے ایک پہاڑی پر عہد الناصر کا ایک قلعہ ابتک موجود ہے، جس کو بعد مین قلعہ خیران (صقلوی) کہنے لگے، دوسری پہاڑی کے ایک حصہ پر ایک آبادی ربض الحوض کے نام سے شہر پناہ کے اندر تھی، اس پہاڑی کا نام جبل الدیم تھا، شہر پناہ مین متعدد دروازے تھے، شہر پناہ برجون سے مستحکم تھی،

دوسرے شہرون مین برجہ (Berja) برشانہ (Purchena)، مرشانہ (Marchhena) طرجالہ (Tirjola) اور بالش (Velez Rubio) ہین، موخر الذکر کو آجکل "والیز روبیو" کہتے ہین، اسی خلعہ مین ایک قلعہ بلج بھی تھا، جسے بلج بن بشر قریشی والی اندلس نے دوسری صدی کے اوائل مین تعمیر کرایا تھا، اور اس مین ان کی نسل سکونت پذیر تھی،

۱۵- اقلیم البیرہ (Elvira) مین مدینۃ البیرہ، غرناطہ، وادی آش، المنکب اور بہت سے قلعے اور گاؤن تھے، مقامات آجکل صوبہ غرناطہ مین ہین، اس لیے

اقلیم البیرہ صوبہ غرناطہ کا ایک حصہ تھا،

البیرہ (Elvira) کو لبیرہ یا ایلبیرہ بھی کہا گیا ہے، اس کا پرانا نام ایبیری زبان کے دو لفظوں "الی" (غالف) جس کے معنی "شہر" کے ہیں اور دوسرے "بیری" (Berri) بمعنی "نیا" سے مرکب ہے، یعنی "الی بیری" (نیا شہر)، عربوں نے اس کو البیرہ کہا، امویوں کے زمانہ میں یہ اقلیم البیرہ کا نام تھا جس کو بعد میں اقلیم غرناطہ کہنے لگے، اس زمانہ میں قسطیلہ اس اقلیم کا دار الحکومت تھا، اس لیے اس شہر کو "مدینۃ البیرہ" کہنے لگے، محض "البیرہ" سے کوئی شہر نہیں پورا صوبہ یا اقلیم سمجھا جاتا تھا، اور مدینۃ البیرہ سے شہر قسطیلہ

مدینۃ البیرہ یا قسطیلہ دریائے شنیل (Xenil) سے شمال میں شہر غرناطہ سے سوا میل شمال مغرب میں واقع تھا، اس شہر کا موجودہ موقع مقام اطرف (Alarfe) اور "پینوس پوانتی" (Pinos Puente) کے درمیان جبل البیرہ کے نیچے سمجھنا چاہیے، صوبہ البیرہ میں عرب بڑی تعداد میں آباد ہوئے، مدینۃ البیرہ ان کا مرکزی مقام تھا، لیکن سنہ [illegible] میں دولت امویہ کے زوال کے بعد یہ شہر ویران ہونے لگا، اور لوگ یہاں سے منتقل ہو کر غرناطہ میں آباد ہونے لگے، رفتہ رفتہ مدینۃ البیرہ بالکل ویران ہوگیا، مگر علاقہ کا نام البیرہ بدستور باقی رہا،

غرناطہ (Granada) کو اغرناطہ بھی بعضوں نے لکھا ہے، یہ آجکل جنوبی اندلس کا ایک صوبہ اور اس کے پایہ تخت کا نام ہے، پرانی تحریروں میں "کرناطہ" بھی مرقوم ہے، گمان ہے کہ لاطینی میں انار کو "گراناتوم" کہتے ہیں، اسی لیے یہ لفظ بنا ہے کہ انار کی پیداوار یہاں بہت ہوتی تھی، عربوں نے اس کے قریب ایک قلعہ کا نام "حصن الرمان" (قلعہ انار) بھی رکھا تھا، غرناطہ کی مدنی ترقی بنو امیہ کے زوال کے بعد ہوئی، اور اس کو اندلس کا دمشق

کہا گیا، بڑے بڑے اہل کمال اس کی خاک سے اٹھے اور اس شہر کی عظمت کو بڑھایا، وزیر لسان الدین نے اپنی ایک نظم مین کہا کہ مصر اپنے نیل پر فخر کر سکتا ہے، اور غرناطہ اپنے شنیل مین ایک ہزار نیل رکھتا ہے، کسی نے کہا "غرناطہ کی نظیر دنیا مین نہین، نہ مصر مین نہ شام مین نہ عراق مین، پانچوین صدی کے آغاز مین مدینۃ البیرہ کو ویران کر کے ایک صنہاجی امیر نے اس شہر کو بسایا، شہر پناہ قائم کی پھر عمارتین بنائی گئیں، اور رفتہ رفتہ بڑی شان و شوکت کا شہر بن گیا، اور بنو زیری کے ہاتھون پایہ تخت بنا اور شام کا دمشق کہا گیا، اور آخر دور مین یہی شہر اندلس مین اسلام کا پایہ تخت اور مسلمانون کا ماوی و ملجا تھا، ابن بطوطہ (٧٠٣ھ - ٧٧٩ھ) جب اس شہر مین داخل ہوا تو یہ چالیس میل مین پھیلا ہوا تھا، اور ہر نوع کی شہری و تمدنی ترقیوں سے آراستہ و پیراستہ تھا، بنو نصر (٦٣٦ھ - ٨٩٨ھ) ملوک غرناطہ کا پایہ تخت تھا، اسکی آبادی دو لاکھ تھی، اس دور مین یہ اندلس کا سب سے دولتمند شہر تھا، قصر الحمرا اور جامع مسجد یہان کے خوبصورت آثار اس کے اعلیٰ اور ترقی یافتہ تمدن کے آج بھی شاہد ہین، جن کا تفصیلی ذکر کسی اور جگہ آئے گا،

وادی آش یا وادالاشی یا وادالاشات (The Guadix)

موجودہ صوبہ غرناطہ کا مشہور شہر ہے جو جبل الثلج کے شمالی ڈھلان پر ایک دریا کے کنارے جو اسی نام وادی آش سے موسوم ہے، واقع ہے، شہر سے سات میل شمال مغرب مین ایک قدیم آبادی "اکی" یا "اکسی" (Acci) تھی جس کو اب "گوادکس ال ویجو" کہتے ہین، غالباً اسی نام پر عربون نے شہر کا نام آش پھر وادی اضافہ کر کے وادی آش رکھ لیا، شہر کے مغرب مین دریائے فردیش (Furdix) کے کنارے مشہور گرم چشمہ حمام جلیانہ (Juliana) واقع تھا، جسے جلیانۃ التفاح بھی کہتے تھے

اس شہر کے ایک جانب دریا کے کنارے عہد اسلامی کی ایک آبادی الکبابہ (Alcabaza) آجکل بھی باقی ہے، جس کا نام القصیبہ تھا،

المنکب (Almunecar) شہر غرناطہ کے جنوب میں ساحل بحر روم پر واقع ہے، عبد الرحمن الداخل پہلی مرتبہ اسی ساحل پر اندلس میں اترا، اس زمانہ میں معروف مقام اور بندرگاہ تھا،

۱۶۔ اقلیم فریرہ (Ferriera) میں مشہور مقام بسطہ تھا، آجکل اس اقلیم کے بعض حصے صوبہ غرناطہ میں اور بعض صوبہ جیان میں داخل ہیں،

بسطہ (Baza) جو صوبہ غرناطہ کے شمالی حصہ میں جبل اشلیر کی شاداب گھاٹی میں آباد ہے، اور جس کی پہاڑی پر ایک کلیسا تھا، جو مسجد بنالیا گیا، اب وہ مسجد پھر کلیسا بن گئی ہے، اس شہر کے آس پاس پرانے وقتوں کے بہت سے آثار ہیں، نیز حصن فریرہ (Ferriera) اور حصن طشکر (Tiscar) اسی میں واقع تھے،

۱۷۔ اقلیم البلاطہ، اقلیم البلاطہ، اقلیم البلاط اور مدینۃ البلاط میں کچھ اشتباہ سا ہو گیا ہے، شریف ادریسی نے اس کا تذکرہ ایک سے زیادہ موقعوں پر کیا ہے[۱] چنانچہ ادلاً اس نے اس اقلیم کو ایک طرف اقلیم الوتجہ سے اور دوسری طرف مغربی اقلیم القصر سے متصل بتایا ہے، اس موقع پر اس اقلیم البلاطہ میں بطروش (Pedroche) اور حصن غافق کو داخل کیا ہے، موخر الذکر کو قبیلہ غافق نے بسایا ہے، یہ دونوں مقامات آجکل صوبہ قرطبہ میں واقع ہیں،

۱۸۔ اقلیم البلاط، ادریسی نے اقلیم البلاط کو اقلیم القصر، اور "اقلیم بلاطہ" کے درمیان

---

[۱] نزہۃ المشتاق ص ۱۷۵، ۱۸۶، ۱۸۷

لکھا ہے، اور اس میں مدینۃ البلاط، اور مدلین کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے مدلین صوبہ بطلیوس میں اور مدینۃ البلاط غالباً صوبہ قرطبہ میں ہے، اس لیے اس اقلیم کا تعلق ان دونوں صوبوں سے ہوتا ہے۔

مدینۃ البلاط کی موجودہ جائے وقوع دریافت نہ ہو سکی، گمان ہے کہ وہ صوبہ قرطبہ کے شمال مغربی حصہ یا صوبہ بطلیوس کے شمال مشرقی حصہ کا کوئی شہر ہو۔

مدلین (Medellin) موجودہ صوبہ بطلیوس کا ایک بڑا شہر وادی آنہ (Guadiana) کے کنارے ماردہ سے مشرق میں آباد ہے۔

۱۹۔ اقلیم بلاطہ، ادریسی نے اس موقع پر بلاط کو بغیر الف لام کے "بلاطہ" ہی لکھا ہے، اور اس میں شنترین، لشبونہ اور شنترہ کے شہروں کو دکھایا ہے، اور اس کے پہلو میں اقلیم الشارات کو لکھا ہے، جس میں طلیطلہ وغیرہ ہیں، اقلیم بلاطہ کے یہ تینوں شہر آجکل پرتگال کے موجودہ علاقہ "استری مدورا" (Estremadura) میں واقع ہیں، اس لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ موجودہ علاقہ استری مدورا کے اس حصہ کو عرب اقلیم بلاطہ کہتے تھے۔

شنترین (Santarem) مغربی پرتگال کے ضلع "سنتاریم" کا صدر مقام ہے، اور دریائے تاجہ (Tagus) کے داہنے کنارے پہاڑی کے ڈھال پر آباد ہے، لشبونہ (لسبن) سے اس کا فاصلہ ریل کے راستہ سے ۴۵ میل ہے، شریف ادریسی نے ان دونوں مقاموں میں ۸۰ میل بتایا ہے۔ عہد اسلامی کا شہر بڑی بلندی پر آج بھی موجود ہے، یہاں کے ایک گرجے "سانتا ایرینی" کے نام پر مسلمانوں نے اس کو "شنترین" کہا تھا، جس سے اب سنتاریم کہا جاتا ہے۔

شنترہ (Cintra) لشبونہ (لسبن) سے شمال مغرب میں دس بارہ

(ستاریا)
۲۷

میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسلامی عہد میں اس شہر کو شہرت اور اہمیت حاصل تھی،

لشبونہ یا اشبونہ (Lisbo یا Lisbon) آجکل ملک پرتگال کا دار الحکومت ہے، یہ دریائے تاجہ (Tagus) کے کنارے سمندر کے قریب جھیل پر واقع ہے، اس کا منظر نہایت خوشنما اور دلفریب ہے، دریا کے دوسرے کنارے اونچی پہاڑی کے مشرقی سرے پر ایک عرب آبادی المادر (Almada) جسے المعدن کہتے تھے، ابھی تک موجود ہے، عہد اسلامی کے مستحکم اور مشہور شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، یہاں کی جامع مسجد کلیسا بنالی گئی ہے، جو ابھی تک موجود ہے،

۲۰۔ اقلیم الفقر (Figueira) کے شہروں میں شنت ماریۃ الغرب مارتلہ، شلب ہیں، جو سب کے سب آجکل پرتگال کے صوبہ الگاروی (الغرب) اور المنتیجو میں واقع ہیں، اس لیے یہ اقلیم ان دنوں پرتگال کا ایک حصہ ہے۔" الفقر" شاید وہ آبادی ہو جو آجکل "فلیرا" کہی جاتی ہے،

شنت ماریہ یا مریۃ الغرب (Santa Maria de Algarve) ملک پرتگال کے جنوبی ساحل پر شہر طبیرہ (Tavera) سے جنوب مغرب میں ۱۲ میل کے فاصلہ پر اور شہر فارو (Faro) سے بہت قریب مشرق میں ایک شہر تھا، جس کے آثار اب باقی نہیں رہے، صرف ایک مقام سانتا ماریہ (Cape of Santa-Maria) باقی رہ گیا ہے، جس سے شہر کی جائے وقوع متعین ہوتی ہے، شہر اوسط درجہ کا تھا، جامع مسجد بھی تھی، یہاں کی بندرگاہ سے تجارتی مال آتا جاتا تھا،

مارتلہ یا مرتلہ (Mertola) قدیم پرتگالی شہر ہے، جو صوبہ المتیجو (Alemtejo) کے جنوبی علاقہ میں وادی آنہ کے داہنے کنارے پر واقع ہے

قدیم یونانی نام "مرتلس" تھا، جس سے مارتلہ یا مرتلہ بنا یا گیا،

مرتلہ، صوبہ مرسیہ میں بھی ایک شہر تھا، جو شمال مغرب سرحد اور صوبہ البسیط کی جنوبی سرحد کے قریب واقع تھا،

شلب (Silves) جنوبی پرتگال کے صوبہ الگاروی کے ایک ضلع کا جس کو فارو کہتے ہیں، ایک پرانا شہر دریائے شلب کے داہنے کنارے پر شہر فارو سے شمال مغرب کی سمت میں واقع ہے، اس شہر کا قلعہ اور شہر پناہ جو مسلمانوں نے بنائی تھی، اب تک قائم ہے،

۲۱۔ اقلیم القصر، اس میں قصر ابو دانس، یابورہ، بطلیوس، شریشہ، ماردہ، قنطرۃ السیف، اور قوریہ داخل ہیں، ان میں سے قصر ابو دانس اور یابورہ پرتگال میں ہیں، بطلیوس خود ایک صوبہ ہے، اور شریشہ اور ماردہ اس کے شہر ہیں، اور قنطرہ السیف صوبہ قاصرش کا ایک شہر ہے، اس طرح اس اقلیم میں اسپین کے صوبہ ہائے بطلیوس و قاصرش کے کچھ حصے اور پرتگال کے المنیجو اور استریمیدورا کے حصے شامل ہیں، یہ اقلیم اپنی وسعت میں بہت بڑی تھی،

قصر ابی دانس (Alcacer dosal) پرتگال میں دریائے سداؤ (SADAO) کے کنارے خلیج "ستوبال" (شطوبر) کے ساحل پر مشرق میں واقع ہے، یہ اوسط درجہ کا شہر ہے، آجکل "الکاسر ڈوسال" کہا جاتا ہے، اور ابو دانس کی طرف منسوب ہے، صدیوں یہاں اسلامی حکومت قائم رہی،

یبورہ یا یابورہ (Evora) بھی پرتگال میں صوبہ المنیجو کے وسطی حصہ کا ایک علاقہ اور اس کا شہر لشبونہ (لسبن) سے جنوب مغرب میں ۷۲ میل کے فاصلہ

(اندلس) ۴/۹

پر واقع ہے، شہر ایک گھاٹی پر آباد ہے، جس کو نیچی نیچی پہاڑیاں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، اس کی شہر پناہ قائم ہے، جو رومانی و اسلامی طرز تعمیر سے ملی جلی ہے، قدیم نام "ابو ورہ" تھا، جس کو مسلمانوں نے یبورہ یا یابورہ بنا لیا،

بطلیوس (Badajoz) مغربی اسپین کا ایک صوبہ اور شہر ہے، شہر وادی آنہ پر واقع ہے، یہ شہر دراصل مسلمانوں کا بسایا ہوا ہے، اگرچہ بطلیوس کوئی عربی لفظ نہیں، شہر کے گرد مسلمانوں کی بنائی ہوئی شہر پناہ بھی تھی، جس کے گرد تین خندقیں تھیں، دو خشک رہتیں اور ایک میں پانی بھرا رہتا تھا، اس کے لیے پانی کا ایک خزانہ بنایا گیا تھا جس سے ابتک شہر میں آب رسانی کا کام لیا جاتا ہے، عہد اسلامی کی تعمیرات کے چند آثار اور ایک شکستہ قلعہ ابتک باقی ہیں،

شریسیہ (Jerez do los balleros) جنوبی مغربی اندلس میں صوبہ بطلیوس میں وادی آنہ کی ایک شاخ کے کنارے دو پہاڑوں پر آباد ہے، یہ پہاڑیاں نہایت خوش منظر ہیں، عہد اسلامی کا شہر جس کو آجکل پرانا شہر کہتے ہیں، ابتک موجود ہے اور اس کی فصیل مع اپنے چھ دروازوں کے ابتک سلامت ہے،

ماردہ (Merida) مغربی اندلس میں یہ بھی آجکل کے صوبہ بطلیوس میں شہر بطلیوس سے ۳۰ میل مشرق میں وادی آنہ کے داہنے کنارے پر آباد ہے، قدیم نام "اوگستا ایمیریٹا" تھا جس سے عربوں نے ماردہ کر دیا، یہ ۲۵ ق م میں تعمیر ہوا تھا، عہد قدیم کی اہم یادگاریں عہد اسلامی میں باقی تھیں، جن میں سے چند ابھی تک قائم ہیں، رومانی عہد کے قلعہ کو عربوں نے القصر کہا، وہ اب "الکاسر" کہلاتا ہے، عربوں کے داخلہ کے وقت اس شہر کی حفاظت کے لیے ۵ قلعے، اور ۸۴ دروازے تھے، عہد اسلامی میں بھی اس شہر کو مرکزیت و اہمیت حاصل تھی،

قنطرۃ السیف (Alcantara) مغربی اندلس میں صوبہ قاصرس کی مغربی سرحد کے قریب دریائے تاجہ کے بائیں کنارے ایک شہر ہے، جس سے متصل شمال مغربی سمت میں رومیوں کے دور کا پل اب تک موجود ہے، جس کو عرب القنطرہ (پل) کہتے تھے، پھر تلوار کے ایک قصہ کی مناسبت سے اس کو قنطرۃ السیف کہنے لگے، اب یہ "الکنتارا" کہلاتا ہے، شہر ایک اونچی پہاڑی پر واقع ہے، یہاں سے موجودہ پرتگال کی سرحد ۲ میل رہ جاتی ہے۔

قوریہ (Coria) صوبہ قاصرس (Caseress) سے شمال مغرب میں تقریباً ۳۵ میل کے فاصلہ پر ہے، دوسری طرف جلیقیا کی سرحد قریب ہے، یہ مقام تقریباً تین سو برس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، پھر عیسائیوں کے پاس چلا گیا،

۲۲۔ اقلیم الشارات (Provincedesierras) میں طلبیرہ، طلیطلہ، مجریط، الفہمین، وادی الحجارہ، اقلیش اور وبذہ واقع ہیں، ان میں سے طلیطلہ خود ایک صوبہ ہے، طلبیرہ اور الفہمین بھی صوبہ میں ہیں، اسیطرح مجریط اور وادی الحجارہ الگ الگ صوبے ہیں اور اقلیش اور وبذہ موجودہ صوبہ کونکہ میں واقع ہیں، اسلیے اقلیم الشارات کا علاقہ صوبہ جات طلیطلہ، کونکہ اور وادی الحجارہ میں داخل ہے، الشارات جیسا کہ اوپر گذرا ایک پہاڑی سلسلہ کا نام ہے جس کی طرف یہ اقلیم منسوب ہے،

طلبیرہ (Talavera) وسطی اندلس میں موجودہ صوبہ طلیطلہ میں دریائے تاجہ کے داہنے کنارے پر واقع ہے، یہ قدیم شہر ہے، اس کے گرد تین فصیلیں یکے بعد دیگرے تھیں جن کے بعض حصے اب تک موجود ہیں،

طُلَیطُلَہ، طُلَیطِلَہ یا طُلَاطُلَہ (Toledo) وسطی اندلس کا ایک صوبہ اور عہد قدیم سے عہد اسلامی تک اندلس کے ممتاز ترین شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، اسپین کے مورخ اس کو طوبال بن نوح کا تعمیر کردہ سمجھتے ہیں، نیز یہودیوں کی طرف بھی اسکی بنا منسوب ہے

اس کا قدیم نام" تولیتم " "پھر" زلیطلہ" ہوا، جس کو عربون نے طلیطلہ کہا، یہ شہر سنگ خارا کی نیچی اونچی پہاڑیوں پر بسایا گیا ہے، دریائے تاجہ شمالی سمت کے علاوہ ہر طرف سے اسکو گھیرے ہوئے ہے، شمالی سمت مین نہایت مستحکم دُہری فصیل عہد قدیم سے موجود ہے، دریا تاجہ پر صرف ایک محراب کا عجیب پل تعمیر تھا، اس دریا مین ناعورہ (رہٹ) بنایا گیا تھا جس سے شہر مین پانی پہنچایا جاتا تھا، مسلمانون کے داخلہ کے وقت یہی شہر اندلس کا پایۂ تخت تھا، اس کی فتح کے بعد گویا اندلس سے قوطیون کی حکومت کا خاتمہ ہوا، یہان کے گرجے کو بھی بڑی اہمیت حاصل تھی، عہد اسلامی مین اس کے شہری استحکام کی وجہ سے باغیون کو بار بار بغاوتون کا حوصلہ ہوتا، مسلمانون کے ساتھ عیسائیوں کی بڑی آبادی بھی موجود تھی، بلکہ اسلامی اندلس مین بھی شہر عیسائیون کا مرکز بنا رہا، عہد اسلامی کے آثار کہین کہین اب باقی رہ گئے ہین، بعض محلات، مساجد اور بعض گھڑیون کی شکستہ عمارتین موجود ہین، نیز علم ہیئت سے متعلق بعض عمارتون کے آثار پائے جاتے ہین،

مجریط یا مشریط (Madrid) آجکل اسپین کا پایۂ تخت ہے، جو وادی الحجارہ کی ایک شاخ پر آباد ہے، قدیم نام "میجوریتم" تھا جس کو عربون نے مجریط کہا، اور آجکل میڈرڈ کہا جاتا ہے، عہد اسلامی مین اس شہر کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی، محض ایک طلیطلہ کا ایک ماتحت شہر تھا، مسلمان آباد تھے، ایک جامع مسجد تھی، یہ گویا ایک [illegible] رکھتا تھا جس سے طلیطلہ کی حفاظت کی جاتی تھی،

[illegible] طلیطلہ کے اعمال مین شمار کیا جاتا تھا، ایک چھوٹا سا [illegible] مسلمانون کی آبادی بھی تھی،

وادی الحجارہ (Guadalajara) شمالی اندلس کا ایک صوبہ ، اور

اس کا پایہ تخت ہے، جو دریائے "ہینارینز" (Henares) کے بائیں کنارے پر ایک مسطح قطعۂ زمین پر سطح سمندر سے ۲ ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے، رومیون اور قوطیون کے زمانہ مین اس شہر کا نام "اریکہ" (Arriaca) تھا، اری کے معنی پتھر کے ہین، مسلمانون نے جب اس مقام کو فتح کیا تو پہلے اس نئے دریا کو "وادی الحجارہ پتھروں والا دریا" سے موسوم کیا، پھر اس شہر کو بھی وادی الحجارہ کہنے لگے، نیز اس کو مدینۃ الفرج بھی کہتے تھے، جو بربری قبیلہ بنو فرج کی جاگیر کے باعث اس نام سے موسوم ہوا، نیز عہد اسلامی مین اس پورے قطعۂ کوہستانی کو بھی وادی الحجارہ کہتے تھے، یہ زرخیز علاقہ تھا، شہر مضبوط شہر پناہ سے گھرا ہوا تھا، جابجا چشمے روان تھے، اور اراضیان باغات اور شاداب کھیتون پر مشتمل تھین، بنو امیہ نے اس علاقہ کو اولاً بنو فرقان کے سپرد کیا تھا، یہ مقام عربی اسلامی حکومت کا مستحکم قلعہ سمجھا جاتا تھا جس سے عیسائیون کے سرحدی حملون سے حفاظت کی جاتی تھی،

اقلیس یا اقلیج (Ucles) آجکل صوبہ کونکہ مین ہے، مغرب کی جانب علاقہ طلیطلہ سے ملا ہوا ہے، طلیطلہ سے سمت مشرق مین ۵۰ میل تک ہوگا، عہد اسلامی مین بڑا آباد شہر تھا، یہان کی جامع مسجد بڑی عالیشان تھی، اب چھوٹا سا مقام رہ گیا ہے،

وبذہ (Huete) کو وبذی بھی کہتے ہین، اب صوبہ کونکہ مین ہے، یہ اقلیش سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر آباد ہے،

۲۳- اقلیم ارنیط (Aredo) کے شہرون میں ارنیط، قلعۂ ایوب، قلعۂ دروقہ، سرقسطہ، وشقہ اور تطیلہ واقع ہین، ان مین سے سرقسطہ آجکل خود ایک صوبہ ہے، عہد اسلامی مین بھی اس شہر کو صوبہ کی حیثیت حاصل تھی، قلعۂ ایوب و دروقہ اسی صوبہ مین ہین، ارنیط صوبہ

لوگرونو مین اور تطیلہ موجودہ صوبہ نبرہ مین واقع ہے، وشقہ بھی الگ صوبہ ہے، اس طرح یہ اقلیم موجودہ صوبہ جات سرقسطہ، لوگرونو، نبرہ اور وشقہ تک پھیلا ہے،

ارنیط (Arnedo) ارنیط موجودہ صوبہ لوگرونو مین ایک بڑا شہر ہے عہد اسلامی مین بھی اس کو مرکزیت حاصل تھی، یہ قلہرّہ سے ۱۵ میل جنوب مین اور تطیلہ سے مغرب مین واقع ہے،

قلعۂ ایوب (Calatayud) اندلس وسطی مین صوبہ سرقسطہ کا ایک شہر وادی شلون کے بائیں کنارے آباد ہے، اور مدینہ سالم سے مشرق کی سمت ۵۰ میل پر ہے، یہ ایوب بن حبیب اللخمی کی طرف جو تابعین مین سے تھے، اور امیر اندلس تھے، منسوب ہے، انہی نے اس شہر کو رومانی شہر بلبلس کے قریب آباد کیا، بلبلس کا کھنڈر اس سے مشرق جانب دو میل کے فاصلہ پر اب تک موجود ہے، اس کا قلعہ نہایت مستحکم تھا، اور سرحد کا عظیم الشان اور فوجی ... اہم مستقر کیا جاتا تھا، یہاں کے باشندوں کو ثغری (سرحدی) کہا جاتا تھا، شہر کے اب دو حصے ہین، ایک بلندی پر ہے جو عہد اسلامی کا اصلی شہر ہے، اور اب شہر کہلاتا ہے، دوسری آبادی جو عہد اسلامی کے بعد کی ہے، شہر زیرین کہلاتی ہے، پہلی صدی سے چھٹی صدی ہجری تک یہان اسلامی حکومت قائم رہی، اور دشمنون کے لیے ایک مستحکم قلعہ سمجھا گیا،

درو قہ یا دورقہ (Daroca) صوبہ سرقسطہ میں اس کی جنوبی سرحد کے قریب واقع ہے، اور ثغر اعلیٰ مین سمجھا جاتا تھا، یہ قلعہ ایوب سے جنوب کی طرف ۲۰ میل پر ہے اور سرقسطہ سے ۵۰ میل پر، یہ عہد اسلامی مین اوسط درجہ کے شہرون مین سے تھا،

سرقسطہ (Saragossa) شمالی اندلس کا ایک صوبہ اور عہد اسلامی مین

سرحدی علاقہ کا صدر مقام تھا، ۲۵ ق م میں آگسٹس نے آباد کیا، "سیساریا اوگستا" نام رکھا، لاطینیوں نے اس کو "سیسار اگوستا" (Cesaragasta) کہا، عربوں نے سرقسطہ تلفظ کیا، اب "سارا گوسا" یا "زاراگوسا" کہا جاتا ہے، رومی عہد میں بھی صدر مقام تھا، اس کا علاقہ بڑا اور آباد تھا، قصبہ بہت پھیلا ہوا، شاہراہیں وسیع، عمارتیں عالیشان، اور شہر پناہ نہایت مستحکم تھی، دریائے ابرہ کے کنارے آباد ہے، اس کو "المدینۃ البیضاء" بھی کہتے تھے کیونکہ اس کی عمارتیں سفیدی مائل پتھر کی تھیں، دریائے ابرہ پر ایک بڑا پل بنا ہوا تھا، عہد اسلامی میں یہ ممتاز ترین شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، اسلامی عہد کے ہر دور میں اس کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہی، بڑی طویل تاریخ اس شہر سے وابستہ ہے، مسلمانوں کے زمانہ کی نشانیاں اب بہت کم باقی رہ گئی ہیں، جامع مسجد کی بنیاد مشہور تابعی حضرت حنش بن عبداللہ صنعانی نے رکھی تھی، ان کی قبر اس مسجد کے سامنے تھی، اب یہ مسجد کلیسا بنی ہوئی ہے، سرقسطہ کا ایک محل الجعفریہ (الہافریہ) کے نام سے اب تک موجود ہے، اس محل میں ایک مسجد بھی تھی جس کی خوبصورت عمارت ابھی موجود ہے،

وشقہ (Huesca) آجکل شمالی اندلس کا سرحدی صوبہ ہے، دارالحکومت کا بھی یہی نام ہے، اس کا قدیم نام "اوسکہ" (Osca) تھا، اسی سے وشقہ بنا، بعضوں نے "اشقہ" بھی لکھا ہے، یہ سرقسطہ سے ۴۵ میل شمال مشرق میں ایک دریا کے کنارے اونچے مقام پر واقع ہے، کچھ کم چار سو برس تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا،

تطیلہ (Tudela) آجکل شمالی اندلس میں صوبہ نبرہ کا مشہور شہر ہے، یہ دریائے ابرہ کے داہنے کنارے، ارنیط سے تقریباً ۲۵ میل مغرب میں اور سرقسطہ سے شمال مغرب میں ۵۵ میل پر واقع ہے، قدیم نام "تتیلا" (Tutela) تھا،

عربون نے تطیلہ کہا، جس سے اب "تدلیہ" ہو گیا، ابو الفدا کا بیان ہے کہ یہ شہر مسلمانوں کا بسایا ہوا ہے، اس لیے ممکن ہے قدیم تطیلا ویران ہو چکا ہو، اور مسلمانوں نے اسی نام سے اس جدید شہر کو بسایا ہو،

۲۴۔ اقلیم ثغر کے شہروں میں جاقہ، لاردہ، مکناسہ، افراغہ وغیرہ واقع تھے، ان میں سے جاقہ صوبہ وشقہ میں، لاردہ خود ایک صوبہ ہے، افراغہ لاردہ میں اور مکناسہ سرقسطہ میں ہے، اس لیے یہ اقلیم لاردہ، وشقہ اور سرقسطہ میں واقع ہے،

جاقہ (Jaca) شمالی اندلس میں صوبہ وشقہ میں سرقسطہ سے ۴۸ میل شمال مغرب میں جبل البرانس کے جنوبی دامن پر سطح سمندر سے ۲۳۰۰ فٹ بلند دریائے ارغون کے بائیں کنارے پر واقع ہے، یہاں سے ایک راستہ جبل البرانس سے گزرتا ہوا فرانس کو جاتا ہے، جس کو عرب درب جاقہ (درۂ جاقہ) کہتے تھے،

لاردہ (Lerida) عرب اس کو لریدہ بھی کہتے تھے، ہسپانوی میں بھی لریدہ کہا جاتا ہے، اور شمالی اندلس کے ایک صوبہ اور صدر مقام کا نام ہے، یہ شہر وادی ثغر کے دونوں کناروں پر آباد ہے، عہد اسلامی کا شہر دریا کے داہنے کنارے پر تھا، یہ وشقہ سے [illegible] میل کے فاصلہ پر ہے، شہر پناہ ابتک شکستہ حالت میں موجود ہے، عہد اسلامی کا ایک قلعہ بھی موجود ہے، جامع مسجد اب شنشت لورنزو میں منتقل ہو گئی ہے، اس شہر کا قدیم نام "ایلرڈا" (Ilerda) تھا، عہد اسلامی میں اس شہر کو اہمیت حاصل تھی، اور باغیانہ سرگرمیاں بھی جاری تھیں، یہ مقام تقریباً چار سو برس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، اس کی سرحد فرانس کی سرحد سے ملی ہوئی ہے،

مکناسہ (Mequinenza) موجودہ صوبہ سرقسطہ کے بالکل مشرقی

سرحد پر دریائے ابرہ کے کنارے آباد ہے، شاید بربرون نے اس کو آباد کیا تھا، اور انہی کی طرف منسوب ہے،

افراغہ (Fraga) صوبہ لاردہ مین، لاردہ سے مغرب مین تقریباً ۲۰ میل کے فاصلہ پر دریائے سنکا کے کنارے اب ایک چھوٹا سا شہر ہے، عہد اسلامی مین (ثغر سرحد) کا بڑا شہر سمجھا جاتا تھا، ۹۳ھ سے ۵۴۳ھ تک مسلمانون کے قبضہ مین رہا،

۲۷- اقلیم البرتات (Pyrenees) مین طرطوشہ، طرکونہ اور برشلونہ واقع ہین، ان مین طرطوشہ، موجودہ صوبہ طرکونہ مین ہے، اور برشلونہ خود ایک صوبہ ہے، "البرتات" جبل البرانس (پائیرنیس) کا دوسرا نام تھا، اس لیے اقلیم البرتات سے مراد جبل البرانس سے ملے ہوئے علاقے اسپین اور موجودہ صوبہ برشلونہ و طرکونہ تھے،

طرطوشہ (Tortosa) کا پرانا رومانی نام کولونیا جولیا درتوسہ تھا، اس نام کے جزء "درتوسہ" (Dertosa) پر عربون نے اس شہر کا نام طرطوشہ رکھا، اب "تورتوسہ" کہا جاتا ہے، یہ شمال مغربی اندلس مین شہر طرکونہ سے جنوب مغرب مین ریل کے راستے سے ۴۰ میل پر دریائے ابرہ کے داہنے کنارے پر آباد ہے، شہر کا قدیم حصہ محفوظ ہے، سنگ خارا کی عمارتین ہین، جس پہاڑی پر شہر آباد ہے اس پر ابھی عہد اسلامی کا ایک قلعہ ابتک موجود ہے، مسجد کو جو عہد الناصر مین تعمیر ہوئی تھی، گرجا بنا لیا گیا، اس شہر کے آس پاس سنگ مرمر کی کانین ہین، شہر پناہ مستحکم تھی، یہان کے پہاڑون کی لکڑی سے جہاز بنائے جاتے تھے، اس شہر کو عہد اسلامی مین نمایان اہمیت حاصل تھی،

طرکونہ (Tarragona) شمالی مشرقی اندلس کا صوبہ ہے، یہ شہر

سمندر کے کنارے آباد ہے، عہد اسلامی مین یہان یہود آباد تھے، شہر پناہ سنگ رخام کی تھی، عمارتین مستحکم تھین، تھوڑے سے عیسائی بھی رہتے تھے، یہان سے برشلونہ تہائی مشرق مین ۹۰ میل پر ہے، شہر سمندر کے کنارے اونچے پہاڑ پر آباد تھا، چوٹی پر ایک قلعہ تھا، جو اب گرجا کی حیثیت مین ہے، شہر پناہ باقی ہے، اس مین ۶ دروازے ہین، مسلمانون نے اولا اس شہر کو ویران کیا، پھر خود از سر نو درست کر کے آباد کیا تھا، یہ شہر تقریباً چارسو برس مسلمانون کے زیر نگین رہا، اس کے علاقہ مین بھی قیمتی پتھر کی کانین پائی جاتی ہین،

برشلونہ (Barcelona) کا قدیم نام بارسینونہ ہے، عربون نے "برشینونہ" بھی کہا ہے، معروف نام برشلونہ ہے، اب "بارسلونہ" کہا جاتا ہے، یہ شمال مشرقی اندلس کا صدر مقام ہے، جو بحر روم کے کنارے آباد ہے ۹۲ھ مین مسلمانون کے قبضہ مین تھا، ۹۱ برس کلیۃً مسلمانون کے قبضہ مین رہا، پھر کئی صدیون تک کبھی مسلمانون اور کبھی عیسائیون کے ہاتھون مین آتا جاتا رہا، آگے چل کر یہان عیسائیون کی مستقل حکومت قائم ہوگئی تھی، جس کو اسلامی حکومت قرطبہ نے تسلیم کر لیا تھا،

۲۲- اقلیم مرمریہ، اقلیم البراتات کے مغرب مین ہے، اس مین چند قلعے تھے، جن مین حصن طشکر، قشتیلیون یا کشطالی، اور کنندہ کے نام ادریسی نے لکھے ہین، یہ مقامات موجودہ صوبہ جات طرکونہ، قشتیلیون اور تیرول مین واقع ہین،

حصن طشکر (Tiscar) کے نام سے دو آبادیان ہین، ایک کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے، یہ دوسری آبادی اقلیم مرمریہ مین تھی، یہ شہر بحر روم کے قریب آباد تھا، اس کی جائے وقوع اب صحیح طور پر متعین نہین ہے، آجکل ایک قلعہ "شہورت" کہا جاتا ہے، ممکن ہے حصن طشکر اور شہورت دونون ایک ہی مقام ہون،

قشتیلیون (Castellon) یا کسطالی سے مراد غالباً "قشتیلیون" یعنی "کسشتیلون دی لا پلانا" (Castellon de la Plana) ہے، جو بحر متوسط کے کنارے بلنسیہ کے شمال میں واقع ہے، قشتیلیون کا نام زیادہ معروف ہے، یہ شرقی اندلس میں آجکل ایک صوبہ بھی ہے، عہد اسلامی میں یہ شہر بحر روم سے چار میل مغرب میں آباد تھا، عہد اسلامی کا شہر، موجودہ شہر کے شمال میں پہاڑی پر تھا، بلنسیہ سے اسلامی حکومت کے اٹھنے کے بعد یہ شہر بھی مسلمانوں کے قبضہ سے جاتا رہا، جدید شہر اس پہاڑی کے نیچے ہے جس پر عہد اسلامی کا شہر تھا، موجودہ شہر میں پانی اسی نہر سے لاتے ہیں جس کو کاٹ کر مسلمانوں کے عہد میں شہر میں پانی پہنچایا گیا تھا، موجودہ شہر کو "کاستیلون دی لا پلانا" یعنی "میدان والا قشتیلیون" کہتے ہیں،

کلندہ، قلندہ، کلندہ (Calanda) کو نفح الطیب میں ورقہ کے قریب ثغر اعلیٰ کے علاقہ کا ایک شہر لکھا گیا ہے، ادریسی کے بیان کے مطابق یہ شہر موجودہ صوبہ تیرول کے وسط میں قرار پاتا ہے، جہاں پر آجکل ایک شہر "کلندا" آباد ہے اس لیے گمان ہے کہ کلندہ سے مراد موجودہ شہر کلندا ہی ہے،

قشتالہ کے حصے | ادریسی کی تقسیم کے رو سے اندلس کا دوسرا حصہ جیسا کہ اوپر گذرا، قشتالیہ اس نے قشتالیہ کو نو حصوں میں تقسیم کیا ہے، جن میں ارض القریج، بشکنس، قبرہ، اشتورا س، جلیقیہ، لیون، قشتالہ قدیم اور موجودہ پرتگال کے بعض شمالی حصے داخل ہیں، یہ وہ مقامات ہیں جو عہد اسلامی میں زیادہ تر عیسائیوں کے قبضہ میں تھے اور انہی کی مختلف حکومتیں قائم تھیں، یہ سارے مقامات اندلس کے ہم سرحد عیسائی مقبوضات سمجھے جاتے ہیں، ان کے حدود عیسائیوں اور مسلمانوں کے قبضہ اور بے دخلی سے گھٹتے اور بڑھتے رہے

اور ان کے سرحدی قلعے بھی کبھی عیسائیون اور کبھی مسلمانون کے قبضے مین رہے، اس علاقہ کے مشہور مقامات حسب ذیل ہین :

(۱) ارض الفرنج کو ارض بشکنس بھی کہتے تھے، اس پورے علاقہ کی تفصیل ان کے نامون کے ساتھ یون تھی کہ جبل البرانس کے شرقی سلسلہ سے جو علاقے ملحق تھے، اس کے رہنے والون کو الفرنج کہتے تھے، مغربی سلسلہ مین جو علاقے تھے ان کو علاقہ اور بشکنس کہتے تھے، عربی جغرافیہ نویس اندلس کے شمالی مشرقی علاقہ قیطلونیہ سے ملے ہوئے علاقے ارغون کے شمالی حصون کو جو جبل البرانس کے مغربی سلسلہ سے ملے ہوئے تھے، ارض الفرنج کہتے اور مشرقی سلسلہ کے ملے ہوئے ملکون کو نبرہ اور بشکنس کہتے، اور علاقہ اشتوریس اور جلیقیہ کو ارض جلالقہ کہتے تھے، پھر جبل البرانس کے اس پار جس قدر ممالک تھے، انکو ارض الکبیر سے تعبیر کرتے، اور خاص فرانس کو ارض الفرنج لکھنے تھے، پھر فرانس کیلیے افرنجہ کا لفظ استعمال کرنے لگے، نیز جلیقیہ اشتوریس، بشکنس کو اقطار الجوف اور ارغون (ثغر اعلی) اور قیطلونیہ کو بلاد الشمال سے بھی موسوم کرتے تھے، اب ان مین سے ہر حصہ اور اس کے مشہور مقامات حسب ذیل ہین :-

(۲) نبرہ (Navarre) آجکل شمالی اسپین کا ایک صوبہ ہے، عہد اسلامی کی ابتدا مین یہ بشکنس مین شامل سمجھا جاتا تھا، نبرہ مین جبل البرانس کا سلسلہ شرقاً غرباً واقع ہے اور پورے علاقہ مین اس کی شاخین پھیلی ہوئی ہین، یہ پورا علاقہ عیسائی حکومت مین داخل تھا، خلیفہ الناصر کے عہد مین شانجہ غرسیہ (Sancho Garcia) اس کا پہلا حکمران قرار پایا تھا، بنبلونہ اس کا دار الحکومت تھا، پھر اس حکومت کو تدریجی ترقی ہوئی جبل البرانس کے دونون جانب کے علاقے اس کی حکومت مین داخل ہوگئے، اس طرح

اسپین اور فرانس کے علاقے اس حکومت کے ممالک محروسہ رہے، اور رفتہ رفتہ لنگاڈس کا کل علاقہ برغونش کے شمالی اضلاع اور ابرہ کے شمالی مغربی حصے ترسونہ تک اس حکومت میں داخل ہوگئے، پھر البہ کا علاقہ بھی داخل ہوا، پھر چھٹی صدی ہجری میں قشتالہ کی عیسائی حکومت نے البہ پر قبضہ کرلیا، یہانتک کہ ساتویں صدی میں ابرہ کی اصل حکومت عیسائی ریاست قشتالہ کا ایک حصہ بن گئی، اس علاقہ سے فرانس کو تین راستے کوہ پائرینس ہو کر جاتے ہیں، تینوں "پرت دی ویرا"، "پرت دی بایا" اور "رون سویلز" ہیں،[1] اس علاقہ کے چند مقامات قابل ذکر ہیں،

(۱) بنبلونہ Pamplona [illegible] عہد اسلامی میں حکومت ابرہ کا اور دور حاضر میں نبرہ کا دار الحکومت ہے، پہلے یہ علاقہ لنگاڈس میں شمار ہوتا تھا، رومی سپہ سالار پومپی نے اس کو از سر نو تعمیر کیا تھا، اور "پومپلو" نام رکھا تھا، اسی سے پمپلونہ ہوا، جس کو عربوں نے بنبلونہ کیا، یہاں [illegible] تک قوطیوں کی حکومت تھی، [illegible]ء میں افرنجہ (فرانس) کے بادشاہوں نے اس پر قبضہ کیا، مسلمانوں کے فتوحات کی موجیں اکثر یہانتک پہنچیں مگر مستقل حکومت قائم نہیں ہو سکی، اموی سلاطین نے بارہا اس کو پامال کیا، لیکن آگے چل کر اسلامی حکومت سے اس کے تعلقات خوشگوار ہو گئے تھے،

(۲) تطیلہ [illegible] سرقسطہ سے تقریباً ۵۰ میل مشرق میں واقع ہے، دوسری صدی کے اوائل میں یہاں اسلامی حکومت قائم ہوئی، دسویں صدی کے بعد ۱۱۱۹ء میں ابرہ کے عیسائی حکمرانوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا [illegible] لیا گیا، اور چھٹی صدی تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا،

---

[1] انسائکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۹ ص ۴۸۲ (نوارا)

(۵) ناجرہ (Najera) شمالی اندلس میں موجودہ صوبہ لوگرونیہ میں وادی ابرہ کی گذرگاہ سے جنوب میں قلہرہ سے تقریباً ۱۸ میل مغرب میں اب تک یہ شہر موجود ہے، دو صدیوں کی اسلامی [illegible] کے بعد ۳۰۶ھ میں نبرہ کی عیسائی حکومت نے اس پر قبضہ کیا، الناصر نے اس کو واپس لیا، اور صدیوں اسلامی حکومت میں داخل رہا، مذکورہ دونوں آبادیاں اگرچہ نبرہ میں مستقلاً داخل نہ تھیں، مگر ایک زمانہ میں اس سے متعلق سمجھی گئیں،

(۶) پنبلونہ (Pampeluna) اندلس کے مغربی ساحل پر برتات کے شمال میں واقع ہے، برتات پنبلونہ (دروہ پنبلونہ) اسی کی طرف منسوب تھا، جو نبرہ سے فرانس کے راستہ میں کوہ برتات میں واقع ہے،

(۷) بشکنس، جزئی تقسیم کے لحاظ سے علاقہ بشکنس سے مراد نبرہ کے مشرق میں خلیج بسکے پر واقع سمجھا جائے گا، جو تمام تر کوہستانی علاقہ ہے، البہ اس زمانہ میں اس کا مشہور شہر تھا،

(۸) البہ (Alawa) آجکل ایک صوبہ ہے جو جبل البرانس کے مغربی حصہ کے جنوب میں واقع ہے، اس کے شمال میں بسکے کا موجودہ صوبہ، مغرب و جنوب میں قشتالیہ قدیم، اور مشرق میں نبرہ کا صوبہ واقع ہے، شہر البہ پر مسلمانوں نے ابتدائی فتوحات میں قبضہ کیا، پھر ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا،

(۹) اشتوراس (Asturias) شمالی اندلس کا بڑا صوبہ ہے، اسکے شمال میں خلیج بسکے، مشرق میں قشتالیہ، جنوب میں صوبہ لیون اور مغرب میں صوبہ جلیقیہ ہے، مسلمانوں نے اس علاقہ کے ایک حصہ کو فتح کیا، اس علاقہ کا مشہور مقام صخرہ بلائی ہے

(۱۰) صخرۂ بلائی (COMPOSTELA) اندلس کے شمال میں ساحل کے قریب ایک پہاڑی مقام تھا، جہاں ایک قوطی سردار بھاگ کر چلا گیا، اور یہیں روپوش رہ کر اپنی

قوت بہم پہنچائی، اور ایک عیسائی حکومت کی بنیاد ڈالی، اس کی ترقی ہوئی، مختلف عیسائی حکومتیں اندلس میں کامیابی سے کھڑی ہوئیں، اور مسلمانوں سے زور آزما رہیں، اس سردار کا نام پلایو (Pelayo) تھا جس کو عرب بلائی کہتے تھے، اور اس پہاڑی ضلع کو صخرۂ بلائی سے موسوم کیا تھا، اس کا اسپینی نام "کوداونگا" تھا،

(۱۰) جلیقیہ یا غلیسیہ (Galicia) اندلس کے بالکل شمال مغربی گوشہ کا ایک بڑا صوبہ ہے، جلیقیہ کی زمین سمندر کی سطح سے بہت اونچی ہے، مغربی ساحل پر جا بجا پہاڑ ہیں، اور ان ہی کی لمبی پٹیاں کچھ دور تک سمندر میں نکلی ہوئی ہیں، صوبہ کے گوشہ شمال مغرب کی سرحد سے ملے ہوئے حصہ سمندر کو عرب مجمع البحرین کہتے تھے، کرونہ (Coruna) کا مشہور شہر اور "راس فی نستیری" (C. Finisterre) جو اس وقت اسپین کا شمالی مغربی گوشہ سمجھا جاتا ہے، اسی ساحل پر واقع ہیں، عربی جغرافیوں میں علاقہ جلیقیہ کے جن مقاموں کا ذکر آیا ہے، وہ یہ ہیں:۔

دیرقشان یا دیرقسطان یا قشتمان، یہاں "سنت کوسمو" (St Cosma) کی خانقاہ تھی، اسی نام پر اس شہر کا نام "کوسمو" ہوا، جسے عربوں نے قشان، قسطان یا قشتمان سے موسوم کیا،

وادی بلیقو، یہ ایک میدان مغربی ساحل کے قریب ہے، جس میں بیونہ کا شہر ساحل پر واقع ہے،

شنت بلایہ کا اسپینی نام "سان پایو" (San Payo) تھا،

جبل مراسیہ، سمندر کے کنارے ایک پہاڑی قطعہ تھا، جو سمندر میں کچھ دور نکلا تھا، اسپینی میں اس کو "موروزو" (Morrazo) کہتے ہیں،

نت یاقب، یہان یعقوب حواری کے نام کا بگڑا ہوا مشہور و معروف گرجا
ہر کو "کمپوسٹیلا" کہتے تھے، کرونہ سے جنوب مغرب مین تھا، اس پر المنصور
اق حملہ ہوا تھا،

نت مانکش، بحر محیط پر واقع تھا، اپنے نام "سمودی مانکا" (-San Cosmode
ہے، شہر کرونہ کے قریب تھا، یہ اسلامی لشکر کے پہنچنے کا انتہائی مقام ہے اسکے
تھا،

سا (Lugo) جلیقیہ کا مشہور شہر تھا، آجکل شمالی مغربی اندلس کا صوبہ ہے
یہ کے بائین کنارے آباد ہے، شہر پناہ مع برجون کے اب تک موجود ہے،
لقیہ کو مسلمانون نے بار بار فتح کیا، اور ابتداءً اس علاقہ مین عرب و بربر آباد کیے
ی حکومت کے تحت مین یہ مقامات چلے گئے،

ان لیونش ([illegible]) آجکل شمالی اندلس مین ایک صوبہ اور اسکے
ت کا نام ہے، یہان آبادی بہت کم ہے، صرف دو بڑے شہر ہین، استورقہ جسکا
ا، دوسرا لیون، عہد اسلامی مین یہان مستقل ایک عیسائی حکومت قائم ہوئی،
و گھٹتے بڑھتے رہے، لیون، سمورہ اور طلمنکہ وغیرہ اسکے مشہور شہر تھے،
لیون کے دو حصے ہین ایک پرانا، دوسرا نیا، پرانے شہر کے گرد ایک فصیل ہے،
ن یہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، ۱۲۵ھ مین عیسائیون نے واپس لے لیا، پھر
ین مسلمانون کے قبضہ مین دوبارہ آیا، پانچوین صدی مین عیسائیون کے پاس

ورہ (Zamora) اب شمالی وسطی اندلس کا صوبہ اور اس کا

دارالحکومت ہے، دریائے دویرہ کے داہنے کنارے ایک پہاڑی پر واقع ہے، سنہ ۹۳ھ
میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، ۲۴۹ برس تک قبضہ میں رہا، سنہ ۳۴۲ھ میں عیسائیوں کے پاس
چلا گیا، یہ شہر سات فصیلوں کے اندر تھا، الناصر کے عہد میں یہاں تاریخی لڑائی ہوئی،
شلمنکہ یا شلمنقہ (Salamanca) آجکل ایک صوبہ اور اس کا دارالحکومت
ہے، یہ شہر دریائے تورمس کے داہنے کنارے آباد ہے، سنہ ۹۳ھ میں قبضہ میں آیا، دریا
غیر معمولی تاریخی اثرات قائم ہوئے، یہاں عیسائیوں کی آبادی زیادہ تھی، صدیوں تک
مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، سنہ ۴۷۸ھ میں تیموادی کے تحت چلا گیا تھا، مگر یہ عارضی قبضہ تھا،
مسلمانوں نے دوبارہ فتح کرکے اس کو نئے سرے سے تعمیر کرایا۔

۵- قشتالہ، قشتالیہ، قشتال، قشتلہ (Castilla یا Castile)

یہ شمالی وسطی اسپین کے ایک وسیع علاقہ پر مشتمل تھا، جس کے حدود اسلامی و عیسائی فتوحات
کے لحاظ سے گھٹتے اور بڑھتے رہتے تھے، "کسٹیلا" کے معنی قلعہ کے ہیں، جب عیسائی اسلامی
مقبوضات میں سے کوئی شہر لے لیتے تو اس کی سرحد پر قلعے بنا دیتے تھے، انہی قلعوں کی وجہ
سے اس حصہ ملک کو کسٹیل یا کسٹیلا کہنے لگے، اور کبھی عرب اس کو ارض القلاع بھی کہتے
تھے، جن شمالی حصوں کو عیسائیوں نے مسلمانوں کے قبضہ سے نکالا ان کو وہ "کسٹیلا
لاویجا" یعنی قشتالیہ قدیم کہتے تھے، بعد میں جو حصے شمال سے جنوب کی طرف کے حاصل
کیے، ان کو "کسٹیلا لانیووا" یعنی قشتالیہ جدید کہنے لگے، اب قشتالیہ قدیم والیہ، بریغوش،
لوگرونیو، پالنسیہ، شقوبیہ، سوریہ، سنتاندر، والادولید کے صوبوں میں تقسیم ہے، اور
قشتالیہ جدید میں وہ سب صوبے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، قشتالیہ قدیم میں
بعض اہم شہر حسب ذیل ہیں:-

کے شمالی ساحل پر ہے، چوتھا "سان انتیلیان دل مو" مسورہ کے ارگرد میں ہے،

شنت اولالیہ (Olalla) کے نام سے دو قلعے تھے، ایک جنوبی اندلس میں صوبہ ولبہ کے شمال مشرقی گوشہ پر، دوسرا وسطی اندلس میں صوبہ طلیطلہ میں اس سڑک پر ہے جو مجریط سے طلبیرہ جاتی ہے،

شنت بریہ (Sentobria) قرطبہ سے شمال مشرق میں تھا،

شنت بیطر (Petri) صوبہ قادس کے مغربی ساحل کے قریب ایک چھوٹے جزیرہ پر آباد تھا،

شنت طولہ شمالی ساحل پر تھا،

شنت غشش، قرمونہ کے قریب تھا،

شنت فروش، ماردہ کے قریب تھا،

شنت پالہ، جالہ، جبل، حصن بلائی سے جو صوبہ قرطبہ میں تھا، اسکے قریب واقع تھا،

اسی طرح حصن اشیر غرہ غرناطہ کا ایک قلعہ تھا، حصن البونہ لورقہ کا، حصن الریاحین بلنسیہ کا ایک شہر نما قلعہ تھا، حصن الفرج اشبیلیہ کا حفاظتی قلعہ تھا، حصن المنشات غرناطہ کے حوالی میں تھا، حصن اندرجیہ یا اندوشر جیان کا قلعہ نما شہر تھا، حصن جلیانہ غرناطہ میں، حصن [illegible] جیان میں، حصن [illegible] قرسیہ اشبیلیہ میں، حصن قرد بدہ البیرہ میں، حصن محسن قادس میں، حصن مولہ مرسیہ میں، حصن مقصر بہ شلوبہ میں، حصن ناشر المریہ میں، حصن وخشہ، حصن شرود، حصن قلمریہ پرتگال اور اس کے آس پاس میں تھے، حصن الورہ مدینۃ شذونہ سے قریب تھا،

اسی طرح القلعۃ النہر، شہر وادی الحجارہ کے قریب، القلعۃ وادی آرا، اشبیلیہ سے دو میل پر تھا، قلعہ اشعث صوبہ جیان میں مقام قاصرہ کے پاس واقع تھا،

قلعہ اوراد بھی کسی کوہستانی سلسلہ میں تھا، قلعہ حزم، بنو حزم کی طرف منسوب تھا نیبان میں واقع تھا، قلعہ جمیرہ لاردہ کے صوبہ میں تھا، قلعہ خولان، قابس کے صوبہ میں، اور قلعہ خیران المریہ کے قریب واقع تھا، اسی طرح قلعہ یحصب یا قلعہ بنی سعید، غرناطہ سے شمال مغرب میں ۲۰ میل کے فاصلہ پر تھا، اور حصن آقلہ، مرسیہ میں سمندر کے کنارے لورقہ سے ۲۵ میل پر تھا، حصن المدور شہر قرطبہ سے مغرب میں وادی الکبیر کے کنارے واقع تھا،

فرانس کے صوبے جو اندلس میں داخل تھے

جیسا کہ اوپر گذرا، عرب جغرافیہ نویسوں نے اندلس کو مثلث قرار دیکر اس کا ایک زاویہ یا رکن شہر اربونہ یا اربونہ اور بردیل کے درمیان قرار دیا ہے، اس طرح جنوبی فرانس کا یہ علاقہ اندلس کے حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔

فرانس کا یہ جنوبی مشرقی حصہ "ناربونین سس (Norbonensis) کے نام سے موسوم تھا، اس علاقہ کی جنوبی سرحد ملک اٹالیہ کے جبال جول ([illegible]) اور شمالی سرحد فرانس کے علاقہ اکوٹانیا (Aquitania) سے ملی ہوئی تھی، جنوبی سرحد کا کچھ حصہ بحیرۂ روم کے ساحل سے اور کچھ جبل البرانس کے سلسلہ سے ملا ہوا تھا، شمال میں حصن لوزون تک یہ علاقہ چلا گیا تھا،

مسلمانوں کے داخلہ کے وقت ناربونین سس کا علاقہ تین حصوں میں تقسیم تھا جبل البرانس سے ملے ہوئے حصہ کا نام سپتیمانیہ (Septemania) تھا، اور جنوبی مشرقی حصہ کو پراونسیہ (Provence) کہتے تھے اور شمالی حصہ کو برگندیہ (برغونیہ) (Burgandia) سے موسوم کرتے تھے، جو ناربونین سس کے شمالی سرحد سے بھی آگے تک تھا، مسلمانوں نے ان تینوں حصوں پر فوج کشی کی، بعض شہروں مثلاً سپتیمانیہ میں اربونہ، قرقشونہ، پراونسیہ میں "اریلا" نوم اور حصن البقیرہ، اور برغونیہ میں "واللتیہ"

اس کا نام "ربرونہ" ہے، عرب جغرافیہ نویسوں نے اس کا "اندلس" کے شمالی مشرقی گوشہ
کے بیان میں تذکرہ کیا ہے، ۱۳۲ھ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا،

فرانس کے اس علاقہ کے دو دریاؤں کا ذکر ضروری ہے، اسلامی تاریخ کا اس سے
خاص تعلق رہا ہے، ان کے آس پاس کے شہر مسلمانوں کے آماجگاہ بنے رہے۔ رودونہ
نہر رودونہ، وادی رودونہ (The Rhone) کے نام سے تاریخ میں مذکور ہے،
اس کا قدیم نام "رودانس" تھا، آجکل "رون" کہا جاتا ہے، مسلمانوں نے "رودانس" سے
"رودونہ" بنا لیا۔ یہ تاریخ میں [illegible] کا سب سے بڑا دریا ہے، اور اس کا علاقہ فرانس میں رومانی
تہذیب و ثقافت کا مرکز سمجھا جاتا تھا، اس کا منبع سوئٹزرلینڈ کے شمال مشرقی پہاڑوں
میں ہے، یہاں سے بہتا ہوا آگے بیچ کر جنیوا کی جھیل میں جاتا ہے، جھیل سے نکل کر پہلے
کچھ دور جنوب کی طرف پھر شمال کا رخ کر کے فرانس میں داخل ہو جاتا ہے، پھر مغرب کی
طرف بہتا ہوا لیونز (   ) کے شہر تک پہنچ جاتا ہے، یہاں دریائے
سون (Saone) شمال سے آکر اس میں ملتا ہے، پھر دونوں ایک ہو کر "رون"
(رودونہ) کے نام سے جنوب کی طرف بہتے ہوئے لیونز سے ۲۲۰ میل کی مسافت
طے کر کے بحر روم میں گر جاتے ہیں،

دوسری صدی میں ان دونوں دریاؤں، رودونہ و سون کے کنارے کے
جن شہروں کو مسلمانوں نے فتح کیا، وہ حسب ذیل تھے،

دریائے سون کے کنارے ماکون (Macon) اور شالون (Chalon)
کے شہر اور (   ) کے مغرب میں دریا سے کچھ فاصلہ پر بون (Beaune) کا شہر
اور اس سے تقریباً ۲۵ میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں آتون (Autun) کا شہر

یہ سب کے سب ہشیم کے عہد (۱۱۱ھ) میں فتح ہوئے تھے،

دریاے رودنہ کے کنارے عربون نے جن مقامات پر فوج کشی کر کے اس کو فتح کیا وہ

ارل (Arles) اوینون (Avignon)، والنس (Valence)

لیون (Lyons) (لوذون) اور اس سے تقریباً ۱۰۰ میل شمال مین شہر سینس

(Sens) ہیں،

لوذون، حصن لوذون (Lyons یا Lugdania) جیسا کہ

اوپر گذرا، مشرقی فرانس کا شہر دریاے رودنہ کے کنارے آباد ہے، عرب اس کو لوذون

اور حصن لوذون دونون کہتے ہین،

قرقشونہ (Carcassonna) جنوبی فرانس کے صوبہ لنگ ودک

(Languidoc) کا ایک شہر ہے، جو ساحل کے شہر اربونہ سے مغرب مین تقریباً

۵۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، رومی عہد مین ناربونین سس مین شمار کیا جاتا تھا، ابتدائی فتوحات

کے دور مین مفتوح ہوا،

طلوشہ (Towlousa) شہر اربونہ اور بردیل کے درمیان پہلے علاقہ ناربونین سس

کی حدود مین اور بعد کو غشقونیہ مین سمجھا گیا، یہان بڑے بڑے معرکے پیش آئے اور یہ شہر بھی مفتوح ہوا،

الغرض عربون کا اندلس آجکل کے یورپ کے تین ملکون اسپین (کامل)، پرتگال (کامل)،

اور فرانس (کے جنوبی صوبون) پر مشتمل تھا، اوراق ذیل مین انہی ملکون مین عربون کے

فتوحات، مختلف دورون کی حکومتوں اور انکے تمدنی اثرات کی سرگذشت نظر آئے گی،

اندلس کی قدیم تاریخ

اندلس کی قدیم حکومتوں کا ایک اجمالی خاکہ

اندلس کی اسلامی تاریخ بیان کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ یہاں کی قدیم حکومتوں کے اجمالی خاکہ پر ایک نظر ڈال لی جائے،

اندلس میں سب سے پہلی آباد ہونے والی قوم کا نام عربوں کے بیان کے مطابق "اندلش" اور مغربی مورخین کی تصریحات کے مطابق "سلٹ" تھا، پھر آئی بیری اور لگوری قومیں آئیں اس کے بعد افریقہ کی راہ سے فینیقیوں نے میلاد مسیح سے کئی سو برس پہلے اندلس کے جنوبی ساحل پر آکر آبادیاں قائم کیں، پھر قرطاجنی ۲۴۷ھ ق م میں جنوبی اسپین میں آئے، اسی زمانہ میں یونانیوں نے اندلس کے مشرقی ساحل پر بستیاں بسائیں، اب مختلف قوموں کے اجتماع سے زمین کے لیے کشمکش شروع ہوئی، الگ الگ حکومتیں قائم ہو گئیں، اور لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، چنانچہ دوسری صدی قبل مسیح میں قرطاجنیوں نے شکست کھائی، انکا صدر مقام اشبیلیہ تھا، ان کے بعد رومیوں کو غلبہ حاصل ہوا وہ کئی سو برس تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کرتے رہے، اگسٹس کے زمانہ میں ملکی تقسیم کے اعتبار سے اندلس میں تین صوبوں لوسی ٹینا، بٹیکا اور ٹرا کونس میں تقسیم تھا، رومیوں کے زمانہ میں اندلس میں بڑے بڑے نامور پیدا ہوئے، سنیکا (فلسفی سنہ ۴ ق م ۶۵ء)، لوشن (مکالمہ نگار) مارشل (شاعر) ٹریجن ہیڈرین، مارکس اریلیس، تھیوڈوسیس (سلاطین روما)، وغیرہ کے نام رومی تاریخ میں زرین حروف میں لکھے جاتے ہیں،

بڑھے، اور انھون نے بھی حاکمانہ اقتدار مین اپنا حصہ لینا چاہا، اور اس مین وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے،

پھر چھٹی صدی عیسوی سے اندلس مین کیتھولک مذہب کا دَور دورہ شروع ہوا، جس سے پادریون کے اقتدار مین غیر معمولی اضافہ ہوگیا، اب وہ تقریباً یہان کے سیاہ و سفید کے مالک بن گئے، اور بیشتر موقعون پر شاہ اندلس بھی ان کا دست نگر رہنے لگا، اس صورت حال سے ان دونون مین کشمکش شروع ہوگئی، لیکن پادریون کے اقتدار کو زوال نہ آیا،

اندلس کے یہود | یہ دور اندلس کے یہودیون کے لیے سب سے زیادہ تباہ کن ثابت ہوا، انھین نہ صرف شہری حقوق سے محروم کیا گیا بلکہ ان سے اندلس مین توطن کا حق بھی چھین لیا گیا، چنانچہ بادشاہ کے لیے تخت نشینی کے وقت یہ حلف اٹھانا ضروری قرار پایا کہ بے دینون (یعنی یہودیون) کو چاہے وہ جیسے بھی جاہ و منصب پر ہون، جلاوطن کیا جائے گا، اس قانون کے نفاذ پاتے ہی اندلس کے یہودیون پر عرصۂ حیات تنگ ہوگیا، ان پر عام دار و گیر شروع ہوئی، ان مین سے کچھ جلاوطن ہوئے، کچھ قتل کیے گئے، کچھ زندہ جلائے گئے، بہت سے غلام بنا لیے گئے، ان کی ساری دولت و ثروت لوٹ لی گئی، مگر یہ قوم اپنی تاریخ کے ہر دور مین بڑی سخت جان اور سازشی ثابت ہوئی ہے، انھون نے اپنی شاطرانہ چالون اور اپنے ذہنی و علمی تفوق سے ان بے شمار آلام و مصائب کے باوجود اپنا امتیاز قائم رکھا، ان کے سودی کاروبار سے دولت کا انبار پھر ان کے قبضہ مین آگیا، اس طرح انھون نے مختلف حیلون اور سازشون سے اندلس مین اپنے وجود کو باقی رکھا، اور اپنے خزانون کا منہ کھول دیا، اور پادریون کو اپنی بڑی بڑی رشوتون سے اپنا ہمنوا بنا لیا، یہانتک کہ حکومت کے مالیات کا شعبہ انھی کے ہاتھ مین آگیا، سفارت کی خدمات

انجام دینے لگے اور مختلف علمی، ادبی صنعتی اور دوسری تمدنی ترقیون مین پیش پیش ہوگئے، اور بڑے بڑے امراء و جاگیر دار جو ان پڑھ ہوتے تھے، یہودیون کے علمی تفوق کے باعث انھین اپنی جائداد کا منتظم بنانے لگے،

گاتھک تمدن | وزیگاتھ کے زمانہ مین اندلس کی علمی، تمدنی و صنعتی ترقیان اپنے دور کے لحاظ سے اوج کمال پر تھین، تعمیرات مین گاتھک طرز آج بھی شہرت رکھتا ہے، دولت وثروت کے انبار کا حال یہ تھا کہ جب مسلمان فاتحین یہان پہنچے، تو ان کا بیان ہے کہ دولت وثروت کا ایسا انبار اس سے پہلے کسی دوسری جگہ ان کی نظر سے نہین گزرا تھا، دولت کی فراوانی سے ان مین صرف دولت کے مختلف طریقے رائج تھے، اور وہ عیش وتنعم کی اعلیٰ مدنی زندگی گذارنے کے عادی تھے،

آگے چل کر آٹھوین صدی مین پادریون کی جاہ طلبی، عیش پرستی، عیاشی، اور رشوت ستانی انتہا کو پہنچ گئی تھی، اسقف کا محل شبانہ یوم فتنہ وفساد کا آماجگاہ بن گیا، گرچہ سلطنت کے کام بخیر وخوبی چل رہے تھے، مگر پادریون کی عیاشیون کے ساتھ سلاطین بھی بے راہروی مین مبتلا ہوگئے، اور جاہ ومنصب اور دولت وثروت کے حصول مین ایک دوسرے پر سبقت لیجانے مین سرگرم رہنے لگے، ذاتی اغراض کے لیے عوام کو بری طرح ستانے لگے، خصوصاً غلامون کے ساتھ جانورون سے بھی زیادہ برا سلوک روا رکھا جاتا تھا، اس صورت حال سے عوام مین بھی حرارت پیدا ہوئی، اور بغاوتون کا دار دورہ شروع ہوگیا، بالآخر دیمبا (Wamba) فرمانروائے اندلس نے ہوشمندی اختیار کی، یہ زمانہ وہ ہے، جب مسلمانون کے ابتدائی حملے اندلس پر شروع ہوچکے تھے، اس نے مسلمانون کا مقابلہ کیا، اور ایک فوجی حکم نافذ کرکے پادریون کے اختیارات مین تحدید کی، لیکن پادری اس کے

کے حملۂ اندلس کے وقت یہی یہان کا حکمران تھا،

کوہ پائیرنیس سے اس پار کی حکومتین جزیرہ نماے اسپین مین مسلمانون کے قدم رکھنے کے وقت کوہ پائیرنیس کے اس پار کے علاقہ جنوبی فرانس پر جرمن قبیلۂ فرینک کا قبضہ و اقتدار قائم تھا، اور یہی لوگ شمالی فرانس کے حکمران تھے،

فرینک کی قابل ذکر تاریخ شاہ کلودس (۴۸۱ء) کی تخت نشینی سے شروع ہوتی ہے، اس زمانہ مین یہ قوم دریاے رائن کے نشیبی سواحل پر آباد تھی، شاہ کلودس نے مسلسل لڑائیون کے بعد اس علاقہ کی مختلف خود مختار حکومتون کا خاتمہ کرکے اپنی حکومت قائم کی، ۵۱۰ء مین اس نے پیرس کو اپنا دار السلطنت بنایا، اسکے انتقال کے بعد اس خاندان کو زوال آیا، اسکی شاہی برائے نام قائم رہی، عنان حکومت محل سرا کے داروغہ کے ہاتھون مین آگئی، اسی خاندان مین پے پن پیدا ہوا جس نے ۶۸۷ء مین شمالی فرینک قوم کو پھر ایک قوم بنا دیا، ۷۱۴ء مین اس کا انتقال ہوا، اس کا بیٹا چارلس مارٹل اس کا جانشین ہوا، جو آگے چل کر ایک زبردست خاندان کا بانی بنا، چارلس خالص جرمن نسل سے تھا، اور اسکی مادری زبان جرمن تھی، لیکن اس زمانہ مین کوہ پائیرنیس کے اس پار جنوبی فرانس مین اکوٹین اور برگنڈی وغیرہ مین خود مختار ریاستین قائم ہوگئی تھین، ان خود مختار امرا سے چارلس مارٹل کی لڑائیان جاری رہین، لیکن رفتہ رفتہ ان پر بھی ایک گونہ اسکی سیادت قائم ہوگئی تھی، اور جب ان پر اسلامی حملے ہوئے تو چارلس مارٹل اور اسکے جانشینون نے اسکی مدافعت کو اپنا فرض منصبی سمجھا، اسپین، پرتگال اور جنوبی فرانس مین یہی سیاسی صورت حال اور ملکی حکومتین تھین کہ مسلمانون کے قدم یہان پہنچے اور یورپ کے یہ علاقے عیسائیون اور مسلمانون کی معرکہ آرائیون کا میدان جنگ بن گئے،[1]

---

[1] تاریخ یورپ (گرانٹ)، ملخصاً ص ۲۳۳ تا ۲۳۶

اندلس پر مسلمانون کے ابتدائی حملے

اسلام کا آفتاب اقبال عرب کی گھاٹی سے نکلا، اور اس کی کرنون سے عرب کے آس پاس
مانی و رومی حکومتون کے جاہ و جلال کے ستارون کی روشنی جھلملانے لگی، دو ستمون کی
ور گھٹاؤن نے نور کی ان کرنون کو ماند کرنا چاہا، مگر وعدۂ ربانی کو پورا ہونا تھا، ان کرنون
ی پھیلی، اور پھیلتی گئی، ایران کا غبار آلود مطلع صاف ہوگیا، اور وادی نیل کی فضا بھی
رد و غبار سے پاک ہوگئی، تخت کسریٰ کے الٹتے ہی ایرانی قوت کا تو خاتمہ ہوگیا،
رمی سلطنت کی سطوت کچھ دنون اپنے قدم جمائے رہی،

روم و عرب کی باہمی آویزش کا پہلا واقعہ ٦ھ مین پیش آیا، جب کہ اسلام کے قاصد
، دحیہ کلبی کو غسان کے عیسائیون نے شہید کیا، پھر حارث بن عمرو دوسرے قاصد رومی
ت کے حدود مین شہید کیے گئے، ان شہدا کے انتقام مین ٨ھ مین غزوۂ موتہ پیش
ھر رومی حملہ کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک تشریف لے گئے، پھر شام کا
بعربون کے زیر نگین آیا، پھر اس کے ہمسایہ صوبہ پر اسلامی پرچم لہرایا،

اس کے بعد رومی سلطنت کی سطوت نے مصر سے نکل کر افریقہ مین اپنے قدم جمالیے
ت عمر فاروقؓ کے عہد حکومت مین مصر کے والی عمرو بنؓ العاص نے عقبہ بن نافع فہری
رتقہ کی سمت بھیجا، وہ شمالی افریقہ کی چوکیون رذیلہ اور برقہ کو اسلامی حدود حکومت
ے آئے اور آگے بڑھکر طرابلس پر حملہ کیا، اس کے بعد عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح

نے حضرت عبد اللہ بن نافع بن حصین اور حضرت عبد اللہ بن نافع بن عبد القیس کو افریقہ کی راہ سے اندلس پر چڑھائی کرنے کے لیے بھیجا، یہ لوگ بحری راستہ سے اندلس پر حملہ آور ہوئے حضرت عثمان نے انھین لکھا کہ قسطنطنیہ اندلس کی راہ سے آسانی سے فتح کیا جا سکتا ہے، تم لوگ اس سعادت کو حاصل کر کے اس اجر کے مستحق ہو سکتے تھے جس کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ کے فتح کرنے والون کو دی ہے،

یہ مجاہدین بربری لشکر لے کر اندلس پر حملہ آور ہوئے تھے، اور اس کے بعض شہرون پر قابض رہے، اور افریقہ کے بربریون سے انھین ہر قسم کی مدد ملتی رہی لیکن جب ابتداءً بربری قبائل مرتد ہو گئے تو پھر اندلس اور افریقہ کی راہ منقطع ہو گئی، اور جو مجاہدین اندلس مین موجود تھے وہ وہین کے وہین رہ گئے، اور ان کے تعلقات کا سلسلہ اسلامی حکومت سے منقطع ہو گیا،[۱]

یہ مسلمان اندلس کے کس شہر مین تھے؟ اور ان پر طارق کے حملۂ اندلس سے پہلے، اندلس مین کیا گذری، اور طارق کے حملہ کے وقت ان مین کا کوئی وہان موجود تھا یا نہین، یہ سوالات ہین جن کے جواب مین تاریخ کے صفحے ابھی تک خاموش ہین، مغربی مورخین مین سے گبن کی تاریخ "ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپایر" مین بھی اس حملہ کا ذکر آیا ہے، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عرب یہان آئے اور تاخت و تاراج کر کے واپس چلے گئے، گبن نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ

"عثمانؓ ہی کے زمانہ مین ان کے غارت گرون کی جماعت نے اندلسیا کے ساحل کو تاراج کیا تھا"[۲]

دوسرا حملہ | اندلس پر مسلمانون کا دوسرا حملہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ مین اس وقت کیا گیا

---

[۱] طبری ج ۵ ص ۱۰۲۸۱۷، ابن اثیر ج ۳ ص ۶۲ [۲] گبن ج ۵ ص ۵۵۵

جب معاویہ بن خدیج افریقہ کے والی تھے، لیکن اس حملہ کی تفصیلات بھی معلوم نہ ہوسکین،

تیسرے حملہ کا قصہ، اور اس کا التوا اس کے بعد اسلامی تاریخون مین اندلس کا ذکر اس وقت آتا ہے جب عقبہ بن نافع کو یزید بن معاویہ نے افریقہ کی ولایت پر دوبارہ بھیجا ہے، نافع پیش قدمی کرکے طنجہ تک پہنچے، یہان کاؤنٹ جولیس (یولیان) جس نے آگے چل کر اندلس کے معاملات مین غیر معمولی اہمیت حاصل کی، ان دنون یہان کا حکمران تھا، اس نے عقبہ کی اطاعت قبول کی، اس کے بعد عقبہ نے جولیس سے اندلس کی طرف بڑھنے کا مشورہ کیا، یہ اس کو شاق گذرا، تو انھون نے اس سے بربریون کے متعلق پوچھا، اس نے کہا "وہ عیسائی نہین ہین، کفار ہین، انکی تعداد کا علم خدا ہی کو ہے، ان کی بڑی آبادی سوس ادنی کی طرف ہے، اُدھر پیشقدمی کی جاسکتی ہے، چنانچہ عقبہ اس موقع پر جولیس کے مشورہ کے مطابق طنجہ سے اندلس کی طرف بڑھنے کے بجائے مغرب کی سمت سوس کی طرف نکل گئے[1]

بہرحال یہ ابتدائی حملے نہ فتح کے لیے کیے گئے تھے، اور نہ ان کا کوئی پائیدار اثر یہان باقی رکھنا مقصود تھا، اس لیے اندلس پر حقیقی اسلامی حملہ اسی فوجکشی کو قرار دیا جاسکتا ہے، جو اندلس کی فتح کی نیت سے مشہور فاتح طارق بن زیاد کی سرکردگی مین کیا گیا، اور مسلمانون نے یہان توطن اختیار کرکے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کیا،

اندلس پر اسلامی حملہ کی تحریک طارق کے اندلس پر حملہ آور ہونے کا سبب ایک خاص واقعہ قرار پایا ہے، اس زمانہ مین اندلس مین سلطنت کے امراء اور گورنر اپنے بچون کو آداب و تہذیب سیکھنے کے لیے شاہی محل مین بھیجا کرتے تھے، یہ بچے گویا یرغمال کے طور پر بادشاہ کے قبضہ مین رہتے تھے، اور سن بلوغ کو پہنچتے ہی اپنے گھر کو بھیج دیے جاتے تھے،

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۸۹

شمالی افریقہ میں جب طنجہ تک کا علاقہ اسلامی اقتدار میں داخل ہوگیا، تو اندلس کے ساحل سے قریب کے اضلاع، اندلس کے شہنشاہ کی سیادت میں داخل ہوگئے تھے، سبتہ ان اضلاع کا دارالحکومت تھا، اور کاؤنٹ جولین، جسے عرب یلیان کہتے ہیں اور جو پہلے طنجہ کا والی تھا، یہاں کا گورنر تھا، جولین اندلس کے سابق گاتھ فرمانروا وٹیزا کا داماد تھا، اور اندلس کی عام رسم کے مطابق اس کی لڑکی فلورنڈا طلیطلہ میں اندلس کے نئے حکمران راڈرک کے شاہی محل میں تعلیم و تربیت سیکھنے کے لیے رہتی تھی، وہ جوان ہوئی تو راڈرک اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگیا، اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کرکے اس کے شیشۂ عصمت کو زبردستی چور کردیا، اور اسی سے ایسی چنگاری اٹھی جس سے نہ صرف راڈرک کا تاج و تخت جل کر خاکستر ہوگیا، بلکہ ملک میں ایسا انقلاب آیا کہ صدیوں کے لیے اس ملک کی تاریخ بدل گئی

فلورنڈا نے حادثہ کی اطلاع اپنے باپ کاؤنٹ جولین تک پہنچائی، وہ اس شرمناک واقعہ کو سنکر غیرت و حمیت میں ڈوب گیا، اور جوش انتقام میں راڈرک کو تاج و تخت سے محروم کرنے کا پختہ عزم کرلیا، چنانچہ وہ یہی منصوبہ باندھ کر پہلے فلورنڈا کو شاہی محل سے لے آنے کے لیے طلیطلہ پہنچا، راڈرک کے لیے طلیطلہ میں اس کی آمد غیر متوقع تھی، اس نے اپنی خانگی پریشانیوں کی ایک فرضی داستان اس کو سنائی کہ اس کی بیوی بستر مرگ پر ہے، اور وہ فلورنڈا سے آخری ملاقات کرنے کے لیے بے چین ہے، راڈرک نے اسکی پریشانی کا حال دیکھ کر فلورنڈا کو واپس لے جانے کی اجازت دیدی، روانگی کے وقت راڈرک نے جولین سے کہا سنا ہے افریقہ کے باز بہت اچھے ہوتے ہیں، چند باز بھیج دینا،[1] کاؤنٹ جولین نے جواب دیا،

۱؎ بازوں کے متعلق یہ تاریخی لطیفہ یہاں ذکر کرنے کے قابل ہے کہ اندلس کے سلاطین کا دستور تھا کہ جب کشتی پر سوار ہوتے تھے تو شاہین، شاہانہ سواری پر سایہ افگن کشتی کے ساتھ ساتھ اوپر اوپر چلتے ہیں

(باقی حاشیہ ص ۶۷ پر)

اگر مین زندہ رہا تو ریسے بازہیجون گا جن کو آپ نے کبھی نہ دیکھا ہوگا" ان بے نظیر بازون سے جولین کی مراد عرب کے قدر انداز شہسوار تھے، چنانچہ جولین نے سبتہ واپس آتے ہی شمالی افریقہ کی اسلامی حکومت سے اندلس پر حملہ آور ہونے کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کردی،

اس زمانہ مین شمالی افریقہ مین خلافت امویہ دمشق کی سیادت مین موسیٰ بن نصیر جیسا بیدار مغز والی حکمران تھا، اس نے چند برسون مین شمالی افریقہ کو نئے سرے سے مطیع کرلیا، اور اسلامی دستو نکو بحر روم کے مختلف جزیرون مین چھاپے مارنے کے لیے بھیجتا رہتا تھا، وہ سبتہ پر بھی دو مرتبہ پیش قدمی کر چکا تھا، لیکن کاونٹ جولین نے پوری طاقت سے اسکی مدافعت کی تھی۔ ان دنون طارق بن زیاد طنجہ کا والی تھا، جولین نے اس سے مراسم پیدا کیے، اور اسلامی حکومت کی اطاعت، اور اندلس پر حملہ آوری کی دعوت دی، طارق نے اس معاملہ کو موسیٰ کی طرف بڑھایا، جولین نے موسیٰ سے براہ راست مراسلت کی، چنانچہ جب جولین نے موسیٰ کو اپنی اطاعت قبول کرنے کی اطلاع اور سبتہ آنے کی دعوت دی تو موسیٰ نے اس موقع کو غنیمت جانا، اور وہ ۹۰ھ مین خود قیروان سے سبتہ آیا[1]، جولین نے خندہ جبینی سے اس کا خیر مقدم کیا، اور اس کو اندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دینے کے لیے اندلس کی زرخیزی وشادابی، میوون اور زرعی فصلون کی بہتات، دریاؤن کی کثرت پانی کی شیرینی

(بقیہ حاشیہ ص ۶۶) اڑتے ہوئے چلتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ اندلس کی سواری پر سایہ کیے ہوئے یہ شاہین اڑ رہے تھے کہ ایک چڑیا سامنے آگئی، ان مین سے ایک شاہین نے جھپٹ کر اس کو شکار کرلیا، اور انسانون کے علم مین پہلی مرتبہ یہ بات آئی کہ شاہین شکار بھی کرسکتے ہین، چنانچہ اسکے بعد ان کے ذریعہ سے شکار کھیلنے کا عام رواج ہوگیا، (مسعودی ج ۲ ص ۷۲، ۲۸۰، ۲۸۱)

[1] یہ ابن اثیر وغیرہ کی روایت ہے مقری صاحب الطیب کا بیان ہے کہ جولین خود سبتہ سے قیروان گیا تھا،

ن

اور سیاسی حالات کے سلسلہ میں یہاں کے باشندوں کے باہمی اختلافات اور ایک غیر شاہی خاندان کے فائدے کے برسر اقتدار آجانے کی تفصیلات بیان کیں، اور اس مہم میں اپنی طرف سے ہر قسم کی امداد دینے کا یقین دلایا،

موسیٰ نے اس دعوت کو غور سے سنا، مگر اس کو قبول کر لینے سے پہلے جولین کو پورے طور پر آزما لینا چاہا، چنانچہ اس نے جولین سے کہا کہ پہلے وہ خود کسی مختصر لشکر سے حکومت اندلس سے چھیڑ چھاڑ کرے تاکہ اس کے اور حکومت اندلس کے تعلقات کھلے طور پر خراب ہو جائیں، اور آئندہ اس کے انحراف کا موقع باقی نہ رہ جائے، جولین نے اس تجویز کو خوشی سے منظور کیا، اور ایک مختصر لشکر تیار کر کے اس کو دو جہازوں پر سوار کر کے اندلس کے ساحلی شہر جزیرۂ خضرا بھیجا، جہاں اس جمعیت نے معمولی چھیڑ چھاڑ کی، اور لوٹ مار کر کے واپس آگئی، اندلس پر جولین کی اس حملہ آوری کی اطلاع موسیٰ کو ملی، اب اس کی سچائی میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ گیا تھا، اس لیے موسیٰ نے خلیفہ ولید بن عبد الملک کو ان حالات سے خبر کر کے اس سے اندلس پر فوجکشی کی اجازت طلب کی، لیکن ولید کو ان تمام حالات سے باخبر ہو جانے کے باوجود اس فوجکشی کی اجازت دینے میں تامل ہوا، اور جواب میں لکھا کہ مسلمانوں کو ایسے بحر زخار کی ہلاکت آفرینیوں میں نہ ڈالا جائے، موسیٰ نے اطمینان دلایا کہ اندلس کا ساحل سامنے نظر آتا ہے، فوج کی بربادی کا کوئی اندیشہ نہیں ہے، باین ہمہ ولید نے کسی بڑی فوجکشی سے باز رہنے کی ہدایت کی، اور پہلے کسی چھوٹے دستہ کو بھیجکر آزمایش کر لینے کی ہدایت کی،

طریف کی مہم | چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے فرمان خلافت کی تعمیل میں مسلمانوں کا ایک مختصر دستہ اپنے مولیٰ طریف بن مالک نخعی کی سرکردگی میں اندلس پر حملہ آوری کے لیے روانہ کیا، طریف کی

یہ جمعیت صرف چار سو مجاہدین پر مشتمل تھی، جن مین سے ایک سو سوار تھے، یہ لوگ چار کشتیون مین سوار ہو کر روانہ ہوے، اور جنوب مغربی اندلس کے ایک شہر مین جا کر اترے جس کا نام بعد مین جیسا کہ اوپر گذرا جزیرۂ طریف پڑا، یہ لوگ اس جزیرہ مین قتل و غارت کر کے اندلس کے ساحلی شہر جزیرۂ خضرا مین اترے، یہان بھی لوٹ مار کی، اور کثیر مال غنیمت اور بہت سے قیدیون کو ہمراہ لے کر ماہ رمضان ۹۱ھ مین بخیر و خوبی واپس آ گئے،

بڑے حملہ کی تیاریان

طریف کی مہم کی کامیابی سے اندلس کی راہ کی آسانیان نظر آ گئین، ادھر موسیٰ نے اندلس پر حملہ آور ہونے کا اعلان کر دیا، اور لوگ خوشی سے اس غزوہ مین شریک ہونے کے لیے آمادہ ہو گئے، چنانچہ ایک عظیم الشان لشکر ایک لائق اعتماد قائد طارق بن زیاد کی سرکردگی مین تیار ہو گیا، اور اسی قائد نے آگے چل کر فاتح اندلس کا معزز لقب حاصل کیا،

آزاد بربریون کی یورش

اسی زمانہ مین جب افریقہ مین اندلس کے حملہ کی تیاریون کا غلغلہ بلند تھا، اور طریف کی مہم کی کامیابی کی داستانین پھیل رہی تھین، افریقہ کے چند آزاد اور جنگجو قبائل کے حوصلے بڑھ گئے، اور انھون نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر اندلس کو تاخت و تاراج کر کے جو کچھ بھی ہاتھ آ سکتا ہو، اس کو سمیٹ لینے کے لیے آزادانہ طریقہ سے فوجکا ایک دستہ بنایا، اور اندلس کے لیے، اسلامی حکومت افریقہ کے لشکر کے روانہ ہونے سے پہلے چل کھڑے ہوے، یہ افریقہ کے نیم وحشی بربری قبیلے تھے، جو ایک شیخ ابو زرعہ نامی کی قیادت مین ایک ہزار کی تعداد مین اکٹھا ہو گئے تھے، افریقہ سے چل کر جزیرۂ خضرا مین اتر پڑے، شہر کے لوگ ان غارتگرون کو دیکھتے ہی آس پاس کی آبادیون مین بھاگ گئے، جو لوگ سامنے مل گئے انھین لوٹا مارا، پھر بڑی بربریت کے ساتھ بعضون کو آگ مین جلا دیا، اور ایک کلیسا مین آگ

لگا دی، ان کی یہ وحشیانہ حرکتین اسی پر ختم نہین ہوئین، بلکہ چند قیدیون کو انہون نے بیدردی سے ذبح کر ڈالا، اور لاشون کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دیگون مین رکھکر آگ پر چڑھا دیا، اور باقی ماندہ قیدیون کو آزاد کر دیا، تاکہ یہ رہا شدہ قیدی ملک مین پھیل جائین، اور ملک مین مشہور ہو جائے کہ حملہ آور ایسے وحشی ہین کہ قیدیون کو ذبح کر کے پکا کر کھا جاتے ہین، اس طرح ان کا رعب و دبدبہ پھیل جائے گا، اور لوگ ان کے مقابلہ مین آنے کی جرأت نہ کر سکین گے[1]

---

[1] ابن القوطیہ ص ۹ و ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۴ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۱۸، ۱۱۹، بعض غیر محتاط راویون نے اس واقعہ کو طارق کی طرف منسوب کر دیا ہے اور ابن اثیر نے اگرچہ اسکو طریف کیطرف منسوب کیا ہے لیکن اسکے اثرات طارق کے فاتحانہ اقدامات کا تذکرہ کیا ہے، غالباً ابن اثیر نے اس کی طرف یہ نسبت اس لیے دی کہ اسکی کنیت بھی ابو زرعہ تھی، (نفح الطیب ج ۱) لیکن جیسا کہ مقری نے بتصریح لکھا ہے کہ یہ ابو زرعہ قبائل بربر مین کا ایک شیخ تھا جس نے قیدیون کو آگ مین جلوا دیا، اسلیے ہمارا قیاس صحیح ہے کہ نفح الطیب مین لاشون کو ٹکڑے کر کے آگ مین بھوننے کا جو مفصل واقعہ ہے وہ در اصل ابو زرعہ کی اسی جمعیت کے ہاتھون سرزد ہوا ہے، طارق و طریف جو اسلامی حکومت افریقہ کے فرستادہ لشکرون کے قائد تھے، ان دونون کے دامن اس سے پاک ہین، اور نہ اسکی ذمہ داری اسلامی حکومت افریقہ کے سر عائد ہوتی ہے، اس واقعہ کو ایک وحشیانہ جنگی چال سے تعبیر کیا جا سکتا ہے لیکن ایسی وحشیانہ حرکتین کسی ذمہ دار مہذب جماعت سے سرزد نہین ہو سکتین، بربریون کی یہ جماعت نو مسلم تھی، وہ لوگ اسلام کے اخلاقی تعلیمات و قوانین جنگ سے پورے طور پہ آگاہ نہ تھے، جیسا کہ مورخین نے تصریح کی ہے، لوٹ مار کی غرض سے جمعیت اکٹھا کر کے یہ افریقہ سے چل پڑے تھے اور اندلس پہنچ کر وقتی طور پر جو کچھ یہ کر سکتے تھے، بغیر کسی ذمہ داری کو محسوس کیے ہوئے کر گذرے، واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب تھا، شہرت پا گیا، مگر ابو زرعہ کی اس مہم کا حال عام مورخین کو نہ معلوم ہو سکا، اور لوگون نے اس واقعہ کو طریف و طارق کی طرف منسوب کر دیا،

طارق بن زیاد فاتح اندلس

۹۲ھ – ۹۳ھ
۷۱۱ء – ۷۱۲ء

طارق نسلاً بربری، افریقہ کا باشندہ، اور موسیٰ بن نصیر کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا،[1] فوجی خدمات پر مامور تھا، پہلے طنجہ کا والی بنایا گیا تھا، کاؤنٹ جولین سے اس کے مراسم پہلے سے قائم تھے، اور فتح اندلس کی ابتدائی گفتگو میں شریک تھا، لشکر گویا بربریوں ہی پر مشتمل تھا،[2] اس لیے سپہ سالاری کے لیے طارق کا انتخاب موزوں ہو سکتا تھا، جولین کے وعدہ کے مطابق اس کے چار تجارتی جہاز افریقہ آئے، اور طارق ۷ ہزار لشکر لے کر اندلس روانہ ہو گیا،

---

[1] مقری نے ابن بشکوال کی روایت کے مطابق طارق کے باپ کا نام عمرو لکھا ہے، مگر مشہور طارق بن زیاد ہے، اسی کو مقری نے بھی اختیار کیا ہے، بعض لوگوں نے اسکے موسیٰ کے آزاد کردہ غلام ہونے سے بھی انکار کیا، اور اس کو افریقی ہونے کے بجائے فارسی الاصل یعنی ہمدانی لکھا ہے، اور بعض روایتیں اسکے قبیلہ صدف ہونے کی بھی ہیں، خصوصاً طارق کی اولاد جو اندلس میں آباد تھی، اپنے خاندان کے موسیٰ کے موالی ہونے سے قطعی انکار کرتی تھی، مگر مشہور روایت وہی ہے جو متن میں درج کی گئی۔ [2] مسٹر ہنری ایڈورڈ ہالس ڈنشین، اسٹوری آف دی نیشنز سیریز ج ۲ ص ۱۸۸۱) نے بربریوں کی اصل قوم وندال بتایا ہے جنھوں نے رومیوں کے ہاتھوں سے اسپین کو فتح کیا تھا، اور پھر جنھیں گاتھوں نے اندلس سے نکال دیا تھا اور افریقہ چلے گئے تھے، اور پھر طارق کو بھی وندال ہی میں سے بتایا ہے، وندال کا خون ان سب میں موجود تھا، موصوف کے نقطۂ نظر سے ان لوگوں نے اب اسلام قبول کر لیا تھا، اور گاتھوں نے تین سو برس پہلے انکے ساتھ جو سلوک کیا تھا، انھیں اسکا بدلہ لینے کا موقع ہاتھ آیا تھا لیکن یہ افسانہ ہی افسانہ ہے جو صرف اسلیے گھڑا گیا کہ کسی غیر یورپی قوم کے فاتح یورپ ہونے کے واقعہ کو کم سے کم کر کے دکھایا جائے، ورنہ افریقہ کے بربر وہاں کے قدیم باشندے ہیں اور نسلی حیثیت سے بڑے بڑے مشہور قبیلوں میں تقسیم ہیں، ابن خلدون نے تفصیل سے ان کے قبائلی حالات لکھے ہیں، بربر کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اس وندال قوم سے ہیں جو تین سو برس پہلے مٹھی بھر تعداد میں اندلس سے ہجرت کر کے افریقہ آئی تھی،

ان میں تین سو عرب اور باقی بربر تھے،[۱] جتنے سپاہی چار جہازوں میں سوار ہو سکتے تھے، وہ طارق کے ساتھ روانہ ہوئے، اور کاؤنٹ جولین رہنمائی کیلیے اس لشکر کے ساتھ گیا،

ورود اندلس | اسلامی لشکر یوم دوشنبہ ۵ رجب ۹۲ھ کو اندلس کی ایک پہاڑی پر اترا، جو اب تک طارق سے منسوب ہوکر جبل طارق سے موسوم ہوا، اور اب اسی کا بگڑا ہوا تلفظ جبرالٹر مشہور ہے، مسلمان جولین کے تجارتی جہاز پر آئے تھے، اس لیے ان کے اترنے سے کسی کو کوئی کھٹک نہیں ہوئی، یہ چاروں جہاز سپاہیوں کو اتار کر باقی ماندہ سپاہیوں کو لانے کے لیے واپس چلے گئے۔

ایک مبارک خواب | اثنائے راہ میں طارق نے ایک خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی معیت میں تشریف فرما ہیں، صحابہ کرام رض تلواریں لٹکائے اور دھنوش کمانیں چڑھائے ہیں، اور آپ طارق سے فرما رہے ہیں "طارق! اسی شان سے قدم بڑھائے جاؤ" پھر آپ نے اس کو مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے، اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی ہدایت کی، اس کے بعد اس نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابۂ کرام رض کے جلو میں، اندلس میں داخل ہوئے، اور طارق اس مقدس جماعت کے پیچھے ہے،

اس مقدس خواب کو اس نے بشارت پر محمول کیا، اپنے رفقا کو اس کا مژدہ سنایا، سب لوگوں کو اس سے تقویت حاصل ہوئی، اور اس مہم میں کامیابی و ظفرمندی کی امید بندھی

---

[۱] اسلامی لشکر کی تعداد میں مورخین میں اختلاف ہے، ابن اثیر و مقری نے ۷ ہزار فوج لکھی ہے، پھر ۵ ہزار کمک کا تذکرہ کیا ہے، ابن خلدون نے ۳ سو عرب اور دس ہزار بربر لکھا ہے، اور ابن بشکوال نے مجموعی تعداد ۱۱۸۰۰ لکھی ہے۔ (مقری) اس طرح یہ تعداد ۱۰۳۰۰ سے ۱۲ ہزار کے اندر ہوتی ہے یہی پوری جمعیت ہے جو فاتح اندلس بنی اور سب سے پہلے ایک لاکھ فوج کے مقابل میں صف آرا ہوئی،

چند شہرون پر بلا مزاحمت قبضہ

طارق اس پہاڑ پر چند دنون مقیم رہا، اس اثنا مین باقی ماندہ لشکر بھی آگیا۔ ابتدائی انتظام مکمل کرنے کے بعد اس نے فوجی نقل و حرکت شروع کی جبل الطارق کے بالکل شمالی ساحل پر قدیم تاریخی شہر [illegible] (کارتیہ) ساحل پر آباد تھا، طارق نے عبدالملک معافری کو جس کی اولاد مین [illegible] مشہور معافری پیدا ہوا، ایک دستہ دیکر روانہ کیا، جو شہر مین مزاحمت کے بغیر داخل ہوگیا، پھر جزیرہ خضرا کی طرف بڑھے، یہان بھی کامیابی ہمرکاب تھی، یہ مقام طریف کے ہاتھون گذشتہ سال بھی پامال ہوچکا تھا، پھر ایک چھوٹی سی جمعیت طریف ہی کی سرکردگی مین دی گئی تاکہ وہ اپنے پامال کیے ہوے شہر جزیرہ طریف کو زیر علم لے آئے، چنانچہ اس پر بھی قبضہ ہوگیا،

جبل طارق کے آس پاس کے شہرون جزیرہ خضرا، قرطاجنہ، اور جزیرہ طریف کے باسانی زیر نگین ہوجانے سے بڑی آسانی حاصل ہوگئی، طارق نے ان شہرون کی فصیل اور قلعون کو درست کرایا، جہان جہان دیوار کی مرمت کی ضرورت تھی، مرمت کرائی، اور اندلس کے شاہی لشکر سے کھلے میدان مین مقابلہ کرنے کی تیاریان کرلین،

مسلمانون کے ورود اندلس کے وقت کے چند افسانے

اندلس مین اس زمانہ مین یونانی اساطیر کی طرح نجوم و طلسمات کے بہت سے افسانے پھیلے ہوے تھے، ان مین سے بعض عرب مورخین کے کانون تک بھی پہنچے، مقری وغیرہ نے ان کو دلچسپی کے ساتھ نقل کیا ہے، اس سلسلہ مین جزیرہ خضرا مین بھی تفاول کے طور پر ایک واقعہ پیش آیا، یہان طارق سے ایک بڑھیا نے بیان کیا کہ اس کا شوہر نجومی تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ اس ملک مین ایک امیر داخل ہوگا، جو سب پر غلبہ حاصل کرلے گا، اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا سر بڑا ہوگا، اور اس کے بائین بازو پر ایک تل ہوگا، جس پر بال اُگے ہون گے، طارق کو اس بیان سے دلچسپی

پیدا ہوئی، اس نے بایاں بازو کھول کر دیکھا تو واقعی اس پر تل موجود تھا جس میں بال اُگے ہوئے تھے،

جس طرح طارق کی طرف ان بشارتوں کی نسبت کی جاتی ہے ویسے ہی راڈرک کی طرف ایسے واقعات منسوب ہیں جن سے اس کی حکومت کے زوال اور عربوں کی آمد کی پیشینگوئی ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ طلیطلہ میں ایک قدیم تاریخی عمارت تھی، جو بیت الحکمہ کے نام سے موسوم تھی، یہ عمارت مقفل تھی، اور دستور یہ چلا آتا تھا کہ اندلس کا نیا فرمانروا اس پر ایک تالا چڑھا دیتا تھا، اور اس کی کنجی اس تالے کے ساتھ لٹکتی رہتی تھی، کسی فرمانروا کو اجازت نہ تھی کہ وہ اس تالے کو کھول لے، ورنہ تالے کے کھولنے کے معنی ملک کو آفات وحوادث میں مبتلا کر دینے کے تھے، اس عمارت کی حفاظت کے لیے دربان مقرر تھے، چنانچہ راڈرک کی تخت نشینی کے وقت بھی دستور کے مطابق دربار میں حاضر ہوئے، اور اس عمارت پر قفل چڑھانے کی رسم انجام دینے کی درخواست کی، اس وقت تک اس عمارت کے دروازہ پر ۲۶ قفل لگ چکے تھے، ستائیسواں قفل راڈرک کی خدمت میں نذر کیا گیا، لیکن راڈرک کا تعلق شاہی خاندان سے نہ تھا، کہ پچھلی روایات کا احترام اس کے دل میں موجود ہوتا، اس کو اس طلسمی عمارت کی حقیقت دریافت کرنے کا شوق پیدا ہوا کہ شاید پچھلے بادشاہوں کی دولت اس میں ودیعت رکھی ہوئی آرہی ہو، اس لیے اس نے اسپین کے عمائد کے سامنے اس قفل کو کھولنے کا ارادہ ظاہر کیا، لیکن لوگوں نے یک زبان ہو کر اس کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ کہا کہ اگر زر وجواہر کا خیال ہے تو ملک سے دولت کا انبار جمع کر دیا جائے، مگر اس عمارت کے طلسم کو توڑ کر ملک کو کسی نئی آفت میں مبتلا نہ کیا جائے، لیکن راڈرک اس طلسمی عمارت کے سربستہ رازوں کو معلوم کرنے کے لیے بےچین تھا، وہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا، اور

اور خود جاکر سارے قفل کھول ڈالے،

بیت الحکمہ کا دروازہ کھلا تو سامنے ایک زر و جواہر سے مرصع مکلل زمرد نگار خوبصورت میز رکھی ہوئی ملی، معلوم ہوا کہ "یہ مائدۂ سلیمانؑ" ہے، جو بیت المقدس کی فتح کے بعد وہان سے لایا گیا تھا، پھر اسی کمرے مین ایک مقفل صندوق ملا، راڈرک نے اس تابوت کو بھی کھلوایا تو صندوق مین بڑی صنعت سے بنی ہوئی سوارون کی چند تصویرین نکلین جن کی شکلین عربون سے ملتی ہوئی تھین، وہ جانورون کی کھالین پہنے، عمامے باندھے، گیسو لٹکائے، عربی گھوڑون پر سوار ننگی تلوارین سونتے اور برچھے تانے ہوئے کھڑے تھے، انہی تصویرون کے ساتھ ہرن کی ایک جھلی رکھی ہوئی تھی، راڈرک نے اس جھلی کو کھلوایا تو اس مین مکتوب تھا کہ "جب اس مقفل عمارت اور صندوق کو کھولا جائے گا، تو وہ قوم جس کی تصویرین اس صندوق مین بنی ہوئی ہین، جزیرۂ اندلس مین داخل ہوگی، اور جن لوگون کے ہاتھون مین ملک ہوگا، ان کی حکومت جاتی رہے گی"[۱]

راڈرک اس نوشتہ کو پڑھکر اپنے کیے پر پچھتایا، اور اس کو اپنی سلطنت کے زوال کا خطرہ محسوس ہوا، اس واقعہ پر کچھ دن گذرے تھے کہ اس نے سنا کہ مشرق سے شہنشاہ عرب کی فوج اندلس کی فتح کے لیے ملک مین داخل ہوگئی ہے،

ڈیوک تھیوڈومر سے مقابلہ اور اس کی شکست

طارق کی ان پیش قدمیون سے جن سے چند شہر قبضہ مین آگئے تھے، اس علاقہ مین ہل چل مچ گئی تھی، ڈیوک تھیوڈومر اس علاقہ کا گورنر تھا، وہ ان اجنبی حملہ آورون کو ساحل پر دیکھکر سراسیمہ ہوگیا، اس نے مقابلہ کی جرأت

---

[۱] ایک دوسری روایت مین ہے کہ یہ تصویرین علحدہ بنی ہوئی نہیں تھین، بلکہ ہرن کی کھال پر کھنچی ہوئی تھین، اور تصویرون کے نیچے وہ تحریر مکتوب تھی،

کی مگر ایک ہی حملہ مین پسپا ہوا، راڈرک ان دنون شمالی علاقہ لیکے مین دشمنون سے صف آرا تھا، تھیوڈومیر نے راڈرک کے پاس ایک تیز رفتار قاصد بھیجا اور ان اجنبی حملہ آورون کے ساحل پر اترنے کی اطلاع ان لفظون مین دی کہ "ہماری زمین پر ایک قوم اتر پڑی ہے، ہم نہین جانتے کہ یہ آسمان سے نازل ہوئی ہے یا زمین سے نکل پڑی ہے"، نیز یہ بھی اطلاع کرائی کہ کاؤنٹ جولین ان حملہ آورون کا دلیل راہ ہے،

بادشاہ اندلس کی تیاریان

راڈرک اس ناگہانی افتاد سے سخت گھبرایا، وہ وہان سے لوٹ کر قرطبہ چلا آیا، جس کو اس نے طلیطلہ کے بجائے دار الحکومت قرار دیا تھا، اور یہان مسلمانون سے مقابلہ کرنے کی تیاریون مین مصروف ہو گیا، چنانچہ ملک بھر مین عام فوجی بھرتی کا اعلان کرایا، حملہ آورون کو ملک سے نکالنے کی عام اپیل کی، لوگون نے اسکی تحریک کو لبیک کہا اور جوق در جوق قرطبہ آکر فوج مین شریک ہوئے، نیز اس نے مذہب و وطن اور قوم کے نام پر اپنے مخالفین کو بھی بلایا، چنانچہ خاندان گاتھ کے تین شاہزادے بھی اپنے حلقۂ اثر سے فوج اکٹھا کر کے اپنے جان نثارون کے ساتھ دار الحکومت کی طرف چل کھڑے ہوئے، مگر انھین راڈرک پر بھروسہ نہ تھا، اس لیے انھون نے شہر مین داخل ہونے سے گریز کیا، اس لیے قرطبہ سے باہر وادی کبیر کے اس پار مقام تقندہ مین فوج کے ساتھ اترے، رفتہ رفتہ یہی مقام فوجی چھاؤنی بن گیا، اور راڈرک کا لشکر ایک لاکھ کی تعداد مین پہنچ گیا،

طارق کو کمک

ادھر طارق نے اتنی بڑی جمعیت کے فراہم ہونے کا حال سنا تو کچھ سراسیمہ ہوا، اس نے موسیٰ بن نصیر کو تفصیلات کی اطلاع دیکر کمک طلب کی، موسیٰ بھی غافل نہ تھا، وہ کمک کے لیے پہلے سے کشتیون پر کشتیان تیار کرا رہا تھا، چنانچہ کمک کی

طلب کے ساتھ ہی اس نے پانچ ہزار فوج بھیجی، اور اب اسلامی لشکر کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہو گئی،

جنگ گوڈالیٹ

اس اثنا میں راڈرک کوچ کرتا ہوا جنوبی اندلس کی طرف چلا، ادھر طارق نے بھی اسلامی لشکر کو آگے بڑھایا، دونوں فوجوں کا سامنا دریائے گواڈالیٹ کے دہانے کنارے، بحر محیط کے ساحل سے تقریباً ۲ میل کے فاصلہ پر مقام شریش (XERES) میں ہوا، دونوں فوجوں نے آمنے سامنے ڈیرے ڈال دیے اور خونین لڑائی کی تیاری میں مصروف ہو گئے،

راڈرک کی یہ ایک لاکھ سپاہ گھوڑوں اور قیمتی اسلحہ سے آراستہ تھی، ادھر صرف بارہ ہزار مجاہدین تھے، گرچہ یہ بڑے قوی ہیکل، جنگجو اور بہادر تھے، مگر ان کے پاس نہ گھوڑے تھے اور نہ مکمل اسلحہ، ہاتھوں میں صرف ننگی تلواریں تھیں، اور بعضوں کے پاس نیزے، فوج کی تعداد اور اسلحہ کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی مقابلہ نہ تھا، خصوصاً اس لیے کہ اندلسی لشکر میں وطن اور مذہب کی مدافعت کا جذبہ کارفرما تھا، اور اندلس کے گوشہ گوشہ سے چیدہ چیدہ سپاہی سمٹ کر آ گئے تھے، لیکن تائید ایزدی سے ایک نئی صورت حال ایسی پیدا ہو گئی کہ ان کی قوت میں اضمحلال آ گیا،

گاتھ شہزادوں سے خفیہ معاہدہ

کاؤنٹ جولین اسلامی لشکر کے ہمرکاب تھا، اس کے آدمی دشمنوں میں مل جل گئے تھے، اور جاسوسی اور تفرقہ اندازی کی حکمت عملی اختیار کیے ہوئے تھے، کاؤنٹ جولین اپنا کمند گاتھ شہزادوں پر پھینکنے میں کامیاب ہو گیا، اس نے انھیں ان کی کھوئی ہوئی عظمت یاد دلا کر مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لینے میں درخشاں مستقبل کی یاد دلائی، چنانچہ گاتھ شہزادوں نے طارق کو اپنے پیغامبر کے ذریعہ راڈرک کے حکومت

پر غاصبانہ قبضہ کر لینے اور ان لوگون کا اپنے حقوق سے دستبردار نہ ہونے سے مطلع کیا، اور اپنی موروثی جاگیرین واگذار رکھنے کی شرط پر اسلامی لشکر کی مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کی، یہ شاہی جاگیرین اندلس کے نہایت ہی زرخیز علاقون مین تین ہزار کی تعداد مین تھین، طارق نے ان شاہزادون کی یہ شرط منظور کر لی، اور دونون مین یہ خفیہ عہد وپیمان طے پا گیا،

راڈرک کے لشکر مین انتشار

اس راز دارانہ عہد وپیمان کے بعد راڈرک کے لشکر مین یہ خیالات پھیلائے گئے کہ وہ سلطنت کا غاصب ہے شاہی خانوادہ سے اس کا تعلق نہین، اسکو کامیاب بنانے کے لیے کوئی اپنی تباہی وبربادی خود کیون مول لے، باقی رہے یہ مسلمان تو یہ چلتی پھرتی قوم ہین، انھین مال غنیمت چاہیے، انھین اس ملک مین رہ جانے کی ضرورت نہین، بہتر ہے کہ انھی کے ہاتھون سے اس غاصب سے نجات حاصل کی جائے، پھر جب مال غنیمت لے کر یہ لوگ روانہ ہو جائین گے، تو اندلس کے شاہی تخت کے لیے کسی کو منتخب کر لیا جائے گا،

راڈرک لشکر مین ان باغیانہ خیالات کے پھیلنے سے بے خبر تھا، وہ اپنی مختلف جنگی تیاریون مین مصروف رہا، چنانچہ اس کے جاسوس بھی اسلامی لشکر کے گرد چکر کاٹ رہے تھے، اس نے مسلمانون کی عام حالت کا اندازہ لگانے کے لیے بعض جری اور معتبر آدمیوں کو بھیجا تھا، مگر وہ اپنے کو مسلمانون سے چھپا نہ سکے، مگر مسلمانون کے ہاتھ سے بچ نکلنے مین کامیاب ہو گئے، ان جاسوسون نے اپنے جو تاثرات راڈرک سے بیان کیے وہ اس کے لیے اور زیادہ حوصلہ شکن ثابت ہوئے، انھون نے کہا

یہ وہی صورتین ہین جو صفا۔ دق مین دکھائی گئی تھین، ان سے مقابلہ آسان نہین، یہ آپکے پاس آنے والے ایسے ہین کہ یا تو اپنی موت چاہتے ہین، یا وہ زمین

جو آپ کے قدموں کے نیچے ہے، انھوں نے واپسی کے تخیل کو مٹا دینے کے لیے اپنے جہازوں کو بھی جلا دیا ہے، اور ثبات قدم کے ساتھ اس زمین پر صف آرا ہو گئے ہیں، ان کے لیے ہماری زمین پر کوئی ایسا مقام نہیں جہاں وہ بھاگ کر پناہ لے سکیں"[1]

ایک طرف راڈرک کی فوج میں ان مختلف قسموں کا اضطراب پھیل رہا تھا لیکن دوسری طرف مسلمان سپاہی بھی دشمنوں کی تعداد کی کثرت اور ان کے قیمتی سامان جنگ کو دیکھ کر مرعوب ہو رہے تھے، اور اسلامی سپہ سالار طارق بھی اس سے بیخبر نہ تھا، مگر وہ جلد ہی اس خوف و ہراس کو دور کرنے میں کامیاب ہو گیا، چنانچہ اس نے اسی رات کو جس کی صبح کو لڑائی شروع ہوئی، مسلمانوں میں جوش و ولولہ، اور عزم و استقامت کی روح پھونکنے کے لیے ان کے سامنے ایک بڑی پرزور تقریر کی جس نے مسلمانوں کے ڈوبے ہوئے دلوں کو سنبھال لیا، اور وہ لڑنے مرنے اور فتحمندی سے ہمکنار ہونے کے لیے تیار ہو گئے،

طارق کی تاریخی تقریر

طارق کی یہ تاریخی تقریر تاریخوں میں قلمبند ہے، اس نے حمد و ثنا کے بعد کہا:

مسلمانو! یہ خوب سمجھ لو، اب تمھارے بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ سمندر تمھارے پیچھے ہے اور دشمن تمھارے آگے، خدا کی قسم اب سوائے پامردی و استقلال کے تمھارے لیے کوئی چارہ باقی نہیں رہا، یہی دونوں طاقتیں ہیں جو مغلوب نہیں ہو سکتیں، یہی دونوں فتحمند فوجیں ہیں جنھیں فوج کی قلت تعداد نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور نہ کسی فوج کی کثرت، بزدلی، سستی، نامردی، اختلاف اور غرور کے ساتھ کسی کو فائدہ پہنچا سکتی، سمجھ لو! تم اس جزیرہ میں ایسے ہی ہو جیسے یتیمائی بخیلوں کے

[1] مقری ج ۱ ص ۱۲۱،

دستے حوران پہنچ گئے ہین، تمھارے دشمن اپنی فوج اور سامان جنگ کے ساتھ تمھارے
سامنے آچکے ہین، ان کے پاس سامان رسد کا ذخیرہ بھی وافر ہے، مگر تمھارے پاس
کوئی سامان نہین، بجز تمھاری تلوارون کے تمھارے لیے کوئی رسد نہین، سوا اسکے
کہ تم اپنے دشمنون کے ہاتھون سے چھین کر حاصل کر لو، اگر تم نے کوتاہی کی اور کچھ
حاصل نہ کیا تو تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور تمھارے دشمنون کے دلون مین تمھارا
رعب پیدا ہونے کے بجائے تم سے مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہو جائے گی، اسلیے
تم اپنے آپ کو کسی ایسی رسوائی مین پڑنے سے اس سرکش (راڈرک) کو زیر کر کے
بچا لو، جو اس قلعہ بند شہر سے تمھارے مقابلہ کے لیے نکلا ہے، اگر تم اپنی جانون
پر کھیل جاؤ تو کامیابی تمھارے قدم چومنے کیلیے فرش راہ ہے، مین تمھین کوئی ایسی
دعوت نہین دیتا جس کو خود قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہون، مین تمھین ایسے مقام
پر لایا ہون، جہان سب سے سستی چیز انسانون کی جانین ہین، اور سب سے پہلے مین اپنے
آپ سے شروع کرتا ہون، یہ خوب یقین رکھو اگر تھوڑی دیر کی تکلیف اٹھاؤ گے
تو اس کے بدلے مین ایک زمانہ دراز تک عیش و راحت اٹھاؤ گے، تم اپنی جانون
کو میری جان سے زیادہ قیمتی نہ بناؤ، تمھارا اور میرا حصہ برابر ہے، اس وقت جو
کچھ جزیرہ مین ہے، وہ سب کچھ تمھارا ہے، یہین وہ حور وش خوبصورت یونانی
لڑکیان ہین، جو موتی اور مرجان سے مزین، سنہرے لباس مین ملبوس اور امراء
و تاجدار سلاطین کے محلون کی زینت ہین، امیر المومنین ولید بن عبدالملک
نے تم جیسے بہادرون کو اس لیے منتخب کیا ہے کہ تم اس جزیرہ کے تاجدارون
اور رئیسون کے داماد بن جاؤ، یہان کے بہادرون اور شہسوارون سے

دو دو کرلو، تم اس جزیرہ میں اللہ کے بول اور اس کے دین کو سربلند کرنے کے لیے
آئے ہو اور اس کا اجر پاؤ گے، یہاں کا مال غنیمت صرف تمہارے ہی واسطے ہے، تم
میں عزم پر استوار رہو گے، اللہ اس میں تمہاری مدد کرے گا، اور دونوں جہان میں
تمہارا نام باقی رہ جائے گا،

یہ خوب سمجھ لو، میں تمہیں جو دعوت دے رہا ہوں، اس کو قبول کرنے والا سب سے
پہلا شخص میں ہی ہوں، مجھے تم جو کچھ کرتے دیکھو، اسی کی پیروی کرو، اگر میں حملہ کروں تم
تم بھی ٹوٹ پڑو، اگر میں رک جاؤں، تم بھی ٹھٹھک کر رک جاؤ، لڑائی کے میدان میں
سب مل کر ایک شخص واحد کی ہیئت اختیار کر لو، جس وقت دونوں فوجیں ٹکرائیں گی
اس وقت میں خاص طور پر اس سرکش (راڈرک) کی طرف رخ کروں گا، اگر میں اس
سرکش کا کام تمام کرنے کے بعد مارا جاؤں تو میں تمہارے کام کو پورا کر جاؤں گا، تم بہادر
اور عقلمند ہو، اس کے بعد تم اپنے کاموں کو خود سنبھال سکتے ہو، اور اگر میں اس تک
پہنچنے سے پہلے ہی مارا جاؤں تو تم میرے اس عزم کو پورا کر لینا، اور اس پر حملہ آور ہو کر
اس کا کام تمام کرنا، اور اس جزیرہ کی فتح کو مکمل کر لینا، کیونکہ اس کے قتل کے بعد انکی
ہمتیں چھوٹ جائیں گی،

اگر میں مارا جاؤں تو غمگین نہ ہونا، رنج و ملال نہ کرنا اور نہ آپس میں جھگڑ کر ایک
دوسرے سے لڑنے لگنا، ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور دشمنوں کے لیے تم پیٹھ پھیر
دو گے، اور قتل و گرفتار ہو کر برباد ہو جاؤ گے، خبردار! خبردار! پستی کو قبول نہ کر لینا،
اور اپنے کو دشمنوں کے حوالہ نہ کر دینا، تمہارے لیے مشقت و جفاکشی کے ذریعہ شرف
و عزت، راحت و آرام اور حصول شہادت کے ذریعہ ثواب آخرت مقدر کیا گیا ہے،

ان سعادتون کے حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھو، اگر تم نے یہ کر لیا تو اللہ کا فضل و
ا[illegible] ان [illegible] سے [illegible]، وہ تمھین آیندہ ہونے والے بڑے گھاٹے سے اور کل
اپنے جاننے والے مسلمانون کے درمیان بُرے لفظون سے یاد کیے جانے سے بچائے گا،
پس اب میں حملہ آ[illegible] ہون گا اور اس پر چھا جاؤن گا، میرے حملہ آور ہوتے ہی بہادرو
تم بھی جھپٹ پڑنا ہے[1]

اس پرجوش تقریر سے فوج کے دل عزم، ہمت، جوش، خروش اور فتح و ظفر کی امیدون سے بھر گئے، ان مین سے بعض نوجوان آگے بڑھے، اور انھون نے اپنی جوابی تقریر مین اپنے عزم و اطاعت کا اظہار ان لفظون مین کیا،

اگر اس سے پہلے ہمارے دلون مین کوئی بات اس کے برخلاف تھی جس کا آپ
نے عزم فرمایا ہے، تو اب ہم نے اس کو اپنے دلون سے دور کر دیا، اب آپ قدم اٹھائیں،
ہم آپ کے ساتھ اور آپ کے تابع فرمان ہین"

اس تقریر کے بعد اسی جوش و خروش مین ساری رات جاگ کر آنکھون مین کاٹ لی، جب صبح کا سپیدہ نمودار ہوا تو جنگ کا طبل بجایا گیا، یہ ۲۸ رمضان المبارک ۹۲ھ مطابق ۱۹ جولائی ۷۱۱ء کی یادگار تاریخی صبح تھی،

راڈرک نے میدان جنگ مین فوج کی صفین درست کین، وہ فوج کے اندرونی حالات سے تو بے خبر تھا، اس نے میمنہ و میسرہ پر اٹھی کا تختہ شہزادون کو رکھا، اور قلب کی فوج کی

---

[1] یہ تقریر نفح الطیب ج ۱ ص ۱۱۲ اور کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۹۰ سے ماخوذ ہے، دونون مین تقریر کے جستہ جستہ فقرے نقل کیے گئے ہین، اس ترجمہ مین اصل تسلسل اور ترتیب کو قائم رکھ کر ان فقرون کو اکٹھا کر دیا گیا ہے،

کمان خود اپنے ہاتھ مین لی، وہ خود بڑی شان و شوکت سے قلب فوج مین دو گھوڑون کے تخت روان پر سوار موتی، یاقوت اور زبرجد سے مرصع چتر شاہی کے زیر سایہ قیمتی لعل و جواہر سے مزین لباس مین ملبوس تھا، جلو مین مسلح پاسبان اور زرق برق لباس والے اور بہترین ہتھیارون سے آراستہ جاگیر دار اور امراء صف آرا تھے،

ادھر طارق اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آگے آگے تھا، اسلامی لشکر زرہین پہنے، سر پر عمامے باندھے، ہاتھون مین عربی کمانین لیے، کمرون مین تلوارین لٹکائے اور بغلون مین تیر دبائے نظر آئے، کہا جاتا ہے کہ راڈرک اسلامی لشکر کو اس ہیئت مین دیکھتے ہی پکار اٹھا کہ قسم ہے یہ تو وہی صورتین ہین جن کو ہم اپنے شہر کے بیت الحکمہ مین دیکھ چکے ہین،

حملہ کی ابتدا اسپینی لشکر کی طرف سے ہوئی مسلمان بھی مقابلہ کے لیے آگے بڑھے اور جلد ہی گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، دونون فوجون کی مادی و روحانی حیثیتون مین بڑا فرق تھا، ایک طرف ایک لاکھ انسانون کا جنگل تھا، جو ہر طرح کے اسلحہ سے آراستہ تھے، ملک کے نامور سے نامور قائد و جاگیر دار اپنی اپنی فوجون کے سرخیل بن کر میدان مین موجود تھے اپنی سرزمین تھی، اور اگرچہ اسپین تین سال سے قحط کی مصیبت مین مبتلا تھا، مگر شاہی نظم کے مطابق سامان رسد کا وافر ذخیرہ فوج کے ساتھ تھا، اور لڑائی مین ہر قسم کی آسانی پیدا کرنے کے لیے ذرائع مہیا تھے، اور شہنشاہ خود فوج کی کمان سنبھالے میدان جنگ میں موجود تھا، لیکن ایک لاکھ کی اس فوج کے دائین و بائین دونون بازوؤن نے دشمنون سے عہد و پیمان کر لیے تھے، اور دوسرے امراء اور جاگیر دارون کا بھی ایک بڑا طبقہ اپنے بادشاہ سے خوش نہ تھا، اس لیے اور جو عام کسان فوج مین آئے تھے، وہ بھی بد دل تھے، پھر اسپین کا شہنشاہ غاصب سلطنت تھا، سلطنت کے حقیقی وارث اور دعویدار فوج مین میمنہ اور میسرہ کے کمانڈر تھے، اور یہ سمجھ کر کہ یہ حملہ آور مال غنیمت

لیکر واپس جائیں یا رہیں تو ان کی سرسبز و شاداب جاگیرون سے ان کو محروم نہین کرین گے وہ حملہ آورون سے عہد و پیمان کر چکے تھے اس لیے اگرچہ فوج کی تعداد زیادہ تھی مگر وہ اپنی اندرونی اخلاقی و روحانی طاقت سے تہی دامن ہو چکی تھی،

دوسری طرف صرف بارہ ہزار پردیسی تھے، جو نہ اچھے اور قیمتی اسلحہ رکھتے تھے، نہ ان کے پاس سواری کے لیے زیادہ گھوڑے تھے، انھین انہی دشمنون سے چھین کر اپنے لیے دوسرے وقت کی خوراک مہیا کرنی تھی، مقام اجنبی اور راستے نامعلوم تھے، وہ فیصلہ کن جنگ کے عزم کے ساتھ اپنی کشتیان جلا چکے تھے، اب انہی انسانون کے اسی جنگل کو کاٹ کر اپنا راستہ بنانا تھا، اس لیے وہ ہمت و استقلال سے اس عزم کے ساتھ آہنی دیوار بن کر اس میدان مین کھڑے تھے، کہ یا تو وہ اس جزیرہ کے مالک بن کر رہین گے، یا ان مین کا ہر فرد جام شہادت نوش کر کے اسی زمین کی خاک پر ہمیشہ کے لیے سو رہے گا،

لیے جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو یہ بارہ ہزار سر کبف مجاہدین، ایک لاکھ کی ٹڈی دل فوج پر بھاری ہوئے، عیسائی لشکر کے دائین بائین بازو پر زور کا حملہ ہوا، اور کماندار شہزادے پسپا ہونے شروع ہوئے، یہانتک کہ دونون بازو کمزور ہو گئے، اور پھر گا تھ شہزادے اپنے گھوڑے بڑھاتے ہوئے طارق سے آملے، ان شاہزادون کا علیحدہ ہونا تھا کہ میمنہ و میسرہ سپاہ کے پاؤن اکھڑ گئے، اور پھر ان کے پیچھے کے سپاہیون نے اگلی صفون کو خالی اور اپنے سردارون کو موجود نہ پاکر لڑنے سے انکار کر دیا،

فیصلہ کن حملہ مگر راڈرک پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ ثابت قدمی سے فوج کو قلب مین لیے مقابلہ کرتا رہا، لڑائی ۲۸ رمضان سے ۵ شوال تک جاری رہی، اس جنگ کا فیصلہ طارق کی فیصلہ کن تلوار ہی سے ہوا، وہ اپنا گھوڑا بڑھاتے قلب کی فوج مین گھس پڑا،

مجاہدین نے اس کے نقش قدم کی پیروی کی، اس حملے سے قلب کے لشکر میں ابتری پھیل گئی،
اور راڈرک کے سامنے کی مسلح گارد نے جگہ خالی کردی، اب راڈرک کا تخت رواں مسلمانوں
کے سامنے تھا، طارق راڈرک کو دیکھتے ہی للکار کر اس کی طرف یہ کہتا ہوا جھپٹا کہ عیسائیوں
کا بادشاہ یہی ہے، طارق تخت رواں تک پہنچا تھا کہ راڈرک اس تیزی سے فرار ہوا کہ
مسلمان تعاقب کرنے کے باوجود اس کو نہ پاسکے، کچھ دور آگے جاکر دریا کے کنارے اسکا
سفید گھوڑا جس پر یاقوت و زبرجد سے مرصع ساز کسا ہوا تھا، دلدل میں پھنسا ہوا ملا، وہیں
پر اس کے ایک پاؤں کا سنہرا موزہ بھی پڑا ہوا تھا، جس میں زبرجد یاقوت اور موتی ٹکے
ہوئے تھے، نیز ایک زرتار حلہ جو بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا، اسی کے پاس گرا ہوا
تھا، راڈرک کے آخری انجام کے ذکر سے تاریخ کے صفحات خاموش ہیں، دریا کے کنارے
کی ان نشانیوں سے سمجھا جاتا ہے وہ دلدل میں گھوڑے کے پھنس جانے کی وجہ سے اس
پر سے اتر کر دریا میں کود پڑا اور گوڈالیٹ کی لہروں نے اس کو اپنی آغوش میں چھپا لیا[1]
راڈرک کے فرار ہوتے ہی لڑائی کا میدان خالی ہوگیا، مقتولین کی لاشیں میدان میں
پڑی تھیں، سو ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے، عیسائی مقتولین کی تعداد بیشمار تھی، ان میں امراء،
متوسط حال، اور غلام تینوں طبقوں کے لوگ تھے، جو سونے، چاندی، اور تانبے کی انگوٹھیوں
سے پہچانے جا سکتے تھے، طارق نے میدان سے مال غنیمت جمع کرایا، کچھ قیدی بھی ہاتھ آئے
تھے، مال غنیمت اور قیدیوں کو مجاہدین میں تقسیم کردیا گیا، باقی ماندہ عیسائی فرار ہوکر مختلف
شہروں اور قلعوں میں پناہ گزین ہوگئے، اسلامی فتح کی خبر بجلی کی مانند سارے اندلس

---

[1] عام عرب و مغربی مورخین کے بیانوں کے برخلاف ایک روایت میں طارق کے ہاتھوں اسکے قتل کیے جانے
اور اسکے سر کو موسیٰ کے پاس بھیجنے کا ذکر آیا ہے، لیکن یہ روایت عرب و مغربی مورخین کے متفقہ بیانوں سے منفرد ہے

میں پھیل گئی، اسپین اندلس کا تخت خالی ہو چکا تھا، جو جس شہر یا قلعہ میں تھا، وہ وہاں کا مالک اور نگہبان تھا، ان میں سے ایک گروہ یعنی تھیوڈمر کو زیادہ امتیاز حاصل تھا، اس نے جانفشانی سے مرسیہ کے علاقہ میں عربوں کی پیش قدمی کی باگ ہاتھ میں لی، اور اسپین کو اپنے زیر علم لانے کی کوشش کی، اس طرح مسلمانوں کو ایک ایک شہر اور قلعہ کو علیحدہ علیحدہ فتح کرنا تھا، اس لیے ان کو سلطنت کا شیرازہ بکھر جانے کے باوجود اسپین کے چپہ چپہ کے لیے لڑنا، اور ہر شہر کی حفاظت کرنے والے عیسائی باشندوں کو زیر کرنا تھا،

ادھر افریقہ میں اسلامی فتح، اور مال غنیمت کی فراوانی کی داستانیں پہنچیں، اور لوگ شوق و ذوق سے جوق در جوق افریقہ سے آ آکر طارق کی فوج میں شریک ہوتے گئے، اب مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے، وہ اپنے خیال میں میدان گواڈلیٹ کی جنگ میں فتحیاب ہو کر پورے جزیرہ نمائے اندلس کو زیر نگین کرنے کا دروازہ کھول چکے تھے، اور سمجھتے تھے کہ وہ جیسے جیسے آگے بڑھیں گے فتحمندی و کامرانی ان کے قدم چومنے کے لیے راہ میں اپنی آنکھیں بچھائے گی،[1]

جنوبی اندلس کے چند شہروں شذونہ، المدور، قرمونہ، اشبیلیہ اور استجہ پر قبضہ

اس کے بعد طارق نے اندلس کے جنوب مغربی علاقہ کا رخ کیا، ان اطراف میں گاتھ شہزادوں کے ہمدردوں کی تعداد زیادہ تھی

---

[1] اندلس پر طارق کے حملہ کی تفصیلات کیلیے ملاحظہ ہو ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۳، ۴۴۵، طبری حوادث سنہ ۹۲ھ. ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۷، ابن خلکان ج ۳ ص ۴۷۴ تا ۴۷۷، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۶ تا ۱۰۸ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ج ۲ ص افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳ تا ۹، مجموعہ اخبار اندلس ص ۵ تا ۹، اخبار الاندلس ا–سکاٹ (مترجمہ خلیل الرحمٰن) ج ۱ ص ۲۰۹ تا ۲۲۴، مورز ان اسپین لین پول، اسٹوری آف دی نیشنز سیریز ج ۶ ص ۲۱ تا ۲۲، اسپین، ہنری اڈورڈ ڈ ٹیز اسٹوری آف دی نیشنز سیریز ج ۳۲ ص ۱۷ تا ۱۹

مسلمانون کو کامیابی مین آسانی حاصل ہوئی، چنانچہ سب سے پہلے صوبہ قادس کے مشہور شہر شذونہ (Sidonia) کی شہر پناہ کے نیچے پہنچا، اہل شہر محصور ہو گئے، چند دنون کے محاصرہ کے بعد انھون نے اطاعت قبول کی،

اس کے بعد شہر قرطبہ سے مغرب مین ایک شہر حصن المدور (Almadovar) کی طرف گئے، وہ بھی قبضہ مین آیا، پھر صوبہ اشبیلیہ کی طرف مڑ گئے، اشبیلیہ سے ۲۵ میل مشرق مین شہر قرمونہ (Carmona) آباد تھا، وہ زیر نگین ہوا، اس کے بعد مسلمان اسپین کے تاریخی شہر اشبیلیہ کی دیوارون کے نیچے پہنچ گئے، شہر والون نے خاموشی کے ساتھ جزیہ ادا کرنا منظور کر لیا، پھر معلوم ہوا کہ راڈرک کی فوج کے کچھ شکست خوردہ سپاہی استجہ (Astija) (Ecija) مین جمع ہوئے ہین، یہ شہر بھی صوبہ اشبیلیہ ہی مین واقع ہے، طارق نے اس شہر کا رخ کیا، ان لوگون نے شہر والون سے مل کر مسلمانون کا سخت مقابلہ کیا، گوڈالیٹ کے میدان کے بعد ابتدائی فتوحات کے سلسلہ مین اس سے بڑی کوئی لڑائی نہین ہوئی، بہت سے مسلمان شہید ہوئے، طارق شہر کا محاصرہ کیے رہا، اتفاق کی بات شہر والون مین سے ایک شخص کسی ضرورت سے دریائے شنیل (The Xenil) کے کنارے آیا، استجہ اس دریا کے بائین کنارے آباد ہے، طارق کی نظر اس پر پڑی، وہ دریا مین اتر چکا تھا، طارق نے جست مار کر پانی ہی مین اس کو دبوچ لیا، اور دریا سے نکال کر چھاؤنی مین لایا، شکل و شباہت سے وہ معززین مین سے معلوم ہوا، طارق نے کرید کرید کر حالات پوچھے تو معلوم ہوا وہی شہر کا والی ہے، طارق نے اس سے اپنے حسب منشا شرطین قبول کرائین، جزیہ کی رقم مقرر ہوئی، اور شہر کے دروازے کھل گئے، یہ والی جب تک زندہ رہا، ان شرطون

کا پابند رہا۔[1] استجہ مین شیرین پانی کی قلت تھی، طارق نے شہر مین پانی پہنچانے کا انتظام کیا، استجہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک دریا بہتا تھا، اس سے نہر نکال کر شہر مین لایا، وہ نہر عین الطارق کے نام سے موسوم ہوئی،[2]

استجہ کی شکست کے بعد اسپینی امراء اور عوام اپنے مستقبل کی امیدون سے مایوس ہو گئے اور ان مین اس قدر خوف وہراس پیدا ہوا کہ عوام میدانی علاقون کی آبادیون کو چھوڑ چھوڑ کر پہاڑی علاقون مین چلے گئے، اور امرا اپنے قیمتی ذخیرون کو لیکر طلیطلہ مین جا کر پناہ گزین ہوئے کہ اس کی مضبوط شہر پناہ شاید ان کے مال و دولت کی حفاظت کر سکے،

کاؤنٹ جولین کی ایک تجویز ادھر کاؤنٹ جولین، طارق کو اپنے مفید مشورے دے رہا تھا، استجہ کی فتح کے بعد اس نے مشورہ دیا کہ اس وقت اسپینیون پر رعب چھایا ہوا ہے، ان کے لیے کسی بڑی فوج کی ضرورت نہیں، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف صوبون مین پھیلا دیے جائین، وہ لائق اعتماد رہنما ان دستون کے ساتھ کر دیگا، جو راہ کی دشواریون کو آسان کرینگے، اور مختلف مقامون کے متعلق ضروری معلومات دیتے رہین گے، اور خود طارق فوج لے کر دار السلطنت طلیطلہ پر حملہ آور ہو، تاکہ اس سے پہلے کہ اسپینی آپس مین مل کر کسی کو راڈرک کا جانشین منتخب کرین، اور ان مین کوئی شیرازہ بندی پیدا ہو، انھین اسی انتشار کی حالت مین زیرنگین کر لیا جائے، اور مختلف صوبون کے اہم مرکزون اور دار السلطنت پر قبضہ کر لیا جائے،

طارق نے کاؤنٹ جولین کی اس تجویز کو پسند کیا، چنانچہ اس نے ایک طرف ان فتوحات کی تفصیلات موسیٰ کے پاس لکھ بھیجین، اور دوسری طرف عملی قدم اٹھانے کے لیے

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۲۲، ابن اثیر ج ۴ ص ۵۵۴، [2] مجموعہ اخبار اندلس ص ۹

استجہ کو صدر مقام قرار دیا، اور یہاں سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے تیار کر کے مختلف اہم
شہروں قرطبہ، غرناطہ، مالقہ، تدمیر کی طرف بھیجے اور خود فوج لے کر دارالسلطنت طلیطلہ
روانہ ہوگیا،

اس تجویز سے موسیٰ بن نصیر کا اختلاف

اس اثنا میں موسیٰ بن نصیر والی افریقہ کا جواب آیا، اس نے
بدقسمتی سے طارق کی تجویز سے اتفاق نہیں کیا، اس نے پیش قدمی جاری رکھنے سے باز رہنے اور
اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھنے کی ہدایت لکھ بھیجی کہ وہ امدادی لشکر لے کر خود اندلس پہنچے گا، حالات
کا جائزہ لے گا، اس وقت اگر مناسب ہوا تو پیش قدمی شروع کی جائے گی، مگر طارق اندلس کے
موجودہ حالات سے اس قدر مطمئن تھا کہ وہ والی افریقہ کے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں
ہوا کہ جب وہ آئیگا، اسکو صورت حال ہموار ہو جائیگی، چنانچہ اس نے اپنی پیشقدمی جاری رکھی، اور
فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، مگر طارق کی یہ عدول حکمی موسیٰ کو سخت ناگوار گذری، اور جوش
انتقام میں اس نے آگے چل کر طارق کی سیاسی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

فتح قرطبہ

قرطبہ، اندلس کے اہم شہروں میں سے تھا، راڈرک نے یہیں بیٹھ کر مسلمانوں سے
مقابلہ کی تیاریاں کی تھیں خلیفہ ولید بن عبد الملک کے ایک تجربہ کار غلام مغیث کی سرکردگی
میں سات سو سواروں کا ایک دستہ اس کی فتح کے لیے بھیجا گیا، مغیث دریائے شقندہ کے
کنارے ترائی کی جھاڑیوں میں چھپ گیا، اور چار سواروں کو تحقیقات کے لیے شہر کی طرف بھیجا،
وہ ایک چرواہے کو پکڑ لائے، اس سے معلوم ہوا کہ قرطبہ کے امراء دوسرا شہر کو چھوڑ کر طلیطلہ
چلے گئے ہیں، شہر کا والی صرف چار سو سپاہی اور کچھ معمولی شہریوں کے ساتھ شہر کی حفاظت کے لیے
رہ گیا ہے، اور یہ کہ شہر کی فصیل بہت مستحکم ہے، [illegible] لیکن یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مقام پر
انجیر کا درخت لگا ہوا ہے [illegible]

یہ معلومات نہایت مفید ثابت ہوئے، مسلمان رات کی تاریکی میں اسی چرواہے کی رہنمائی میں قرطبہ کی طرف بڑھے، اتفاق سے بارش ہو گئی تھی، زمین نرم تھی، گھوڑوں کی ٹاپ کی آواز سنائی نہ دی، خاموشی سے دریا سے قرطبہ کو عبور کر لیا، فصیل کی دیوار ساحل سے تقریباً تیس گز کے فاصلہ پر تھی، پہلے فصیل پر چڑھنے کی ناکام کوشش کی گئی، پھر اس روزن کا پتہ چلا، انجیر کے درخت کی شاخیں دیوار پر آئی ہوئی تھیں، ایک آدمی اس درخت کے سہارے دیوار پر چڑھ گیا، پھر پگڑیوں کا کمند بنا کر چند سپاہیوں کو اوپر کھینچ لیا، پھر اسی تدبیر سے فصیل کے اس پار اترے، فصیل کے پاسبان بے خبر سو رہے تھے، انھیں قتل کر کے پھاٹک کھول دیا، مغیث پھاٹک کے سامنے فوج لیے منتظر کھڑا تھا، پھاٹک کھلتے ہی اسلامی لشکر ریلا کر کے اندر گھس گیا، اور شاہی محل کا رخ کیا، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ سنسان پڑا ہے، حاکم شہر چار سو سپاہیوں کے ساتھ ایک قلعہ بند کلیسا سینٹ جارج میں جو شہر کے مغربی حصہ میں ایک باغ میں واقع تھا، محصور ہو گیا ہے، اس کلیسا کے اندر قریب کی ایک پہاڑی سے زمین دوز راستہ سے پانی آتا ہے، تین مہینے محاصرہ میں گذر گئے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آئی، مغیث کے جاسوس جابجا لگے ہوئے تھے، ان میں سے ایک حبشی غلام رباح اپنی حماقت سے کلیسا کے باغ کے ایک درخت پر چڑھ کر پھل توڑ کر کھانے لگا، اس پر ایک اہل کلیسا کی نظر پڑ گئی، اس کو پکڑ کر قلعہ میں لے گئے، کہا جاتا ہے کہ اہل کلیسا نے اس سے پہلے کسی حبشی کو نہیں دیکھا تھا، اس کے جسم کی سیاہی کو دھونے کے لیے اس چشمہ پر لے آئے جس میں پانی آکر جمع ہوتا تھا، اس طرح رباح نے پانی کے اس ذخیرہ اور اس کے راستہ کو دیکھ لیا، جب لوگوں کو اس کے جسم کی سیاہی کے قدرتی ہونے کا یقین آیا تو کلیسا میں لیجا کر اس کو قید کر دیا، مگر وہ اتفاق سے کسی طرح قید سے نکل بھاگا، اور ساتویں دن مغیث کے پاس آکر کلیسا اور اس کے چشمہ کے چشم دید حالات بیان

کیے، یہ واقعہ خواہ صحیح ہو یا نہ ہو، بہر حال کسی نہ کسی ذریعہ سے مغیث کو کلیسا کے اندر پانی پہنچنے کے راستہ کا سراغ مل گیا، چنانچہ اس نے فوراً ہی اس زمین دوز نہر کے راستہ کو روک دیا، پانی کا بند ہونا تھا کہ کلیسا کے محصورین کو اپنی بربادی کا یقین آگیا، مغیث نے اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی شرط پیش کی، مگر کلیسا والے راسخ العقیدہ غیور عیسائی تھے، انھوں نے ان میں سے کسی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس گفتگو کی ناکامی کے بعد، حاکم شہر کے پائے استقلال میں لغزش پیدا ہو گئی، اور وہ ایک شب میں کلیسا سے تنہا نکل بھاگا، مغیث کو اطلاع ہو گئی، اس نے بھی تعاقب میں اپنا گھوڑا سرپٹ ڈال دیا، مقام طلیرہ کے قریب حاکم شہر گھوڑے پر نظر آیا، دونوں بحالت گھوڑے دوڑا رہے تھے، اتفاق سے حاکم شہر کا گھوڑا ایک تالاب پھاندتے میں ٹھوکر کھا کر گرا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی، مفرور پریشانی کے عالم میں اپنی ڈھال پر بیٹھ گیا، مغیث بجلی کی طرح کوندتا سر پر آگیا، اور آتے ہی ہتھیار چھین کر گرفتار کر لیا، لیکن حاکم شہر کے گرفتار ہو جانے کے باوجود کلیسا والے ہمت نہ ہارے، اگرچہ ان کی جان پر بن گئی، بالآخر مغیث نے ان کو زیر کرنے کی سخت سے سخت تدبیر اختیار کی، یعنی کلیسا کے گرد آگ جلوا دی جس سے مجبور ہو کر انھیں اطاعت قبول کرنی پڑی، [1]

---

[1] محصورین کلیسا کے آخری انجام کے متعلق مسلمان و عیسائی مورخین کے بیانوں میں اختلاف ہے، مقری کا بیان ہے کہ کلیسا کے محصورین آخر دم تک قلعہ بند رہے، اور جل کر خاکستر ہو گئے، اس سبب سے عیسائیوں میں اس کلیسا کا بڑا احترام قائم ہو گیا، اور "کنیسۂ سوختہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، دوسری طرف لین پول اور اسکاٹ لکھتے ہیں کہ ان محصورین نے اطاعت قبول کر لی تھی، اور معاہدہ کے مطابق کچھ لوگ آزاد کر دیئے گئے، اور کچھ غلام بنائے گئے، ہم نے عیسائی مورخوں کے بیان کو پہلے قبول کیا کہ اگر یہ واقعہ خواہ مبالغہ سے بھی خالی نہ ہو تو عیسائی مورخین اسکو اور زیادہ بڑھا چڑھا کر لکھتے، اسلئے دوسری روایت صحیح ہو سکتی ہے، [illegible] اسکی تائید [illegible] درج ہے۔

مغیث نے اس قلعہ کے سر ہونے کے بعد طارق کو فتح کی خوشخبری بھیجی، اور اپنے ساتھ کے سواروں کو اس شہر میں بسا دیا، نیز صوبہ قرطبہ کے یہودیوں کو یہاں آکر آباد ہونے کی دعوت دی، اس جزیرہ نما میں یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان دیرینہ کشمکش قائم تھی، وہ اس موقع پر اپنا انتقام لینے کے لیے مسلمان فاتحین کے بڑے جان نثار اور وفادار دوست ثابت ہوئے اور بڑی تعداد میں آکر یہاں آباد ہو گئے، مغیث نے اپنا قیام، قرطبہ کے شاہی محل میں رکھا، اور اسی وقت سے قرطبہ اندلس کے ممتاز اسلامی شہروں میں شمار کیا جانے لگا، قرطبہ پر مسلمانوں کا حملہ ماہ شوال ۹۲ھ مطابق ماہ اگست ۷۱۱ء میں ہوا، اور ماہ محرم ۹۳ھ مطابق ماہ اکتوبر نومبر ۷۱۱ء سے یہ اسلامی شہروں میں شمار کیا جانے لگا۔[1]

مالقہ، البیرہ و تدمیر کی فتح

دوسری طرف شہر مالقہ کو فتح کرنے کے لیے جو دستہ بھیجا گیا تھا وہ بھی کامیاب ہوا، مالقہ والے شہر کو چھوڑ کر دشوار گذار پہاڑیوں میں جا چھپے تھے، مسلمانوں نے یہاں بھی طرح اقامت ڈالی، اور فوج کے ایک حصہ کو آگے بڑھایا، جس نے شہر البیرہ کا رخ کیا، جہاں آگے چلکر شہر غرناطہ کی بنا پڑی اور اس نے بڑا نام و نمود حاصل کیا، اس شہر کے مفتوح ہونے کے بعد شہر یہ مفتوحہ علاقہ میں شامل ہوا، اور آگے بڑھ کر اسلامی لشکر مقام اریولہ میں اترا، اور اس سلسلۂ مہم میں اس سمت میں اسلامی دستوں کی آخری منزل یہی تھی، کیونکہ یہیں پہنچکر اس علاقہ کے عیسائی حاکم تھیوڈومیر سے صلح کی سلسلہ جنبانی ہوئی،

تھیوڈومیر کی صلح

تھیوڈومیر راڈرک کے زمانہ میں صوبہ اندلس کا والی تھا، مسلمانوں کے استیلا پانے کے بعد وہ صوبہ مرسیہ میں چلا گیا تھا، اور یہاں کافی لشکر کو فراہم کرکے مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا،

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۱۲، ۱۱۲، ۱۱۶، ابن اثیر ج ۴ ص [illegible]، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰، ۱۱ و [illegible]، افتتاح الاندلس ص ۹، ۱۰، لین پول ص ۲۲، اسکاٹ ج ۱ ص [illegible]

ریہ میں شکست کھانے کے بعد وہ اریولہ میں آکر پناہ گزین ہو گیا تھا، جب اسلامی لشکر نے اس شہر کا محاصرہ کیا تو تھیوڈومر نے جم کر مقابلہ کیا، مگر اس کے بہت سے سپاہی کام آ چکے تھے، لڑنے والوں کی تعداد اس کے پاس زیادہ باقی نہیں رہ گئی تھی، لیکن اس نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لیے عورتوں کو سپاہیانہ لباس پہنا کر اسلحے سے آراستہ کر کے فصیل کی دیوار پر کھڑا کر دیا، دور سے عورتوں اور مردوں میں تمیز کرنا مشکل تھا، اور ان عورتوں کے آگے بچے کھچے سپاہیوں کو ہتھیاروں سے آراستہ کر کے کھڑا کیا، اور پھر صلح کا جھنڈا لہراتا ہوا، خود اسلامی لشکر کے کیمپ میں چلا آیا، مسلمانوں کو دور سے فوج کی تعداد زیادہ نظر آئی، وہ فریب میں آ گئے، اور آسان شرطوں پر صلح کے لیے تیار ہو گئے، تھیوڈومر نے صلح کے بعد اپنا تعارف کرایا، پھر جب مسلمان شہر میں داخل ہوئے اور شہر میں عورتوں بچوں کی بڑی تعداد اور کچھ تھوڑے سے سپاہیوں کو دیکھا تو اس وقت انھیں تھیوڈومر کے فریب جنگ کا اندازہ ہوا، اور وہ آسان شرطیں قبول کر لینے پر کف افسوس ملنے لگے، لیکن صلح کے جو شرائط طے پا چکے تھے، ان پر قائم رہے، یہ علاقہ تھیوڈومر کے قبضہ اختیار میں باقی رکھا گیا، اور طارق نے بھی اس کو صوبہ مرسیہ کا حاکم تسلیم کر لیا، اور یہ پورا علاقہ آگے چل کر تھیوڈومر کے نام پر تدمیر سے موسوم ہوا[1]

فتح طلیطلہ طلیطلہ شاہان گاتھ کا پایۂ تخت تھا، طارق، کاونٹ جولین کے مشورہ سے خود اپنی سرکردگی میں فوج لیکر یہاں پہنچا، مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اسپین کے امرا اور عام باشندے اس شہر کو بھی خالی کر کے کوہ طلیطلہ کی پشت پر دوسری آبادیوں میں منتقل ہو گئے تھے، اور طلیطلہ کا مطران یعنی کلیسا کا اسقف اعظم ملک چھوڑ کر روما چلا گیا تھا، اور

[1] ایک روایت کے مطابق مرسیہ اور اریولہ کی فتح ۴ رجب ۹۴ھ مطابق ۵ اپریل ۷۱۳ء کو موسیٰ کے ورود اندلس کے بعد ہوئی (دیکھو اخبار اندلس ص ۴۱)

اور جس قدر نوادر و خزائن لیجا سکتے تھے وہ لیجا چکے تھے، اس لیے طارق کے لیے طلیطلہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ بلا کشت و خون اس تاریخی شہر میں داخل ہو گیا، طلیطلہ کے قیمتی ذخائر اگرچہ یہاں سے ہٹائے یا چھپائے جا چکے تھے پھر بھی طارق کو یہاں دولت و ثروت کا اتنا بڑا انبار ہاتھ آیا جو کہ اس سے پہلے اس ملک میں دیکھا نہیں گیا تھا، وہیں شاہان اسپین کے ۲۴ زرنگار تاج بھی ایک کلیسا میں محفوظ دستیاب ہوئے، شاہان اسپین کا دستور تھا کہ وہ اپنے دورِ حکومت میں اپنا قیمتی تاج کلیسا میں نذر چڑھاتے تھے، اس میں ان کا نام، عمر، تاریخ تخت نشینی اور پھر بعد میں وفات کی تاریخ لکھ دی جاتی تھی،[1] اسی طرح بڑی تعداد میں قسم قسم کے نقرئی و طلائی، اور لعل و جواہر سے

---

[1] شاہان اسپین کے "تاجوں" کے متعلق مولوی عنایت اللہ صاحب نے اندلس کے تاریخی جغرافیہ میں بعض معلومات کو یکجا کر دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

"اسی شہر طلیطلہ کی ایک وسیع عمارت میں جو غالباً کلیسا سے متعلق ہو گی طارق بن زیاد کو ۲۵ تاج (عربوں کے بیان میں ۲۷ اور ۲۴ درج ہے) طلیطلہ کے بادشاہوں کے ملے تھے اسی روایت سے عربی مورخوں نے اس عمارت کا نام بیت الملوک بیان کیا ہے، ڈوزی نے بالکل ٹھیک اپنے ترجمہ ابن عذاری کے ضمیمہ میں کتاب الامامۃ والسیاسۃ کی ایک عبارت ترجمہ کی ہے جس میں قوطی بادشاہوں کے تاجوں کا ذکر ہے ...... برنرڈ اور ایلینا وِشا اپنی کتاب "ہرک اسپین" (ص ۲۴۳ تا ۲۴۴) میں لکھتے ہیں ۱۸۵۸ء سے پہلے قوطی بادشاہوں کے تاجوں کے متعلق یہ بیان یورپ والوں کو عربوں کی ایک گڑھنت معلوم ہوتی تھی لیکن جب صوبہ طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر کے قریب ایک مقام سے چند تاج اور کلیسائی اشیاء برآمد ہوئیں تو یقین ہو گیا کہ عربوں نے ان بادشاہی تاجوں کے حال میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت قابل قبول ہے ۱۸۵۸ء میں صوبہ طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر گوارزار کے قریب ایک ندی گوارزی تحت طلیطلہ تھی، پانی اتر گیا تو اس ندی کے کنارے ایک پرانے

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۵ پر)

ظروف ہاتھ آئے، طارق نے مسلمانوں کو یہاں آباد کیا، اور ان کے ساتھ ان کے حلیف یہود
بھی بسائے گئے، اور قوطی شہزادہ ادپاس کو طلیطلہ کا حاکم بنا دیا۔[1]

(بقیہ حاشیہ ص ۹۴) قوطی گرجا کے کھنڈروں میں ایک جگہ مٹی میں کچھ چیزیں چمکتی نظر آئیں، سب سے پہلے ایک غریب کسان کی
بیوی کی نظر ان پر پڑی اور اس نے اور اس کے خاوند نے ان قیمتی چیزوں کو وہاں سے نکال لیا، ان کو کیا معلوم
کہ یہ خزانہ وہی ہے جو بارہ سو برس سے زمین میں دبا پڑا تھا، .... مدرسہ کے معلم نے ان میں کی ایک چیز کسان یا اسکی
بیوی کے ہاتھ میں دیکھ لی۔۔ اس نے حکام کو اطلاع کی کہ اور جو چیزیں سنار کی بھٹی کے حوالہ نہیں ہوئی تھیں وہ
بچ گئیں، اگر یہ اتفاق پیش نہ آتا تو ساتویں صدی عیسوی کے کلیسائی زیورات کے ایک پورے مجموعے سے
دنیا محروم ہو جاتی۔

(یہ) تمام قیمتی اشیاء۔۔ آجکل میڈرڈ (Madrid) اور کلونی (Cluny)
کے عجائب خانوں میں رکھی ہیں۔۔ ان تاجوں پر ایک قوطی بادشاہ .... کے نام جواہرات کے جڑاؤ حروف
میں لکھے ہوئے تھے، ان تاجوں کے ساتھ صلیب بھی تھی جس پر ... نام کندہ تھا، ان کے علاوہ اور
کلیسائی اشیا تھیں جن پر ان کے ہدیہ کرنے والوں کے نام مٹ گئے تھے، تھیوڈوسیس کے سونے کے
تاج پر ایک عبارت اس مضمون کی کندہ تھی کہ "اسٹیفانو تھیوڈوسیس آیا یہ نذر پیش کرتا ہے" بادشاہوں
کے تاجوں پر صرف ان کے نام اور "پیش کش شاہی" کے الفاظ نقش تھے، اس سے ظاہر ہے کہ عربی
مورخین کا یہ بیان کہ نذرانے کے تاجوں پر قوطی بادشاہوں کے نام کندہ تھے، بالکل درست ہے اور
اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ عرب جو لاطینی زبان نہ جانتے تھے، انھوں نے یہی کندہ عبارتوں کی طرف
نسبت جو کسی قدر بے ترتیب تھیں یہ سمجھا کہ جس شخص کا تاج ہے اس پر نام کے علاوہ (باقی ص ۹۶ پر)

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۶۳، ۱۶۴، ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۸، مجموعہ اخبار اندلس ص ۲۱۰، ۲۱۱، ابن قوطیہ ص ۹، ۱۰، لین پول
ص ۴۴، ۴۵، اسکاٹ ج ۱ ص ۲۲۹، ایڈورڈ ونیبرز ص ۲۱، ڈوزی ج ۱ ص ۳۵۲

طارق طلیطلہ کو خالی پاکر مفرور عیسائیوں کے تعاقب میں جبال طلیطلہ و جبال الشارات کو عبور کرکے خود فوج لیکر گیا، اور ایک قائد محمد بن الیاس مغیلی کی سرکردگی میں فوج کا ایک دستہ دوسری سمت میں بھیجا تاکہ طلیطلہ کے شاہی خزانہ کو قبضہ میں لایا جائے،

فتح وادی حجارہ | مغیلی نے ایک شہر وادی الحجارہ (Guadalajara) کو فتح کیا، اور یہاں کے کلیسا میں بیش قیمت طلائی و نقرئی ظروف و زیورات بیشمار تعداد میں حاصل ہوئے مسلمانوں نے اس علاقہ کو وادی الحجارہ (پتھروں والا دریا) سے موسوم کیا، شہر میدیا یا امیہ جہاں انیسویں صدی میں زمین سے شاہی تاج برآمد ہوئے اسی کے آس پاس آباد تھا،

فتح مدینہ مائدہ | دوسری طرف طارق طلیطلہ سے تقریباً ۵۰ میل سے کچھ آگے مقام قلعۃ النہر کے قریب ایک آبادی میں پہنچا، جہاں طلیطلہ کے سب سے زیادہ بیش قیمت خزانے چھپا کر رکھے گئے تھے، طارق نے اس شہر پر آسانی سے قبضہ کرلیا، اور وہ بیشمار دولت ہاتھ آگئی جس میں وہ تاریخی مائدہ (کھانے کی میز) بھی تھا جس کو یہود حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے چلے آتے تھے، اور ان کے بیان کے مطابق بعض شاہان اندلس اس کو بیت المقدس کی فتح کے بعد اسپین میں لائے تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۹۵) اسکے خاندانی حالات بھی درج ہیں، یہ ضرور ہے کہ یہ تاج وہ تھے جو قوطی بادشاہ اپنی زندگی میں پہنتے تھے، بلکہ یہ تاج وہ تھے جن کو بادشاہ اپنے [illegible] دستور [illegible] میں کلیسا کو پیش کر دیتے تھے، ہر پابند مذہب قوطی بادشاہ دو تاج بنوایا کرتا تھا، ایک وہ خود پہنتا تھا، دوسرا کلیسا کو نذر کرتا تھا، یہ دستور ایسا تھا جس سے اس امر کی تصریح آسانی سے ہو جاتی ہے کہ اس قسم کی قیمتی چیزیں مسلمانوں کو فتح اندلس کے وقت بہ کثرت کیسے مل سکیں؟

برٹرنڈ اور ایلیر روسلف کا خیال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امیر یا امیہ کا شہر جہاں طارق کو کلیسائی جواہرات ملے تھے اسی نام کے چھوٹے شہر کے [illegible] کے قریب ہوگا، (تاریخی جغرافیہ ملخصاً ص ۳۰۲ تا ۳۰۳)

اور بعض دوسری روایتون کے مطابق وہ اسپین کے بادشاہون ہی مین سے کسی کا بنوایا ہوا تھا، یہ تاریخی
مائدہ ٹھوس سونے کی میز کی شکل کا تھا، یہ سطح میزہ ۳۶۵ پایون پر قائم تھی، اور بیش قیمت جواہرات
یاقوت، زبرجد، اور موتیون سے مرصع تھی، مسلمان اس میز کی مناسبت سے اس آبادی کو مدینۃ
المائدہ (میز والا شہر) کہنے لگے،

شمالی اندلس مین تاخت

اس کے بعد طارق نے اسپین کے شمالی علاقہ کا رخ کیا، اور صوبہ لیون مین
ہو کر استرقہ یا استورقہ پر اسلامی علم لہرایا، اس کے بعد شمالی مغربی گوشہ مین صوبہ جلیقیہ کی سمت بڑھا،
اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا، شمالی اندلس کی یہ مہمین مستقل قبضے کے لیے نہین بھیجی گئی تھین، بلکہ محض
اس لیے گئی تھین کہ اسپین کے امرا پہلے ہر طرف سمٹ کر طلیطلہ مین آگئے تھے، اور جب یہ شہر بھی
حملہ آورون کی زد مین آگیا تو بہت سے امرا اپنے خزانون کے ساتھ جلیقیہ چلے گئے تھے، اسلیے
ان علاقون مین نہ مسلمانون کی کوئی آبادی قائم ہوئی اور نہ یہان ان مہمون کے پائدار نقوش ثبت
ہوئے، بلکہ صرف مجاہدین ان علاقون کو تاخت و تاراج کرکے وافر مال غنیمت سے لدے
پھندے طلیطلہ واپس آگئے،

انتظام و انصرام

اب اندلس مین مسلمانون کو آئے ہوئے تقریباً ایک سال گزر چکا تھا، اس
اثنا مین انھون نے یہان جنوبی اور وسط اندلس مین اپنا کامل اقتدار جما لیا تھا، قادس، اشبیلیہ،
مالقہ، طلیطلہ وغیرہ کے اہم صوبے جنمین مختلف مرکزی شہر جزیرہ خضرا، قرطبہ، غرناطہ، تدمیر، مالقہ
اور طلیطلہ وغیرہ آباد تھے، اسلامی حدود مین تھے، ان صوبون مین مسلمان اور ان کے ساتھ اسپین
کے یہود جو عیسائیون سے بغض و عناد رکھتے تھے، بسائے جا چکے تھے، مختلف صوبون اور شہرون
کو جن سردارون نے فتح کیا تھا، وہ وہان کے امیر تھے، اور ان دستون کے سپاہی وہان کے
عام باشندے بن چکے تھے، اور خود طارق کا مستقر طلیطلہ قرار پا چکا تھا، جو اس وقت مسلمانون

یہ تینون شاہزادے اندلس کے مختلف تین حصون مین اعزاز و امن و عافیت کی زندگی بسر کرنے لگے،[1] ان کی عزت و منزلت مین کبھی کمی نہین آئی، یہ اندلس کے معززین و مرفہ الحال شرفا مین شمار کیے جاتے رہے، عرب مورخین نے ان شاہزادون کے حالات تفصیل سے لکھے ہین جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اندلس کے حکمرانون کی نگاہون مین غیر معمولی عزت رکھتے تھے

المنذر اور اسکی اولاد

المنذر کا انتقال خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے زمانہ حکومت مین ہوا، اس کے دو خوردسال لڑکے مطروپل اور عباس اور ایک لڑکی سارہ معروفہ بہ قوطیہ اسکے وارث تھے، ان کی نابالغی سے فائدہ اٹھاکر ان کے منجھلے چچا ارطباس نے ان کی جاگیرون پر قبضہ کرنا چاہا، سارہ ان مین سب سے بڑی اور ہوشمند تھی، اس نے ان کی فریاد کے لیے براہ راست دار الحکومت کو منتخب کیا، چنانچہ اپنے دونون بھائیون کو ساتھ لے کر ایک جہاز پر اندلس سے روانہ ہوئی، عسقلان مین جہاز سے اتری اور دمشق پہنچی، خلیفہ ہشام نے بڑے اعزاز سے اس کا خیر مقدم کیا، توجہ سے اس کے معروضات سنے، اور مناسب ہدایات کے ساتھ اس زمانہ کے امیر افریقیہ حنظلہ بن صفوان کے نام ایک فرمان لکھ کر سارہ کو دیا، جس کو لے کر وہ حنظلہ کے پاس افریقیہ آئی، حنظلہ نے اس زمانہ کے والی اندلس ابو الخطار حسان ابن ضرار الکلبی کے نام اس کے حسب منشا حکم نامہ لکھ دیا، سارہ اس کو لے کر اندلس پہنچی، ابو الخطار نے اس خیال سے کہ ایک عورت کے لیے اتنی بڑی جائداد کا تنہا سنبھالنا مشکل ہوگا، سارہ کی مرضی سے اس کا عقد نکاح ایک معزز عرب قائد عیسیٰ بن مزاحم سے کر دیا، اور اس کی جاگیرون پر قبضہ دلا دیا، عیسیٰ بن مزاحم نے سارہ کی جاگیر کا مناسب انتظام کیا، اور وہ فارغ البالی سے زندگی بسر کرنے لگی، عیسیٰ بن مزاحم سے سارہ کے دو بیٹے ابراہیم اور اسحٰق پیدا ہوئے، اندلس کی مشہور تاریخ افتتاح اندلس کا مصنف ابن القوطیہ

---

[1] ڈوزی، صفحہ ۲۱۳ ... کے نام سے ... (روح اندلس ص ۳۳)

ان میں سے اول الذکر ابراہیم کی اولاد میں سے ہے، ابن القوطیہ کا نام محمد کنیت ابوبکر باپ کا نام عمر، دادا کا عبد العزیز تھا، اور پردادا یہی ابراہیم بن عیسٰی بن مزاحم تھا، ابن القوطیہ نے سنہ ۳۶۷ھ میں وفات پائی،

اندلس میں آگے چل کر جب امویوں کی مستقل حکومت قائم ہوئی تو اس زمانہ میں سارہ زندہ تھی، عبد الرحمٰن الداخل اموی فاتح اندلس کے دربار میں بھی اس کے شاہی آداب ملحوظ رکھے گیے، سارہ نے دمشق میں عبد الرحمٰن الداخل کو اس کی خورد سالگی کے زمانہ میں ہشام کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تھا، سارہ نے عبد الرحمٰن کو یہ واقعہ یاد دلایا، اور اس نے بھی سارہ کو پہچان لیا، عبد الرحمٰن کے زمانہ میں وہ قصر شاہی کے زنان خانے میں بے روک ٹوک آتی جاتی تھی، اور رفتہ رفتہ شاہی خاندان کے ارکان سے اس کے مراسم بہت بڑھ گئے تھے،

اسی زمانہ میں جب عیسٰی بن مزاحم کا انتقال ہوا تو دو عرب معززین حیوۃ بن ملامس مذحجی اور عمیر ابن سعید لخمی سارہ کو اپنے حبالۂ عقد میں لانے کے خواستگار ہوئے، عبد الرحمٰن نے ثعلبہ بن عبید جذامی کی سفارش اور سارہ کی رضامندی سے عمیر بن سعید سے اس کی شادی کر دی، اس طرح سے حبیب بن عمیر پیدا ہوا، جو اندلس کے بنو حجاج، بنو سلمہ اور بنو حزم کا جد اعلیٰ ہے، اندلس کے آخر عہد اسلامی تک حبیب بن عمیر کا خاندان اشبیلیہ کے ممتاز شرفا میں شمار کیا گیا،

ارطباس | ارطباس بھی شاہانہ جاہ و حشم سے زندگی بسر کرتا تھا، اس کے تعلقات عرب و بربر عمائد و معززین سے بہت شگفتہ تھے، وہ اگرچہ بھائی کی وراثت کے لیے عرب لوں سے لڑا تھا، مگر طبعاً نہایت سیر چشم تھا، اس کی داد و دہش کے واقعات ایسے ہیں جو شاہزادوں ہی کے شایان شان ہو سکتے ہیں، مسلمان علما و فضلا کی بڑی قدر افزائی کرتا تھا، ایک مرتبہ چند شامی معززین اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اندلس کے مشہور عالم [illegible]

اس کے پاس آتے دکھائی دیے، یہ انھیں دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا، اور اپنی مرصع
نقرئی کرسی پر بٹھانا چاہا، وہ معذرت کرکے فرش پر بیٹھ گئے، ارطباس بھی پاس ادب میں اپنی
کرسی سے اٹھ کر ان کے پاس فرش پر بیٹھ گیا، اور ادب سے زحمت فرمائی کی وجہ دریافت
کی، انھوں نے سادگی سے فرمایا "میں چند دنوں کے لیے اندلس آیا تھا، مشرق کا حال تمھیں
معلوم ہے، اب وہاں میرا گذر نہیں، یہیں توطن اختیار کرنے کا قصد ہے، خدا نے تمھیں
وسعت دی ہے، چاہتا ہوں کہ تمھاری جاگیروں میں سے ایک جاگیر لوں، اور اس کو آباد
کروں، تمھارا حق تمھیں دوں، اپنا حق خود لوں، اور زندگی گذاروں، ارطباس نے جواب
میں عرض کیا کہ "بخدا جو موضع بھی ہوگا وہ تمام و کمال آپ کی خدمت میں نذر ہوگا، وہ
حق کاشتکاری پر نہ ہوگا، کہ میرا حق بھی اس سے متعلق رہے، پھر ایک آباد موضع کا ہبہ نامہ
مع مویشیوں کے لکھ دیا، وہ موضع میمون کے خاندان میں وراثۃً آتا رہا،

شامی عربوں میں جمیل نام کا ایک جاہل سردار تھا، اس کو ارطباس کے اس حسن اخلاق
پر تعجب آیا، اس نے گستاخی سے کہا ہم آپ کے پاس آتے ہیں مگر آپ اس سے زیادہ
ہماری عزت نہیں کرتے کہ ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کی عزت دیدیں، اور یہ سائل آپ کے
پاس آیا اور آپ اس سے ایسے حسن اخلاق سے پیش آئے، ارطباس نے کہا "تم ادب
شناس نہیں ہو، تمھارا احترام دنیاوی حیثیت سے اس لیے کیا جاتا ہے کہ تم طبقہ حکمران میں سے
ہو لیکن میمون کی عزت اس لیے کی کہ اللہ کی مخلوق اس کی عزت کرتی ہے، حضرت مسیح علیہ السلام
نے فرمایا ہے کہ جو مخلوق میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، خدا اس کی عزت کرتا ہے،

پھر ان سرداروں نے جب اس ہبہ کے ساتھ اپنا دست سوال دراز کیا، تو اس نے
کہا تم اہل دنیا ہو، تھوڑے پر راضی نہیں ہو سکتے، تمھارے لیے دس دس موضع نذر ہیں،

اس طرح اس نے صرف ایک مجلس میں کمال سیر چشمی سے سو سو اضعاف ان سرداروں میں بانٹ دیئے۔

ارطباس آگے چل کر شاہی عتاب میں آگیا تھا، عبدالرحمٰن الداخل سے اس کے تعلقات خوشگوار نہ ہو سکے تھے، شاید اس کا سبب عبدالرحمٰن اور سارہ کے دیرینہ تعلقات ہوں، ظاہر ہے کہ سارہ اور ارطباس کے تعلقات اس خاندانی نزاع کی وجہ سے اچھے نہ رہ گئے تھے، اور سارہ کی آمد و رفت، جو شاہی محل میں تھی، اس کے اثر سے ارطباس سے بدگمانی پیدا ہونے کے امکانات موجود تھے، چنانچہ ایک مرتبہ عبدالرحمٰن کسی فوجی مہم سے لوٹ کر واپس آرہا تھا کہ اس نے ارطباس کے خیمے کے گرد قیمتی تحائف کا انبار لگا ہوا دیکھا، عبدالرحمٰن یہ دیکھ کر ضبط نہ کر سکا، اور اس کی جاگیروں کے ضبط کرنے کا حکم دیدیا، اس ضبطی کے حکم کے بعد اس کی غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ وہ عبدالرحمٰن کے سامنے سر جھکائے، چنانچہ خاموشی سے بھتیجوں کے یہاں چلا گیا، اور انہی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔

کچھ دنوں کے بعد وہ قرطبہ آیا، اور قصر شاہی میں عبدالرحمٰن سے ملنے کے لیے حاضر ہوا، اگرچہ اس زمانہ میں بھی شاہی عتاب میں تھا، مگر اس نے اپنی شاہانہ خودداری برقرار رکھی، ابن حاجب کو بلا کر حضرت یہ پیغام بھیجا کہ "میں امیر المومنین سے ملنا چاہتا ہوں، تاکہ ان سے رخصت ہو لوں"، عبدالرحمٰن نے دربار میں بلا بھیجا۔ ارطباس کی [illegible] نمایاں نہ تھی کہ وہ شاہانہ کروفر سے رہتا [illegible] عبدالرحمٰن نے اس کو اس حال میں دیکھ کر پوچھا "ارطباس! اس حال میں کیسے پہنچے [illegible]" اس نے برجستہ کہا [illegible] [illegible] کے درمیان حائل ہو گئے، اور [illegible]

جرم کے پاداش کے بغیر توڑ ڈالے، عبدالرحمٰن نے بات بدل کر طنزیہ لہجہ میں کہا "تم تو اسوقت مجھ سے رخصت ہونے کے لیے آئے ہو؟ میں سمجھتا ہوں کہ تم کو رومہ جانا ہے،" ارطباس نے کہا "نہیں تو، مجھ کو تو خبر ملی کہ آپ شام کا قصد رکھتے ہیں"، عبدالرحمٰن نے کہا "مجھے یہاں کون چھوڑ سکتا ہے کہ میں وہاں واپس جاؤں، وہاں سے میں بزور شمشیر نکالا جا چکا ہوں"، ارطباس نے جواب دیا "تو پھر اس مقام پر جہاں کہ آپ اس وقت موجود ہیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کو اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے بھی چھوڑ جائیں، یا اسی طرح اس کو واپس لے لیا جائے، جیسے کہ آپ نے اس کو لیا ہے" عبدالرحمٰن نے کہا "نہیں واللہ میرا اس کے سوا کوئی قصد نہیں کہ میں اس کو اپنے اور اپنی اولاد کے لیے مستحکم کر جاؤں"، یہ سن کر ارطباس نے صفائی سے کہا "تو پھر اپنے طرز عمل کا جائزہ لیجئے"، اور اس کے بعد ایسے مختلف واقعات اور خیالات اس کے سامنے بیان کیے جو اس زمانہ میں عبدالرحمٰن اور اس کے طرز حکومت کے متعلق لوگوں میں پھیل رہے تھے، عبدالرحمٰن کو ارطباس کی اس گفتگو سے مسرت ہوئی، اس کا شکریہ ادا کیا، اور بیس جاگیروں کو واپس کرنے کا حکم دیا، اور نئے سرے سے خلعت سے سرفراز کیا، اس کے بعد اس کو اندلس کے عیسائیوں کے عہدۂ قماست پر سرفراز کر دیا، اس طرح اندلس کے دور اسلامی میں حکومت کی طرف سے سب سے پہلا قومس وہی نامزد کیا گیا،[1]

افسوس ہے کہ تیسرے بھائی رملہ یا وقلہ یا اس کی اولاد کے حالات روشنی میں نہ آ سکے۔

---

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۲۲ تا ۴۰

(۳) موسیٰ بن نُصیر فاتح اندلس

۹۳ھ/۷۱۲ء — ۹۵ھ/۷۱۴ء

موسیٰ بن نصیر بن عبدالرحمٰن بن زید لخمی تابعین میں سے تھے، حضرت تمیم داری سے حدیثیں روایت کیں، خانوادۂ امویہ سے ان کا دیرینہ تعلق تھا، ان کے والد نصیر بن عبدالرحمٰن لخمی کہا جاتا ہے کہ بنو امیہ کے موالی میں سے تھے، ایک روایت کے مطابق وہ عربی النسل تھے اور بنو لخم سے تعلق رکھتے تھے، اسی نسبت سے لخمی کہلائے، اور یہی روایت زیادہ قرین قیاس ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ نُصیر خلافت صدیقی میں شام میں جبل جلیل میں گرفتار کیے گئے اور بنو امیہ ہی نے ان کو آزاد کیا، وہ حضرت امیر معاویہؓ کے دامن سے وابستہ تھے، اور انکے نزدیک منزلت رکھتے تھے، بایں ہمہ جب حضرت امیر معاویہؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کیلیے نکلے تو نصیر اس فوج میں شریک نہیں ہوئے، امیر معاویہؓ نے اپنے احسانات یاد دلا کر وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ "میرے لیے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ آپ کا شکرگذار ہونے کے لیے اس کا کفران کروں، جس کی شکرگذاری زیادہ بہتر ہے" حضرت امیر معاویہؓ نے پوچھا "وہ کون ہے؟" نُصیر نے جواب میں کہا "اللہ عزوجل"

موسیٰ کی ولادت شام ہی میں اس کے ایک قریہ کفرمری میں عہد فاروقی میں ۱۹ھ میں ہوئی، اور وہیں نشو و نما پائی، ان کی سیاسی زندگی کی ابتدا خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور سے

شروع ہوئی، اس نے ان کو بصرہ کے خراج کی تحصیل وصول کا افسرِ اعلیٰ مقرر کیا، پھر وہ سنہ ۷۹ھ میں افریقہ و مغرب کے والی بنائے گئے، اور اپنی اور اپنے لڑکوں عبد اللہ و عبد العزیز کی سرکردگی میں افریقہ و مغرب اولیٰ و مغرب اقصیٰ کے بہت بڑے علاقہ کو زیرِ نگین کیا، یہاں تک کہ بربروں نے ان کی پوری اطاعت قبول کر لی، انھوں نے ملک کے مختلف حصوں پر اپنے ولاۃ نامزد کر دیے، چنانچہ اسی سلسلہ میں طارق کو طنجہ کا والی مقرر کیا، اور جب اندلس کی مہم در پیش ہوئی تو اس کی سرکردگی میں بربروں کا لشکر بھیجا، جس نے اندلس میں اپنی پیش قدمیاں جاری رکھیں[1]، لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اندلس میں طارق کی پیش قدمیوں کا جاری رہنا موسیٰ ابن نصیر کے منشا کے مطابق نہ تھا، مگر طارق نے صریح عدول حکمی کر کے اندلس کے آخری شمالی اور شمالی مغربی علاقوں تک تاخت کی، اور کسی جگہ سوائے استجہ کے بقیۃ السیف سپاہیوں اور صوبہ مرسیہ میں تھیوڈومر کے کسی منظم جماعت نے اس کا مقابلہ نہیں کیا، اس لیے واقعۃً طارق سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی، تاہم وہ اصولاً اپنے افسر کے حکم کی نافرمانی کا مرتکب ہو چکا تھا،

موسیٰ بن نصیر نے اس کی اس آئینی خطاکاری کو معاف نہیں کیا، انھوں نے طارق کے ہاتھوں سے اندلس کی امارت کی باگ چھیننے اور اس کو اس کی نافرمانی کی سزا دینے کیلیے خود اندلس کے سفر کا قصد کیا، چنانچہ انھوں نے اندلس میں اپنی فوجی مہم لیجانے کیلیے اٹھارہ ہزار فوج اکٹھا کی، جس میں عرب و بربر قبائل کے مختلف ممتاز قائدین بھی تھے، انھوں نے افریقہ میں اپنے لڑکے عبد اللہ کو اپنا قائم مقام بنایا، اور خود فوج لے کر وہ اندلس کے لیے روانہ ہو گئے

---

[1] ابن خلکان ج ۳ ص ۱۹ و ۲۰، تاریخ مغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو ص ۴۳ تا ۴۴) و فتوح البلدان بلاذری ص ۲۴۷، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۳۲

اور اندلس مین جزیرۂ خضرا کے پاس ایک پہاڑی پر ماہ رمضان سنہ ۹۳ھ مطابق ماہ جون سنہ ۷۱۲ء
مین لنگر انداز ہوئے، یہ پہاڑی جبل موسیٰ کے نام سے موسوم کی گئی، یہاں سے وہ جزیرۂ خضرا
مین آئے، کاؤنٹ جولین موسیٰ کے ہمراہ اور ان کے خاص مشیرون مین سے تھا،

مسلمانون نے میدان گوڈالیٹ مین ۱۲ ہزار فوج سے ایک لاکھ فوج کو شکست دی
تھی، موسیٰ کے ساتھ مزید ۱۸ ہزار آزمودہ کار سپاہی آئے تھے، ان سپاہیوں کو اپنا جوہر دکھانے
کے لیے کسی نئے میدان کی تلاش تھی، موسیٰ کا حوصلہ بھی بلند تھا، اس کی بڑی تمنا تھی کہ وہ اپنی
فتوحات کو اس طرح وسعت دیں کہ وہ اندلس سے قسطنطنیہ ہوکر ارض شام میں داخل ہوسکیں
اور دار الخلافت دمشق کو اندلس سے خشکی کے راستہ سے ملا دیں، اس لیے وہ اسپین کے
عیسائیون کو آسان شرطون پر مطیع کرکے یہان امن و امان قائم کرنا، اور انھین اپنا ہمنوا
بنا کر اسلامی فتوحات کے دائرہ کو آگے اس طرح بڑھانا چاہتے تھے کہ مفتوحہ ممالک مین جا بجا
اسلامی آبادیان بھی قائم ہوجائیں، اور اندلس سے دمشق تک کا علاقہ سلسلۃ الذہب کی
ایک کڑی بن جائے، یہ ظاہر ہے کہ اس اہم تجویز کو عملی شکل مین لانے کے لیے خلیفۂ وقت
کی منظوری ضروری تھی، چنانچہ انھون نے اپنی مفصل تجویز دار الخلافت دمشق بھیجدی تھی،
اور جواب کا انتظار کرتے رہے،

لیکن ان دنون موسیٰ ایک قسم کی ذہنی کشمکش مین مبتلا تھے، ایک طرف وہ طارق سے
خوش نہ تھے، اولاً اس کی عدول حکمی کے سبب سے، دوسرے اس نے فتوحات اور مال غنیمت
کے حاصل کرنے مین جو طرز عمل اختیار کیا تھا، وہ موسیٰ کی اس اسکیم کے مخالف تھا، جس کے
مطابق وہ پیش قدمی کرنا چاہتے تھے، دوسری طرف وہ دار الخلافت کی منظوری کے بغیر
خود اپنی پیش قدمی کا سلسلہ بھی جاری نہ کرسکتے تھے، اس لیے ان دنون وہ ایک انتظار

کی حالت میں تھے، اور طارق سے بد دل ہونے کے سبب سے وہ اس سے ملنا بھی پسند نہ کرتے تھے،

اس لیے انھون نے طلیطلہ جانا پسند نہیں کیا، اور انتظار کی گھڑیوں کو مغربی اندلس مین گذارنا چاہا، خصوصاً اس لیے کہ اس علاقہ مین ابھی فوجی حملوں کے لیے وسیع میدان موجود تھا، چنانچہ انھون نے کاونٹ جولین کے مشورہ سے طارق کے مفتوحہ و مقبوضہ علاقون کو چھوڑ کر غیر مفتوح حصون کا رخ کیا، اس سلسلہ مین جنوبی اندلس کے چند ایسے شہرون کی باری پہلے آئی جو طارق کے زیر نگین ہو چکے تھے، مگر اس کے پیٹھ پھیرتے ہی سرکشی اختیار کر چکے تھے،

شذونہ پر مستقل قبضہ | چنانچہ موسیٰ سب سے پہلے شذونہ پہنچے، اور یہ شہر مستقل طور پر اسلامی قبضہ مین آگیا،

فتح قرمونہ | اس کے بعد قرمونہ کی باری آئی، یہان عیسائیون نے بڑی طاقت جمع کر لی تھی، کاونٹ جولین کی مدد سے یہ مہم بھی زیادہ کشت و خون کے بغیر آسانی سے فتح ہو گئی، اس نے اپنے چند ساتھیون کو مصیبت زدہ شکل مین شہر مین پناہ گزین ہونے کے لیے بھیجا، شہر کے عیسائیون نے قریب مین آکر انھین جگہ دیدی، رات کو انھون نے شہر کے پھاٹک کھول دیے، اور دروازہ کھلتے ہی مسلمان ریلا کر کے شہر مین داخل ہو گئے،

فتح اشبیلیہ | اس کے بعد موسیٰ نے مشہور شہر اشبیلیہ کی طرف رخ کیا، یہ گاتھ سے پہلے اندلس کا پایہ تخت رہ چکا تھا، مستحکم قلعہ بندیون سے محفوظ تھا، اس زمانہ مین بھی اس کی شاندار عمارتون مین امرا و عمائد سکونت پذیر تھے، اور یہان کے کلیسا کو اندلس مین مرکزی عظمت حاصل تھی، یہان کے باشندون نے طارق سے جزیہ کی شرط پر رستگاری حاصل کی تھی، مگر عملاً اطاعت قبول نہین کی تھی، موسیٰ کے پہنچتے ہی اہل شہر محصور ہو گئے، چند مہینے محاصرہ جاری رہا، آخر شہر والون نے

سپرڈالدی، شہر کی دولت واملاک مسلمانوں کے قبضہ میں آئی، شہر کے اندر و نصارٰی شکست کر کے باجہ چلے گئے، اور موسیٰ نے مسلمانوں اور یہودیوں کو یہاں آباد کر دیا،

فتح ماردہ اس کے بعد موسیٰ نے اپنی تجویز کے مطابق اندلس کے غیر مفتوحہ علاقہ مغربی اندلس کے مشہور شہر ماردہ کا رخ کیا۔ شہر والوں نے جم کر محاصرہ کا مقابلہ کیا، طویل مدت یہاں بھی گذر گئی، آخر موسیٰ نے شہر کے قریب عقب میں ایک پہاڑی میں کمینگاہ تیار کرائی، اور فوج کو اس میں چھپا دیا، صبح ہوئی تو شہری فوج معمول کے مطابق شہر سے نکل کر صف آرا ہوئی، اسلامی لشکر سے مقابلہ ہو رہا تھا کہ پیچھے کمینگاہ سے چھپے ہوئے سپاہی نکل پڑے، اور عقب سے حملہ کیا، اس لڑائی میں شہری فوج کی قوت کمزور ہوئی، اس کے بعد موسیٰ نے لکڑی کا دبابہ (ٹینک) بنوایا، چند آدمی اس میں بیٹھ کر فصیل کی دیوار میں نقب زنی کر رہے تھے کہ محصورین ٹوٹ پڑے اور ان میں نرغہ کر کے نکل پڑے، یہ حملہ ایسا اچانک تھا کہ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، یہ لڑائی ایک برج کے پاس ہوئی تھی، مسلمانوں میں اس کا نام برج الشہداء پڑ گیا، مسلمانوں نے اس جانی نقصان کے اٹھانے کے باوجود محاصرہ نہیں اٹھایا، آخر شہر والوں نے صلح کا پیغام دیا، اور اسلامی لشکر ۹۴ھ میں عید کے دن (۳۰ رجون ۷۱۳ء) شہر میں داخل ہوا، صلح کی شرطوں کے مطابق لڑائی میں مرنے والوں، اور جلیقیہ بھاگ جانے والے عیسائیوں اور کلیسا کا سارا مال و متاع مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، باقی دوسرے لوگوں کی دولت واملاک سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔

اشبیلیہ کی بغاوت موسیٰ کو ماردہ میں اشبیلیہ کے گرد و نواح کے دو شہروں لبلہ اور باجہ کے باشندوں کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ جمع ہو کر اشبیلیہ آئے، اور یہاں کے عیسائیوں کی مدد سے اشبیلیہ میں آباد ہونے والے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے، اور اسی مسلمان شہید ہو گئے، اور جو یہودی یہاں مسلمانوں کے ساتھ آباد کیے گئے تھے، انھوں نے مسلمانوں کی کوئی مدد نہیں کی،

یہ اندلس مین اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا، موسیٰ نے اپنے لڑکے عبدالعزیز کی سرکردگی مین ایک لشکر بھیجا، اس نے یہان کے مجرم عیسائیون کو پوری سزا دی، ان کی ملکیتین ضبط کرلین، اور مسلمانون کی بڑی جمعیت کے ساتھ وہ خود مقیم ہوگیا، اور اپنی سکونت کے لیے یہان کے ایک قدیم محل کو منتخب کیا،

فتح لبلہ وباجہ | اس کے بعد لبلہ، پھر باجہ .... پر فوج کشی کی گئی، اور ان دونون شہرون کو زیرنگین کرلیا گیا، یہان کے امراء وعمائد بھی نکال دیے گئے، اور ان کے قصور ومحلات مسلمانون کے قبضہ مین دے دیے گئے، نیز ماردہ کے گرد ونواح مین فوج کے دستے بھیجے گئے، اور یہ پورا علاقہ مطیع ہوگیا،

موسیٰ اور طارق کی ملاقات | ابھی تک موسیٰ اور طارق ایک دوسرے سے نہین ملے تھے، موسیٰ نے ماردہ سے طلیطلہ کی جانب ماہ شوال ۹۴ھ کے خاتمہ پر رخ کیا، طارق نے طلیطلہ سے نکل کر طلبیرہ مین اس کا استقبال کیا، موسیٰ طارق کو دیکھتے ہی اس پر برس پڑا، کہا جاتا ہے کہ نافرمانی کی یادداشت مین اس کو کوڑے بھی لگائے گئے،

بہرحال اندلس مین ان دونون کی یہ پہلی ملاقات ناخوشگوار رہی، تاہم موسیٰ نے زجر وتوبیخ کرکے معاملہ کو ختم کردیا، اس کو اپنے منصب پر برقرار رکھا، اور اندلس کے ہراول دستون کا قائد بنادیا، اس طرح وہ اپنے عہدۂ سپہ سالاری پر مامور رہا[1]

[1] بعض عیسائی مورخین نے طارق کے قید کیے جانے اور پھر اس کے قتل کا ارادہ رکھنے اور بدوا الخلافت اس کی رہائی کا پروانہ آجانے کا تذکرہ کیا ہے، مگر عربی تاریخون سے اس کی تائید نہین ہوتی، بلکہ مقری نے ابن حبان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

"پھر موسیٰ نے طارق سے صفائی کرلی، اور اس سے اپنی خوشنودی ظاہر کی (نفح الطیب ج ۱ ص۱۲۸)

(باقی ص ۱۱۱ پر)

نئی مہموں کا آغاز موسیٰ نے مال غنیمت کا جائزہ لینے کے بعد نئی مہموں کا آغاز کیا، طارق مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا گیا تھا، وہ متعین مقامات پر فوج لیکر جاتا، موسیٰ پورا اسلامی لشکر اس کے پیچھے پیچھے لیکر جاتا، اور نئے نئے مقامات اسلامی فتوحات کے دائرہ میں داخل ہوتے جاتے،

ان مہموں میں اسلامی لشکر کا رخ اندلس کے شمالی حصہ کی طرف تھا، اس وقت تک دار الخلافت سے موسیٰ کی اس تجویز کی منظوری نہیں آئی تھی، تاہم اس نے ان مہموں میں اس تجویز کو اپنی نگاہ میں رکھا کہ وہ اندلس سے مشرق کی طرف (موجودہ نقشہ کے مطابق) یورپ کے جنوبی ساحلی مقامات اندلس، فرانس، اطالیہ، یوگوسلاویہ اور بلغاریہ سے گذر کر قسطنطنیہ میں داخل ہو، پھر یہاں سے اناطولیہ کو طے کرکے شام میں آجائے، چنانچہ مقری لکھتا ہے،

"اور اس نے یہ قصد کیا کہ قسطنطنیہ کی طرف سے مشرق میں آئے، اور دروب شام اور دروب اندلس کی طرف بڑھے اور ان دونوں دروب کے درمیان جو عجمی نصرانی قومیں ہیں ان میں گھس کر ان سے جہاد کرے اور ان کو شکار بنائے یہانتک کہ دار الخلافہ سے مل جائے"

ایک دوسری جگہ ہے:

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۰) ابن اثیر لکھتا ہے

"موسیٰ طارق کے پاس گئے، طارق نے ان کو راضی کیا، وہ راضی ہوگئے۔ اور طارق سے عذر کو قبول کیا" (ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۷)

اسی طرح بلاذری کا بھی یہی بیان ہے کہ طارق نے اس کو راضی کر لیا اور موسیٰ کی خوشنودی اسکو حاصل ہو گئی (فتوح البلدان ص ۲۳۰)

اسکے باوجود ان دونوں قائدوں کے باہمی اختلاف کے افسانہ کو بہت شہرت دیدی گئی ہے، سلسلہ میں ایک افسانہ یہ بھی گڑھا گیا ہے کہ طارق کے شیشہ دار پیالہ لگیا تھا اسے موسیٰ کو نذر کرنیکیلئے مائدہ سلیمانی کا ایک پایہ گم کر دیا، پھر دربار خلافت میں اسکی خیانت ثابت کر دی، لیکن ابن خلدون اور دوسرے مورخین اس واقعہ کے ذکر سے خاموش ہیں، اسلیے یہ افسانہ ہی افسانہ معلوم ہوتا ہے۔

"اور وہ یہ امید رکھتا تھا کہ فرنگیوں کے جو شہر باقی رہ گئے ہیں ان کو چیر کر ارض کبیرہ میں گھس جائے یہاں تک کہ شام تک لوگوں سے مل جائے۔ اس کا قصد یہ تھا کہ اس سرزمین میں اس نے چیر کر جو شگاف پیدا کر دیا ہے اس کو ایک وسیع راستہ بنا دے جس پر اہل اندلس مشرق کی طرف آمد و رفت کرنے میں خشکی پر چل سکیں اور سمندر میں ہو کر نہ گذریں۔"

موسیٰ نے یہ مہم، چونکہ ایک خاص پلان کے مطابق شروع کی تھی، اس لیے وہ ان مفتوحہ علاقوں کے باشندوں سے غیر معمولی نرمی اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہتا تھا تاکہ رعایا کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت نہ پیدا نہ ہو، اور حسن معاملت سے ان کا ایسا اعتماد حاصل ہو کہ وہ ان کیلیے اسلامی تہذیب کا اشتہار بن جائیں۔ اور ان مفتوحہ ممالک میں امن و امان قائم رہے اور اسپین سے شام تک کے علاقے کے ایک سلسلہ میں منسلک ہو جانے سے غیر معمولی تجارتی، اقتصادی اور رفاہی فوائد حاصل ہو سکیں۔ چنانچہ اس نے مہم کے روانہ ہونے سے پہلے فوج کو جن چند امور کی تلقین خاص طور پر کی، اور ان کے خلاف ورزی کے جرم کی سنگین سزا مقرر کی وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ ملک کو تاخت و تاراج نہ کیا جائے،

۲۔ حملے فوجی طریقہ کے مطابق صرف ملک گیری کے لیے ہوں،

۳۔ رعایا کے مذہبی جذبات کا پورا احترام کیا جائے،

۴۔ لوٹ، مار، اور جور و ظلم کے طریقوں سے باز رہا جائے،

۵۔ مسلمان سپاہیوں کو عدول حکمی کی صورت میں موت کی سزا دی جائے۔

شمالی اندلس پر کامل اقتدار | انہی احکام کے ساتھ اسلامی لشکر نے مزید فتوحات کے لیے طلیطلہ سے باہر قدم نکالے، اور کم سے کم اندلس کی سرزمین میں غیر معمولی آسانی سے انہیں فتوحات حاصل ہوتے گئے۔ ان مہموں میں طارق مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے آگے اور موسیٰ قلب فوج کو ساتھ لیے پیچھے پیچھے

رہتے تھے، شمالی اندلس مین کسی جگہ کسی منظم جماعت نے کوئی قابل ذکر مقابلہ نہین کیا، یہانتک کہ اس صوبہ کے صدر مقام سرقسطہ تک آسانی سے پہنچ گئے، اور شہر کا محاصرہ کرکے اس کو فتح کرلیا، اس شہر کا فتح ہونا تھا کہ گویا پورا شمالی اندلس زیر اقتدار آگیا، یہان سے گرد و نواح کے ملحق قلعون پر فوجی دستے بھیجے گئے، اور ان کے دروازے کھلتے گئے، پھر اس پاس کے شہرون اور چھوٹی بڑی آبادیون کی طرف فوجکشی کی گئی، اور جہان جہان مسلمان گئے، وہ مقامات فتح ہوتے گئے، بلکہ زیادہ موقعون پر مزاحمتی فوج کی ضرورت نہین پڑی، طارق اپنے مختصر دستہ ہی سے ان مقامات کو زیر نگین بناتا گیا، اور بعض مقامون کے باشندے خود دوڑ کر آئے اور امان طلب کرکے واپس گئے، ان مقامون پر معقول شرطون پر انکو امان دیگئی، طارق جہان جہان جو شرطین منظور کرتا تھا، موسیٰ وہان پہنچکر ان کی تصدیق کردیتا تھا، اسی طریقہ سے شمالی مشرقی اندلس کا یہ پورا علاقہ زیر نگین ہوگیا،

اس کے بعد اس صوبہ مین اسلامی حکومت کی تاسیس عمل مین آئی، سرقسطہ اس صوبہ کا دارالحکومت قرار دیا گیا، افریقی مسلمان یہان آباد کئے گئے، اور عبد اللہ بن حنش یہان کا پہلا گورنر بنایا گیا، زمانۂ فتح سے حکومت امویہ کے قیام تک ۴۱ برس تک مختلف ولاۃ یہان وقتاً فوقتاً بھیجے گئے، یہ ولاۃ والی اندلس کے ماتحت ہوتے تھے، لیکن ہر زمانہ مین مختلف صوبون کے والیون مین یہان کے والی کو امتیازی حیثیت حاصل رہی۔

شمالی مشرقی اندلس پر اقتدار

اس کے بعد اندلس کے شمالی مشرقی حصہ کی طرف مہم بھیجی گئی، چنانچہ اس علاقہ کے مشہور ساحلی شہر برشلونہ، طرکونہ، اور جرندہ اسلامی اقتدار مین داخل ہوگئے، ان مقامات مین بھی اسی زمانہ مین یا آگے چل کر مسلمانون نے اقامت اختیار کی، اور ابتداءً یہ علاقہ بھی والی سرقسطہ کی نگرانی مین رکھا گیا، اور جب تک ان شہرون پر قبضہ رہا،

صوبہ سرقسطہ کے حدود میں ہو داخل رہا ہے،[۱]

جنوبی فرانس کے چند شہروں پر قبضہ اندلس کے شمال مشرقی حصہ کے زیر نگین ہو جانے کے بعد فوجی مہموں کے لیے قدرۃً فرانس کے حدود پر نگاہ اٹھی، چنانچہ موسیٰ نے جنوبی فرانس کی طرف اپنی فوجی پیشقدمی جاری کی، اس سلسلہ میں سب سے پہلا حملہ جنوبی فرانس کے مشہور ساحلی شہر اربونہ (ناربون) پر کیا گیا، اور وہ زیر اقتدار آیا، پھر اس شہر کو فوجی چھاؤنی بنا کر فرانس کے مختلف شہروں پر تاخت کی گئی، چنانچہ اس تاخت میں جنوبی مشرقی فرانس کے مشہور شہر حصن لوذون پہنچے، پھر یہاں سے اوتیون کا رخ کیا لیکن مسلمان ابھی اثنائے راہ میں تھے کہ عیسائیوں کے ایک عظیم الشان لشکر کے اجتماع کی خبر ملی، مگر انھوں نے اپنی پیشقدمی جاری رکھی، اور اوتیون میں داخل ہو گئے، اس طرح جنوبی مشرقی فرانس کے تین اہم شہر اربونہ، لوذون، اور اوتیون مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے،

پیپن آف ہرسٹل اور اسلامی لشکر میں مقابلہ مسلمانوں کے فرانس کے حدود میں داخل ہو جانے سے یہاں کے عیسائی حکمرانوں میں ہلچل مچ گئی، اس زمانہ میں فرانس میں نوابوں (کاؤنٹس) اور فوجی افسروں کی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں قائم تھیں، ان میں سے پیپن آف ہرسٹل (Pepin of Herstal ۲۹ھ/۶۴۹ء – ۹۶ھ/۷۱۴ء) امتیاز حاصل کر کے مرکزی فرانس کے تخت پر قابض ہو چکا تھا، اور وہی فرانس کے فرمانروا خاندان کارلنگین Carolingian کا بانی تھا، اس کو عرب مورخین "قارلہ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں،[۲]

[۲] یورپین مورخین نے موسیٰ کے اس حملہ کا ذکر نہیں کیا ہے، اس لیے "قارلہ" کی شخصیت مشہور رہی ہے، ہمارے خیال میں "قارلہ" کو "کارلنگین" ہی کی تعریب سمجھنا قرین قیاس ہے، چنانچہ عرب مورخین اسی خاندان کے ایک دوسرے فرمانروا کو ۱۸۵ھ/۸۰۱ء میں زوال برشلونہ کے موقع پر اسی لقب "قارلہ" سے یاد (باقی حاشیہ ص ۱۱۵ پر)

[۱] اخبار مجموعہ، نفح الطیب، ج ۱ ص ۱۵۰ و ۲۳۰، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۴۳

چارلس یعنی پیپن آف ہیرسٹل نے فرانس کو مسلمانوں کے سیلاب کی زد سے محفوظ رکھنے کے لیے عظیم الشان لشکر کے ساتھ فوج کشی کی۔ اودیون کی قلعہ بندی ایسی نہ تھی کہ وہاں جم کر مسلمان اس کا مقابلہ کر سکتے، اس لیے وہ اربونہ کی قلعہ بندی سے فائدہ اٹھانے کے لیے اسی سمت لوٹ آئے، یہاں پہنچے تو پیپن لشکر کو شہر کا محاصرہ کیے ہوئے پایا، اس لیے اودیون سے واپس آنے والے اسلامی لشکر کے لیے شہر میں داخل ہونے کا راستہ بند ہو چکا تھا، مسلمانوں نے اربونہ کے سامنے ایک پہاڑی کے دامن میں اپنے مورچے جما لیے، پیپن دفعۃً حملہ آور ہوا، اس وقت طارق اور موسیٰ کی فوجیں ایک دوسرے سے علیحدہ تھیں، پہاڑی پر مسلمانوں کا جنگی موقع بھی اچھا نہ تھا، ہر طرف سے نرغہ میں آگئے ، اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، آخر بڑی قربانیوں کے بعد لڑتے بھڑتے کسی طرح شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو سکے پیپن نے بڑی سختی سے اربونہ کا محاصرہ کر لیا، مسلمان بھی اربونہ میں جم کر محاصرہ کو توڑنے کی کوششیں کرتے رہے، اور کبھی کبھی شہر سے نکل کر عیسائیوں پر حملہ آور ہو کر انھیں تہ تیغ کرتے، سبب محاصرہ طول پکڑ گیا، تو پیپن کو مسلمانوں کی کمک کے پہنچنے کا اندیشہ ہوا، اس لیے وہ محاصرہ اٹھا کر واپس چلا گیا،[۱]

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۴) کرتے ہیں، اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ عربوں کے نزدیک اس خاندان کے فرمانرواؤں کا یہ خاندانی لقب تھا، پیپن آف ہیرسٹل اور اس کے خاندان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو دی ورلڈز ہسٹری ... ہسٹری آف دی نیشن سیریز ج ۴ باب "دی میئرس آف دی پیلس" ص ۱۹۳ تا ۲۰۶، انسائیکلوپیڈیا ج ۱۰ ص ۸۸ طبع یازدہم ذکر فرانس عنوان "پیپن آف ہرسٹل" و نیز ج ۲۰ ص ۲۲۸،

[۱] ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۸، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۲۰ و کتاب الامامۃ والسیاسۃ وغیرہ۔ یورپی مورخین، موسیٰ کے حدود فرانس میں داخل ہونے کو اس لیے تسلیم نہیں کرتے کہ قدیم عیسائی (باقی حاشیہ ص ۱۱۶ پر)

عیسائی حکمرانوں کی مجلس مشاورت

پیپن نے واپس جاکر یورپ پر اسلامی حملہ اور اس سے آیندہ ہونے والے حالات پر غور کرنے کے لیے یورپ کے حکمرانوں کا ایک اجتماع اپنی سرکردگی میں کیا، یورپ کے حکمرانوں کو اگر عربوں کے یورپ پر حملہ آور ہونے کا کوئی خطرہ تھا، تو وہ اس کو مغرب کے بجائے مشرق کی سمت سے سمجھتے تھے، لیکن ان چند ہزار بے سروسامان سپاہیوں کا مغرب کے دور دراز راستہ سے قلب یورپ میں سیلاب کی مانند گھستے چلے جانا عیسائی حکمرانوں کو محو حیرت بنائے تھا، لیکن انھوں نے اس مجلس مشورت میں کسی اعلیٰ پیمانہ پر مدافعانہ مزاحمت نہ کرنے کا فیصلہ کیا، کیونکہ ان کے خیال میں مسلمان جس عزم و حوصلہ اور جوش و خروش سے بڑھ رہے تھے، ان کا مقابلہ کرکے ان کی راہ روکنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لیے انھیں اسی حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا گیا خصوصاً اس لیے کہ ان کے خیال میں جب ان کے دامن مال غنیمت سے بھر جائیں گے اور دولت و ثروت کا نشہ چڑھے گا تو ان میں ایک دوسرے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۵) مورخین نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے، لیکن عرب مورخین مقری، ابن اثیر، ابن خلدون، ابن قتیبہ وغیرہ نے مذکورہ بالا واقعات کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے، اس لیے محض اس زمانہ کے عیسائی مورخین کا تذکرہ نہ کرنا عرب مورخین کے بیانوں کو قبول نہ کرنے کی کوئی معقول دلیل نہیں بن سکتا خصوصاً اس لیے کہ اس زمانہ میں فرانس اور اس کے آس پاس میں جو چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں قائم تھیں، ان کے حالات بڑے دھندلے ہیں، جزئیات کی تفصیل بہت کم ملتی ہے، اس کے برخلاف عرب مورخین نے اندلس کے حملہ اور لشکر کی نقل و حرکت و جزئیات کو تفصیل کے ساتھ محفوظ رکھا ہے، اور عرب مورخین کا موسیٰ کے مقابل عیسائی فرمانروا ملک "قارلہ" کا نام لینا اور اس زمانہ کے فرانس میں "کارلنگین" خاندان کے بانی پیپن آف ہرسٹل کو جو عروج حاصل ہو رہا تھا اس کا مسلمانوں کے فرانس کے حدود میں داخل ہونے کے باوجود خاموش رہنا قرین قیاس نہیں سمجھا جاسکتا اس لیے ہمارے خیال میں فرانس پر موسیٰ کا حملہ آور ہونا اور پیپن آف ہرسٹل کا مدافعت کرنا دونوں تاریخی حقیقتیں ہیں،

پر مسابقت کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا، اور اس باہمی آویزش سے سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، اس وقت ان میں سے ایک ایک سلطنت کو ختم کرنا آسان ہوگا، اور رفتہ رفتہ عیسائی دنیا خصوصاً یورپ کی سرزمین سے ان کے نام ونشان کو مٹا دینا آسان ہوگا،

سلاطین یورپ نے اس مجلس مشورت میں یورپ میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر و اقتدار کے متعلق یہ بنیادی فیصلہ کیا، اور اسی حکمت عملی کے بموجب ان کی آئندہ کارروائیاں جاری رہیں، چنانچہ اس فیصلہ کے بعد پیپن آف ہرسٹل نے مسلمانوں پر عیسائی سلطنتوں کے متحدہ جارحانہ حملہ کا ارادہ ترک کر دیا، اور صرف اپنے حدود حکومت میں دریائے رول کے کنارے کنارے مستحکم فوجی چوکیاں تعمیر کریں، یعنی دوسرے لفظوں میں اس نے مسلمانوں کے مفتوحہ علاقہ کو ان کی حکومت کے حدود میں تسلیم کر لیا، اور آگے چل کر ایسے حالات پیش آئے کہ پیپن نے سرحد کی تعیین کے لیے جو فوجی چوکیاں تعمیر کیں، وہی سرزمین فرانس میں مسلمانوں کا آخری مستقر قرار پایا، اور مسلمانوں کو اس سے آگے بڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، کیونکہ دارالخلافت سے موسیٰ کی تجویز کی منظوری حاصل نہیں ہوسکی،

موسیٰ کی تجویز کے مسترد ہونے کی ایک بڑی وجہ اربونہ میں مسلمانوں کی ناکامی بھی تھی، یہاں مسلمانوں کے شہید ہونے اور غیر معمولی مصائب اٹھانے کی تفصیلات، دارالخلافت میں پہنچیں، اس لیے خلیفہ ولید نے اندلس کی سفارت کے لیے مغیث کو منتخب کیا، جو فتح قرطبہ کی مہم انجام دے کر اندلس سے مشرق چلا گیا تھا،[1] اور اس کو ہدایت کی کہ وہ موسیٰ کو اپنی تجویز پر عمل کرنے سے باز رکھے، اور نہ صرف یہ کہ وہ اپنی مزید پیش قدمیوں کو روک دے بلکہ اندلس کی حکومت کا انتظام کر کے وہ بلا تاخیر دمشق چلا آئے، خلیفہ کو یہ بھی شبہ ہوا کہ شاید موسیٰ اس فرمان کی تعمیل میں لیت و لعل سے کام لے، اس لیے اس نے قاصد کو درپردہ ہدایت کر دی کہ اگر موسیٰ کی طرف سے کوئی

[1] نفح الطیب ج ۲ ص ۵۵

تذبذب ظاہر ہو تو وہ عام سپاہیوں کو پیش قدمی کرنے سے روک دیتے۔ اور اپنے حدود میں واپس چلے آنے کی تلقین کرتے،

چنانچہ مغیث اندلس واپس آیا لیکن ابھی موسیٰ سے اس کی ملاقات بھی نہ ہونے پائی تھی کہ فرانس کے میدان میں مسلمانوں کو عربی زبان میں ایک چٹان میں ڈانٹنے والا کتبہ نصب کیا ہوا دکھائی دیا جس میں حسب ذیل عبارت کندہ تھی،

"بنو اسمٰعیل! یہ تمہاری آخری سرحد ہے، اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا"[1]

یہ کتبہ ضعیف الاعتقاد بربری قبائل کے ارادوں کو متزلزل کر دینے میں کامیاب ہوا موسیٰ نے حالات کا اندازہ لگا کر اسی مقام کو اپنی پیش قدمی کی آخری سرحد قرار دیا، اور اسلامی لشکر کا رخ اندلس کے غیر مفتوحہ علاقہ صوبہ جلیقیہ کی طرف پھیر دیا،

فتح جلیقیہ کا انتظار موسیٰ کی پیش قدمی جلیقیہ کی سمت جاری تھی کہ اس اثنا سے راہ میں خلیفہ ولید کا قاصد مغیث اس سے آ کر ملا، موسیٰ نے اس کو نشیب و فراز سمجھا کر آمادہ کر دیا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے ٹھہر کر جلیقیہ کی مہم کے خاتمہ کا انتظار کرے،

ایک باغی عیسائی قائد کی گرفتاری اسی اثنا میں سنو ناطہ کے علاقہ میں کسی عیسائی قائد کے سر اٹھانے کی اطلاع ملی، موسیٰ نے اپنے لڑکے عبد الاعلیٰ کو اس کے سر کرنے کے لیے بھیجا، اس نے اس کو شکست دی اور گرفتار کر کے اپنے ساتھ لایا،

[1] اس کتبہ کا تذکرہ متعدد عرب مورخین نے کیا ہے، جو ہمارے خیال میں دو میں سے کسی ایک کی سازش کا نتیجہ معلوم ہوتا یا تو شاہ فرانس نے سرحدی قلعوں کی تعمیر کے وقت مسلمانوں کے عزم کو متزلزل کرنے کے لیے کسی پادری سے اسکو تیار کرا کے نصب کرا دیا ہو، یا خلیفہ ولید کے قاصد مغیث نے ولید کے خفیہ اشارہ کی تعمیل کیلیے یہ کارروائی کی ہو کہ قائد لشکر کی مرضی کے خلاف فوج کو واپس لیجانے کیلیے لشکر کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھایا جا سکے،

اندلس کے شمالی مغربی حصوں پر فوج کشی

اب موسیٰ کی مہم شمالی اندلس کے اس آخری نقطہ پر تھی جہاں خلیج بسکے شرقاً و غرباً پھیلی ہوئی ہے، موسیٰ فرانس سے خط مستقیم مغرب میں چلے تھے، پہلے انھیں سرزمین شنتبلس ملی، یہاں سے وہ صوبہ اسٹوراس پہنچے، پھر وہ جلیقیہ میں داخل ہوئے اور شہر لک میں قیام کر کے مختلف سمتوں میں فوجی دستے بھیجے، اور وہ جہاں جہاں پہنچے وہاں انھیں کامیابی حاصل ہوتی گئی، چنانچہ مفتوح مقامات میں سے لک کے شمال میں خلیج بسکے کے کنارے صخرۂ بلائی اور اس سے جنوبی گوشہ پر پرتگال کے مشہور شہر بیزو یا بازو کو عرب مورخین نے مفتوح مقامات میں دکھایا ہے، ان کے علاوہ اور بہت سے شہروں پر حملے کیے گئے لیکن ان کے ناموں کی تصریح نہیں کی گئی ہے، صرف اجمالاً یہ کہا گیا ہے کہ موسیٰ کا یہ لشکر جہاں جہاں پہنچا، عیسائیوں نے اطاعت قبول کی، جن شہروں کو عیسائیوں نے خالی کر دیا وہاں عرب و بربر آباد کیے گئے، اور بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا، شہروں کے باشندوں نے جزیہ کی ادائی پر صلح کر لی، اور اس طرح اندلس کے شمالی مغربی علاقہ کا ایک بڑا حصہ زیر نگین ہوا، اور وہاں مسلمانوں کے اثرات قائم ہو گئے،

دربار خلافت سے ایک دوسرے قاصد کا ورود

لیکن ابھی اس علاقہ میں اسلامی فتوحات کی تکمیل نہیں ہونے پائی تھی کہ دربار خلافت سے ایک دوسرا قاصد ابو نصر اندلس آیا، اور موسیٰ سے ملنے کے لیے لک پہنچا، اتفاق سے اس وقت موسیٰ ایک خچر پر سوار تھے، ابو نصر نے آکر خچر کی لگام پکڑ لی، اور فوری واپسی کا فرمان پیش کیا، اب تاخیر کا کوئی موقع باقی نہیں رہا تھا، موسیٰ نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا، اور شمالی مغربی اندلس کی مہم کو ناتمام چھوڑ کر دمشق جانے کے لیے جنوب کی سمت روانہ ہو گئے،

ادھر طارق شمالی مشرقی علاقہ کی مہم پر بھیجا گیا تھا، وہ اس علاقہ کو فتح کر کے واپس

آرہا تھا کہ ادھر موسیٰ پہاڑی سلسلہ کے ایک درے سے گذرا، اور یہیں طارق کا لشکر اس سے
آملا، اور اس درکا نام فج موسیٰ قرار پایا، جس کے متعلق گمان ہے کہ وہ کوہ وادی رامہ میں
واقع ہے، یہاں موسیٰ اور طارق دونوں ملکر جنوبی اندلس کی سمت روانہ ہوگئے،

موسیٰ اندلس کی فتح کو مکمل کر لینے کی بڑی تمنا رکھتے تھے، اس لیے انھیں اس کے
ناتمام چھوڑنے پر سخت قلق ہوا، خلیفہ ولید کو موسیٰ کی اس تجویز سے اگر اتفاق نہ تھا تو کم از کم
اس کو اتنا موقع دینا تھا کہ اندلس کے چپہ چپہ پر وہ اسلامی پرچم لہرا دے کہ اس زمانہ میں اس پورے
ملک کو زیر نگین کر لینے کے جیسے مواقع حاصل تھے، وہ بعد میں کبھی میسر نہ ہوئے، چنانچہ آگے
چل کر اندلس کے عیسائیوں نے اپنی قوت فراہم کر لی اور شمالی اندلس میں اپنی اجتماعی طاقت بنا کر
اسلامی حکومت کے مقابلہ کیلئے تیار ہوگئے، اور اندلس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی متوازی
حکومتیں قائم رہیں، ان دونوں حکومتوں کی قوتیں گھٹتی بڑھتی رہیں، بالآخر چند صدیوں کے بعد عیسائی
حکومت اسلامی حکومت کے ختم کرنے میں کامیاب ہوگئی، لیکن اگر اس زمانہ میں جب کہ اندلس
کے عیسائیوں کی اجتماعی طاقت کا شیرازہ بکھر چکا تھا، اندلس کے گوشہ گوشہ پر قبضہ کر لیا جاتا تو شاید
اندلس کی آئندہ تاریخ کسی دوسرے طور پر لکھی جاتی، لیکن اسپین دمشق سے اس قدر بے تعلق
اور دور دراز تھا کہ خلیفہ ولید کو یہاں کے حالات کا صحیح اندازہ نہ ہوسکا، نیز قائدین لشکر کی باہمی
منافقت اور ایک دوسرے کے خلاف ریشہ دوانیوں سے بھی اندلس کی فتح کی تکمیل نہ ہوسکی
لیکن اس ناکامی کی ساری ذمہ داری یہاں کے جنرلوں طارق و موسیٰ کے بجائے مرکزی حکومت
دمشق پر عائد ہوتی ہے، اگر طارق، موسیٰ کی غیر دانشمندانہ مداخلت سے آزاد رہتا، اور موسیٰ کو
ولید کے احکام کی پابندی نہ ہوتی تو نہ صرف اندلس کی تاریخ کچھ اور ہوتی بلکہ یورپ کی
سلطنتوں کا نقشہ کچھ اور دکھائی دیتا،

بہر حال موسیٰ طلیطلہ واپس آئے، یہاں مال غنیمت کا انبار لگا گیا، پھر یہاں سے سب لوگ اشبیلیہ روانہ ہوئے، اور واپسی کے انتظام میں مصروف ہو گئے،

اندلس کا پہلا اسلامی دارالسلطنت

موسیٰ کا بڑا لڑکا عبدالعزیز صوبہ اشبیلیہ کا حکمران تھا، اشبیلیہ سمندر کے قریب کے شہروں میں زیادہ قلعہ بند تھا، یہاں سے افریقیہ سے رسل و رسائل کی آسانیاں بھی حاصل تھیں، اس لیے اس کو اندلس کا دارالسلطنت قرار دیا گیا، موسیٰ کی معیت میں طارق بھی مشرق واپس جانے کا قصد کر چکا تھا، اس لیے موسیٰ نے اندلس کی ولایت پر اپنے بڑے لڑکے عبدالعزیز کو مامور کیا، اور اب وہی اندلس میں سیاہ و سپید کا مالک تھا،

اندلس میں موسیٰ اور طارق کی مدت قیام

موسیٰ اور طارق ماہ ذی الحجہ ۹۵ھ میں اندلس سے روانہ ہوئے، اندلس میں طارق کا قیام تین سال چار مہینے اور موسیٰ کا دو سال چار مہینے رہا، اس تھوڑی مدت میں یہاں ایک وسیع رقبہ میں اسلامی حکومت قائم ہو گئی جس کے لیے امرا وقتاً فوقتاً کبھی افریقیہ اور کبھی دارالخلافت دمشق سے نامزد ہو کر آتے، اور کبھی ضرورت کے لحاظ سے یہیں منتخب کر لیے جاتے، اور ان کی امارت کی تصدیق افریقیہ یا دمشق سے ہو جاتی، ۴۰، ۴۲ برس تک یہاں یہی سلسلہ جاری رہا، یہاں کے امرا حکومت افریقیہ یا خلافت دمشق کی نگرانی میں یہاں کی حکومت کا نظم و نسق سنبھالے رہے، ملک کی فلاح و ترقی میں مصروف رہے، اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرتے رہے،

کاؤنٹ جولین کی خدمات کا صلہ

موسیٰ نے اپنی روانگی سے پہلے کاؤنٹ جولین کو اس کی خدمات کے صلہ میں اس کو صوبہ سبتہ اور اس کے آس پاس کے علاقہ کا حکمران بنا دیا، وہ عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہا، اور اسلامی حکومت کی نگرانی میں حکمرانی کرتا رہا، بعض عیسائی مورخین نے کاؤنٹ جولین پر عیسائیت سے غداری کرنے اور اس کے صلہ میں اس حکومت کے حاصل

کا الزام لگایا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی خدمات سے مسلمانون کو جو کچھ فائدہ پہنچا یا اس نے اندلس پر حملہ آور ہونے کی جو ترغیب دی وہ نہ تو مسلمانون کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے تھی اور نہ اس مین اس کی طمع یا ذاتی نفع اندوزی کا جذبہ شامل تھا، بلکہ اس نے تو اپنی اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کیا تھا جو راڈرک کی انسانیت سوز حرکت سے اس کے دل مین بھڑک اٹھی تھی، ورنہ جہان تک عیسائیت کی فلاح اور اندلس کی عیسائی سلطنت کی خیرخواہی کا تعلق تھا وہ اس کا بہتر ثبوت اس وقت دے چکا تھا جب اس نے پچھلے موقعون پر اسلامی حملون کی مدافعت کی تھی اور جب عقبہ نے اندلس پر حملہ آوری کا قصد کیا تھا، اس وقت اس کو اس سے باز رکھ کر بربر قبائل کی طرف پھیر دینے کا مشورہ دے دیا تھا، لیکن راڈرک کے برسر حکومت آجانے اور شاہی محل مین مذکورۂ بالا واقعہ کے پیش آجانے سے وہ ایسے سخت انتقام پر اتر آیا، اور مسلمانون کی شجاعت و بسالت سے اس مین اس کو پوری کامیابی حاصل ہوئی، بایں ہمہ اس کے توسط سے مسلمانون کو جو فائدہ پہنچا، انھون نے اس کا صلہ اس کو دیا، وہ اپنی زندگی بھر سبتہ کا حکمران رہا، اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ اس صوبہ کی حکمران رہی، اور وہ لوگ بھی اپنے آبائی دین مسیحیت پر قائم رہے، یہانتک کہ کاؤنٹ جولین کے پوتون یا پڑپوتون نے خود سے اسلام قبول کیا، چنانچہ ابو سلیمان ایوب چوتھی صدی ہجری مین اس خاندان کے ذی علم فقیہ گذرے ہین، اصول فقہ مین ان کا پایہ بلند تھا،

مال غنیمت دربار خلافت سے موسیٰ کی واپسی کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ یہان کے مال غنیمت کو دمشق منگایا جائے، کیونکہ یہان کے مال غنیمت کے متعلق دمشق مین مختلف افواہین پہنچی تھین جن کی وجہ سے خلیفہ ولید نے موسیٰ کو اصرار سے دمشق طلب کیا۔

یہاں دولت و ثروت کا جو انبار مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا، اس کی مثال اس سے پہلے کہیں اور دکھائی نہیں دی تھی، مال غنیمت شرعی حکم کے بموجب لڑنے والے مسلمان سپاہیوں اور حکومت وقت میں بحصۂ رسدی تقسیم ہوتا تھا، اس اصول کے مطابق عام ناخواندہ سپاہیوں کو جو دولت و ثروت ہاتھ لگی تھی، اس سے اندلس کے عام شہری و دیہی مسلمان باشندے معاشی حیثیت سے نہایت فارغ البال ہوگئے، بلکہ انھوں نے اپنی اسی دولت کے حصہ سے اندلس کے یہودیوں کو بھی مالا مال کر دیا، انھوں نے کلیسا کے قیمتی ظروف و زیورات یہودیوں کے ہاتھ فروخت کیے، جس سے یہود ایسے مرفہ الحال ہوئے کہ وہ بقول بعض عیسائی مورخین اپنی اسی دولت و ثروت کے اثر سے یورپ کے سیاسی و مالی معاملات پر اپنا اثر و اقتدار قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے، جن کے مٹانے کی کوششیں آج تک جاری ہیں،

دوسری طرف مال غنیمت کا وہ حصہ جو حکومت کے حصہ میں آیا، موسیٰ کے ساتھ دمشق لے جایا گیا، وہ ضبط تحریر میں نہیں آ سکا ہے کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا اور اس کی نوعیت کی تفصیل بتانا دشوار ہے، باایں ہمہ یہ معلوم ہو سکا ہے کہ جنگی قیدی جو غلام اور باندیاں بنا کر لے جائے گئے، وہ بھی ہزاروں تھے، جن میں ہزاروں بے ماں باپ کی کنواری لڑکیاں بھی تھیں، زر و جواہر، اسلحہ و سامان آرائش کی کثرت اتنی تھی کہ بعض مورخین نے ان کی قیمت کا کچھ اندازہ لگانے کی سعی [illegible] اور اس کے کھو دینے [illegible] تاج اور [illegible] ایک ہزار شمشیریں تھیں، اسی طرح یاقوت، موتی، [illegible] اور چاندی کی [illegible] کا کوئی شمار ہی نہ تھا، اور ظروف و سامان آرائش بھی بے شمار تھے اور ایسے، جو اپنی صنعت کے لحاظ سے اس زمانہ کے تمدن کا اعلیٰ نمونہ تھے،

ایک وسیع مرصع فرش اپنی ندرت میں اپنی آپ مثال تھا، اس کا تانا بانا چاندی اور سونے
کے تاروں کا تھا، اور زبرجد یاقوت اور دوسرے قیمتی جواہرات سے اس پر گلکاریاں
کی گئی تھیں، اسی طرح اس زمردین مائدہ [illegible] پائی گئی تھی [illegible] کا اندازہ [illegible] نہیں [illegible] کیا جا سکتا
جس کا تفصیلی ذکر [illegible] ہے، اور [illegible] حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف
منسوب تھی لیکن محققین کا بیان ہے کہ اسپین کے سلاطین جو مذہبی عیسائی تھے، وہ
مرنے کے وقت اپنے زر و جواہر کلیسا پر وقف کر جاتے تھے، ان جواہرات سے کوئی نہ کوئی
استعمال کی چیز تیار کی جاتی تھی، یہ میز ابتداءً کسی فرمانروا کی طرف سے بنائی گئی، پھر ہر نیا آنے والا
فرمانروا اس میں اپنے عہد حکومت میں کوئی نہ کوئی اضافہ کرتا گیا، اور قیمتی جواہرات اس
میں رفتہ رفتہ بڑھتے گئے، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ یہ اتنی قیمتی ہو گئی کہ اس کی قیمت کا اندازہ
لگانا بھی امکان میں نہیں رہا،

اس میں خالص سونے کے ۳۶۵ ستون پائے تھے، میز کی پٹیاں اور اوپر کا تختہ
خالص زبرجد کا تھا، اور اس میں موتی، یاقوت اور زمرد کے الگ الگ تین حلقے بنائے گئے
تھے، یہ میز طلیطلہ کے کلیسا کی قربان گاہ پر رکھی رہتی تھی، بڑی تقریبوں اور تہواروں کے موقعوں
پر اس پر انجیل کو رکھ کر تلاوت کرتے تھے، مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کے بعد ایک زمانہ
دراز تک اس میز کا چرچا لوگوں کی زبانوں پر باقی رہا، اسی طرح طلیطلہ کے شاہی محل میں زبور
کا ایک نادر الوجود نسخہ بھی ذکر کے قابل ہے، یہ سونے کے ورقوں پر یاقوت کے پانی
سے لکھا گیا تھا، ابن عذاری کا بیان ہے کہ یہ دستکاری ایسے طریقے سے بنائی گئی تھی
کہ اب اس کا تیار کرنا ممکن نہیں ہے، نیز کلیسا سے [illegible] ایک [illegible] بھی ملا تھا،

فتح اندلس پر قیروان میں جشن مسرت

یہ مال غنیمت اندلس سے جہازوں پر لاد کر افریقہ لایا گیا، جب

ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں قیروان پہنچا، موسیٰ اپنی جمعیت کے ساتھ شہر سے باہر قصر الماس میں فروکش ہوئے، اور اسی قصر میں جشن مسرت منایا، افریقہ کے اعیان و امرا، اور ممتاز عہدہ دار اس میں شرکت کے لیے بلائے گئے، موسیٰ کا لڑکا مروان مغرب اقصیٰ کا والی تھا، وہ بھی آکر شریک ہوا، موسیٰ نے اس مجلس میں تحدیث نعمت کے طور پر ایک تقریر کی، جس میں اس نے کہا:

"آج خداوند تعالیٰ کی تین بڑی نعمتیں حاصل ہیں، ایک امیر المومنین کا نامۂ گرامی ہے جس میں میری خدمات کی تحسین کر کے میرا شکریہ ادا کیا گیا ہے، دوسرے میرے بیٹے عبدالعزیز کا تازہ خط ہے جس میں ان مزید فتوحات کا ذکر ہے جو اندلس میں اس نے حاصل کیں، ان دونوں نعمتوں پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں،

یہ سن کر حاضرین مجلس نے کھڑے ہو کر موسیٰ کی خدمت میں مبارکباد پیش کی، موسیٰ نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا،

"اور تیسری نعمت کو میں تمہیں ابھی دکھاتا ہوں"

یہ کہہ کر کھڑے ہوئے، اور پردہ اٹھانے کا حکم دیا، پردہ کا اٹھنا تھا کہ ہیکل سلیمان و بحیا کا ایک جھرمٹ دکھائی دیا، جو بیش قیمت لباسوں میں ملبوس، اور زیورات و جواہر سے آراستہ و پیراستہ تھا ...... جو سامنے کھڑا تھا، اس نظارے سے لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں، لیث بن سعد کا قول ہے کہ

"موسیٰ بن نصیر کو قیدیوں کی جتنی تعداد حاصل ہوئی اس کی نظیر اسلام میں کہیں نہیں ملتی"

پھر موسیٰ نے افریقہ سے روانہ ہونے سے پہلے یہاں کے امرا و شرفا کے درمیان

ہدایا و تحائف تقسیم کیے،

روانگی دمشق | اس کے بعد یہ قافلہ خشکی کی راہ سے مصر ہو کر دمشق کے لیے روانہ ہوا، مال غنیمت ۱۱۳ بیلوں اور ۳۰ عجلوں پر لادا گیا، موسیٰ کا گذر جس راہ سے ہوتا لوگ عقیدت و تعظیم کے لیے اپنی آنکھیں بچھاتے، اور موسیٰ بھی جا بجا اپنی فیاضی سے لوگوں کو انعام و اکرام و عطایا سے سرفراز کرتے جاتے، موسیٰ کی معیت میں عرب و بربر کے ممتاز شرفاء و عمائد، عیاض ابن عقبہ، عبدالجبار بن ابی سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف، مغیرہ بن ابی بردہ، زرعہ بن ابی مدرک، سلیمان بن شہید اور بربر قبائل بنو کسیلہ و بنو قصدر کے ممتاز قائدین اور جزائر بحر روم، مغرب اقصیٰ اور اندلس کے مختلف خود مختار حکمران شریک سفر تھے،

موسیٰ مصر میں پہنچ کر سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوئے، اور دوگانہ شکر ادا کیا، پھر بنیتہ عمرو بن مروان میں فروکش ہوئے، اور اشراف مصر کے درمیان بخششیں اور عطایا تقسیم کیے،

مصر سے روانہ ہو کر فلسطین پہنچے، یہاں آل روح بن زنباع کے مہمان ہوئے، اور پھر یہاں سے دمشق روانہ ہو گئے[1]

موسیٰ کے لیے ایک نئی کشمکش | ادھر دارالخلافت دمشق میں ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی تھی، خلیفہ ولید بن عبدالملک بستر مرگ پر پڑا تھا، اور سلیمان بن عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا، سلیمان نے ایک تیز رو قاصد موسیٰ کے پاس یہ کہلا بھیجا، کہ وہ اپنی سفر کی رفتار کو سست کر دے، خلیفہ ولید اپنے مرض میں مبتلا ہے جس سے جانبر نہ ہو سکے گا

له فتح الطیب ج ۱ ص ۲۰۰ تا ۲۰۱، ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۵۰، ص ۹۰ تا ۹۴، کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۹۹

کے جلو میں مسجد میں داخل ہوئے، خلیفہ ولید فرط مسرت سے اپنی شدید علالت کے باوجود موسیٰ کے استقبال کے لیے جامع مسجد میں چلا آیا تھا، ولید خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ چکا تھا کہ موسیٰ اپنی جماعت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے، حاضرین مسجد اس نظارہ کو دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئے، موسیٰ کی تحسین و آفرین سے مسجد کی فضا گونج اٹھی، موسیٰ خلیفہ کے سامنے آئے اور سلام کیا، اور وہ تیس نوجوان جو سلاطین وقت کی ہیئت کذائی میں تھے، ولید کے منبر کے دائیں بائیں اور بے سر جھکائے کھڑے ہو گئے، یہ منظر ایسا دلکش تھا کہ مسلمانوں کی عظمت و شان کی ایک یادگار بن گیا، ولید حمد و ثنا کے بعد فتح و کامرانی پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے حاصل ہونے پر شکر بجا لایا، پھر اس نے وفور جوش و مسرت میں ایسی ... تقریر کی جو اس سے پہلے کبھی اس کی زبان سے سنی نہیں گئی تھی، جمعہ کا یہ خطبہ اتنا طویل ہو گیا کہ ڈر پیدا ہو گیا کہ کہیں نماز کا وقت نہ فوت ہو جائے، جمعہ کی نماز کے بعد موسیٰ کو اپنے سامنے بلا کر بٹھایا، اور تین تین مرتبہ شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا،

اس کے بعد غنائم کا انبار ولید کے قدموں پر رکھا گیا۔ اہل دمشق اس نظارہ سے محو حیرت تھے، زر و نگار فرش، اور مائدہ سلیمانی کو دیکھ کر لعل و جواہر اکٹھا کیے گئے، مختلف نوعیت کا سامان جب علیحدہ علیحدہ ہو گیا تو ان کی تقسیم کی باری آئی، ولید نے اس میں کا تہائی حصہ بیت المال کے لیے [illegible] کیا، پھر اپنی مرضی سے جیسے جیسے جس کو دینا چاہا دے دیا، اس موقع پر [illegible] موسیٰ کی [illegible] قدر افزائی کی، ان کو پچاس ہزار اشرفیاں انعام میں دیں، اور [illegible] بار سرفراز کیا، ان کے لڑکوں کے وظیفے مقرر کیے، اسی طرح ان کے [illegible] موالی کے وظائف علیحدہ مقرر کیے، اس کے بعد موسیٰ نے ان یونانی رومی اور اسپینی قیدیوں اور حکمران خاندانوں کے افراد کو ولید کی خدمت میں پیش کیا، ولید

نے ان کے مراتب کے لحاظ سے ان کی قدر و منزلت کی خلعتوں سے نوازا، انعامات دیے اور مستقل وظائف جاری کر دیے، ان مراسم کے بعد یہ مجلس برخاست ہوگئی

یہ مجلس گویا موسیٰ ہی کی قدر افزائی کے لیے منعقد ہوئی تھی، کسی سلطان وقت کے دربار میں کسی محتاط سے محتاط رکن حکومت کی جو بڑی سے بڑی قدر افزائی ہو سکتی تھی، وہ اس مجلس میں موسیٰ کی کی گئی۔

خلیفہ سلیمان کی برہمی | لیکن اسی پر موسیٰ کے عروج و ترقی کا خاتمہ بھی ہوگیا، موسیٰ کو دمشق آئے ہوئے چالیس دن گذرے تھے کہ اس کے ولی نعمت خلیفہ ولید کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، موسیٰ کے سر سے ولید کی سرپرستی کا سایہ اٹھنا تھا کہ اس کی تباہی و بربادی اور ادبار و تنزل کے دن شروع ہو گئے، ولید کا جانشین اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک ہوا، وہ موسیٰ سے خار کھائے بیٹھا تھا، جس وقت سلیمان کا قاصد موسیٰ کے پاس سے مایوس کن جواب لیکر لوٹا تھا، سلیمان نے اسی وقت موسیٰ کو سنگین سے سنگین سزا دینے کی قسم کھائی تھی، پھر ولید نے دمشق میں موسیٰ کی جس طرح قدر افزائی کی، اور جس طور پر مال غنیمت تقسیم کیا، سلیمان کی برہمی کے لیے یہی کچھ کم نہ تھا، چنانچہ اس نے تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد موسیٰ کو دربار میں طلب کیا، اور سر دربار ان دونوں میں بڑی تلخ گفتگو ہوئی، سلیمان نے برہمی سے خطاب کیا کہ

”تمہیں مجھ پر جرأت ہوگئی، تم میرے حکم کے خلاف ورزی سے باز نہ آئے، خدا کی قسم تمہاری تعداد کم کر دوں گا، جمعیت بکھیر دوں گا، اور تمہاری ساری دولت اور مال کو برباد کر دوں گا“

موسیٰ اپنے عہد کے محترم شیوخ عرب سے تھے، وہ دلائل کے ساتھ عذر خواہ ہوئے کہ

”امیر المومنین! میری خطا سوا اس کے کوئی اور نہیں کہ آپ کے پیشرو خلیفہ کے حکم

کی تعمیل کی۔۔۔۔ باقی رہا مجھے ذلیل و رسوا کرنا، جمعیت کو تباہ و برباد کرنا، دولت کا چھین لیا جانا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اور اسی کی طرف لوٹنا ہے، وہی ہے جس نے مجھ پر اپنی نعمتوں کا احسان فرمایا، میں اسی سے استعانت کرتا ہوں، اور امیر المومنین کے عتاب سے بچنے کے لیے اسکی پناہ ڈھونڈھتا ہوں۔"

ظاہر ہے کہ موسیٰ کا یہ جواب سلیمان کے غصہ کو فرو کرنے کے بجائے بڑھانے والا تھا، اس کے بعد ایک دوسری تیز و تند گفتگو ان دونوں میں ہوئی، سلیمان نے افریقہ، مغرب و اندلس کے نظم و نسق کے متعلق موسیٰ سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب میں کہا کہ ان کا ایک لڑکا عبداللہ شمالی افریقہ کا والی ہے، دوسرا مروان طنجہ و مغرب اقصیٰ کا، اور تیسرا عبدالعزیز اندلس کی ولایت پر مامور ہے اس پر سلیمان نے طنز سے کہا "اب تو تم بہت معزز ہو گئے"، موسیٰ کو یہ طنز بھی ناگوار گذرا، اسی انداز میں انھوں نے جواب دیا، انہی لڑکوں نے ان مقامات کو اپنی قوت و بازو سے زیر نگین کیا ہے یہ کچھ کم باعث اعزاز نہیں، پھر امیر المومنین مجھ سے زیادہ کون معزز ہے"، سلیمان اس جواب سے برافروختہ ہوا، اور غضب آلود لہجہ میں پوچھا:-

"اور امیر المومنین تم سے زیادہ معزز ہیں"؟

اب موسیٰ کو ہوش آیا، انھوں نے عاجزی سے کہا،

" امیر المومنین کی وہ شان ہے جس سے بلند کوئی دوسری شان نہیں، ارکان حکومت کی سب شانیں خواہ کتنی ہی بلند ہو جائیں، امیر المومنین کی شان سے پست ہی رہا کرتی ہیں، بلند سے بلند شان امیر المومنین ہی کے توسط اور فرمان خلافت سے حاصل ہو سکتی ہے۔"

لیکن اس عاجزانہ جواب سے سلیمان کا دل نرم نہیں ہوا، اس نے فرط غضب ا

میں موسیٰ کو چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا، ان کے جسم کا بال بال عرق آلود ہو گیا، جب تپش برداشت نہ کر سکے تو بیہوش ہو کر گر پڑے، یہ تھا اس جلیل القدر قائد اسلام کا حشر جس نے افریقہ سے فرانس کی سرحد تک کے علاقہ کو اسلام کے زیر نگین کر دیا تھا، اور ایسے کارنامے انجام دیے تھے جو اسلام کی تاریخ میں کبھی فراموش نہ ہو سکیں گے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اس مجلس میں تشریف فرما تھے، وہ موسیٰ کی جلالت قدر سے آگاہ تھے، سلیمان کی غضب آلود نگاہیں اب تک ان سے چار نہیں ہوئی تھیں، وہ کرب اور بے چینی میں مبتلا رہے، فرماتے ہیں "مجھ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں گذرا، اور نہ اس سے زیادہ کرب میں نے کسی دن اٹھایا" جب سلیمان ان کی طرف متوجہ ہوا تو انھیں لب کشائی کی جرأت ہوئی، سفارش پیش کی، سلیمان کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہو چکا تھا، ضمانت پر رہا کرنا چاہا، یزید بن مہلب نے ان کی ضمانت قبول کر لی، اور موسیٰ کو اسی وقت تمام ولایتوں سے معزولی کا فرمان سنا دیا گیا،

موسیٰ کی زندگی کی تباہی و بربادی

موسیٰ کی قسمت انھیں منزل کی طرف تیزی سے لیے جا رہی تھی، اس غریب آفت زدہ کو اب کوئی نہیں بچا سکتا تھا، وہ جاہ و حشم میں ممتاز ترین امرائے دولت میں سے تھے، سلیمان کے دور خلافت میں انکی دولت و حشمت کا باقی رہنا ناممکنات میں سے تھا، اور نہ اب افریقہ سے اسپین تک کا علاقہ انکے خاندان کے زیر حکومت رہ سکتا تھا، چنانچہ موسیٰ پر خیانت کا فرضی الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا، موسیٰ مجرم قرار پائے، اور تین لاکھ دینار ان پر جرمانہ کیا گیا، موسیٰ نے اپنی ساری املاک کو جدا کر کے ایک لاکھ دینار ادا کیے، اور نوبت یہاں تک آئی کہ بقیہ رقم کیلیے بنو لخم اور دمشق کے دوسرے معززین کے سامنے دست سوال پھیلا دیا، لیکن پھر سلیمان نے یزید بن مہلب کی سفارش سے باقی ماندہ جرمانہ معاف کر دیا،

اب وہ ایک ستم زدہ مفلس شہری تھے، خدم و حشم اور موالی سب رخصت ہو چکے تھے

صرف ایک غلام نے اپنے آقا کا ساتھ نہ چھوڑا، موسیٰ کی زندگی کے چند دن باقی رہ گئے تھے ان میں وہ ان کے ساتھ رہا،

سلیمان نے موسیٰ سے انتقام لینے کے بعد ان کے صاحبزادوں کو بھی تمام ولایتوں سے معزول کر دیا، اور اندلس کے والی عبدالعزیز بن موسیٰ کا سانحۂ قتل پیش آیا جس کی تفصیل آگے آئے گی،

وفات موسیٰ سنہ ۹۷ھ میں حج کا فریضہ ادا کرنے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں وادی القریٰ میں بیمار پڑے، سلیمان بھی اپنے خدم و حشم کے ساتھ حج کے لیے دمشق سے نکلا تھا، بلکہ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ بھی اسی قافلہ کے ساتھ تھے، انھوں نے قافلہ والوں کو اپنی وفات سے ایک دن پہلے کہا، "کل ایک ایسا شخص اس دنیا سے کوچ کریگا جس کا نام اور کارنامہ مشرق و مغرب میں گونج رہا ہے" یہ سلیمان کی نقل کے لیے موسیٰ کا آخری معنی خیز جواب تھا۔

چنانچہ یہ بیماری مرض الموت ثابت ہوئی دوسرے دن ۸۰ برس کی عمر میں ماہ ذی الحجہ سنہ ۹۷ھ میں انھوں نے اس دنیا کو الوداع کہا،

موسیٰ اکابر صحابہؓ کی صحبت کا فیض اٹھائے تھے، زہد و ورع اور فضل و کمال سے متصف تھے، حدیث کی روایت کا سلسلہ بھی جاری تھا، بلاشبہ آج بھی ان کے کارناموں کو مشرق و مغرب کی تاریخ کے صفحات میں نمایاں امتیاز حاصل ہے،

خلیفہ سلیمان کے ہاتھوں موسیٰ کیساتھ طارق کی زندگی کی گمنامی موسیٰ کے عتاب میں آجانے کے بعد اندلس کی ولایت کے لیے سلیمان کی توجہ طارق کی طرف مبذول ہوئی، سلیمان نے مغیث سے رائے لی، مغیث کو طارق سے جداگانہ شکر رنجی تھی، اس نے ذومعنی جملہ میں کہا "طارق کو اندلس میں ایسی مقبولیت حاصل ہے کہ اگر وہ قبلہ رخ کو چھوڑ کر کسی اور سمت کی طرف نماز پڑھے

کا حکم دے تو لوگ امتثالِ امر کے لیے تیار ہو جائیں گے۔"

سلیمان نے طارق کی محبوبیت کا حال سن کر اپنا خیال بدل دیا، پھر طارق کی پوری زندگی گمنامی میں گزر گئی، یہاں تک کہ اس کی وفات کا سال بھی مورخین کو معلوم نہ ہو سکا، طارق اگرچہ اندلس میں دوبارہ نہیں آیا، لیکن طارق اور مغیث دونوں کی اولادیں اندلس میں بھی پھیلیں، اور وہاں کے ذی حیثیت لوگوں میں شمار کی گئیں۔[1]

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۲۰، ۱۲۹، ۱۳۰ تا ۱۳۵، ج ۲ ص ۵۵، ۶۷، ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲۳ و ۲۳۴ تا ۴۴۹، ابن خلکان ج ۳ ص ۱۰ ترجمہ موسیٰ، شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۱۲ حوادث ۹۷ھ، کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۴۶ تا ۸۴، فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۱، ۲۴۰، اخبار مجموعہ فی فتح الاندلس ص ۴ تا ۱۵، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۶، دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۴۹، البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۴۳، ۵۲، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۳۱، موسیٰ کے ورود اندلس سے ان کی وفات تک کی سرگذشت میں غیر معمولی اختلافات ہیں، ان پر تنقیدی نظر ڈالنے کی ضرورت ہے، ہم نے صحت سے جو کچھ قریب تر نظر آیا، اسی پہلو کو مذکورۂ بالا ماخذ میں اختلافات سے دامن بچا کر اختصار کے ساتھ اخذ کر لیا ہے، کہ اس مختصر سلسلۂ تاریخ اسلام میں تفصیلات کی گنجائش تھی اور نہ اختلافات پر غائر نظر ڈالنے کا موقع حاصل تھا۔

عبدالعزیز بن موسیٰ والیٔ اندلس

۹۵ھ — ۹۷ھ
۷۱۴ء — ۷۱۵ء

کشوری حکومت

عبدالعزیز اندلس کا وہ پہلا حکمران ہے جس نے یہاں کے اسلامی دور میں کشوری نظام حکومت کی بنیاد ڈالی. لڑائیوں کے ہیبتناک اثرات کو دور کیا، ملک میں امن، سکون، اور اطمینان کے لائق ماحول پیدا کیا، رعایا کی بہبودی کے وسائل اختیار کیے، خصوصاً عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، حکومت کا نظم و نسق چلانے کے لیے ایک مجلس شوریٰ بنائی، محاصل کی وصولی کے لیے محصل نامزد کیے، دیوانی اور فوجداری مقدموں کے لیے قاضی مقرر کیے. عیسائیوں کے مقدموں کو ان کے مذہب کے مطابق فیصل کرنے کا رواج دیا، کاشتکاروں کو زراعت کی ترغیب دی، زرخیزی و خوشحالی بڑھانے کے وسیلے اختیار کیے، ملک میں جابجا فوجی چوکیاں اور قلعے تعمیر کرائے، ان انتظامات سے تجارتی کاروبار جاری ہوا، اور تاجروں کے قافلے تجارت کا مال لیکر ایک شہر سے دوسرے شہر کو آنے جانے لگے.

نیم خودمختار عیسائی سلطنت

اس نے انتظام حکومت کے لیے مفتوحہ حصہ ملک کو الگ الگ صوبوں میں تقسیم کیا، ان کے والی نامزد کیے، اور شہروں کے حاکموں کو ان کی جگہ پر برقرار رکھا. صوبوں کے انتظام کے سلسلہ میں تھیوڈومر کا معاملہ بھی سامنے آیا، اس زمانہ میں وہ اندلس کے عیسائیوں کا گویا مرکز اتحاد بن گیا تھا. "تدمیر" کی فتح کے موقع پر اس نے آسان شرطوں

پر اسلامی لشکر سے امان طلب کر لی تھی، نئے انتظام کے موقع پر نئے سرے سے اس کے معاملہ پر غور کیا گیا، عبدالعزیز نے فراخ دلی سے پچھلے معاہدہ کی پابندی کی، اور اس موقع پر طرفین میں تحریری معاہدہ عمل میں آیا جس کے رو سے صوبہ مرسیہ کو اسلامی حکومت کی سیادت میں رکھ کر اس کی حکمرانی میں دیدیا گیا۔[25]

فتوحات

عبدالعزیز نے کشوری نظام کو قائم کرنے کے علاوہ اندلس کے غیر مفتوحہ علاقوں میں فوجی پیش قدمیاں بھی جاری رکھیں، چنانچہ مختلف مقامات پر فوجیں بھیجیں، اور دور دور تک [illegible] کا وسطی و جنوبی علاقہ لوسیتانیا اور شمالی و مشرقی علاقہ [illegible] اسلامی حدود حکومت میں داخل ہوئے، نیز بعض شہر [illegible] ان کو فتح کیا، پھر شمال مغرب میں اپنی جانب پیش قدمیاں جاری رکھیں، کبھی گشتی دستوں کو بھیجتا اور کبھی خود فوج لے کر جاتا تھا، چنانچہ عرب مورخین لکھتے ہیں کہ

"اس کی حکومت کے دوران میں اندلس کے بہت سے شہر فتح ہوئے، اور اس کے حسن تدبیر سے اندلس میں اسلامی سطوت و عظمت کا سکہ جم گیا۔"[26]

سلیمان بن عبدالملک کی سازش عبدالعزیز کے خلاف

لیکن عبدالعزیز کو اندلس پر حکمرانی کا زیادہ موقع نہ مل سکا، کیونکہ بدقسمتی سے وہ خلیفہ سلیمان کے معتوب جنرل موسیٰ کا لڑکا تھا، جیسا کہ گذر چکا ہے موسیٰ نے افریقہ، مغرب اور اندلس کو اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اب خلیفہ سلیمان موسیٰ کے لڑکوں کو ایسے وسیع خطوں پر حکمران نہیں دیکھ سکتا تھا، لیکن ایسے دور میں [illegible] کے والد کو جو دمشق سے باہر ہونے بغیر کسی ظاہری سبب کے قید کر دیا [illegible]

[25] [illegible] اسپین [illegible] (۲) اسپین [illegible] دوزی، (۳) اخبار اندلس ج ۱ ص ۲۹۱، ۲۱۳

[26] نفح الطیب مقری ج ۱ ص [illegible] (۱) اخبار مجموعہ ص [illegible] (۲) اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۷۲

خصوصاً جبکہ موسیٰ سے سلیمان کے عناد کی خبر اسلامی دنیا میں پھیل چکی تھی، اس لیے اس نے افریقہ
و اندلس کے مختار سرداروں سے جو وہ سازش کی، دونوں حقیقی دشمنوں سے قتل کرانے کا فیصلہ
کیا، اور ہر جگہ ان کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی، اندلس میں عبدالعزیز کے خلاف اس نے
پانچ عرب سرداروں سے سازش کی تھی جن میں سے حبیب بن ابی عبیدہ فہری اور زیاد بن
نابغہ تمیمی کے نام معلوم ہیں،

عبدالعزیز کے خلاف الزامات میں اشتعال انگیزی

ان عرب سرداروں کو عبدالعزیز کے خلاف مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے کا ایک حیلہ ہاتھ آگیا، اتفاق سے اسپین کے
سابق شہنشاہ راڈرک کی ملکہ ایجیلونا عبدالعزیز کے محل میں آگئی، اس نے اسلامی حملہ کے وقت
اپنی جان و مال کی بخشش کے بدلہ میں جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی تھی، اور اس کے اعزاز
و اکرام اور دولت و ثروت کو زوال نہ آیا تھا، نیز وہ اپنی آیندہ زندگی کو خوشگوار بنانے کیلیے
عیسائی مذہب پر قائم رہ کر عبدالعزیز امیر اندلس کے عقد نکاح میں داخل ہوگئی تھی، اس کے
بطن سے عبدالعزیز کا بچہ عاصم پیدا ہوا تھا، اور عرب مورخین نے ایجیلونا کو ام عاصم کی کنیت
سے یاد کیا ہے،

ملکہ ایجیلونا میں شباب کی رعنائیاں تھیں، عبدالعزیز اس کے حسن و جمال پر فریفتہ تھا،
اور اشبیلیہ سے باہر کلیسا کے ربینہ میں اس کے ساتھ سکونت پذیر تھا، مورخین نے پہلے اندلس
میں ان دونوں کی محبت کی داستان کی خوب تشہیر کی، پھر دو واقعوں کو مبالغہ کے ساتھ
بڑی شہرت دیکر عبدالعزیز کے عیسائی ہو جانے کی افواہ پھیلائی گئی،

ایک واقعہ سادہ طور پر یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن عبدالعزیز سے کہا کہ جب تک
سلاطین کے سر پر تاج نہ ہو، وہ بادشاہ معلوم نہیں ہوتے، میرے پاس جو جواہرات ہیں

تمھارے لئے ان جواہرات سے مرصع ایک طلائی تاج کیون نہ تیار کرو دون، عبد العزیز نے جواب مین کہا کہ یہ اس کے مذہب مین روا نہین ہے، لیکن ایجیلونا اس پر حاوی ہو چکی تھی، اس نے اس کو خلوت مین بیٹھ کر تاج اپنے سامنے پہننے پر راضی کر لیا، چنانچہ اس نے ایک تاج بنا کر خود اپنے ہاتھون سے اس کے سر پر رکھا اور وہ اس کو خوش کرنے کے لئے محل مین اس کے سامنے پہنا کرتا تھا،

اتفاق کی بات ایک مرتبہ زیاد بن نابغہ تمیمی کی بیوی کسی تقریب سے محل مین گئی، اس نے عبد العزیز کے سر پر اس زرنگار تاج کو دیکھ لیا، اور واپس آکر نابغہ سے اس کا تذکرہ کیا، نابغہ نے اس کو مبالغہ کے ساتھ فوج کے افسرون مین مشہور کر دیا،

دوسرا واقعہ یہ کہا جاتا ہو کہ ملکہ نے عبد العزیز سے تعجب سے پوچھا کہ حکومت کے امراء جو عہدہ دار دربار مین آتے ہین تو شاہی آداب بجا نہین لاتے، ہمارے یہان جو لوگ دربار مین آتے تھے، وہ رسم کے مطابق شاہ اندلس کو سجدہ کرتے تھے، عبد العزیز نے سمجھایا کہ اسلام مین خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہین ہے، مگر یہ بات بھی اس کے دل مین نہ اُتر سکی، عبد العزیز واقعتہ تو شاہی، اس نے اس کی دلدہی کے لئے اس محل کے دروازہ کو اتنا چھوٹا کر دیا کہ لوگون کو گردن جھکا کر داخل ہونا پڑتا تھا، اس طرح ایجیلونا کے دل کی کچھ آرزو پوری ہو گئی،

حادثۂ قتل | یہ روایتین اپنی جگہ صحیح تھین یا غلط لیکن بڑی تیزی سے فوج مین پھیلائی گئین، اور خصوصًا اس کے عیسائی ہو جانے کی عام شہرت ہوئی، چنانچہ فوج کے ایک خاص دستہ مین جس کا قائد دربارِ حکومت کے متمدین میں سے تھا، عبد العزیز کے

خلاف سخت ہیجان پیدا ہوا، چنانچہ ایک دن جب کہ وہ صبح کی نماز اس مسجد مین جس کو کلیسا سے ربینہ کے پہلو مین اُس نے تعمیر کرایا تھا، پڑھ رہا تھا، اور سورۂ فاتحہ ختم کرکے سورۂ واقعہ کی قرأت شروع کی تھی کہ سازش کنندہ بیک وقت تلوارین سونت کر آگے بڑھے اور اُس کے سر کو تن سے جدا کر دیا، یہ حادثہ ماہ رجب ۹۸ھ مطابق مارچ ۱۷۱۶ء مین پیش آیا،

حبیب بن ابی عبیدہ نے اس کے سر کو سلیمان کے پاس دمشق بھیج دیا، سلیمان نے موسیٰ کو بلا بھیجا، اور مقتول کے سر کو طشت مین رکھ کر اس کے سامنے پیش کیا، اس پر نظر پڑتے ہی موسیٰ کے دل و جگر پر ایک قیامت گذر گئی، اُس نے اپنے آنسو ضبط کئے، اور کہا :-

"اس کو جام شہادت نوش کرنا مبارک ہو، خدا کی قسم یہ قائم اللیل وصائم النہار تھا"،

ابن اثیر کہتا ہے :-

"عبد العزیز کے قتل کے واقعہ کو سلیمان کی لغزشون مین سے ایک لغزش شمار کیا جاتا ہے"[1]

---

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۱۲، اخبار اندلس ص ۲۴، ۲۸ نفح الطیب ج ۱ ص ۱۳۱ ابن عذاری ترجمہ اردو ص ۴۵، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۶۲ مجموعۂ اخبار اندلس (ص ۲۲) مین عبد العزیز کے قتل کا ذمہ دار انہی عرب سردارون کو قرار دیا گیا، اور سلیمان کے دامن کو اس سے محفوظ رکھا گیا ہے، چنانچہ روایت ہے کہ سلیمان نے قاتلون کو گرفتار کرایا تھا اور مقدمہ کی تفتیش جاری تھی کہ اس کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد عبد اللہ ادریس (؟) ...

ز کے قتل کے بعد سے مشرق میں دولت بنو اُمیّہ کے
ندلس کے ولاۃ کبھی دمشق سے نامزد ہو کر آتے، کبھی افریقہ
، اور کبھی اندلس کے سرداران قبائل اپنی طرف سے
فریقہ یا دمشق سے آجاتی تو وہ اپنے منصب پر برقرار
ر ہو کر آجاتا تو یہ عارضی گورنر اپنے منصب سے سبکدوش
ر کسی متولی نے حکومت کی عنان ہاتھ میں لے لی، اور
، میں جنگ آزمائی کے بعد کوئی فیصلہ کن صورت
جب عبد العزیز کے قتل کے بعد اندلس چند دنوں
مسلمانان اندلس نے اتفاق رائے سے موسیٰ بن نصیر
بماہ ذی الحجہ ۹۷ھ مطابق اگست ۷۱۶ء (مجموعہ ص ۲۰)

ب بڑے دیندار اور صالحین میں شمار کیے جاتے تھے
ندلس کے پایۂ تخت کا اشبیلیہ سے قرطبہ آنا ہے، الخ

یر نے حر بن عبد الرحمٰن کو ولایت اندلس پر مامور کرتے ہوئے
کو موقع نہ مل سکا، ہو سکتا ہے کہ ضابطہ کے طور پر قاتل گرفتار
ن، ورنہ اس منفرد روایت سے ابن القوطیہ ابن عذاری اور
جا سکتی، خصوصاً جب کہ ابن یزید کے ہاتھوں عبد اللہ بن
ے اور بعض قتل کیے گئے تھے، اس کے سپرد اس مقدمہ کی تفتیش
عبد العزیز کے خون کے دھبہ سے سلیمان کے دامن کو محفوظ نہیں

ابن حبیب لخمی کو قرطبہ سے ایک خاص قسم کا دلی تعلق تھا، اس نے مناسب سمجھا کہ اندلس کے پایۂ تخت کو مستقل طور پر اشبیلیہ سے قرطبہ مین لے آئے، چنانچہ اُس نے مسلمانانِ اندلس کے مشورہ سے قرطبہ کو اندلس کا پایۂ تخت قرار دیا اور وہین سکونت پذیر ہو گیا،

حکومت کا نظم ونسق | ایوب بن حبیب نے بڑی ہوشمندی سے حکومت کی عنان سنبھالی اور ملک پر اقتدار حاصل کرنے اور نظم ونسق قائم کرنے کے لئے سارے ملک کا دورہ کیا، جہان جہان بے عنوانیان دیکھین اُن کی اصلاح کی، ضرورت کے مطابق مختلف شہرون کے حاکمون مین رد و بدل کیا، کاشتکارون کو زراعت کی ترغیب دی، مظلومون کی دادرسی کی، شہرون کی فصیل درست کرائی، جہان عیسائیون کی تعداد زیادہ نظر آئی، اور مصلحت کا تقاضا ہوا وہان مسلمانون اور یہودیون کو بسایا، اور عیسائی سلطنت کی سرحدون پر قلعون کو استحکام بخشا،

جدید والی کا تقرر | ایوب کو زمام حکومت سنبھالے ہوئے چھ مہینے گذرے تھے کہ دوسرا نامزد والی آگیا، اگر ایوب بن حبیب برسر اقتدار رہ جاتے تو اندلس کو غیر معمولی فائدہ پہنچتا، لیکن ارباب اقتدار موسیٰ بن نصیر کے عزیز اور لخمی خانوادہ کے کسی فرد کو اندلس میں برسر اقتدار دیکھنا پسند نہ کرسکے، اس لئے دربارِ خلافت سے اُن کی ولایت کی تصدیق نہ ہوسکی اور عبداللہ بن یزید نے جس کو خلیفہ سلیمان نے عبداللہ بن موسیٰ بن نصیر کے قتل کے بعد افریقہ کا والی بنایا تھا، اندلس کی ولایت کے لئے حر بن عبداللہ ثقفی کو مامور کیا، جس نے اندلس کی حکومت کی زمام اپنے ہاتھون مین لے لی[1]

---

[1] ابن قوطیہ ص ۱۲، مقری جلد ۲ ص ۷، مجموعہ ص ۲۲ و اخبار اندلس ج ۱ ص ۲۶۵-۲۶۶، نفح الطیب مین ایوب کو ابوایوب کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

حُرؒ بن عبدالرحمن ثقفی

۹۸ھ - ۱۰۰ھ
۷۱۶ء - ۷۱۸ء

حُر[۱] بن عبدالرحمن ثقفی ۹۸ھ (۷۱۶ء) مین اندلس آیا، لیکن افسوس ہے کہ وہ ایک کامیاب حکمران ثابت نہ ہوسکا، اس نے ایسا طرزِ عمل اختیار کیا کہ لوگ اس سے بددل ہوکر کنارہ کش ہوتے گئے، اور رفتہ رفتہ اس کے طرزِ حکومت سے عیسائی مسلمان عوام اور حکومت کے عام عمّال اس سے نالان ہوگئے، اور اس کی سخت گیریون سے گھبرا کر اس سے گلو خلاصی کے خواہشمند نظر آنے لگے،

اندلس مین عیسائی حکومت کی داغ بیل

یہ دور اندلس مین دولتِ اسلامیہ کی اولین بنا و تاسیس کا تھا، اس دور مین ملک مین عام طور پر بددلی اور حکومت کے نظم و نسق مین ابتری کا پھیلنا اسلامی حکومت کے حق مین نہایت تباہ کن ثابت ہوا، ملک کے شکست خوردہ عیسائیون کو اپنی تنظیم کرکے اپنی قوت فراہم کرنے کا موقع مل گیا، اور پھر اندلس کی اسلامی حکومت سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوگیا، چنانچہ انھون نے مسلمانون کے مقبوضہ اور آباد علاقون سے بہت دور ایک ایسے خطہ کو اپنے مرکز کے لئے منتخب کیا، جس کا جغرافی و قدرتی ماحول اُن کے لئے نہایت سازگار تھا اور وہ اس خطہ مین آسانی سے قلعہ بند ہوسکتے تھے،

---

[۱] الکامل ابن اثیر (ج ۵ ص ۱۴۲) مین اس کا نام حُر کے بجائے حرب چھپا ہے، مگر دوسری تاریخون مین حُر ہی سے موسوم ہے، اس لئے یہی نام اختیار کیا گیا،

اندلس کے صوبہ استور اس کا ایک حصہ موسیٰ کی فتوحات میں شامل ہوا تھا لیکن فتح
کی تکمیل نہ ہو سکی تھی کہ فرمان حکومت کے بموجب موسیٰ اس مہم کو نا تمام چھوڑ کر واپس چلے
گئے تھے، اور یہاں مسلمانوں کی کوئی آبادی بھی بسائی نہ جا سکی تھی عبدالعزیز کے واقعہ قتل، اور
حر کے دور حکومت میں جب اندلس کے حالات میں انتشار پیدا ہوا، تو کچھ عیسائی امرائے
اندلس سے ہجرت کر کے اس علاقہ میں چلے گئے، اور یہاں کی پہاڑیوں کی قدرتی قلعہ بندیوں ا
...... کھوؤں سے فائدہ اٹھا کر عیسائیوں کی تنظیم شروع کر دی، چنانچہ اسی زمانہ میں
راڈرک کی فوج کا ایک آزمودہ کار گاتھک افسر پلایو (Pelayo) بھی اس علاقہ میں
چلا آیا، وہ عیسائی مورخین کے بیان کے مطابق گاتھ کے شاہی خاندان سے تھا لیکن یہ
بیان قرین قیاس نہیں ہے، عرب مورخین میں سے مقری نے کسی قدر تفصیل سے اس کا
تذکرہ کیا ہے، اس کا بیان ہے کہ استورقہ (استریاس) کا باشندہ تھا، مسلمان استورقہ
کی فتح کے بعد یہاں امن و امان قائم رکھنے کی ضمانت میں اس کو بطور یرغمال اپنے ساتھ
لائے تھے، حر کے زمانہ میں جب اسلامی اندلس میں بدنظمی پیدا ہوئی تو وہ موقع پا کر ۹۸ھ
میں اسلامی اندلس سے بھاگ کر وہاں چلا گیا، صرف تین سو عیسائیوں کی ایک جماعت
تیار کی، اور اس مختصر جمعیت کے ساتھ ایک پہاڑ کی کھوہ میں جس کا نام کوادونگا
(Couadonga) تھا، اور جس کو عربوں نے صخرہ بلائی کہا ہے، پناہ گزین ہوا
اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیاں اور عیسائیوں کی تنظیم میں مصروف ہو گیا،
یہ لوگ جھپیاں پکڑ کر کھا لیتے تھے، اور اپنی تعداد میں روز بروز اضافہ کرتے گئے، رفتہ رفتہ
ان کے اجتماع کی خبر اندلس کے عیسائیوں میں پھیلی، اور عیسائی مذہبی جوش و خروش
سے سرشار اس علاقہ میں یکجا ہوتے گئے، پھر کلیساؤں کے مغرور پادری بھی اپنے کلیسائی

تبرکات اپنے ساتھ لئے یہاں آپہنچے، اور یہ علاقہ اندلس میں [illegible] با خاصہ آزاد مرکز بن گیا،

لیکن اسلامی حکومت نے اندلس کے عیسائیون مین مرکزیت پیدا [illegible] اُجود اس علاقہ کے بنجر اور کوہستانی ہونے کی وجہ سے ادھر بہت کم توجہ کی، انھون نے اندلس کے زرخیز علاقون کو چھوڑکر ایسے غیر آباد علاقون پر وقت صرف کرنے کو اہمیت نہ دی، اگر کبھی کوئی بھولا بھٹکا اسلامی دستۂ فوج ادھر آنکلا تو یہ لوگ میدان کی جھونپڑیون کو خالی چھوڑکر پہاڑون کی کھوہ مین جا چھپے، اس لئے اُن لوگون کو مسلمانون کی بے خبری مین ترقی کرنے کا پورا موقع ملا، یہانتک کہ انھون نے پلایو کی سرداری مین اچھی خاصی جمعیت فراہم کرلی، اور آس پاس کی دیہی آبادی کے عیسائی اس کے علم کے نیچے جمع ہوگئے، عیسائیون کے اجتماع کی خبر سُن کر اس علاقہ کے مسلمان والی نے اُن کو منتشر کرنے کے لئے فوجکشی کی، اسلامی لشکر آسانی سے کوہستانی سلسلہ کو عبور کرکے وادی مین پہنچ گیا، پلایو، پہاڑون کی کمین گاہون مین چھپا بیٹھا تھا، اسلامی لشکر نے جیسے ہی پہاڑی سلسلہ کو طے کیا یہ لوگ اوپر کی کمین گاہون سے نکل آئے، دوسری سمت ایک دریا بہتا تھا مسلمانون کے لئے اُدھر بڑھنے کا موقع نہ تھا، پلایو کے ساتھیون نے تیر کی بارش شروع کی، بہت سے مسلمان مارے گئے، اور جو بچے وہ جان بچا کر واپس چلے آئے،

عیسائی مورخین اس لڑائی کو حکومت ایسٹریاس کے قیام کے لئے بنیادی لڑائی قرار دیتے ہین، اسی کے بعد پلایو کی تخت نشینی کی رسم انجام پائی، اور وہ اندلس کی اس نوزائیدہ عیسائی سلطنت کا پہلا فرمانروا قرار پایا، جس نے آگے چل کر طرح طرح کے انقلابات کے بعد ترقی کرتے کرتے اندلس سے اسلامی سلطنت

کا خاتمہ کیا، مسٹر ہنری ایڈورڈ وٹیز لکھتے ہین،

"مہاجرین نے پلایو یا پلایوس کو اس لئے لیڈر نہین بنایا کہ اس کی رگون مین گاتھ
کے شاہی خاندان کا خون دوڑ رہا تھا، بلکہ اس لئے انتخاب کیا کہ وہ اس ذمہ داری
کے اٹھانے کے لئے موزون ترین شخص تھا،...... پلایو نے اپنا صدر مقام کانگس ڈی
اونسی کو قرار دیا...........

پلایو کے متعلق بجز اس کے کہ وہ اپنی نوزائیدہ سلطنت کی زندگی کے لئے لڑا
اور ۷۱۸ء مین کوادونگا کی مشہور لڑائی کو جیتا کہ بہت کم واقفیت ہے، کوڈونگا
کے معرکہ مین جس کو عربون پر عیسائیون کے فتح حاصل کرنے مین پہلا محاذ بننے کا شرف
حاصل ہے، ایک ایسی فتح حاصل ہوئی جس نے دنیا کو عیسائیت کے تن بے جان مین
روح کے پیدا کرنے کی امید دلائی، عربون نے جنھون نے اب تک اس پہاڑی علاقہ
کو نظر انداز کر دیا تھا کہ وہ فتح کئے جانے کے لائق نہ تھا، پلایو کے خروج کی خبر سنکر
علقمہ کی سرکردگی مین ایک مہم بھیجی، علقمہ مرتد بشپ اپاش (Oppas)
کی رہنمائی مین روانہ ہوا تاکہ وہ پلایو کو پسپا کرے، جو ایک کھولا کیوا ڈی انسیوا
(Lacuebade Anseaa) مین ایک چھوٹے دریا موسومہ ریو بینو
(Rio Buena) کے اوپر تھا، ہم قیاس کر سکتے ہین کہ صرف یہی علاقہ"
اس عیسائی رہبر کے حلقۂ اثر مین نہ تھا کیونکہ اس مین تین سو آدمیون سے زیادہ
ٹھہرنے کی جگہ نہ تھی[1] عرب فوج نے پہاڑیون کو عبور کیا، اور یہ لوگ نیچے اُتر کر اس
طرف بڑھے جہان پلایو کا مختصر دستہ محاصرہ کیے بیٹھا تھا، اور انھین ایک تنگ راستہ

[1] عرب مورخین پلایو کے متبعین کی صحیح تعداد تین ہی سو لکھتے ہین، اسلئے سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کا اصل منشا یہی تھا

مدی سے چٹانوں اور پتھروں کی بوچھاروں کا، سامنا کرنا پڑا،
بتری پیدا ہوئی، پلایو اپنی کمین گاہ سے نکل آیا، اور علقمہ اور اس کے
سوسپاہیوں کو وہیں کھیت کر دیا، اور بیس ہزار سے زیادہ
رق ہو گئے، ۵۰ ہزار تین سو سپاہیوں نے بھاگ کر فرانس میں
مغلوب کر لئے گئے،

استان امیر حمزہ سے زیادہ باوقعت نہیں، یہ سب کا سب لغو
افسانہ ہے، عیسائی مورخین نے جس واقعہ کو ایسے طمطراق سے
ح مقری کے لفظوں میں پڑھئے، وہ لکھتا ہے:-

اوہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے منتشر
ن کے غلبہ کے بعد جمع کیا، وہ ایک نابکار (علج) بلائی
رلیش کا رہنے والا تھا، اور وہ اپنے شہر والوں کی طرف سے
رکھنے کی ضمانت میں یرغمال بن کر قرطبہ آیا تھا، وہ حر بن عبد الرحمٰن
قرطبہ سے بھاگ گیا، اور سال فتح کے چھٹے سال جب کہ
یوں نے اس کے ساتھ مل کر حر بن عبد الرحمٰن کے نائب
ج کیا، اور اس نائب کو نکال دیا، اور شہروں پر قبضہ کر لیا
کے قبضہ میں رہے۔[۱]

رنیج ۲ ص ۲۳ تا ۲۵، نفح الطیب ج ۲ ص ۵۱۲، اخبار الاندلس جلد ا ص ۳۴۹
اندلس میں بھی غیر معمولی مبالغہ ہے یہ واقعہ نقل ہوا ہے نیز اس کے وقوع کا جو زمانہ لکھا
بیان سے مختلف ہے کیونکہ مقری اور ڈیٹرس کا تعین کردہ زمانہ مل جاتا ہے اس لئے اسی کو اختیار
کیا گیا ہے۔

واقعہ کی اصلیت اس سے زیادہ کچھ نہین اس کا مآل اسی قدر نکلتا ہے کہ اس زمانہ مین حکومت اسٹریا کی بنیاد قائم ہو گئی جس کے حدود حکومت بقول مسٹر اسکاٹ[1] ابتداءً پانچ میل لمبے اور تین میل چوڑے قطعۂ زمین مین محدود ہے[1]؛

حر کی واپسی کا مطالبہ اور معزولی

حر بن عبد الرحمٰن کے طرز حکومت سے اندلس کے باشندے خوش نہ تھے، انھون نے اس کے معزول کئے جانے کی درخواست دمشق بھیجی، وہان حضرت عمر بن عبد العزیز مسند خلافت پر جلوہ افروز ہو چکے تھے، انھون نے اہل اندلس کی درخواست منظور کر لی، اور ایک ایسے تجربہ کار مدبر شخص کو اس عہدہ کے لئے منتخب کیا، جس کا تعلق افریقیہ و مغرب سے رہ چکا تھا، چنانچہ سمح بن مالک خولانی نے ماہ رمضان سنہ ۱۰۰ھ میں اندلس پہنچ کر حکومت کی زمام اپنے ہاتھ مین لے لی[2]؛

---

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۳۴۵ [2] ابن القوطیہ ص ۱۲، مقری جلد ۲ ص ۹ ۵، مجموعہ ص ۱۲۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴، ابن عذاری ترجمۂ اردو ص ۵۵۔

سمح بن مالک خولانی (۵)

سنہ ۱۰۰ھ - سنہ ۱۰۲ھ
۷۱۸ء - ۷۲۰ء

سیرت و کردار | سمح بن مالک خولانی افریقہ کے سپہ سالار تھے، وہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ میں افریقہ کا سالانہ خراج لے کر دمشق گئے تھے، اس زمانہ میں ہر ملک کا سالانہ خراج وہاں کے دس معززین کی نگرانی میں دار الخلافت بھیجا جاتا تھا اور وہ معززین بارگاہ خلافت میں حلف اٹھاتے تھے کہ اس مال میں کوئی ایک درہم بھی ایسا نہیں جو کسی پر ظلم کر کے ناحق وصول کیا گیا ہو، اس کے بعد وہ رقم بیت المال میں جمع کر دی جاتی تھی، اس دستور کے مطابق دمشق میں جب اس افریقی وفد کے حلف کی باری آئی تو اس کے دو ارکان اسمعیل بن عبید اللہ اور سمح بن مالک خولانی نے حلف اٹھانے سے انکار کر دیا، اس موقع پر حضرت عمر بن عبد العزیز دربار میں موجود تھے وہ ان دونوں کی بلند کرداری سے متاثر ہوئے اور جب اُن کے عہد خلافت میں افریقہ و اندلس کے والیوں کے انتخاب کا موقع آیا تو انھوں نے اوّل الذکر اسمعیل ابن عبید اللہ کو افریقہ کا اور موخر الذکر سمح بن مالک خولانی کو اندلس کا والی مقرر کیا اور ان دونوں نے دمشق سے چل کر اپنے ملکوں میں اپنے عہدوں کی ذمہ داریاں سنبھال لیں، سمح بن مالک خولانی ماہ رمضان سنہ [illegible] میں اندلس پہنچے تھے۔

اندلس کو اسلامی سلطنت میں رکھنے پر نئے سرے سے غور و فکر

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے سمح کو اُن کے روانہ ہونے کے وقت ذیل کی ہدایتیں دیں کہ وہ اندلس پہنچ کر اپنی تحقیقات سے مرکزی حکومت کو مطلع کریں،

۱۔ اندلس کی زمینیں جن جن نوعیتوں سے فتح ہوئی ہوں اُن کی تفصیلات مہیا کیجائیں، تاکہ ان زمینوں کی ملکیت اور عشر و خراج کا فیصلہ شرعی احکام کے بموجب کیا جائے،

(۲) اندلس اسلامی ملکوں سے بہت دور پڑتا ہے اسلئے یہاں کے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اور ان کے استحکام پر نظر ڈالی جائے، اگر حالات سازگار نہ ہوں تو مسلمان وہاں کی سکونت چھوڑ کر واپس چلے آئیں، اور ملک اس کے قدیم باشندوں کے سپرد کر دیا جائے،

چنانچہ سمح نے اندلس پہنچ کر سب سے پہلے زمینوں کی فتح کی نوعیت کی چھان بین کی، اور جو زمین جس نوعیت کی ثابت ہوئی، اس پر اس نوعیت کا محصول لگایا، مرکزی بیت المال کے لئے شرعی واجب الادا حصہ علحدہ کرلیا،

اس کے بعد سمح نے یہاں کے حالات کی مزید تفتیش کی اور خود مطمئن ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو اندلس میں مسلمانوں کی فوجی و اجتماعی طاقت، آبادی کی کثرت، شہروں کی زیادتی، اور ان میں مسلمانوں کی سربلندی، فصیلوں کی مضبوطی، و قلعوں کے استحکامات کی تفصیلات لکھ کر یہاں سے مسلمانوں کی سکونت کے ترک نہ کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس رائے کو قبول کیا، اور اندلس کے شرعی خمس کو دار الخلافت لانے کے لئے اپنے مولیٰ جابر کو اندلس بھیجا،

اس اثنا مین حضرت عمر بن عبد العزیز نے ۱۰۱ھ مین رحلت فرمائی اُن کے زمانہ مین خلافت امویہ کے دفاتر خالص شرعی نظام حکومت کے مطابق قائم ہوگئے تھے، مگر اُن کے بعد ہی وہ شرعی نظام درہم برہم ہوتا نظر آیا، اس لئے سمح بن مالک نے بھی خمس کی اس رقم کو وہان بھیجنے کے بجائے اندلس ہی مین کسی مناسب کام مین لگانے کا فیصلہ کیا،

قرطبہ کے پل اور فصیل کی مرمت قرطبہ مین ایک قدیم تاریخی پل تھا، جو آگسٹس کے زمانہ مین تعمیر ہوا تھا، مگر اب رہگذر کے قابل نہ رہ گیا تھا، سمح نے خمس کی اس رقم سے اسی پل کو نئے سرے سے تعمیر کرانے کا فیصلہ کیا، کیونکہ اس کی مرمت و تعمیر کی اجازت حضرت عمر بن عبد العزیز سے وہ پہلے لے چکے تھے، یہ رقم مناسب طور پر اس مین صرف ہوئی اور پل نئی تعمیر کے بعد سے آج تک یادگار کے طور پر قائم ہے، نیز اسی سلسلہ مین انھون نے قرطبہ کی فصیل کی بھی مرمت کرائی،[۱]

نظم حکومت مین اصلاحات سمح بن مالک نے بڑے حسن تدبیر و عدل اور انصاف سے حکمرانی کی، اُن کے دور حکومت کا ابتدائی زمانہ مختلف قسم کی مختلف اصلاحات کے نافذ کرنے مین گذرا، مالیات کا بہترین انتظام قائم کیا، غیر آباد علاقون کو بربرون سے آباد کرایا، اُن کے آباد کرنے کے لئے اُن کو مراعات دین اور زمینون کی تحقیقات کے سلسلہ مین مختلف شہرون کے حالات، سواحل کے شہرون کے مکانون کی کیفیت، پیداوار کی تفصیل، تجارت کے وسائل، سامانِ تجارت کی فہرست، بندرگاہون، معدنون اور

[۱] مجموعۂ اخبار اندلس ص ۲۳، ۲۴، افتتاح الاندلس ص ۱۲، ابنِ خلدون ج ۴ ص ۱۱۸، ابنِ اثیر ج ۵ ص ۴۹ تاریخ مغرب ابن عذاری ص ۵۵،

زرعی صلاحیتون کی تمام تفصیلات قلبند کرائین،

ان انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد انھون نے مزید فتوحات کے لیئے تیاریان کین اور مجاہدین کا لشکر ساتھ لے کر سرزمین فرانس کو روانہ ہوگئے،

فرانس پر دوسرا حملہ

فرانس کی سرزمین موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی مین پہلی مرتبہ مسلمان فاتحین کے قدم چوم چکی تھی، اس پر دوسرا حملہ امیر سمح کے دورِ امارت مین ہوا، اور مغربی مورخین کے بیان کے مطابق تو فرانس پر یہی مسلمانون کا سب سے پہلا حملہ تھا،

ناربون مستقل اسلامی قبضہ مین

سمح بن مالک کی یہ تاخت جنوبی فرانس کے علاقہ ناربونین [illegible] پر ہوئی تھی، یہ علاقہ اس دور کے ممتاز متمدن حصون مین شمار کیا جاتا تھا، یہان تک کہ بعض مورخین نے اس کی بعض تمدنی ترقیون کو روما کی تمدنی ترقیون سے بھی برتر دکھایا، یہ علاقہ سیاسی حیثیت سے اس زمانہ مین کئی چھوٹے چھوٹے حصون مین تقسیم ہوکر علیحدہ علیحدہ حکمرانون کے قبضہ مین تھا، جب مسلمانون کا سیلاب بڑھتا ہوا کوہِ پائیرینیز سے ٹکرایا، اور وہ اندلس کے مفرورین اس علاقہ مین بھی پناہ لینے کے لئے گئے، تو ان لوگون نے اپنی نااتفاقیون کو ختم کر کے ایک وحدت قائم کی، اور ڈیوک آف اے کیوٹین یوڈیس کو اپنا بادشاہ مان لیا، اور اسی کی قیادت مین مسلمانون کے حملون کو روکنے کے لیئے تیار ہوگئے تھے،

سمح بن مالک اندلس سے کوچ کر کے سپٹیمینا کے پایہ تخت اربونہ پہنچے، یہ شہر موسیٰ کے زمانہ مین چند دنون کے لئے مسلمانون کے قبضہ مین رہ چکا تھا، اس مرتبہ بھی آسانی سے فتح ہوگیا، موسیٰ کی نرم حکمت عملی کی وجہ سے پچھلی مرتبہ یہان کی دولت و ثروت پر ہاتھ نہین لگایا گیا تھا، اس مرتبہ مجاہدین کلیساؤن مین گھس گئے جہان بیشمار دولت ان کے ہاتھ آئی، پھر آس پاس کے چند قلعون پر قبضہ کیا، اور شہر کی فصیل اور قلعون کی مرمت کر کے

مستقل اقامت اختیار کی،

اس مرتبہ مسلمان ۷۱۹ء مین اس شہر مین داخل ہوئے تھے، اس کے بعد فرانس کے فرمانرواؤن نے فرانس کے اس مشہور تاریخی شہر پر اپنے درپے حملے کئے، مگر جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا انھین پسپا ہونا پڑا، یہانتک کہ مسلسل اسی برس تک یہ مسلمانون کے قبضہ مین رہا ۷۵۹ء مین یہان سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا،

میدان طلوشہ مین امیر سمح کی شہادت

جیسا کہ اوپر گذرا، اس زمانہ مین اس علاقہ مین مسلمانون سے منافرت کرنے والی طاقت صرف ڈیوک آف ایکوٹین کی تھی، اس لئے سمح نے سپٹیمانیا کے دوسرے شہرون کو اپنے حال پر چھوڑ کر مغربی علاقہ مین صوبہ اکوٹانیہ (ایکوٹین) کا رُخ کیا، اور اس کے پایۂ تخت طلوشہ (Toulouse.) کی دیوار کے نیچے پہنچ کر سختی سے محاصرہ کر لیا، اتفاق کی بات ان دنون ڈیوک آف ایکوٹین کسی یلغار مین فوج لے کر باہر گیا ہوا تھا، وہ بے خبری مین اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانون کی پشت پر آگیا، اب مقابلہ سخت تھا، دونون فوجون مین گھمسان کی لڑائی ہوئی، امیر سمح دو دو مرتبہ ذوقِ شہادت مین آگے بڑھے، بالآخر اس جنگ مین انھون نے جامِ شہادت نوش کیا، یہ حادثہ ماہ ذی الحجہ ۱۰۲ھ مطابق ماہ جون ۷۲۱ء مین پیش آیا،

امیر سمح کے شہید ہوتے ہی مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے اور اس پریشانی کی حالت مین بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، باقی ماندہ سپاہیون نے ایک ممتاز قائد عبد الرحمٰن بن عبد اللہ غافقی کو امیر منتخب کر لیا،

قائم مقام امیر عبدالرحمٰن غافقی

عبد الرحمٰن بن عبد اللہ غافقی فنون سپہ گری مین ماہر سمجھے جاتے تھے، اور اس دور کے ممتاز اہل علم مین سے تھے، ان کی ان خوبیون کی وجہ سے

طلوشہ کے میدان میں انھیں امیر بنایا گیا، اس وقت مسلمان طلوشہ میں بُری طرح گھرے ہوئے تھے، جب سمح کے شہادت پانے اور مسلمانوں کے مشکلات میں گھرجانے کی اطلاع قرطبہ پہنچی تو قائم مقام والی قرطبہ نے ایک امدادی لشکر جلد سے جلد بھیجا، مگر وہ منزل تک پہنچ نہ سکا تھا کہ غافقی اپنے تدبر و دانائی سے اس لشکر کو گھیرے سے باہر نکال لائے، اور اسلامی لشکر طلوشہ سے اربونہ واپس آگیا، جب مسلمانوں کی اس شکست کی خبر جنوبی فرانس میں پھیلی تو اربونہ کے آس پاس کے قلعے خودسر ہو گئے، اور مختلف آبادیوں میں بغاوت پھیل گئی، لیکن غافقی نے اربونہ پہنچ کر اپنی پیش قدمیوں سے ان بغاوتوں کو فرو کیا، اور خراج کی تحصیل وصول جاری ہو گئی،

یہاں امن و امان قائم کرنے کے بعد وہ قرطبہ لوٹ آیا، اور اندلس کی عنان حکومت سنبھال لی،

غافقی فوج کے انتخاب سے اس منصب پر فائز ہوا تھا، اس لئے قدرۃً اس کی ہمدردی اس طبقہ کی طرف زیادہ مائل رہی، اور اس نے اس کو خوش رکھنے کے لئے انھیں انعام و اکرام سے نوازا، اور ان کے لئے مختلف قسم کی آسانیاں مہیا کیں، لیکن دوسری طرف اس کے اس طرز سے شہری باشندوں میں بددلی پیدا ہوئی، اس کے خلاف شکایتیں پیدا ہوئیں، اور لوگوں نے والیٔ افریقہ کے پاس اس کے خلاف درخواست بھیجی، اس لئے حکومت افریقہ کی طرف سے اس کی ولایت کے لئے تصدیق نامہ نہ آسکا، اور چند دن گذرنے کے بعد ایک دوسرا قائد عنبسہ بن سحیم کلبی اندلس کی ولایت کا پروانہ تقرر لیکر اندلس وارد ہوا، جس نے ماہ صفر سنہ ۱۰۳ھ میں اندلس کی ولایت کے منصب کی ذمہ داریاں سنبھال لی[1]

[1] افتتاح الاندلس ابن قوطیہ ص ۱۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۸، مجموعہ اخبار اندلس ص ۲۳، ۲۴، ابن

عنبسہ بن سحیم کلبی (۶)

۱۰۳ھ تا ۱۰۷ھ
۷۲۱ء تا ۷۲۵ء

عنبسہ بن سحیم خانوادۂ کلبی کا ایک ممتاز رکن تھا، عربوں میں قیسی و کلبی عصبیتیں پرانی تھیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے بعد جو لوگ دمشق کے تخت خلافت پر آئے اُن کے بعض طرزِ عمل سے یہ پرانی عصبیتیں دبنے کے بجائے اور اُبھر آئیں، اور ان کے اثرات ممالک محروسہ میں بھی پہنچے، انہی دنوں خلیفہ یزید بن عبدالملک نے ایک کلبی قائد بشر بن صفوان کو افریقیہ کا والی مقرر کیا، اس کے تقرر سے گویا افریقیہ اور اس کے زیر اثر ممالک کلبیوں کے اقتدار میں چلے گئے، چنانچہ عبدالرحمن بن عبداللہ غافقی کا جو قیسیوں میں سے تھا، اندلس کی ولایت سے معزول ہونا اور اسکی جگہ عنبسہ بن سحیم کلبی کا تقرر عمل میں آنا بھی دراصل اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی، اور ان عصبیتوں کی وجہ سے آگے چل کر اندلس میں خانہ جنگیاں برپا ہوئیں

نظم و نسق | بہرحال اندلس کے اکثر عرب قبائل یمنیوں میں سے تھے، اس لئے عنبسہ بن سحیم کا بالعموم خیر مقدم کیا گیا۔ اور اس نے حسن تدبیر و خوش انتظامی سے [illegible] [illegible] گئے، غافقی [illegible] اندلس کی ولایت پر پہنچ دیا [illegible] خوشی سے [illegible] قبول کر لیا، انقلاب ملوکیت سے پہلے ۱۰۵ کی عہد [illegible] پہنچ کر صوبہ طرکونہ کی ایک ذمی بغاوت کو فرو کیا اور وہاں [illegible] حکومت کا ڈنکا بجا [illegible]

عنبسہ نے اندلس کی حکومت کی بدنظمیون کو خاص طور پر دور کیا، نئی اصلاحات رائج
کین، نئے نظام مین اندلس کے عیسائیون اور یہودیون کا خاص طور پر لحاظ رکھا، اتفاق کی
بات اسی زمانہ مین اندلس کے یہودیون کی ایک بڑی جماعت ترک سکونت کرکے شام چلی گئی،
عنبسہ نے ان تارکان وطن کی جائدادین اندلس کے باشندون مین نئے سرے سے تقسیم کین، اسی
زمانہ مین افریقہ سے قبائل بربر کا ایک بڑا قافلہ اندلس مین آباد ہونے کے لئے آیا، ان کے لئے زمینون
کا بندوبست کیا، اور مناسب طریقون سے انھین مختلف شہرون مین آباد کیا،

پلایو کی طاقت کا خاتمہ

ملکی نظم و نسق سے فارغ ہوکر اس نے اندلس کی حکومت کو حملہ آورون
سے بچانے کے لئے قدم اٹھایا، پلایو کی سرکردگی مین جلیقیہ مین عیسائیون مین جو تنظیم ہو رہی
تھی، اس قوت کو منتشر کرنے پر اوس نے سب سے زیادہ توجہ کی اور اپنے پے درپے حملون سے
اس کی قوت کو منتشر کر دیا، آخر مین پلایو کے کیمپ مین صرف تیس مرد اور دس عورتین
باقی رہ گئے جو پہاڑی کے کسی کھوہ مین جا چھپے، اور شہد کی مکھیون کے چھتون سے جو چٹانون
پر لگے ہوئے تھے، گذر اوقات کرنے لگے، عنبسہ نے پلایو کو اس حال مین پہنچا کر اس سے اپنی
توجہ ہٹالی، پلایو اس کے بعد چند سال زندہ رہا، لیکن اس عیسائی سورما کو پھر زندگی بھر
سر اٹھانے کا موقع نہ مل سکا، اور اس دنیا سے چل بسا، مقری صاحب نفح الطیب نے اس
حال کو تفصیل سے لکھا ہے، وہ کہتا ہے،

"عیسیٰ ابن احمد رازی کہتے ہین کہ عنبسہ بن سحیم کلبی کے زمانہ مین ارض جلیقیہ مین ایک
خبیث علج اٹھا جس کو پلای کہا جاتا تھا، تاکہ جو کچھ اس کے قبضہ مین تھا، اس کو مسلمانون
کے ہاتھون سے بچا لے، حالانکہ مسلمان ان مقامات کے حریص نہ تھے، کیونکہ مسلمان ان
عیسائیون پر مستولی ہو چکے تھے، اور انھین جلاوطن کر چکے تھے، اور ان کے لڑکون کو

کر چکے تھے، یہان تک کہ وہ اربولہ (ناربون) جو ملک فرنگی مین واقع تھا، اور فیلونہ جو جلیقیہ مین واقع تھا، لے چکے تھے، صرف وہی ایک پہاڑی حصہ باقی رہ گیا تھا، وہین اُن کا ایک حکمران چمٹ کر رہ گیا تھا جس کو پلای کہتے تھے، وہ تین سو آدمیون کے ساتھ اس علاقہ مین داخل ہوا تھا، مسلمان اُن سے جنگ کرتے رہے، یہان تک کہ اُن مین سے بہت سے آدمی فاقہ سے مرگئے، صرف تقریبًا ۳۰ مرد اور دس عورتین باقی رہ گئیں، اُن کی غذا سوا شہد کے اور کچھ نہ تھی جس کو وہ چٹانون سے نکالا کرتے تھے، اور وہی ان کا قوت لایموت تھا،

جب وہ اس حال مین پہنچ گئے تو مسلمانون نے اُن سے توجہ ہٹا لی، اور انھین حقیر سمجھ کر اُن کو چھوڑ دیا کہ یہ تیس آدمی کسی کا کیا بگاڑ سکتے ہین[۱]"

فرانس پر تیسرا حملہ اور صوبہ سپٹمانیہ پر کامل اقتدار

عنبسہ نے پلایو کی تحریک کا قلع قمع کر کے جنگ طلوشہ کا بدلہ لینے کیلئے فرانس پر تاخت کرنے کی تیاری کی، چنانچہ فرانس پر مسلمانون کا تیسرا حملہ اسی کے دور ولایت مین کیا گیا، اُس نے ابتداءً چند مہمین بھیجین جو اس ملک کو تاخت و تاراج کرتی رہین، پھر اپنی سرکردگی مین فوج لے کر روانہ ہوا، اور جنوبی فرانس کے مشرقی صوبہ سپٹمانیہ کا رخ کیا، یہان گرچہ اربونہ مین اسلامی حکومت قائم تھی لیکن اس کو پچاس میل کے قریب کے شہرون پر بھی اقتدار حاصل نہین تھا، کیونکہ سمح نے اربونہ کو مرکز قرار دے کر ڈیوک آف اکوٹین کی طاقت کو منتشر کرنے کے لئے اگے بڑھے چلے گئے تھے، اور طلوشہ کی جنگ مین کام آگئے تھے، غافقی نے واپس آکر اربونہ کے اردگرد قلعون اور آبادیون کو تو زیر کر لیا تھا، دوسرے اہم شہرون کی طرف بڑھنے کا موقع اُن کو نہین مل سکا تھا،

[۱] نفح الطیب ج ۲ ص ۲۲۷، عیسائی مورخین نے پلایو کی اس صورت حال کا ذکر چھوڑ دیا ہے،

(۱) اندلسی… ۲۲

مہم سپٹیمانیہ کی سرگرمی

عنبسہ نے اس یورش میں ۱۰۷ھ میں سپٹیمانیہ کے دوسرے اہم شہر قرقشونہ پر حملہ کیا، یہ مقام اربونہ سے تقریباً پچاس میل پر مغرب کی جانب واقع تھا، اور آج بھی فرانس کے نقشہ میں ناربون کے پہلو میں نظر آتا ہے، اہل شہر نے مقابلہ کے بجائے صلح کا پیغام دیا، صلح کی شرطیں طے پائیں، جن میں چند حسب ذیل ہیں :-

۱- ضلع قرقشونہ کا نصف رقبہ حکومت اربونہ کے تحت میں چلا جائے گا،

۲- باقی نصف رقبہ قرقشونہ کی عیسائی حکومت کے پاس باقی رہے گا،

۳- قرقشونہ کی عیسائی حکومت اسلامی حکومت ناربون کی سیادت اور نگرانی میں رہے گی،

۴- جزیہ کی مقررہ سالانہ رقم سال بسال ادا کی جائے گی،

۵- قرقشونہ کی عیسائی حکومت، اسلامی حکومت ناربون کی حلیف رہے گی، جن سے اس کی جنگ ہوگی، اس سے وہ حالت جنگ میں رہے گی، اور جس سے صلح ہوگی، اس سے صلح رکھے گی،

۶- حکومت قرقشونہ کے پاس جتنے مسلمان قیدی ہیں، وہ سب فوراً رہا کر دیئے جائینگے

فرانس میں اسلامی حکومت اربونہ جب تک قائم رہی، اس وقت تک قرقشونہ کی عیسائی حکومت اس کی مطیع اور ان شرائط کی پابند رہی، اربونہ سے اسلامی حکومت کے اٹھنے کے بعد اس شہر سے بھی مسلمانوں کا اقتدار اٹھ گیا،

اس علاقہ میں قرقشونہ کی عیسائی حکومت زیادہ با اقتدار تھی، اس کے زیر ہوتے ہی آس پاس کے جو چھوٹے چھوٹے خود مختار نواب حکمران تھے، وہ اسلامی لشکر کے پہنچتے ہی اطاعت قبول کر لیتے، جزیہ کی رقم متعین کی جاتی، اور وصول ہوتی، اور جب ضرورت سمجھی جاتی، وہاں

سے گاتھ کے چند معززین یرغمال کے طور پر اندلس بھیج دیئے جاتے تھے، اس طرح ہسپانیہ کی مہم اختتام کو پہنچی، اور یہ پورا علاقہ اسلامی حکومت کے زیرنگین ہو گیا، جہاں [illegible] تک حکومت قائم رہی۔

لیانس و برگنڈی پر تاخت

اس کے بعد عنبسہ نے اندرون فرانس میں قدم بڑھائے، اور دریا رہون کے کنارے کنارے مشرقی فرانس کے مشہور شہر لیانس یا لیون کی طرف بڑھے، پھر شمال مغرب کی طرف گھوم کر صوبہ برگنڈی میں پہنچے اور ماہ ستمبر ۷۲۵ء میں شہر اوٹن فتح کیا، یہاں سے مال غنیمت کے ساتھ جا رہے تھے کہ عقب سے عیسائی اپنا لشکر لے کر آ پہنچے، عنبسہ خود مقابلہ کے لئے نکل پڑے، اور جام شہادت نوش کیا،

امیر عنبسہ کی شہادت

سرزمین فرانس میں ان کی شہادت کا یہ سانحہ ماہ شعبان ۱۰۷ھ مطابق جنوری ۷۲۶ء میں پیش آیا، مسلمانوں نے عذرہ بن عبداللہ فہری کو قائم مقام امیر منتخب کیا، اور اندلس لوٹ آئے، عنبسہ کی حکومت ۴ سال ۴ ماہ تک رہی،

قائم مقام امیر

عذرہ بن عبداللہ فہری اسلامی لشکر کو اندلس واپس لایا، چند ہی مہینے گذرے تھے کہ ماہ شوال ۱۰۷ھ (فروری مارچ ۷۲۶ء) میں ایک نیا گورنر افریقہ سے اندلس کا والی نامزد ہو کر آگیا،[1]

---

[1] نفح الطیب، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۱، ابن عذاری ترجمہ اردو ۶۵، ۶۷، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۲۳

یحییٰ کلبی، حذیفہ قیسی، عثمان خثعمی، ہیثم کلابی

۱۰۶ھ / ۷۲۵ء - ۱۱۲ھ / ۷۳۰ء

یحییٰ بن سلمہ کلبی

یحییٰ بن سلمہ کلبی کو والی افریقہ نے ماہ شوال ۱۰۶ھ میں اندلس کا والی بنا کر یہاں بھیجا۔ اس سے باشندگانِ اندلس میں سے ایک طبقہ کو اندازہ ہوا کہ عذرہ بن عبداللہ فہری کو پروانۂ تقرر محض اس کے فہری ہونے کی وجہ سے نہ مل سکا، اور عنانِ حکومت ایک دوسرے کلبی قائد کے سپرد کی گئی۔ اس کے علاوہ نہ اس کے نظم و نسق میں اس کی کوئی انتظامی قابلیت ظاہر ہوئی، اور نہ اس نے فوجی مہموں سے کوئی دلچسپی لی۔ اس اثنا میں افریقہ کی حکومت کی باگ ڈور بشر بن صفوان کلبی کے بجائے عبیدہ بن عبدالرحمٰن سلمی کے ہاتھ میں آگئی۔ ان حالات میں اندلس کے باشندوں نے والی کے بدلنے کی درخواست بھیجی اور قیسی عبیدہ نے خوشی سے اس کو منظور کیا، اور یحییٰ بن سلمہ کو معزول کرکے ایک قیسی کو اندلس کا والی بنا دیا۔

جماعتی کشمکش اور اضطراب

لیکن اس عزل و نصب سے اندلس کی جماعتی کشمکش میں سکون پیدا نہیں ہوا، بلکہ اضطراب کی لہر تیز تر ہو گئی، چنانچہ ۱۱۰ھ سے ۱۱۲ھ تک تین سال کی مدت میں یکے بعد دیگرے چار والی مختلف قبائل کے مقرر کیے گئے، مگر جب کسی ایک گروہ کا والی مقرر کیا جاتا، تو دوسرے گروہ اس سے خلاص کے لئے اشتراکِ عمل کرنے پر تیار

عبدالرحمن بن عبداللہ غافقی کے نام فرمان ولایت بھیج دیا، وہ اندلس کا آزمودہ کار قائد تھا، اور اس سے پہلے محض اپنے ہوکلب میں سے ہونے کی وجہ سے اس منصب سے علیحدہ کیا گیا تھا، اس کے مقرر کئے جانے کے معنی ہی یہ تھے کہ مرکزی حکومت نے حکومت افریقیہ کی پالیسی کے ناکام ہونے کا اعتراف کیا، اور مستقبل کے حالات سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ خلیفہ ہشام کا یہ اقدام صحیح تھا، چنانچہ غافقی کے برسر اقتدار آنے کے کچھ دنوں کے بعد اندلس کے اضطراب ماحول میں سکون پیدا ہوا، اور لوگوں کی توجہ خانہ جنگیوں سے ہٹ کر فوجی مہمون کی طرف مبذول ہوگئی۔[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۷، ابن قتیبہ ج ۲ ص ۹۰، ابن عذاری ص ۲۵، ۲۶، ابن قوطیہ ص ۱۳، اسکاٹ ج ۱ ص ۳۷۷، ڈوزی ج ۱ ص ۲۵، مجموعہ اخبار ص ۲۴، ان ولاۃ کے عزل و نصب کے سلسلہ میں عثمان و حذیفہ کے زمانہ تقرر میں مورخین نے تقدیم و تاخیر کی ہے، اور خصوصاً ابن قتیبہ کے بیان میں سراسر اضطراب ہے، بہرحال زیادہ روایات اسی کے مطابق ہیں جس کو متن میں اختیار کیا گیا، بعض کتابوں میں عثمان بن ابی نسعہ کے بجائے سعد چھپا ہے، ابن خلدون میں ہیثم کا نام درج نہیں، شاید نسخہ کی غلطی ہو، بعض میں عثمان کے نام سے عثمان بن ابی نسعہ کے بجائے ابن ابی سعید ہے، اور بعض میں ہیثم بن ابی عبید کلابی کے بجائے ہیثم بن عبید کنانی یا ابن عبید کلبی چھپا ہے، اور کہیں ہیثم بن عفیر کنانی ہے، ایک جگہ عثمان بن ابی نسعہ کے بجائے [illegible] ابن عذاری کا بیان دوسروں سے بالکل مختلف ہے [illegible] ہیثم کی سختی [illegible] اور [illegible] [illegible]

عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی (۱)

۱۱۲ھ - ۱۱۴ھ
۷۳۰ء - ۷۳۲ء

شامیون کو برسراقتدار لانا عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کو اندلس مین ہر دلعزیزی حاصل تھی جس زمانہ مین اس کا پروانہ تقرر پہنچا، یہ حکومت کے خوف سے روپوش تھا، خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے قاصد نے اس کو تلاش کرکے فرمان تقرر سپرد کیا، اور غافقی نے عنان حکومت سنبھال لی لیکن جن مخالفین کی ریشہ دوانیون سے معزول کیا گیا تھا، وہ اب بھی موجود تھے، وہ اس مرتبہ بھی اس کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، مگر اس نے اس مرتبہ اُن کی پروا نہ کی، اور کھلے طور پر شامی جماعت کو اپنا علانیہ ہمنوا بنالیا، حریف طاقتون نے بڑی سرگرمی سے اس کی مخالفت کی، مگر اس کو دمشق کی مرکزی حکومت کی تائید حاصل تھی، اس لئے بڑی جرأت سے مخالفین کی سرکوبی کی، اور مطلق العنان طور پر اپنے فرائض انجام دینے لگا، اس سلسلہ مین اُس نے مختلف صوبون کا دورہ بھی کیا، اور پورے اندلس کے شامیون کو اپنی حمایت پر آمادہ کرلیا،

اصلاحات کا نفاذ اس کے بعد ملک مین اس نے اصلاحات رائج کین، خرابیون کو دور کیا، پچھلے والیون کے زمانہ مین عیسائیون کے ساتھ کبھی نرمی برتی گئی اور کبھی سختگیری کی گئی، اُس نے معاہدہ کے خلاف جو نئے گرجے تعمیر ہوئے تھے، اُن کو مسمار کرادیا،

جہان جہان معاہدہ کے خلاف پرانے گرجون کو بند کیا گیا تھا، اور جائدادین ضبط کی گئی تھین وہان ان گرجون کو کھلوایا، اور جائدادین واگذاشت کرائین، ملک مین رشوت کا بازار گرم تھا، سختی سے اس کی روک تھام کی، اور عام امن وامان قائم کیا، اس طرح حکومت کا کاروبار حسن انتظام کے ساتھ جاری ہوگیا،

فرانس کی فتح کا تہیہ اس کے بعد اس نے پورے فرانس کی تسخیر کا ارادہ کیا، اور اہل اندلس کے سامنے اپنے اس عزم کو پیش کیا، لوگون نے جوش و ولولہ سے اس کا خیر مقدم کیا، چنانچہ اس مقصد کے لئے اس نے فوج اور سامان کی فراہمی کے لئے مختلف صوبون کے ولاۃ کو لکھا کہ وہ فوج اور سرمایہ کیساتھ جلد سے جلد دارالسلطنت مین آجائین،

ایک صوبہ دار کی بغاوت لیکن غافقی کو اپنے اس ارادہ مین کامیابی نہین ہوئی، وہ ابھی انتظامات مین مصروف تھا کہ ایک صوبہ کے والی عثمان بن ابی نسعہ نے جو پہلے اندلس کی ولایت پر بھی مامور رہ چکا تھا، بغاوت کا علم بلند کردیا اور غافقی کو اس کے فرو کرنے کی طرف متوجہ ہونا پڑا،

عثمان بن ابی نسعہ خشعمی اندلس کے بالکل شمال مشرقی حصہ مین ایک صوبہ کا والی تھا، اس کا صدر مقام سرطانیہ تھا، فرانس کے وہ علاقے جو اس سے قریب واقع تھے، اور جن سے جزیرہ پیرہ ماحت تھی، اسی صوبہ کے ماتحت تھے، عثمان کو پہلے ہی اندلس سے معزول کئے جانے کا گلہ تھا، اب اس کے ہمچشم غافقی کا اندلس کی ولایت پر آجانا اس کو شاق گذرا اور اس کو یہ بھی خطرہ گذرا کہ اگر غافقی کا یہ عزم پورا ہوگیا تو پھر شمال مشرقی اندلس کے اس صوبہ کی حکومت بھی اس کے ہاتھ سے چلی جائے گی، اس لئے اوس نے اس مین مزاحم ہونے کا فیصلہ کیا اور شمالی اندلس مین اوس نے اپنی خودمختارانہ متوازی حکومت کے قائم ہونے کا اعلان کردیا

اس کی بغاوت کا حال سن کر عیسائی حکمران ڈیوک آف ایکوٹین نے غیر معمولی مسرت کے ساتھ اس کی طرف اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھایا، اور پھر جلد ہی ان دونوں میں ایسی سازباز ہو گئی کہ ڈیوک نے اس کو اطمینان دلانے کے لئے اپنی لڑکی کو اس کے عقد نکاح میں دیدیا،

غافقی نے سب سے پہلے اس اٹھتے ہوئے نئے فتنہ کی سرکوبی ضروری سمجھی، چنانچہ اس کے استیصال کے لئے ایک لشکر بھیجا، عثمان مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور اپنی دلہن کو ساتھ لیکر جلیقیہ کی طرف بھاگ گیا، شاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا، عثمان جنگ میں کام آیا، اور اس کی بیوی کو گرفتار کرکے قرطبہ لایا گیا،

فرانس پر چڑھائی اور فتح ارل

غافقی نے اس داخلی بدامنی پر کامیابی سے قابو پانے کے بعد اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ کی، اور تقریباً ایک لاکھ لشکر جرار کے ساتھ کوہ پائرنیز کے مغربی درہ کو عبور کرکے فرانس پر چڑھائی کی، اور سب سے پہلے مشرق کی سمت میں کوچ کرکے پہلے کے مفتوح شہر ارل کا رخ کیا، یہ شہر جزیہ کی شرط پر مفتوح ہوا تھا، اور عثمان کے توسط سے جزیہ ادا کیا کرتا تھا، اس لئے عثمان کی بغاوت کے بعد یہاں کے لوگوں نے بھی قرطبہ کی حکومت کو جزیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا، غافقی کے پہنچتے ہی یہ دوبارہ مفتوح ہوا، پھر اسی سلسلہ میں دوسرے مشہور شہر لیانس (لوذون) کے باشندوں نے بھی اطاعت قبول کرلی،

کاونٹ آف ایکوٹین کی شکست

اس کے بعد اسلامی لشکر دریائے دوردون (The Dordogne) کے کنارے پہنچا، یہاں کاونٹ آف ایکوٹین کی فوج مقابلہ کے لئے موجود تھی، دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا، اور کاونٹ آف ایکوٹین شکست کھا کر پسپا ہو گیا،

فتح براڈیل (بورڈو)

اب اسلامی لشکر کے لئے میدان خالی تھا، مسلمان پیشقدمی کرتے ہوئے

مشہور فرانسیسی بندرگاہ بورڈو (Bordeaux) تک پہونچے یہاں ڈیوک کے قیمتی ذخائر جمع تھے، شہر والون نے مقابلہ کیا، مگر اس سیلاب کو نہ روک سکے مسلمان شہر مین داخل ہوگئے، سارا مال و متاع مسلمانون کے قبضہ مین آیا،

اس کے بعد اسلامی لشکر نے شمال کی طرف قدم بڑھائے، دریائے دردون پر ڈیوک کی سپاہ نے پھر روکنے کی کوشش کی، لیکن اسلامی لشکر نے اس کے پورے لشکر کو تباہ کر دیا، اور دریا کو عبور کرکے پائٹرس (Poitiers) پہنچا، اور اس کے مضافات مین غارتگری کی، اور اسی سلسلہ مین سینٹ ہلادی کے گرجا کے قیمتی مال و متاع پر قبضہ کیا،

اس اسلامی مہم کے سلسلہ مین، شمالی مشرقی اور جنوبی فرانس کا بہت بڑا حصہ پامال ہوا، غافقی ان فتوحات کے بعد فوج کو لے کر اندلس چلا آیا، جس کے ساتھ مال غنیمت کا انبار بھی تھا، جس مین موتی، یاقوت، اور زمرد سے مرصع طلائی پایے بھی تھے، غافقی نے ان کو توڑ واکر سپاہیون مین تقسیم کر دیا، والی افریقہ نے یہ سن کر ایک تہدید آمیز مکتوب بھیجا، غافقی نے اس کی پروا نہ کی، کہ خود اس کا دامن پاک تھا، اس نے جواب مین صرف یہ لکھ بھیجا کہ

"اگر زمین و آسمان کے تمام ذرائع مسدود ہو جائین، تو بھی اللہ تعالی پرہیزگارون کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دیگا،"

جنگ طلوشہ | غافقی چند دنون کے بعد ایک دوسری مہم لے کر روانہ ہوا، اور کوہ پائرینیز عبور کرکے فرانس کے حدود مین داخل ہوگیا، اس مرتبہ کاؤنٹ آف ایکوٹین نے ایک دوسری پیش بندی کی یعنی مسلمانون سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر اپنے قدیم حریف چارلس کے آگے سر جھکا دیا، اور اس سے امداد کا طالب ہوا، حالانکہ کچھ ہی دنون پہلے ان دونون مین سخت معرکہ آرائی ہو چکی تھی، لیکن مسلمانون سے مقابلہ کرنے کے لئے یہ دونون دشمن متحد ہوگئے

یون تو اس زمانہ مین اسٹرالیا و نیوسٹریا (یعنی فرانس) کے تخت پر میرو ونجی خاندان کا تھیری چہارم برائے نام بادشاہ تھا، لیکن سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک اس زمانہ کا بھی نامور ہیرو چارلس ہی تھا، اس نے مسلمانون کے سیلاب کو روکنے کی زبردست تیاری کی، ایک اعلان عام کے ذریعہ سے یورپ کی جنگ جو قومون جرمن، فرانسیسی اور برگانی کے سپاہیون کو عام دعوت دی، اور ان سب قومون کی مشترکہ فوج چارلس کے علم کے نیچے جمع ہو کر غافقی کی آمد کا انتظار کرتی رہی،

ادھر غافقی پائیرس سے طلوشہ (ٹورس) کی طرف بڑھا، کلیسا مارٹن مین دولت و ثروت کا خزانہ جمع تھا، چارلس نے دولت کے اس انبار کی حفاظت ضروری سمجھی، اور سینٹ مارٹن کے میدان مین فوج لا کر مورچے جما دیئے، دوسری طرف اسلامی لشکر نے بھی اپنے خیمے ڈال دیئے، دونون فوجین ایک ہفتہ تک آمنے سامنے ایک دوسرے کے حملہ کے انتظار مین خاموش کھڑی رہین، بالآخر غافقی نے حملہ کا حکم دیا، دونون طرف کی فوجین دل کھول کر لڑین، رات کی تاریکی نے دونون ایک دوسرے سے جدا ہوئین، صبح ہوتے ہی پھر معرکہ کارزار گرم ہوا، سہپر تک دونون طرف سے برابر کی طاقت آزمائی رہی، یکایک کاونٹ نے ایک مورچہ سے بڑھ کر ایسی تیزی سے حملہ کیا کہ مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے، کہا جاتا ہے کہ پیچھے عقب سے [illegible] جدھر مال غنیمت کا ڈھیر تھا، مسلمان [illegible] بچانے کے لئے اُدھر سمت لوٹ پڑے، غافقی نے موقع کو سنبھالنا چاہا، مگر شومئ قسمت سے وہ خود زخمی ہو کر گر پڑا،

غافقی کی شہادت اور یورپ کی قسمت کا فیصلہ

غافقی کا دم توڑنا تھا کہ مسلمانون کی رہی سہی ہمت [illegible] وہ راتون رات میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، عیسائیون نے تعاقب نہین کیا، اور امن و سلامتی کے ساتھ خطرہ سے باہر نکل آئے، اس لڑائی مین مسلمانون کی

کی بڑی تعداد کام آئی، یہ لڑائی ماہ رمضان ۱۱۴ھ مطابق اکتوبر ۷۳۲ء میں ختم ہوئی، اور اسلامی لشکر قرطبہ واپس آگیا،

مغربی مورخین ٹورس کی اس جنگ کو تاریخی اہمیت دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اسی لڑائی سے یورپ کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا، اور فرانس میں مسلمانوں کی حقیقی پیشقدمی کا سلسلہ رُک گیا، چارلس اس جنگ کے بعد ہیرو قرار پایا، "مارٹل" (ہتھوڑا) کا خطاب اس کی اسی فتحمندی کا ثمرہ ہے، لیکن عرب مورخین کے بیانوں میں اس جنگ کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی گئی، البتہ چونکہ اس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے، اس لئے وہ اس مقام کو "بلاط الشہداء" کے نام سے موسوم کرتے تھے، [۱۵]

---

[۱۵] نفح الطیب مقری ج ۱ ص ۱۰۹، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۰، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۹۰ تا ۲۹۴ و ۲۹۹ تا ۳۰۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۹، تاریخ عرب سدیو ص ۱۷۱، تاریخ یورپ گرانٹ ترجمہ اردو حصہ دوم ص ۲۳۶ مجموعہ ص ۲۰،

عبد الملک بن قطن فہری (۱۲)

۱۱۴ھ / ۷۳۲ء - ۱۱۶ھ / ۷۳۴ء

عبد الملک بن قطن فہری سن رسیدہ اکابر مین سے تھے، فوجی مہمون مین نمایان خدمات انجام دیکھے تھے، ماہ رمضان ۱۱۴ھ / ۷۳۲ء مین اندلس کی حکومت اُن کے سپرد کی گئی، فرانس مین مسلمانون کی ناکامی سے اندلس اور افریقہ کی اسلامی حکومتین متاثر ہوئین، حکومت افریقہ نے عبد الملک ابن قطن کو جنگ طلوشہ کا انتقام لینے کی خاص طور پر ہدایت کی، خصوصاً اس لئے کہ اس لڑائی کے بعد فرانس مین مسلمانون کے جو زیر اثر علاقے تھے، ان مین بھی سرکشی کے جذبات پیدا ہو چکے تھے،

عبد الملک کچھ دنون حکومت کے معاملات کے سلجھانے مین مصروف رہے، پھر فوجی مہم لے کر روانہ ہوئے، لیکن اتفاق کی بات انھون نے اس مہم کے لئے موسم کا انتخاب اچھا نہین کیا تھا، برسات کا زمانہ تھا، ندی نالے بھرے ہوئے تھے، اس لئے قدم قدم پر انھین دشواریون کا سامنا کرنا پڑا، چنانچہ وہ کسی بڑے حملہ کا خیال چھوڑ کر کوہ پیرنیز کے اس طرف چھوٹی چھوٹی یلغارین کرکے مال غنیمت کے ساتھ واپس آگئے،

والی افریقہ نے عبد الملک بن قطن کی بے نیل مرام واپسی سے انھین اس منصب کا اہل تصور نہین کیا، اور عقبہ بن حجاج سلولی کو اندلس کی امارت کا منصب سپرد کر دیا، عبد الملک

فہری مدنی تھے، کہا جاتا ہے کہ اُن کے عزل کا ایک سبب اُن کا مدنی ہونا بھی تھا، اس لئے اُن کے معزول کئے جانے سے مدنی وشامی منافرت کی داغ بیل بھی بڑھی، اور اندلس کی سیاسی گتھیوں مین ایک اور گتھی کا اضافہ ہوگیا،
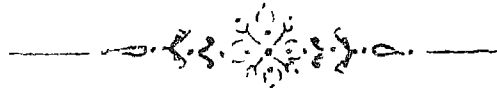
عقبہ بن حجاج سلولی (۱۳)

سنہ ۱۱۶ھ / ۷۳۴ء — سنہ ۱۲۱ھ / ۷۳۹ء

عقبہ ماہ شوال سنہ ۱۱۶ھ / ۷۳۴ء میں اندلس آیا، طبعاً خوش اخلاق و نیک کردار تھا،

نظم ونسق | انتظامی صلاحیتیں بھی اس میں پورے طور پر پائی جاتی تھیں، حکومت کے شعبوں میں رد و بدل کرکے ان کو مختلف دواوین میں تقسیم کیا خصوصاً تعلیم اور محکمۂ عدالت و انصاف پر توجہ کی اور حکومت کی انتظامی بنیادیں پہلے سے زیادہ مستحکم ہوگئیں،

جنوبی فرانس واسٹریاس پر توجہ | اس کے بعد اُس نے فوجی سرگرمیوں کا آغاز کیا، اس کی توجہ دو سمتوں پر مبذول ہوئی، ایک تو جنوبی فرانس کے مقبوضہ علاقہ پر اثر و اقتدار قائم رکھنے کے لئے دریائے رون کے کنارے کنارے اسلامی لشکر کے لئے نئی چھاؤنیاں بسائیں، اور جہاں فوجکشی کی ضرورت پیش آئی، فوجکشی کی، چنانچہ والنس (Valence) سنٹ پال (Saint Paul) تروی شاتو (Trois chateaux) اور دونزیری (Donzere) جیسے اہم شہر سنہ ۱۱۸ھ / ۷۳۶ء میں اس نے فتح کئے،

دوسری طرف صوبہ اشتوریہ (اسٹریاس) اور جلیقیہ (گلیشیا) پر توجہ کی، جہاں عیسائی دوبارہ سر اٹھا رہے تھے، چنانچہ اسٹریاس و جلیقیہ کے دونوں صوبے کامل طور پر زیر اقتدار آگئے، صرف ایک محدود رقبہ کی پہاڑیوں کے کھوؤں میں .. [illegible] عیسائی چھپے رہے

اور ان دونوں صوبوں میں بھی جابجا مسلمان آباد ہوگئے،

تبلیغ دین | ان کے دور میں اسلام کی اشاعت میں بڑی ترقی ہوئی، یہ قیدیوں کے پاس خود جاتے اُن کے سامنے اُن کے دین کی کمزوریاں اور اسلام کی خوبیاں بیان کرتے، اور لوگ رضا و رغبت سے بڑی تعداد میں مسلمان ہوجاتے، مقری کہتا ہے کہ انھوں نے اپنی سرحد حکومت اربونہ سے ملا لی یعنی جزیرہ خضراء سے اربونہ (ناربون) تک اسلامی حکومت تھی، اور کچھ دنوں یہ ناربون میں بھی قیام پذیر رہے، اور یہیں بیٹھ کر عیسائی قیدیوں میں اسلام کی اشاعت کرتے رہے،

عقبہ کی ان دونوں کارگزاریوں سے اسلامی حکومت کو غیر معمولی فائدہ پہنچا، ایک طرف جلیقیہ کے عیسائیوں کی حکومت محدود ہوکر رہ گئی، دوسری طرف اسلامی حکومت ناربون کو غیر معمولی تقویت حاصل ہوئی،

جنوبی فرانس و اسطریاس پر توجہ | چنانچہ ان دنوں فرانس کے علاقہ میں چارلس مارٹل کی پیش قدمیاں جاری تھیں، وہ اس علاقہ کے چھوٹے چھوٹے نوابوں اور حکمرانوں کی حکومتوں پر باری باری حملہ آور ہوکر انھیں لوٹ مار کر واپس چلا جاتا، فرانس کا مشہور ساحلی شہر مارسیلز ان دنوں ایک کاؤنٹ مورنتیس کے قبضہ میں تھا جسکو "ڈیوک آف مارسیلز" کہا جاتا تھا، اور پرووینس کا پورا علاقہ اس کی عملداری میں تھا، چارلس نے اس پر بھی فوجکشی کی، پہلے اس نے مقابلہ کیا، [illegible] اس نے ناربون کی اسلامی حکومت سے مدد طلب کی، اس طرح چارلس اور اسلامی حکومت کے درمیان مزید اختلافات پیدا ہوگئے،

اس زمانہ میں یوسف بن عبدالرحمن صوبہ ناربون کا حاکم اور فرمانروا تھا، اس نے اسلامی سلطنت کی [illegible] و استحکام کے لئے اس دعوت کو قبول کیا، یوسف بن عبدالرحمن اور ڈیوک آف مارسیلز کے درمیان باہم ایک تحریری معاہدہ ہوگیا، جس کے رو سے حکومت

ماربونہ اسلامی حکومت کی باجگذار قرار پائی، آس پاس کے شہر بھی حکومت ناربون کی عملداری
مین دیدیئے گئے، یہ دیکھ کر اس علاقہ کے دوسرے چھوٹے چھوٹے حکمران بھی آگے بڑھے، اور
یوسف کی اطاعت قبول کی، اور نذرین پیش کین، اس طرح اسلامی حکومت ناربون اس
پورے علاقہ کی حفاظت کی ذمہ دار بن گئی، خواہ وہ علاقہ اسلامی حکومت مین ہو یا کسی باجگذار
عیسائی حکومت کے ماتحت ہو۔ اس کے بعد یوسف نے اس علاقہ کی حفاظت کے لیے بہت سی
فوجین شمالی سرحد پر پھیلا دین، اور چند دنون کے لئے چارلس مارٹل کی پیش قدمیون کا
سلسلہ [illegible] گیا،

اندلس کے مسلمانون کا نئے حالات سے دوچار ہونا

اس کے بعد یوسف اپنی حدود حکومت مین وسعت دینے کے لئے
پیش قدمی کرنے کی فکر مین تھا کہ اس اثنا مین اندلس کے مسلمان
اپنی اجتماعی زندگی مین بعض نئے حالات سے دوچار ہوگئے، اور عقبہ اور یوسف دونون
کے سارے منصوبے خاک مین مل گئے،

عرب و بربر

افریقہ مین عرب قبائل قیسی و کلبی مین جو تنازعات پیدا ہوئے، آگے چل کر
اُن کی شاخ پھوٹتی چلی گئی، قیسیون نے جیسا کہ اوپر گذرا آخر دم تک حکومت اختیار کیا
یو اندلس مین جو کچھ پیش آیا، وہ گویا حکومت افریقہ کے طرز حکومت کا پرتو تھا، اس طریقہ سے
عالم [illegible] متفرق ہوئی، اور کلبیون یعنی یمانیون کو افریقہ کے بربر قبیلون سے تعلقات
استوار کرنے کا موقع ملا، اور اسی طرح اندلس مین کلبی یمانی و بربری ایک صف مین آگئے اور
قیسی ان کے مقابل مین حکمران ہوتے رہے۔

بربر طبعاً آزادی پسند تھے، بدویت کے تمام خصائص ان مین موجود تھے، ان کا مرکز
افریقہ و مغرب تھا، وہ جابرانہ حکومت کو کسی حال مین برداشت نہین کر سکتے تھے، یہی وجہ

کہ افریقہ و مغرب مین بربرون کو تلوار کی طاقت سے فتح نہین کیا جا سکا تھا، ایک فوج شکست کھا کر ہٹتی تھی تو ٹڈی دل فوج دوسری آموجود ہوتی تھی، بالآخر اُن کے دلون کو اسلام کی تعلیمات کو پیش کر کے مسخر کیا گیا تھا اس لئے ان مین مساوات کا حقیقی تصور بھی پیدا ہو چکا تھا جو معاشرتی زندگی کے لئے اسلام کی تعلیمات کا جوہر ہے، وہ کسی حیثیت سے اپنے اوپر عربون کا تفوق تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے، وہ مجلسی زندگی، اور حکومت کے کاروبار مین مساویانہ حیثیت کے طلبگار تھے، اس لئے جب ہشام کے دور حکومت مین اس کے برخلاف ان پر جور و تشدد کا دور شروع ہوا، اور ایک طرح سے رعایا کا سا برتاؤ اُن کے ساتھ کیا جانے لگا تو ان کے دل کو ٹھیس لگی، سرکشی کے جذبات کی پرورش ہوئی اور ان کے دلون مین روز بروز بغض و عناد پیدا ہوتا گیا، اور بالآخر وہ ہیبت ناک بغاوت کی شکل مین نمودار ہو گیا، اور یہ بغاوت اس زور شور سے اٹھی کہ افریقہ کا چپہ چپہ عربون اور بربرون کے کشت و خون سے رنگین ہو گیا، اس ہنگامہ مین عربون کو بری طرح شکست اٹھانی پڑی، اور بربرون نے چند دنون کے لئے پورے افریقہ سے عربون کے اقتدار کو مٹا دیا

عربون اور بربرون کی خانہ جنگی

اندلس، افریقہ کے ماتحت تھا، یہان بھی عرب و بربر قبائل آباد تھے، افریقہ کے سیاسی حالات کا اثر یہان بھی پہنچا، اور یہان بھی عربون اور بربرون مین خانہ جنگی شروع ہو گئی جس سے یہان ایسی بدامنی کے دور کا آغاز ہوا کہ مسلمانون کی ساری ترقیان اچانک رک گئین، اور لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے، پھر عربون اور بربرون کی یہ خانہ جنگی شاخ در شاخ ہو کر عربون کی قبائلی جنگ بن گئی، اور شامی و یمنی ایک دوسرے کے دشمن بن گئے، ان خانہ جنگیون کا سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ وہ دراصل اموی شاہزادے عبدالرحمن الداخل کے ورود اندلس سے پہلے نہ ختم ہو سکا، اور اس سے اندلس

کی اسلامی حکومت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا،

اندلس کی ہمسایہ عیسائی حکومتیں اسلامی اندلس کے اس سیاسی ماحول سے ناآشنا نہین تھین، انھون نے موقع شناسی سے کام لیا، چنانچہ اسی زمانہ مین جب مسلمانان اندلس کے باہمی تعلقات خوشگوار نہین رہے، اور ملک مین ہیجانی لہر پیدا ہوگئی [illegible] مین چارلس مارٹل نے پروونس کی باجگذار اسلامی ریاست پر فوج کشی کی، یوسف نے اس کا مقابلہ کیا، مگر وہ تنہا اس سیلاب کو روکنے کی استعداد نہ رکھتا تھا، وہ سلطنت اسلامی حلقۂ اطاعت سے باہر ہوگئی، اسی کے ساتھ لیانس (لوذون) بھی مسلمانون کے قبضہ سے نکل چکا تھا، اب پروونس کا مشہور شہر اوینیون (Avennica) بھی ہاتھون سے جاتا رہا۔ اس کے بعد چارلس نے براہ راست ناربون (اربونہ) کا محاصرہ کیا، جب اس محاصرہ کی خبر اندلس پہنچی، تو مسلمانون کو کچھ ہوش آیا، انھون نے جس طرح بھی ممکن ہوسکا، امدادی فوج بھیجی، اور چارلس محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہوا، اور واپسی مین وہ آس پاس کی مشہور آبادیون کو لوٹتا مارتا نکل گیا، اور چارلس کی اس مہم سے پروونس (Provence) لینگوڈاک (Languedoc) ایگڈے (Agde) بیزیرس (Bayiers) نیمس (Nimes) میگیولون (Maguelonne) کو جو اسلامی حکومت ناربون کے ماتحت تھے شدید نقصان اٹھانا پڑا،

چارلس کی واپسی کے بعد ڈیوک آف مارسیلز نے فوج کشی کر کے [illegible] سے باہر نکال لیا، مگر دوسرے سال چارلس نے دوبارہ فوج کشی کی، اور اوینیون اور [illegible] شہرون پر قبضہ کر لیا، ڈیوک آف مارسیلز نے اپنی ریاست اسلامی سلطنت [illegible] حکومت ناربون کسی قسم کی کوئی مدد کرنے سے قاصر رہی،

عقبہ کی روانگی افریقہ | ادھر اندلس اسی قسم کے سیاسی ہیجان مین مبتلا تھا، اور اس کے برے نتائج سامنے آرہے تھے کہ افریقہ کے والی نے اس کے ساتھ ایک دوسری ستم ظریفی کی یعنی عقبہ جیسے ہوشمند دوراندیش والی کی خدمات سے اس کو محروم کردیا، اور ان کے تجربون سے فائدہ اٹھانے اور ان سے کام لینے کے بجائے اس کو عارضی طور پر افریقہ طلب کرلیا، تاکہ وہ افریقہ کی بغاوتون کو فرو کرسکے،

اندلس مین آزاد حکومت کا اعلان | اندلس سے عقبہ کا ہٹنا تھا کہ یہان کے حالات پہلے سے زیادہ بگڑ گئے، اور وہ قائم مقام والی کے قابو سے باہر ہوگئے، چنانچہ بربرون نے اندلس مین بھی خروج کرکے اس کا تعلق حکومت افریقہ سے منقطع کردیا اور ایک مدنی قائد عبدالملک بن قطن فہری کو ۱۲۱ھ مین والی بناکر اندلس کی آزاد حکومت کی تاسیس کا اعلان کردیا، اس کے بعد عقبہ کو اندلس واپس آنے کا موقع نہ مل سکا اور صفر ۱۲۳ھ مین انھون نے وفات پائی[1]

عبدالملک کے برسراقتدار آتے ہی مدنی عربون اور بربرون کو پھر اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل گیا، دوسری طرف شامیون پر مظالم شروع ہوگئے، اور اسپین مین شامی و مدنی آویزش کا سلسلہ مستقل طور پر جاری ہوگیا،

---

[1] نفح الطیب، ابن اثیر ج ۵ ص ۴۴۴، مجموعہ اخبار ص ۴۰، ۲۹، ذہبی ج ۱ ص ۲۰۳، اسکاٹ ج ۱ ص ۲۰۰، ۲۰۸، افتتاح الاندلس ابن القوطیہ،

عبدالملک بن قطن فہری (متولی)[۱۴]

۱۲۱ھ / ۷۳۹ء — ۱۲۴ھ / ۷۴۲ء

عبدالملک بن قطن فہری ۱۱۴ھ/۷۳۲ء سے ۱۱۶ھ/۷۳۴ء تک اندلس کے والی رہ چکے تھے، اور وہ اپنے خیال میں غیر منصفانہ طور پر اس منصب سے معزول کئے گئے تھے، اس وقت اُن کی عمر تقریباً نوّے سال کی تھی، وہ واقعہ حرّہ میں شریک تھے جس میں یزید بن معاویہ نے مدینہ منورہ کی بے حرمتی کرکے مدینہ میں قتل عام کرایا تھا، اس لئے شامیوں یعنی امویوں اور اُن کے مددگاروں سے اُن کے تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھے، اسی وجہ سے جب اندلس کے بربر شامیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، تو انھوں نے خود اپنی طرف سے عبدالملک کو امیر منتخب کیا، اور انھیں بھی دارالحکومت پر قابض ہوکر مستقل بن جانے میں کوئی پس و پیش ہوا، اور برسراقتدار کر مدنی عربوں اور بربروں کی مدد سے حکومت کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا،

حکومت استراس کی تاسیس مسلمانوں کی خانہ جنگی سے اعدائی اندلس [illegible]

فرانس میں چارلس مارٹل کے ہاتھوں پہنچا، دوسری طرف جلالیقیہ [illegible] سے فائدہ اٹھایا،

امیر عنبسہ نے پلایو کی قوت ختم کر دی تھی، وہ اسی زمانہ کے عالم [illegible] ۱۱۴ھ میں

اس دنیا سے کوچ کر گیا، اس کی زندگی کا اگر کوئی کارنامہ ہے تو وہ صرف یہ کہ اپنے عزم پر استوار رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا فاویلا (Favila) اس کا جانشین مقرر ہوا، وہ دو سال کی مختصر حکومت کے بعد ایک جنگلی سور کا شکار کرتے ہوئے سور کے حملہ سے ۷۳۹ء میں مارا گیا، اور اپنے باپ کے پہلو میں سنٹ ایلالیا (S. Falalia) واقع کوو انگا میں مدفون ہوا، فاویلا کے لڑکے کم سن تھے، اس لئے اس کی جانشینی کے لئے نظر انتخاب الفانسو (Alphanso.) پر پڑی جو ڈیوک آف کنٹبریا (Dukepca-) کا لڑکا اور پلایو کا داماد تھا، پلایو کی لڑکی اورمینیڈا (Ormesinda) اس سے بیاہی تھی، اس لئے جلیقیہ کے عیسائیوں نے ۱۲۱ھ ۷۳۹ء میں اس کو اپنا لیڈر بنا لیا،

انفانسو نے اس زمانہ میں جب امیر عقبہ افریقہ بلائے گئے، اور اسلامی اندلس میں انتشار پیدا ہوا، اپنے قدم باہر نکالے اور پورے صوبہ جلیقیہ پر قابض ہو کر موجودہ پرتگال کے بعض شہروں پر بھی اپنا قبضہ جما لیا، اور اس کے بعد بادشاہ کا لقب اختیار کر لیا،[۱]

اس طرح سرحد کے مٹھی بھر عیسائیوں نے اندلس کی اسلامی سلطنت کے پہلو میں اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال لی مگر اندلس کے مسلمانوں کو اپنی خانہ جنگی سے ایسی مہلت نہ ملی کہ وہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکتے، اور مسلمانوں کی قبائلی و جماعتی کشمکش کی بدولت اندلس میں ایک باضابطہ متوازی عیسائی سلطنت قائم ہو گئی جو آگے چل کر ایسی بار آور ہوئی

---

[۱] اسپین د (سٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۲ ص ۲۸، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (طبع یازدہم) ج ۱ ص ۶۳۳ (ذکر انفانس) برت ۲۵ ص ۵۱۴ (ذکر اسپین) انسائیکلوپیڈیا کے آخر الذکر مضمون میں عام روایتوں کے خلاف انفانسو کو پلایو کا لڑکا لکھا گیا ہے،

کہ پورے اندلس پر چھا گئی،

بربرون کے استیصال کے لئے شامی لشکر کا ورود

افریقہ کے والی عبید اللہ بن حجاب کے خلاف جو بغاوت اٹھی تھی، بربرون کو اس مین پوری کامیابی حاصل ہوئی، چند دنون کے لئے گویا پورا شمالی افریقہ اموی حکومت کے حلقۂ اطاعت سے باہر نکل گیا، خلیفہ ہشام اس بغاوت کا حال سُن کر سخت برہم ہوا، اس نے اس کے استیصال کا تہیہ کیا، اور شام کے مختلف علاقون سے ۲۴ ہزار اور قنسرین سے ۳ ہزار حلب، ۲ ہزار فوج فراہم کی، پھر مصر کی ۳ ہزار فوج کو ساتھ جانے کا حکم دیا،

اس طرح ۳۰ ہزار سپاہیون کا لشکر افریقہ کے لئے روانہ ہوا، اور افریقہ کے مقیم عربون کو اس لشکر مین شریک ہونے کا حکم بھیجا، خلیفہ ہشام نے اس لشکر کی سرداری پر کلثوم بن عیاض قسیری کو مامور کیا، اور ہدایت کی کہ کلثوم کے کام آجانے کی شکل مین بلج بن بشر قسیری اس فوج کا افسر نامزد کیا جائے، اور اگر وہ بھی مارا جائے تو ثعلبہ بن سلامہ جذامی یمانی کو افسر بنایا جائے،

شامی و افریقی عربون مین اختلاف

یہ شامی لشکر ان تیاریون کے ساتھ ۱۲۳ھ مین افریقہ مین داخل ہوا، لیکن دوسری طرف قضا و قدر، افریقہ مین عربون کی قسمت پر کھڑی علٰحدہ مسکرا رہی تھی،

اس زمانہ مین ہوشمند عربون کو اپنی قبائلی عصبیتون کو فراموش کرکے یکجہتی سے بربرون کے مقابلہ مین کھڑا ہوجانا چاہیئے تھا، لیکن نو وارد شامی عرب اپنے فن سپہ گری اور اپنی تعداد کی کثرت پر نازان تھے، انھون نے افریقہ کے قدیم عرب باشندون کو جن مین زیادہ تعداد مدنیون کی تھی آنکھ نہین لگایا، اور ان قدیم افریقی عربون کے مقابلہ مین ان مین احساس برتری پیدا

ہوا، اور بربرون کے مقابلہ مین کسی میدان مین جمع ہونے سے پہلے ہی ان دونون گروہون کے تعلقات مین تلخی اور سوءظنی پیدا ہوئی، بعض موقعے ایسے آئے کہ یہ آپس ہی مین ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر تیار ہوجاتے، لیکن بعض مدبر سردارون کے بیچ بچاؤ سے اس کی نوبت نہین آئی اور بربرون کے مقابلہ مین یہ باہم مل کر صف آرا ہوئے،

افریقیہ مین بربرون اور عربون کی جنگ اور اس کے اثرات اندلس پر

چنانچہ ستر ہزار عرب، بربرون سے مقابلہ کرنے کے لیے مقام بقدورہ مین صف آرا ہوئے، لیکن ایک غلط فوجی حکمت عملی کے سبب عربون کو سخت ہزیمت ہوئی، افریقیہ کے قدیم عربی قبائل میدان سے ہٹ گئے، کلثوم بن عیاض جان سے مارا گیا، فوج کا بڑا حصہ برباد ہوگیا، خلیفہ ہشام کی ہدایت کے مطابق بلج بن بشر قشیری باقی ماندہ سپاہ کا افسر بنا، اور وہ ہزیمت خوردہ بچی کھچی شامی فوج کو میدان جنگ سے نکال کر کسی طرح طنجہ لایا، اس شہر مین بھی وہ داخل نہ ہوسکا، تو سبتہ کی راہ لی، اور شہر پر قبضہ کرکے اس کی مستحکم فصیل کے پیچھے پناہ گزین ہوگیا، اور سامان رسد جمع کرکے قلعہ کے دروازے بند کرلئے، بربر تعاقب مین یہان تک آئے، لیکن انھون نے محاصرہ نہین کیا، اور بلج اور اس کے سپاہیون کو اُن کے حال پر چھوڑ کر یہان سے رخصت ہوگئے، البتہ آس پاس کے سارے علاقہ کو انھون نے تباہ و برباد کردیا، تاکہ کسی جگہ سے غلہ کی مدد اُن کو نہ مل سکے اور بھوکون مرکر یہ اپنے ارادون سے باز آجائین،

شامی لشکر کی بے سروسامانی اور اندلس پر نگاہ

بلج سبتہ مین بے یار و مددگار پڑا رہا، آس پاس سے سامان رسد اتنا بھی مہیا نہ ہوسکا کہ سدرمق کا سہارا ہوتا، قدرۃً اس کی نگاہ اندلس کی جانب اٹھی، اس نے اندلس سے غلہ کی امداد چاہی، جب اس مین تاخیر ہوئی تو اندلس مین اُترنے کی اجازت طلب کی، لیکن یہان عبدالملک بن قطن کی حکمرانی تھی،

ایک طرف شامی لشکر کے حریف دشمن بربر اس کے ہمدرد تھے، دوسری طرف خود اس کو شامیون سے دیرینہ عداوت تھی، واقعہ حرہ کے دلفگار مناظر کی یاد اس کے دل مین موجود تھی، اس لئے بلج اپنی پیہم درخواستون کے باوجود عبدالملک کی ہمدردی حاصل کرنے مین کامیاب نہ ہو سکا، اور عبدالملک لیت ولعل مین وقت گذارتا رہا، نہ غلہ بھیجا، نہ اندلس مین اُترنے کی اجازت دی، اور صاف طور پر انکار کیا۔ اس طرح بلج اور اس کے شامی لشکر کی مصیبتین روز بروز بڑھتی گئین، بلکہ تقریبًا ایک سال اسی طرح محاصرہ کی حالت مین گذر گیا، جس مین سختیان اس حد تک پہنچ گئین، کہ جانورون کی کھالین پکا پکا کر کھانے لگے، پھر جھنگا مچھلی مل گئی، تو کچھ سہارا ملا، اُن کی ان مصیبتون کی خبرین اندلس پہنچتی رہین، اور لوگون مین ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے گئے، بنو لخم کے ایک سردار زیاد بن عمرو سے نہ رہا گیا، اس نے انسانی ونسلی ہمدردی کے تقاضے سے مجبور ہو کر جرأت سے کام لیا، اور عبدالملک کی مرضی کے خلاف دو جہازون پر غلہ لاد کر سبتہ بھیج دیا، عبدالملک کو جب یہ معلوم ہوا تو سخت ناگوار گذرا، اُس نے زیاد بن عمرو لخمی کو گرفتار کر کے اشتعال دلانے اور بغاوت کی آگ بھڑکانے کا الزام لگا کر قتل کرا دیا، اور لاش کو صلیب پر لٹکا دیا، جس کے بعد کسی دوسرے عرب سردار کو پھر ایسی جرأت کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا،

شامیون کا اندلس مین اترنے کا عزم

اب بلج کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا، بربرون کے خوف سے اس کے لئے افریقہ واپس جانا ممکن نہ تھا، اور اندلس کے ساحل پر قدم رکھنے مین کم سے کم یہ امید تھی کہ اگر مخالفین کا گروہ موجود ہے تو تھوڑے بہت ہمدردون کی جماعت بھی اسکو مل جائے گی، اور یہان وہ لڑ بھڑ کر کوئی راہ نکال لے گا، اس لئے اُس نے اندلس مین اُترنے کا قطعی ارادہ کر لیا، اور اس کی خبرین عبدالملک کے کانون تک بھی پہنچ گئین،

عبدالملک فہری سے بربرون کی مخالفت

ادھر اندلس کی اندرونی سیاسیات مین بھی ایک نئی شکل سامنے

آگئی، اب تک اندلس کے بربر عبدالملک کے ہمنوا تھے، لیکن افریقہ مین بربرون کی کامیابی کو دیکھکر اُن کے تیور بھی بدل گئے، اور اندلس مین عربون پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اورنہ صرف عبدالملک کو علیحدہ کرکے کسی بربر سردار کو حکمران کرنا چاہا، بلکہ پورے جزیرہ نمائے اندلس سے عربون کو فنا کرنے کا جذبہ پیدا ہوگیا، چنانچہ جہان جہان بربرون کو غلبہ حاصل تھا، اور وہ عربون کو نکال سکتے تھے، وہان سے ان کو جلا وطن کردیا، اس طرح جلیقیہ واستورقہ کی پوری عرب آبادی وہان سے نکال دی گئی، اور اس ہنگامہ مین بہت سے عرب جان سے بھی مارے گئے، اس صورت حال کے پیدا ہوتے ہی عربون کی قومی ونسلی حمیت بھی بھڑک اٹھی، وہ مختلف سمتون سے سمٹ کر یکجا آبادیون میں آگئے، اس طرح وسط اندلس کے بہت سے شہر عربون کی آبادی سے خالی ہوگئے، صرف سرقسطہ مین چونکہ بربرون کی بہ نسبت عربون کی آبادی زیادہ تھی، اس لئے وہ اپنی جگہ مقیم رہے، عبدالملک نے ابتداً بربرون سے تعلقات خوشگوار رکھنے چاہے، مگر کامیاب نہین ہوا، پھر اس نے بربرون پر کئی لشکر بھیجے، مگر انھون نے عربون کو شکست دیدی، اب وہ جہان پاتے عربون کو قتل کردیا کرتے،

شامیون کا ورود اندلس اور بربرون کا استیصال

عبدالملک نے بالآخر اس مشکل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انہی شامیون کی طرف اپنی نگاہ امید ڈالی، جو سبتہ مین بڑی تعداد مین بلج کی سرکردگی مین موجود تھے، اور اندلس مین داخل ہونے کی اجازت باربار طلب کرچکے تھے، لیکن عبدالملک کو ان لوگون کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا، اس لئے اس نے اس نئے بدلے ہوئے حالات کے باوجود ان کو بغیر کسی معاہدہ کے اندلس مین بلانا گوارا نہین کیا، چنانچہ اس نے غلہ اور کپڑون سے لدے ہوئے جہاز اندلس سے سبتہ بھیجے، اور انہی دو شرطون کے ساتھ یہان آنے کی اجازت دی،

۱- ملک مین امن وامان قائم رکھنے اور حکومت وقت کے مطیع رہنے کی ضمانت مین ہر قبیلہ

سے دس دس یرغمال پہلے بھیجے جائین، جو اندلس کے بجائے کسی دوسری جگہ نظر بند رکھے جائین گے،

۲- اس جزیرہ مین ان کے لیئے ایک سال کی مدت اُن کی آسودہ حالی کے لئے کافی ہے، اس اثنا مین وہ یہان مقیم رہ کر حکومت کی مدد کرین، پھر اپنے ساز و سامان کے ساتھ اس جزیرہ سے واپس چلے جائین، اور ان یرغمالون کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائین،

دوسری طرف شامیون نے بھی عہد کر لیا کہ ان کی واپسی اندلس سے ایک ساتھ ہوگی، ایسا نہ ہو کہ وہ واپسی کے وقت بربرون کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے جائین، اور اثنائے راہ مین انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے،

طرفین نے ان شرطون کو منظور کر لیا، اور ان کے بموجب پہلے ہر قبیلہ کے یرغمال اندلس آ گئے اُن کو جزیرہ ام حکیم مین ٹھہرنے کے لئے بھیج دیا گیا، اور اُن کی ضروریات کی نگرانی، جزیرہ خضرا کے والی کے سپرد کی گئی، کھانے پینے اور پہننے کے سامان وہان بھیجے گئے، جزیرۂ ام حکیم مین پینے کا پانی نہین تھا، اس لئے پانی بھی مشکیزون مین بھر کر جزیرۂ خضرا سے بھیجنے کا اہتمام کیا گیا،

اس کے بعد بلج دس ہزار شامیون کے ساتھ اندلس مین داخل ہوا، اگرچہ کپڑے جہازون پر بھیجے جا چکے تھے، مگر وہ دس ہزار آدمیون کے لیئے کافی نہین ہوے، بہت سے شامیون کے بدن پر کپڑے پھٹ کر پرزے پرزے ہو چکے تھے، یہان پہنچتے ہی اُن کے لئے کھانے پینے اور کپڑے کا انتظام کیا گیا، اور اُن کے سردارون کو خلعت دیا، اور معززین کے لباس سے آراستہ کیا، اس طرح اُن کی پذیرائی کی گئی کہ وہ چند ہی دنون مین اچھے خاصے مرفہ الحال ہو گئے،

دوسری طرف بربرون نے اس اثناء مین ابن ہدین نامی ایک قائد کی سرکردگی مین بڑی طاقت فراہم کر لی تھی، جلیقیہ، استورقہ، ماردہ، قوریہ اور طلبیرہ ان کے اہم مرکز تھے، بربرون کا پہلا لشکر مدینۂ شذونہ کی طرف بڑھتا ہوا آیا، اور شامیون کو روکنا چاہا جنھون نے ان کو پسپا کیا،

دوسرا لشکر قرطبہ پر چڑھائی کے لئے آیا ہوا تھا، اس کو بھی پسپا ہونا پڑا، تیسرا لشکر جو سب سے بڑا اور اہم تھا، اُس نے دریائے تاجہ کو عبور کر لیا تھا، عبد الملک نے انھین روکنے کے لئے اپنے لڑکون اُمیّہ اور قطن کی سرکردگی مین جزیرہ کے قدیم عرب باشندون اور نو وارد شامیون پر مشتمل لشکر بھیجا، بربر اس لشکر کی خبر سن کر طلیطلہ کی طرف گھوم پڑے، یہ دیکھکر حکومت کے لشکر نے بھی اسی طرف رُخ کیا، اور شہر طلیطلہ کے قریب وادی سلیط مین دونون فوجون کا خونریز مقابلہ ہوا اس مین عربون کی فتح ہوئی، اور بربرون کا پورا لشکر برباد ہو گیا، اس لڑائی سے شامیون کو ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ اُن کے قبضہ مین بربرون کے تمام اسلحہ آ گئے، اور یہ جماعت کی جماعت پورے طور پر مسلح ہو گئی،

اس کے بعد عبد الملک نے ملک کے مختلف حلقون مین فوجی دستے بھیجے، جہان جہان بربری ملے گئے، تہ تیغ کئے گئے، اور قتل عام کے بعد اُن کی جمعیت پورے طور پر منتشر ہو گئی،

عبد الملک کا شامیون سے اختلاف

شامیون کی اس کارگذاری سے ملک مین اُن کے مستقل اثر و اقتدار کے قائم ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوا، اس لئے ایک سال گذرنے کے بعد عبد الملک نے بلج سے حسب وعدہ افریقہ واپس جانے کا مطالبہ کیا، بلج نے واپسی منظور کر کے سفر کے لئے جہاز کسی ایسی بندرگاہ پر طلب کئے، جہان بربرون کی آبادی نہ ہو، اس زمانہ مین جزیرہ خضرا سب سے بڑی بندرگاہ تھا، سرکاری جہاز یہین رہتے تھے، مگر یہان کی بڑی آبادی بربرون ہی پر مشتمل تھی، اس لئے بلج کے مطابق ان کی جماعت کو وہان پہنچ پر بربرون کے ہاتھون محصور ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوا، اس لئے اس نے کسی اور بندرگاہ سے افریقہ جانے کا مطالبہ کیا، لیکن عبد الملک کو اندیشہ تھا کہ اگر کسی اور بندرگاہ سے سب شامیون کو بھیجنے کا انتظام کیا گیا، تو جزیرہ خضرا سے بیڑے کے ہٹتے ہی بربر سبتہ پر قبضہ کر لین گے، اس لئے

عبدالملک نے اس شہر کے حفاظتی بیڑے کو یہان قائم رکھ کر تھوڑی تھوڑی تعداد مین شامیون کو یہان سے بھیجے جانے کا مشورہ دیا لیکن بلج نے واپسی کے لئے دو شرطون پر اقرار کیا اوّل یہ کہ کسی اور بندرگاہ سے روانگی ہو، دوسرے یہ کہ سارے شامی مع اپنے ساز و سامان کے ایک مرتبہ اندلس سے روانہ ہون، اور ایک ساتھ افریقہ مین اترین تاکہ بربرون کو اُن کے کسی بُرے ارادے مین کامیابی نہ ہو لیکن عبدالملک ان وجوہ سے ان شرطون کے قبول کرنے پر آمادہ نہین ہوا، اور ان دونون کا یہ اختلاف اپنی حد سے تجاوز کر گیا،

عبدالملک پر حملہ اور اُس کی حکومت کا خاتمہ | شامیون نے اس اختلاف کا فیصلہ اپنی تلوار سے کرنا چاہا چنانچہ وہ اچانک عبدالملک کے قصر امارت پر ٹوٹ پڑے، اور قصر حکومت سے اس کو باہر نکال کر بلج کو قصر کے اندر لیجا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی، یہ واقعہ آناً فاناً پیش آگیا، اس کے بعد شامیون نے عبدالملک کو قتل کرنے کی کوشش کی، لیکن اہل یمن اُس کی حمایت مین اٹھ کھڑے ہوئے اور شامی اُس کے قتل کرنے کی جسارت نہ کر سکے لیکن مدنیون کی طاقت قرطبہ مین زیادہ نہ تھی اسلئے عبدالملک کی مدد وہ اس سے زیادہ نہ کر سکے، اور وہ بے دست و پا ہو کر خاموشی سے اپنے ذاتی مکان مین اٹھ آیا جو دار ابی ایوب کے نام سے موسوم تھا اور اس کے دونون لڑکے امیہ اور قطن قرطبہ سے فرار ہو گئے، ان مین سے ایک نے ماردہ کا رُخ کیا، اور دوسرا سرقسطہ چلا گیا، اور یہ دونون اندلس مین اپنے موافق فضا تیار کرنے مین مصروف ہو گئے،

بلج بن بشر قیسری (مستولی)[۱۵]

۱۲۳ھ ۱۲۴ھ - ۷۴۱ء ۷۴۲ء

بلج بن بشر قیسری، خلیفہ ہشام کے فرمان کے بموجب شامی لشکر کا امیر تھا، لیکن اہل اندلس اس کی اس بالواسطہ امارت کو قبول نہین کر سکے، عبد الملک اگرچہ قانوناً مستولی کی حیثیت رکھتا تھا، تاہم اسکو عام ہر دلعزیزی حاصل تھی بلکہ اگر مقری کی روایت کو صحیح باور کیا جائے تو وہ افریقہ جاکر اپنی ولایت کی سند بھی لاچکا تھا اس لئے بلج کے لئے اپنے کو امیر تسلیم کرانا دشوار ہو گیا لیکن اس نے اس پروا نہ کی، اس کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا، اور انہی شامیون کی مدد سے وہ اندلس کی حکمرانی کے لئے تیار ہو گیا تھا،

شامی نظر بندون کی رہائی، اس نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی ان شامی یرغمالون کو جزیرۂ ام حکیم سے اندلس مین پہنچایا جنہین عبد الملک نے وہان نظر بند کر رکھا تھا، جزیرہ ام حکیم کا انتظام جزیرۂ خضرا، کے والی کے سپرد تھا، اندلس کے داخلی انتشار اور دار الخلافہ قرطبہ مین شامیون کی بغاوت کے بعد اس نے ام حکیم کے مقیم یرغمالون کی مدد سے ہاتھ روک لیا، ان کو کھانے اور پینے کے پانی کی سخت تکلیف اٹھانی پڑی، یہان تک کہ پیاس کی شدت سے ایک ممتاز غسانی رئیس کا انتقال ہو گیا،

عبد الملک کا قتل ان وجوہ سے نظر بندون کا یہ قافلہ عبد الملک سے سخت برہم تھا یہ لوگ

غیظ وغضب کی حالت مین اندلس پہنچے، اور جوش انتقام مین انھون نے عبدالملک کے قتل کئے
جانے کا مطالبہ کیا، دوسرے شامیون کے جذبات بھی ان کی دردناک مصیبتین سن کر بھڑک اُٹھے
اور وہ بیک زبان غسانی رئیس کے خون کے انتقام مین عبدالملک کا سر طلب کرنے لگے بلج
نے معاملہ کو رفع دفع کرنا چاہا۔ مگر ان کا جوش غضب بڑھتا گیا، دوسری طرف مدنیون مین
عبدالملک کے قتل کر دیے جانے کی افواہ پھیل گئی، اور طرفین مین جوش وخروش اتنا بڑھا
کہ مدنی وشامی قبائل کی جنگ آزمائی کا پیش خیمہ بنتا نظر آیا، بلج نے مدنیون کو مطمئن کرنے
کے لئے عبدالملک کو اس کی قیامگاہ دار ابی ایوب سے بلوایا، لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا، شامی
اس کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے، اور بلج کی منت سماجت کے باوجود ان کا غصہ فرو نہین ہوا،
وہ اشتعال انگیز نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے کہ تو یوم حرہ مین ہماری تلوارون سے بچ
نکلا، اور انتقام مین تو نے ہمین کتے کا چمڑا اور گوشت کھانے کے لئے بھیجا، تو نے ہمین بربرون
کے ہاتھ بیچ ڈالا، یہ کہتے ہوئے جھپٹ کر عبدالملک کو قابو مین کر لیا، اور کشان کشان قتل گاہ
تک لے گئے، مدنیون کی تعداد تھوڑی تھی، وہ بے بسی سے یہ تماشا دیکھتے رہے، شامی عبدالملک
کو دریا کے پل کے قریب لائے، اور سولی پر لٹکا دیا، اور اس کی توہین کے لئے لاش کے داہنی
طرف ایک کتے، اور بائین طرف ایک سور کو سولی پر لٹکا دیا، اور اس حسرت انگیز طریقہ سے
اس نود سالہ پیر مرد کی زندگی کا خاتمہ ہوا، لاش دن بھر اسی طرح سولی پر لٹکی رہی، پھر ان
کے بربری غلام جو المد ور تک رہنے والے تھے، رات کو لاش کو مع صلیب کے اٹھا لے گئے، اور
تجہیز وتکفین کی رسم ادا کی، کچھ دنون تک یہ مقام مصلب عبدالملک کے نام سے مشہور رہا، آگے
چل کر اُن کے لڑکے اُمیّہ نے یہان پر ایک مسجد تعمیر کرا دی،

عبدالملک کے مارے جانے سے اندلس مین قبائلی دشمنی کی ایسی آگ بھڑکی جس کے شعلون سے

سالہا سال تک اندلس کے امن و امان کا خرمن جلتا رہا، اور اندلس کی آیندہ چند سالہ زندگی تمامتر قبائلی خانہ جنگیون کی نذر ہوگئی،

شامیون کے خلاف صف آرائی

چنانچہ عبدالملک کے دونون لڑکون قطن اور امیہ نے بلج کے خلاف فوجکشی کا نعرہ بلند کیا، ایک نامور قائد عبدالرحمن بن حبیب، بلج کے ساتھ اندلس آیا تھا، وہ شامیون کے طرزِ عمل سے برگشتہ ہوکر عبدالملک کے لڑکون کا ہمنوا ہوگیا، اس کے اثر سے بلج کے ساتھ آنے والون مین سے غیر شامی عرب اس کے علم کے نیچے جمع ہوگئے، پھر بربریون کو بھی شامیون سے انتقام لینے کا موقع ملا، وہ عبدالملک سے اپنے اختلافات کو فراموش کرکے اس کے قصاص مین اُٹھ کھڑے ہوئے، دوسری طرف سمونا ربون مین اس زمانہ مین عبدالملک کا مقرر کیا ہوا والی عبدالرحمن بن علقمہ متعین تھا، وہ بھی عبدالملک کی موت سے متاثر ہوا، اور چالیس ہزار فوج لیکر آیا، اس طرح ابن اثیر کے بیان کے مطابق ایک لاکھ فوج شامیون کے خلاف صف آرا ہوگئی، بلج کا لشکر تقریبًا بارہ ہزار تھا، اور بربرون اور عربون کے کچھ غلام بھی اس فوج مین شریک ہوگئے تھے، وہ قرطبہ سے نکل کر ولبہ کے علاقہ مین آیا، اور اسی ضلع کے ایک گاؤن مین دونون لشکر آمنے سامنے ہوئے، گھمسان کی لڑائی ہوئی، اور دونون طرف کے سپاہی بڑی تعداد مین کام آئے، مقتولین مین غیر شامیون کی تعداد زیادہ تھی،

بلج پر حملہ اور موت

عبدالرحمن بن علقمہ بڑا تیر انداز تھا، اس نے کہا مجھے بلج کی شناخت کرادو، یا تو اس کو ماردون گا ورنہ مرجاؤن گا، بلج ایک [illegible] گھوڑے پر سوار ہاتھ مین جھنڈا لئے فوج کی رہنمائی کر رہا تھا، عبدالرحمن بن علقمہ نے اس کو پہچانتے ہی اسی سمت کو زور کا حملہ کیا، شامی کائی کی طرح چھٹ گئے، ابن علقمہ نے بلج کو جا لیا، اور پہنچ کر اس کے سر پر تلوار کے دو

وار کئے، دوسری طرف سے حصین بن دمن عقیل بن علقمہ پر حملہ آور ہوا، ابن علقمہ بھاری زرہیں پہنے ہوئے تھا، زخمی ہونے سے بچ گیا، اور پینترا بدل کر دوسری سمت کو ہو لیا، شامی بڑی بہادری سے لڑے، مگر میدان حریفون کے ہاتھ رہا، بلج کے زخمی ہوتے ہی میدان جنگ کا نقشہ بگڑ چکا تھا، تھوڑی دیر وہ بہادری سے مقابلہ کرتے رہے، پھر ہمت ہار کر پسپا ہوگئے، بلج زخمون سے جانبر نہ ہوسکا اور ماہ شوال ۱۲۴ھ ۷۴۲ء میں اس نے وفات پائی، شامیون نے ثعلبہ بن سلامہ عجلی کو اپنا امیر منتخب کیا،[۱]

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۸، ۱۸۹-۱۹۴، ۱۹۵ نفح الطیب ج ۱ ص ... و ج ۲ ص ۹۵ مجموعہ اخبار اندلس ص ۴۰ تا ۴۱۔ افتتاح الاندلس ص ۱۶،

ثعلبہ بن سلامہ عجلی (۱۶)

سنہ ۱۲۴ھ ۷۴۲ء — سنہ ۱۲۵ھ ۷۴۳ء

ثعلبہ بن سلامہ عجلی کے تقرر کا جواز خلیفہ ہشام کے اُس فرمان سے پیدا کیا گیا تھا جس
مین اُس نے کلثوم کے بعد بلج کو اور اس کا جانشین ثعلبہ کو بنایا تھا لیکن شامیون کے سوا عام
باشندگان اندلس کے نزدیک اس کی حیثیت مستولی سے زیادہ نہین رہی کہ خود بلج کی امارت
پر اہل اندلس نے بیعت نہین کی تھی، اس لئے مخالفین گروہ در گروہ صف بندی مین مصروف رہے
ثعلبہ نے اس میدان مین شکست کھا کر ماردہ مین پناہ لی تھی، یہان سے اس نے قرطبہ
سے امدادی فوج طلب کی لیکن عبد الملک کے لڑکے امیہ اور قطن اپنی فوج لے کر ماردہ پہنچ گئے،
اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا، اب مدنیون کی کامیابی مین کوئی شبہہ باقی نہین رہا تھا، ثعلبہ اپنی
جگہ سخت پریشان تھا، اتفاق سے عید کا دن آگیا، بربر اور عرب جو محاصرہ کئے ہوئے تھے عید منانے
مین مشغول ہو گئے، ثعلبہ نے اس موقع کو غنیمت جانا، وہ دفعۃً شہر سے نکلا اور بے خبری
کی حالت مین قتل عام مچا دیا، عربون اور بربرون مین بھگدڑ مچ گئی، ہزارون عربون اور
بربرون کو گرفتار کر لیا، بہت سے لوگون کے اہل و عیال ساتھ تھے، ان کو بھی پکڑ لیا، اور
بہت سے لوگ بھاگ کر اپنی جانین بچانے مین کامیاب ہوئے،
ثعلبہ نے ان عرب قیدیون کے ساتھ سخت ناروا سلوک کیا، اُن کی تعداد دس ہزار سے

زیادہ تھی، ان مین سے بوڑھون اور بچّون کو کجاوہ مین بٹھا کر قرطبہ لایا، اور محلہ مصارہ مین لونڈی غلام کی حیثیت سے فروخت کرنے کے لئے بولیان بلوائین، ان فروخت ہونے والون مین مختلف قبائل کے اکابر شیوخ بھی تھے، ابن الحسن اور حارث ابن اسد جہنی کے لئے جب بولی کا وقت آیا، تو اس نے کہا جو اُن کی سب سے کم قیمت لگائیگا، وہی اُن کی خریداری کا مستحق ہوگا، چنانچہ دس دینار سے اُن کی بولی شروع ہوئی، اور ایک کتّے کے بدلے مین یہ فروخت کئے گئے، ایسی ظالمانہ اہانت کی مثال اس سے پہلے نہین گذری تھی، اور جو قیدی فروخت ہونے سے بچ گئے، وہ قیدخانہ مین ڈال دیئے گئے،

اس طرح اس نے مخالفین کی طاقت کا قلع قمع تو کر لیا، لیکن اس کی حکومت کے حدود قرطبہ اور ماردہ سے آگے نہ بڑھ سکے، اب اہل اندلس خانہ جنگی کی ایسی تباہ کاریون سے گھبرا اُٹھے تھے، انھون نے حکومت افریقہ کی طرف پھر رجوع کیا، ان دنون افریقہ کی ولایت پر حنظلہ بن صفوان کلبی مامور تھا، اندلس کے صلح جو طبائع رکھنے والون نے اس سے کسی ایسے شخص کو طلب کیا، جو ملک مین ہر دلعزیزی پیدا کرکے امن وامان قائم کر سکے، چنانچہ حنظلہ نے ابو الخطار حسام بن ضرار کلبی کو اندلس کا امیر مقرر کرکے بھیجا، وہ ماہ رجب ۱۲۵ھ / ۷۴۳ء مین اندلس پہنچا، ثعلبہ کی حکومت کا دور تقریباً دس مہینے قائم رہا،[۵]

---

[۵] ابن اثیر ج ۵ ص ۴۹ ، ۵۹۱، ابن قوطیہ ص ۱۶، ۱۷، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۹، مقری ج ۲ صفحہ ۶
مجموعۂ اخبار ص ۴۴ تا ۴۶، ابن عذاری ص ۷۰،

ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی (۱۷)

سنہ ۱۲۵ھ / ۷۴۳ء — سنہ ۱۲۸ھ / ۷۴۶ء

ابوالخطار طبعاً ہوشمند، صائب الرائے، مدبر، نیک سیرت، اور جری و شجاع تھا، وہ دمشق کے ممتاز رؤسا میں سے تھا، اور اپنے اخلاق و کردار کی بلندی کے سبب سے اس کو عام ہر دلعزیزی حاصل تھی، اندلس کے عربوں نے اس کے ورود کو اپنے حق میں مبارک سمجھا، اُدھر بعض حالات ایسے پیش آگئے، جن سے بربروں کے درمیان بھی اس کی وقعت قائم ہو گئی، جس وقت اُس نے اندلس کی زمین پر قدم رکھا، فریقین قرطبہ سے مغرب مصارہ کے میدان میں نبرد آزما تھے، اُس نے میدانِ جنگ کے قریب پہنچ کر اپنا علم بلند کیا، فریقین نے اس نئے علم کو دیکھ کر اپنی تلواریں اپنی نیام میں کر لیں، اور دونوں طرف کے سردارانِ قبائل اس کی پیشوائی کیلئے آگے بڑھے، اس نے قائدانہ انداز میں خطاب کر کے پوچھا

"تم سنو گے، ؟ .... اطاعت کرو گے ؟"

لوگوں نے آگے بڑھ کر اثبات میں جواب دیا، تو اس نے اپنے تقرر کا فرمان پڑھکر سُنایا، بربر اور قدیم عرب باشندوں نے بلند آواز سے کہا،

"ہم اطاعت کرتے ہیں لیکن ان نووارد شامیوں کے لئے ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں"

ابوالخطار نے تسلی آمیز لہجہ مین جواب دیا، کہ

"میں قرطبہ جاتا ہون ذرا دم لیتا ہون پھر جو کچھ کہوگے ویسا ہی ہوگا بعض تدبیرین میرے ذہن مین ہین، انشاء اللہ اس مین سب کی بھلائی نظر آئے گی"

بربرون مین مقبولیت | ابوالخطار کا استقبال کرنے والون مین ثعلبہ ابن ابی سعید قطن بن عبد الملک اورامیہ بن عبدالملک وغیرہ سب عمائد تھے، ابوالخطار ان سب سے نرمی اور اخلاق سے پیش آیا اور سب لوگ قرطبہ مین صلح جوئی کے جذبات کے ساتھ داخل ہوئے، اور اس کے آتے ہی اندلس مین مستقبل کے متعلق خوش آیند توقعات کے ساتھ ایک نئی فضا پیدا ہوگئی،

ابوالخطار کے سامنے قرطبہ پہنچ کر سب سے پہلے بربر قیدیون کا معاملہ پیش ہوا، ثعلبہ اُن کے قتل کا فیصلہ سناچکا تھا، اب اس کی حکومت کا خاتمہ ہوچکا تھا، اس لئے اس نے ان سب کو ابوالخطار کے سامنے پیش کیا، اس نے ان کی سزائے قتل موقوف کرکے ان کو رہا کردیا، اس طرح قرطبہ مین اس کا ورود ان قیدیون کی زندگی کا سبب بن گیا، اور بربری قبائل بھی احسانمندی وشکرگزاری کے جذبہ کے ساتھ اس کے گرد جمع ہوگئے

عمائد کی جلاوطنی | اس کے بعد اس نے اندلس کے چند عمائد ثعلبہ بن سلامہ عجلی، وقاص بن عبدالعزیز اور دس دوسرے ممتاز شامی قائدین کو دارالامارت مین طلب کیا وہ ان لوگون کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آچکا تھا، اور ان لوگون کو اس سے کسی قسم کی بدگمانی نہین تھی، اس لئے وہ بے عذر قصر امارت مین داخل ہوئے، اس نے لطف اور نرمی سے ان کے سامنے اندلس کی سیاسی نزاکتون کے مختلف پہلو رکھے، پھر اُن سے صفائی سے کہا کہ امیرالمومنین اور والی افریقہ حنظلہ بن صفوان کی راے مین اندلس مین امن وامان قائم رہنے کے لئے تمہارا یہان سے ترک سکونت کرکے چلا جانا ضروری ہے، اس کے ساتھ یہ بھی اس نے کہا کہ حکومت افریقہ

ان کی شجاعت و بسالت کی قدر دان ہے، افریقہ مین بربر باغیون کے مقابلہ مین نامور قائدین کی خدمات کی ضرورت ہے، وہ افریقہ جائین، اور اپنے فوجی خدمات سے افریقہ کی حکومت کو تقویت پہنچائین، اس طرح اندلس مین حالات ایسے پیدا ہوگئے کہ ان قائدین کے لئے جلاوطنی کے اس حکم کی تعمیل کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہین رہا، چنانچہ ان سب لوگون نے اندلس کی سرزمین کو ہمیشہ کے خیرآباد کہہ دیا، پھر اس نے عبدالملک کے دونون لڑکون امیّہ اور قطن کو بلوایا، انھین نشیب و فراز سمجھا کر انھین تنبیہ کی، اُن کی گذشتہ خطاؤن کو معاف کیا اور پر امن شہری کی حیثیت سے انھین اندلس مین زندگی گذارنے کی اجازت عطا کی،

ان معززین کی جلاوطنی سے دوسرے مفسد سرغناؤن کو سبق حاصل ہوا، آیندہ کی ریشہ دوانیون سے انھین مایوسی ہوگئی، اور انھون نے خود سے اندلس کی سرزمین کو خیرباد کہہ دینا مناسب سمجھا، چنانچہ حکومتِ افریقہ کے ایک مفرور باغی عبدالرحمٰن بن حبیب نے اندلس مین پناہ لے رکھی تھی، وہ افریقہ کے نامور قائد حبیب بن ابی عبدہ اس کا لڑکا تھا، جو کلثوم بن عیاض کے ہاتھون مارا گیا تھا، اور ابوالخطار کلثوم کے رفقاء مین سے تھا اس لئے عبدالرحمٰن بن حبیب نے ابتداءً اندلس مین مختلف قبائل کو اس کے برخلاف برانگیختہ کرنا چاہا، اور اس شورش سے فائدہ اٹھاکر اپنی حکومت قائم کرنے کی فکر کی تھی لیکن اب ابوالخطار کے آجانے اور یہان کے حالات بدل جانے کے بعد اس کو بھی یہان قیام کرنا دشوار معلوم ہوا، چنانچہ وہ چھپ کر اندلس سے فرار ہوگیا، تیونس مین پناہ لی، اور آگے چل کر افریقہ مین اس کے لئے مساعد حالات پیدا ہوگئے، اور افریقہ کا امیر بنا، لیکن بہرحال اس وقت اندلس سے اس کے چلے جانے تو یہ ملک کسی نئی شرانگیزی سے محفوظ ہوگیا،

شامیون کے مسئلہ کا حل ابوالخطار نے حالات پر اس قدر قابو پالینے کے بعد ملک مین منتقل

امن وامان قائم کرنے کے وسائل پر غور کرنے کے لئے معززین اندلس کو جمع کیا، سب سے اہم مسئلہ نو وارد شامیون کا تھا، اندلس کے پرانے قدیم عرب باشندے اُن کے جلاوطن کئے جانے کے خواہان تھے، شامی معززین کے جلاوطن ہوجانے کے بعد ان شامیون کے دل بھی اُچاٹ ہوگئے تھے اور اُن کے لئے اندلس مین کوئی کشش باقی نہین رہی تھی لیکن ابو الخطار نے اندلس سے ان بہادر شامیون کو واپس کرنا مسلمانون کے عام مصالح کے خلاف سمجھا کہ اس وقت اگر وہ لوگ حکومت کے خلاف ہوسکتے ہین تو کسی وقت اُن کی طاقت سے فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے، اس لئے وہ کسی ایسی راہ کو تلاش کررہا تھا کہ حکومت کے سر سے اُن کا خطرہ بھی دور ہوجائے اور اندلس سے دفعۃً اُن کے چلے جانے سے مسلمانون کی طاقت مین نمایان کمی بھی واقع نہ ہونے پائے، مجلس شاوری مین گو شاہزادہ ارطباس بھی موجود تھا، اُس نے کہا کہ انہین قرطبہ پر مستولی رکھنے کے بجائے اندلس کے مختلف ضلعون مین آباد کردیا جائے، اُن جہان جہان کی آب و ہوا اُن کی طبیعتون کے موافق ہو وہان پہنچا دیئے جائین، اس طرح اُن کے اجتماعی وجود سے اندلس کی حکومت کو جو خطرہ لاحق رہتا ہے، وہ دور ہوجاتا ہے، اُن اس جزیرہ مین مختلف مقامون پر اُن کے آباد ہوجانے سے مسلمانون کی عسکری طاقت بھی یہان محفوظ رہتی ہے، حسن اتفاق کہ اسی تجویز کی ابو الخطار کے ذہن مین بھی [illegible] تھی جس کی طرف اس نے ورود اندلس کے [illegible] ارطباس کی اس تجویز کو بڑی خوشی سے قبول کیا، اور اُن کو اندلس کے مختلف شہرون مین آباد کرنے کے منصوبے پر غور کرنے لگا،

شامیون کی نوآبادیان

چنانچہ اس نے [illegible]

[illegible]

شہرون کے نام پر رکھنے کی اجازت دیگئی،

اہل دمشق :- البیرہ مین   اہل حمص :- اشبیلیہ مین،
" اردن :- الریہ "   " فلسطین :- شذونہ "
" قنسرین :- جیان "   " مصر :- باجہ وتدمیر واخشنبہ مین

اسی مناسبت سے کبھی البیرہ کو دمشق، الریہ کو اردن، جیان کو قنسرین، اشبیلیہ کو حمص
شذونہ کو فلسطین اور تدمیر کو مصر بھی کہنے لگے، یہ شامی ان شہرون مین خوب پھلے پھولے، اور
آیندہ چل کر اندلس کے ممتاز باشندون مین شمار کیے گئے[1]

ابوالخطار کی اس حکمت کی تدبیر اور دانائی سے تقریباً چار سال تک ملک مین کامل سکون اور
امن وامان قائم رہا۔ اور ملک کو معاشی، صنعتی وتجارتی ترقی کرنے کے مواقع حاصل ہوئے،

ابوالخطار کے چند سربرآوردہ مخالفین

اس کے بعد ابوالخطار کے دور حکومت مین ایک نئے باب کا آغاز ہوا، اور
ملک کے چند ممتاز عمائد امن وسکون کی فضا برباد کرنے مین کامیاب ہوئے،
اور اندلس کی سرزمین قبائلی جنگ وجدل کی پھر آماجگاہ بن گئی، اور آگے چل کر خود ابوالخطار
کو بھی اسی بگڑتے ہوئے مفسدانہ ماحول کا ایک رکن بن جانا پڑا، مخالف قبائل اور خانوادون
کے جو ممتاز عمائد ابوالخطار سے [illegible] اختلاف رکھتے تھے، ان مین صمیل بن حاتم، ابوالعطا قیسی
امیہ بن عبدالملک اور ثوابہ بن سلامہ جذامی کے نام خاص طور پر لیے گئے ہین،

صمیل بن حاتم [illegible] شمر بن ذی الجوشن کا پوتا تھا، مختار کے
ہاتھون شمر کے قتل ہونے کے بعد اس کا لڑکا حاتم کوفہ سے ترک سکونت کرکے الجزیرہ مین چلا آیا[2]

---

[1] [illegible] ج ۱ [illegible] ترجمہ اردو
ص ۳۰، مجموعہ اخبار اندلس ص ۴۵ - ۴۶ وغیرہ،

اس کا خاندان یہیں آباد تھا، جب قنسرین کے باشندے اندلس میں آباد ہونے کے لئے آئے تو حاتم کا یہ لڑکا صمیل بھی اُن کے ساتھ تھا، اور جیان میں انہی کے ساتھ آباد ہو گیا تھا، صمیل میں قیادت کی فطری صلاحیتیں موجود تھیں، وہ سیر چشم، سخی، نیاض اور دل کا مضبوط تھا، بہت جلد لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے، اور رفتہ رفتہ اس کو سیادت و قیادت کا مرتبہ حاصل ہو گیا خصوصاً قبیلہ قیس اس پر پروانہ وار نثار ہونے کے لئے تیار ہو گیا،

ابو الخطار، جاہتی حیثیت سے یمانی تھا، اس نے اندلس سے شامیوں کے اقتدار کو جس خوبصورتی سے ختم کیا تھا صمیل کے دل میں اس کا احساس موجود تھا، اور اسی لئے درپردہ ابو الخطار سے اس کے تعلقات خوشگوار نہ تھے،

قبیلہ قیس کے ایک دوسرے قاید ابو العطا قیسی کے دل میں بھی ابو الخطار کی طرف سے تقریباً اسی قسم کے جذبات پائے جاتے تھے لیکن دوسری طرف صمیل کو قبیلہ قیس میں جو ہر دلعزیزی حاصل ہو رہی تھی، اس سے بھی وہ خوش نہیں تھا، قبیلہ قیس کی سرداری کو وہ اپنا حق تصور کرتا تھا،

عبد الملک کے دونوں لڑکوں امیہ اور قطن کے اختلاف کا سبب بظاہر اس کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا کہ ان لوگوں نے ابو الخطار کے ورود سے پہلے جو اقتدار حاصل کر لیا تھا وہ اب باقی نہیں رہا تھا، اب انہیں ایک اطاعت گذار شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا،

ثوابہ بن سلمہ جذامی کے لئے ابو الخطار سے وجہ شکایت صرف یہ تھی کہ وہ اپنی جماعت کا سردار تھا، ابو الخطار نے اس کے شخصی اعزاز کا لحاظ کر کے اس کو اشبیلیہ کا والی بنایا تھا لیکن وہ اس منصب کے فرائض صحیح طور پر انجام نہ دے سکا، اور ابو الخطار نے اس کو معزول کر دیا تھا

اس زمانہ مین اندلس کے سیاسی ماحول کا یہی پس منظر تھا کہ صمیل اور ابوالخطار کے درمیان ایک معمولی واقعہ پیش آیا اور صمیل نے اس کو اتنا آگے بڑھایا کہ اسی بنیاد پر ابوالخطار کے خلاف ایک بڑا طوفان اٹھ کھڑا ہوا، اور حوادث کے ایسے تھپیڑے چلے کہ اس مین اندلس کا امن و امان نئے سرے سے برباد ہو گیا،

ابوالخطار اور صمیل مین اختلاف

ابوالخطار نے ابتداءً اپنے طرز حکومت مین جس طرح غیر جانبدارانہ روش کو برقرار رکھا تھا، آخر تک اس کو نباہ نہ سکا، ایک کنانی اور غسانی مین کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، کنانی نے امیر کی عدالت مین نالش دائر کی، ابوالخطار نے غسانی کے یمانیون مین سے ہونے کی وجہ سے اپنے فیصلہ مین پاسداری کی، اور کنانی نے اس ناانصافی کی شکایت صمیل ابن حاتم سے کی، اس نے اس معاملہ کو اپنے ہاتھ مین لے لیا، ابوالخطار کی توجہ مبذول کرنے کے لئے قصر امارت مین آیا، لیکن معاملہ کو یکسو کرنے کے لئے نرمی سے گفتگو کرنے کے بجائے آتے ہی تیز و تند لہجہ مین ترش روئی سے گفتگو شروع کی، ابوالخطار سے بھی ضبط نہ ہو سکا، اور اس نے اس سے بھی زیادہ سخت لہجہ مین جواب دیا، جب بات زیادہ بڑھی تو دھکے دیکر اپنے کمرہ سے باہر نکلوا دیا، اور زبردستی نکالے جانے مین اس کا عمامہ ٹیڑھا ہو گیا، دروازہ پر حاجب نے کہا "شیخ تمہارا عمامہ کج ہے، اس کو ٹھیک کر لو" صمیل نے تلخ لہجہ مین جواب دیا کہ اگر ہماری قوم مین زندگی ہوگی، تو وہ اس ٹیڑھے عمامہ کو سیدھا کر دیگی" یہ گویا مضر یا بنی قیس کی طرف سے ابوالخطار کے نام اعلان جنگ تھا،

ابوالخطار کے خلاف صمیل کی تیاری

صمیل اسی ٹیڑھے عمامہ کے ساتھ اپنے قبیلہ مین پہنچا، قبائل مضر اس کے گرد اکٹھے ہو گئے، صمیل نے باہم مجمع مین پورا واقعہ سنایا، لوگون نے اس کی اطاعت قبول کرنے کا یقین، لہٰذا اس نے مشتعل مجمع سے مخاطب ہو کر کہا ہم ابوالخطا

کو اندلس سے نکال دینا چاہتے ہیں" لوگوں نے جواب دیا "ہم تمہارے نقش قدم پر چلنے کو تیار ہیں" اس کے بعد صمیل نے کہا "اب میں قرطبہ کو خیرباد کہتا ہوں میں اپنے اس ارادہ میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہاں سے باہر نہ چلا جاؤں"

صمیل نے کہا کہ وہ جماعتی حیثیت سے کمزور ہے اگر بعض تدبیروں سے یمانیوں میں سے بنو لخم و بنو جذام کو ہمنوا کر لیا جائے، تو مناسب ہے، لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا، پھر ابوالعطاء قیسی کی شرکت کا معاملہ زیر بحث آیا، بعض لوگوں نے اس کو اس تحریک سے علیحدہ رکھنے کی رائے دی لیکن ایک نوجوان ابن طفیل نے اس کی مخالفت کی کہ اگر وہ شریک نہیں کیا گیا، تو اس کی حمیت کو ٹھیس لگے گی اور شاید کسی اور راہ پر لگ جائے صمیل نے کہا ابن طفیل ٹھیک کہتا ہے مجلس شوریٰ نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور اس کے بعد وہ ارباب مجلس کی رائے سے اسی دن راتوں رات استجہ پہنچا، سرگروہ حریف نے ابوالعطاء کے در پر دستک دی، اس نے باہر نکل کر بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا صمیل نے پوری داستان سنائی، ابوالعطاء خاموشی سے اٹھ کر اندر گیا اور ہتھیاروں سے مسلح گھوڑے پر سوار واپس آیا صمیل سے کہا، اٹھو جدھر چلنا ہے، میں تمہارا تابع فرمان ہوں، پھر اپنی جماعت کو آواز دی، اس کی پوری قوم مسلح آراستہ باہر نکل پڑی صمیل لشکر کو لیکر موروڑ روانہ ہوا،

موروڑ میں ثوابہ بن سلمہ جذامی مقیم تھا، وہ کسی ایسے موقع کا پہلے سے منتظر بیٹھا تھا صمیل ابوالخطار سے اس کی ناراضی کی وجہ سے آشنا تھا صمیل نے اس کو امارت کی مسند امارت پر بٹھانے کا وعدہ کیا، صمیل کے اس فیصلہ میں اس کی ہوشمندی کی دلیل پنہاں تھی، ایک طرف اس نے ثوابہ کی مرضی پوری کی، دوسری طرف اگر وہ بانی تحریک بنکر خود امیدوار ہوتا

شاید ابوالخطار کے دل میں چھپی ہوئی جو خلش تھی، وہ بھی ظاہر ہو جاتی اور اختلاف کا دروازہ کھل جاتا،

اس کے بعد صمیل اپنی قوم میں آیا، اور اس نے اپنی جماعت کو سمجھایا کہ

"ہم اس وقت قضاعیہ و یمانیہ کے مسئلہ کو پیش کرنا نہیں چاہتے، ہم لخم و جذام وغیرہ سب ہی کو بلائیں گے، اور انہی میں سے کسی کو آگے بڑھا کر امیر بنائیں گے، نام اس کا ہوگا اور حکمرانی ہماری ہوگی"

چنانچہ ثوابہ بن سلمہ جذامی کے امیر نامزد ہونے کا اعلان ہوتے ہی قبائل لخم و جذام بھی اس علم کے نیچے جمع ہو گئے،

ابوالخطار کی فوج کشی صمیل کے خلاف

صمیل ان گہری سازشوں سے کام لے کر آگے بڑھا، ابوالخطار کو ان واقعات کی اطلاع ملی، وہ قرطبہ میں کسی کو اپنا قائم مقام بنا کر اس جمع ہونے والے لشکر کو منتشر کرنے کے لئے قرطبہ سے فوراً روانہ ہو گیا،

ابوالخطار کا زوال

قرطبہ کے خالی ہوتے ہی یہاں امیہ بن عبدالملک کو جرأت ہوئی اس نے اپنے ہمنواؤں کی جماعت کے ساتھ خروج کیا، اور قائم مقام والی کو بے دست و پا کر کے دارالامارت کو لوٹ لیا،

ادھر صمیل کے متحدہ لشکر اور ابوالخطار کی فوج میں دریائے شذونہ کے کنارے مقابلہ ہوا، صمیل کا پلہ بھاری ہوا، قبائل لخم و جذام کے نکل جانے کی وجہ سے ابوالخطار کی فوج میں بھی بددلی پیدا ہو گئی تھی، صرف بنو کلب آخر وقت تک میدان میں جوش و خروش سے ثابت قدم رہے، مگر حریف کا پلہ اتنا بھاری تھا کہ ابوالخطار کی فوج کے بہت سے سپاہی کام آ گئے، ابوالخطار نے میدان ہاتھ سے جاتے دیکھ کر راہ فرار اختیار کیا، مگر دشمنوں نے بھاگنے کا موقع نہیں دیا،

وہ مع اپنے تین اعزہ کے گرفتار کرلیا گیا، لوگوں نے اس کو قتل کرنا چاہا، مگر پھر اس ارادہ سے باز رہے۔ اور قرطبہ کے قید خانہ میں اس کو مع اس کے اعزہ کے بند کر دیا گیا،

اس کے بعد صمیل اور ثوابہ لشکر لے کر قرطبہ پہنچے، دار الامارت پر قبضہ کیا، اور معاہدہ کے مطابق ثوابہ کے امیر اندلس ہونے کا اعلان کر دیا گیا،

ابو الخطار چار سال چند مہینے حکمران رہا۔ ماہ رجب ۱۲۸ھ/۷۴۵ء میں اس کی حکومت کو زوال آیا،[۱]

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۵۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۰، ابن عذاری ترجمہ اردو ص ۷۷، مقری ج ۱ ص افتتاح الاندلس ص مجموعہ اخبار اندلس ص ۵۶-۵۷،

ثوابہ بن سلامہ جذامی (امارت)

١٢٨ھ - ١٢٩ھ
٧٤٥ء - ٧٤٦ء

ثوابہ بن سلمہ جذامی اگرچہ بزور شمشیر امارت کے منصب پر بٹھایا گیا، اس لئے بقول ابن عذاری اس کی امارت میں نہ بنو امیہ کی اطاعت کی شرط تھی نہ بنو عباس کی لیکن یہ صورت حال زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہی، افریقہ کی امارت پر عبدالرحمٰن بن حبیب کو غلبہ حاصل ہوگیا تھا، اس نے اس کی امارت کی توثیق کا فرمان بھی بھیج دیا تھا، اس لئے یک گونہ اسکی امارت کا جواز پیدا ہوگیا تھا۔

ابوالخطار کی رہائی | لیکن ابوالخطار نے اس کی امارت قبول نہیں کی اور علاقہ پرتگال کے شہر باجہ میں اپنی قوت فراہم کرنی شروع کی، بنو قضاعہ بھی ان کے ساتھ تھے، چند دنوں کے بعد بنو تمیم میں سے کچھ لوگ اٹھے اور عبدالرحمٰن بن حسان کلبی کی سرکردگی میں تیس سواروں اور پیدل سپاہیوں کے ساتھ رات کے پچھلے پہر قید خانہ پر حملہ آور ہوئے، اور پہرہ داروں پر غلبہ حاصل کرکے ابوالخطار کو راتوں رات قید خانہ سے نکال کر فرار ہوگئے۔

جنگ کی تیاریاں | ابوالخطار کے آزاد ہوتے ہی یمانی گروہ اور مضری گروہ لڑائی کے لئے تیار ہوگئے، اور یمانی لشکر قرطبہ کی سمت چل کھڑا ہوا، [illegible]

نکلے صمیل نے اس موقع پر بھی اپنی کامیاب حکمت عملی سے کام لیا، جب رات آئی تو قرطبی لشکر میں سے ایک سعدی نکل کر یمانی لشکر کے پاس آیا، اور اس نے باواز بلند پکار کر کہا:

"یا معشر یمانیہ! یہ لڑائی کی تیاریاں کس لئے ہیں، کیا ابوالخطار کی حمایت کے لئے تم ہم سے جنگ کرو گے، کیا ہم نے اس پر قابو نہیں پایا، ؟ اگر چاہتے تو کیا اس کو قتل نہیں کر سکتے تھے، ہم نے اس پر احسان کیا، اس کی خطاؤں کو معاف کیا، اس کی جان بخشی کی، پھر ہم نے تمہیں میں سے ایک شخص کو اپنا امیر بنایا، امیر ثوابہ بھی تو یمانی ہے، اگر ہمارے قبیلۂ مضر میں سے کوئی امیر بنایا جاتا، تو تم لڑائی میں حق بجانب ہو سکتے تھے، اور تمہارا عذر معقول سمجھا جا سکتا تھا، یہ نہ سمجھو کہ ہم کسی خوف کی بنا پر تم سے یہ باتیں کہہ رہے ہیں، واللہ ہمیں تمہارا کوئی خوف نہیں، ہم صرف ناحق خون ریزی کو روکنا چاہتے ہیں، کہ ملک میں امن و عافیت قائم رہے"

صمیل کی یہ حکمت عملی کارگر ثابت ہوئی، اس تقریر کو سنتے ہی ابوالخطار کی فوج کے جذبات کا رخ پلٹ گیا، وہ پکار اٹھے "واللہ یہ سچی بات کہہ رہا ہے، امیر تو ہماری جماعت میں ہے، پھر ہم اپنی جماعت ہی کے امیر سے کیوں لڑائی مول لیں"

عسکر العافیہ

اس کے بعد فوج میں انتشار پیدا ہو گیا، لوگوں نے خیمے ڈیرے اکھاڑ کر کوچ کا سامان کیا، ابوالخطار یہ رنگ دیکھ کر جنگ کے میدان سے بھاگ گیا، اور صبح کی روشنی کے آنے سے پہلے پہلے میدان خالی ہو گیا، ابوالخطار کے لشکر کے لوگ "امن و عافیت" کے نام پر منتشر ہو گئے تھے، اس لئے لوگوں نے اس لشکر کا نام "عسکر العافیہ" رکھا، اس کے بعد ابوالخطار باجہ میں پناہ گزین ہو گیا،

ثوابہ کی وفات

ثوابہ ایک سال تک ملک پر حکومت کر کے [illegible] ۱۲۹ھ میں

اس کی وفات سے اندلس کی امارت کا منصب پھر خالی ہو گیا، اور صمیل کو کسی نئے امیر کو منتخب کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی،

جانشینی کا مسئلہ لیکن یہ ایسا مسئلہ نہ تھا کہ صمیل دوبارہ آسانی سے اس پر قابو پا لیتا، ثوابہ کا لڑکا عمرو اپنے باپ کی جانشینی کا امیدوار بنا، اس طرح ثوابہ بن عمرو، اور یحییٰ بن حریث جذامی نے اپنے اپنے بیٹے کو اس منصب کے لئے پیش کیا، پھر ایک جماعت نے ابو الخطار کو واپس لانے کی تحریک نئے سرے سے کی، صمیل کے لئے بڑی دشواری یہ تھی کہ مضریوں کو قرطبہ میں غلبہ حاصل نہیں تھا، وہ ان امیدواروں میں سے کسی کا حامی نہ تھا، اور نہ خود کسی کو امارت کے منصب پر بٹھانا چاہتا تھا، اس لئے چند دن لیت ولعل میں گذر گئے، لوگوں نے ایک متدین عالم عبد الرحمٰن بن کثیر کو احکام وقضایا کے لئے عارضی طور پر متولی بنا لیا، اور چار مہینے کی مدت اسی طرح گذر گئی،

بالآخر صمیل نے یہ مشکل حل کی، اس کی نظر انتخاب سرحدی حکومت ناربون کے سابق والی اور مشہور قائد یوسف بن عبد الرحمٰن الفہری کی طرف اٹھی، وہ اپنے وطن البیرہ میں خانہ نشینی کی زندگی گذار رہا تھا، قرطبہ کے معززین کا ایک وفد اس کی خدمت میں حاضر ہوا،

امیر کا انتخاب یوسف نے ابتداءً اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن ارکان وفد نے اصرار سے بتایا کہ اس کی امارت پر عام اتفاق ہو چکا ہے، اگر وہ اس ذمہ داری کو قبول نہیں کرتا، تو ملک خانہ جنگی کی خونریزی میں مبتلا ہو جائے گا، اور اس سلسلہ میں جتنا خون بہے گا اس کی ذمہ داری اسی کے سر عائد ہوگی، بالآخر یوسف نے اس منصب کی ذمہ داری کے قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی، اور قرطبہ آکر عنان حکومت سنبھال لی،

یوسف بن عبد الرحمٰن (۱۹)

۱۲۹ھ — ۱۳۹ھ
۷۴۶ء — ۷۵۶ء

یوسف بن عبد الرحمٰن الفہری افریقہ و اندلس کے ایک معزز خاندان کا چشم و چراغ تھا، اس کے جد حضرت عقبہ بن نافع، افریقہ کے فاتح اور قیروان کے بانی تھے، یوسف افریقہ میں پیدا ہوا، اس کے والد عبد الرحمٰن اپنے والد حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ فہری کے ساتھ اندلس آئے تھے، پھر افریقہ واپس چلے گئے تھے، یوسف اپنے والد سے ناراض ہو کر اندلس چلا آیا، اور یہیں توطن پذیر ہو گیا، اس کا خاندان افریقہ و اندلس میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، یوسف اندلس آنے کے بعد بشلونہ اور اربونہ کی ولایت پر مامور رہا، خصوصاً اربونہ (ناربون) میں جیسا کہ اوپر گذرا اس نے نمایاں خدمات انجام دی تھے،

نظم و نسق | اس نے ۵۰ سال کی عمر میں ماہ صفر ۱۲۹ھ میں اندلس کی زمام امارت اپنے ہاتھ میں لی، چند ہی دنوں میں عبد الرحمٰن بن حبیب والی افریقہ کی طرف سے جس کا یہ جگر گوشہ تھا، اس کی ولایت کی تصدیق کی اطلاع بھی آگئی، اس کو [illegible]

تھا، اس نے یحییٰ بن حریث کو جو امارت کی [illegible]

وہ اس پر راضی ہو گیا، اس علاقہ میں [illegible]

ہو کر صوبہ ریہ کی حکومت سنبھالنے کے لیے چلا گیا، لیکن وہ حسن انتظام سے اس منصب کی ذمہ
داریاں سنبھال نہ سکا بیٹے یوسف نے مجبوراً اس کو اس عہدہ سے معزول کر دیا، اتفاق
کی بات اس کی معزولی کا معمولی واقعہ اندلس کے امن وامان کے خرمن کو برباد کرنے کیلئے
ایک چنگاری بن گیا، اور اس کے بعد ایسی طوفان خیز خانہ جنگی برپا ہوئی کہ اس کے مقابل
میں اندلس کی پچھلی ساری خانہ جنگیاں ہیچ ہو گئیں،

قبائلی جنگ کی تیاریاں | یحییٰ ابن حریث کی فتنہ سامانی کے ساتھ ہی ابو الخطار بھی پھر میدان
میں نکل آیا، اور اب دونوں نے باہم سازباز کر لی تھی، مگر یحییٰ ابن حریث قضاعی تھا، اور
ابو الخطار کلبی، چنانچہ دونوں اپنے اپنے قبیلہ والوں کے خواہشمند تھے، اندلس میں بنو
قضاعہ کلبیوں سے زیادہ تھے، اس لئے ابن حریث اپنے استحقاق کو مقدم سمجھتا تھا، لیکن
بنو قضاعہ کے دوسرے قائدین نے اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے اس تحریک کو یمانی تحریک
کے نام سے شروع کرنا چاہا کہ سب مل کر جو فیصلہ کر دیں اس کی پیروی کی جائے، ابن حریث
نے اس تجویز کو قبول کیا، چنانچہ حاتم بن حمیر کندہ اور مذحج اور قضاعہ قبائل جمع ہوئے اور
سب نے یحییٰ بن حریث کی امارت پر اتفاق کیا، اور دوسری طرف یوسف اور صمیل نے مضر اور ربیعہ کو اکٹھا
کیا، چنانچہ دونوں اجتماع کے ساتھ ہی دونوں کے علم جداگانہ بلند کر دیئے گئے، اس وقت اندلس کا
یہ عالم تھا کہ قرطبہ اور دوسرے شہروں کے شہری اپنے اپنے قبیلہ کے گرد جمع ہونے کے لئے
اپنے شہروں سے رخصت ہونے لگے اور ایک ہی شہر کے یمانی اور مضری سب اپنے اپنے علم کے
نیچے جانے کے لئے روانہ ہونے، اور ایک دوسرے کو الوداع کہتے، اندلس کے اس سماں سے
عرب جاہلیت کی یاد تازہ ہو گئی،

یکساں معاہدہ | ان تیاریوں کے ساتھ دونوں جماعتوں کے چند سربرآوردہ اکابر

صلح کی تحریک شروع کی کہ قبائلی جنگ کی نوبت نہ آئے، اور دونوں کا کسی امیر پر اتفاق ہو جائے، ابتداءً یہ کوشش بارآور ہوئی اور فریقین نے ایک معاہدہ کے رو سے اندلس کی امارت کو ایک ایک سال کے لئے مضر و یمانیہ میں تقسیم کر لیا، اور اس سمجھوتہ کے مطابق پہلے سال کے لئے یوسف بن عبد الرحمٰن اندلس کا متفقہ امیر منتخب ہوا، اور اندلس میں یہ پورا سال خیر و عافیت سے گذر گیا،

یوسف کی علٰحدگی

اس معاہدہ کے مطابق ایک سال کے خاتمہ پر یمانی امیر کو زمام حکومت لینی چاہئے تھی، چنانچہ سنہ ۱۲۹ھ میں یمانیوں نے اپنے امیر کے تقرر کا مطالبہ کیا، لیکن صمیل جوش و خروش کو ٹھنڈا پا کر اس معاہدہ سے منحرف ہو گیا، اور اندلس میں پھر ایک مرتبہ السلاح السلاح کی آواز بلند ہوئی، معاہدہ سے یہ انحراف یوسف کے منشار کے خلاف تھا، اس لئے وہ اس کے خلاف احتجاج میں حکومت سے خود کنارہ کش ہو کر اپنے وطن البیرہ چلا گیا، صمیل نے اس کی کنارہ کشی کی پروانہ کی، اور جنگی تیاریوں میں بدستور مشغول رہا۔

یمانیہ ومضریہ کی عبرت انگیز خانہ جنگی

اس کے بعد دونوں طرف کی ٹڈی دل فوجیں ہتھیاروں کی جھنکار کے ساتھ آگے بڑھیں، یمانی، ابو الخطار و ابن حریث کی قیادت میں باجہ سے چل کر شقندہ پہنچے تھے، اور صمیل نے بھی عجلت کی اور اپنا لشکر لے کر دریا عبور کر کے اس پار پہنچ گیا، پھر یوسف بھی اپنے قبیلہ کو میدان میں دیکھ کر البیرہ میں نہ بیٹھ سکا، اور میدان میں آ گیا،

صبح کی نماز کے بعد ایسی خونریز جنگ شروع ہوئی کہ مورخین کے بقول ایسی لڑائی اندلس میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی، لڑائی ایک ہفتہ تک جاری رہی، پہلے سواروں کی جنگ ہوئی، یہاں تک کہ گھوڑے بیکار ہو گئے، پھر پیدلوں کی باری آئی، نیزے بھی ایک ایک کر کے

ٹوٹ ٹوٹ گئے، پھر تلواریں بے نیام ہوئین، اور وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہاتھون سے
چھوٹ گئین، جب لڑنے والون کے ہاتھ ہتھیارون سے خالی ہو گئے، تو گھونسے اور مکے چلنے
لگے، اور ایک دوسرے پر خاک اٹھا اٹھا کر ڈالنے لگے، یہ ایسی لڑائی تھی کہ اس کی مثال
اس سے پہلے نہین گذری تھی، بلکہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی زندگی مین یہ پہلی لڑائی تھی، جو
قبیلہ کے نام پر اسی طرح لڑی گئی جیسی عرب جاہلیت مین لڑی جاتی تھی،

لڑائی اس منزل تک پہنچی تھی کہ صمیل نے یوسف کو مشورہ دیا کہ قرطبہ کے بازار والون
کو میدان مین لایا جائے کہ وہ تازہ دم ہون گے، اور اس وقت ہمارے بہترین سپاہی تھکے
ہون گے، چنانچہ یوسف نے اپنے مولیٰ خالد بن یزید کو بازار والون کے پاس بھیجا، وہ چار سو
آدمیون کو جمع کر کے لایا، ان مین سے ہر ایک کو جو چیز بھی ملی وہ ہاتھ مین لے کر نکل آیا، کسی کے
ہاتھ مین چھری کسی کے لکڑی اور کسی کے تلوار تھی، ان مین قرطبہ کے قصاب بھی تھے، اور ان کے
چھرے ان کے ہاتھ مین تھے، اور انہی اناڑیون کے ہاتھون اس میدان کا فیصلہ ہو گیا، یمانیون
کے ہتھیار بے کار ہو چکے تھے، اور وہ دشمنون کی کسی نئی کمک کے آنے سے غافل تھے، چنانچہ
ان تازہ دم شہریون کے ہاتھون یمانیون نے شکست کھائی، ابو الخطار اور ابن حریث میدان
جنگ سے بھاگ کر ایک پن چکی کے پیچھے چھپ گئے، اتفاق سے یہ پن چکی صمیل ہی کی تھی،

ابو الخطار گرفتار کر لیا گیا، اس وقت اس نے کہا کہ پھر ابن السوداء یعنی ابن حریث کو کیون
چھوڑتے ہو، وہ بھی یہین چھپا ہوا ہے، چنانچہ وہ بھی پکڑ لیا گیا، ابن حریث کہا کرتا تھا، کہ اگر
اہل شام کا خون ایک پیالہ مین جمع کر کے مجھے دیا جائے، تو مین اس کو پیون، ابو الخطار نے
طنز سے پوچھا، اے ابن سوداء کیا تیرے پیالہ مین کچھ خون باقی رہ گیا ہے جس کو تو نہ پی سکا،
اس کے بعد ان دونون کو قتل کر دیا گیا،

ابوالخطار کی موت سے یمانیہ ومضریہ کی جنگ کا خاتمہ ہوگیا، یمانی قیدیوں کو قرطبہ کے ایک کلیسا میں قید کیا گیا، پھر صمیل نے اُن کو بڑی بیرحمی سے کوڑوں سے پٹوانا شروع کیا، ستر آدمیوں کو کوڑے لگ چکے تھے کہ ابوالعطا کی غیرت اور رحمدلی جوش میں آئی، اُسنے پُر زور مداخلت اور سفارش سے اُن کی سزائیں موقوف کرائیں،

یوسف کا دوبارہ امارت پر آنا صمیل لڑائی سے فرصت پاکر البیرہ پہنچا، اور یوسف بن عبدالرحمن کو راضی کرکے دوبارہ قرطبہ لایا، اب اندلس میں دراصل صمیل کا طوطی بول رہا تھا، یوسف کی ہردلعزیزی اس کے کنارہ کشی اختیار کر لینے کی وجہ سے ضائع ہوچکی تھی لیکن صمیل قبائلی مصالح کے لحاظ سے اپنی حکومت کے اعلان کی جرأت نہ کرسکتا تھا، تاہم اب ابن اثیر کے بقول امارت یوسف کی تھی، اور حکم صمیل کا،

یمانیوں کا آخری استیصال لیکن یہ صورت حال زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی، رفتہ رفتہ یوسف کے دل میں حکومت کے اقتدار اعلیٰ کو ہاتھ میں لینے کا خیال پیدا ہوا، اور اس کے لئے وہ کسی مناسب موقع کا منتظر رہا - اب اندلس میں اگرچہ یمانی ومضری لڑائی ختم ہوچکی تھی، مگر کبھی کبھی اب بھی اس کی آواز بازگشت مختلف صوبوں سے سنائی دیتی تھی، ابن علقمہ لخمی ناربون کا والی تھا، اُس نے یمانیوں کی حمایت میں یوسف کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا، یوسف نے فوج بھیجی، ابن علقمہ مارا گیا، اور اس کا سر یوسف کے پاس قرطبہ لایا گیا، اسی طرح عروہ بن ولید نے باجہ میں عیسائیوں کی مدد سے بغاوت کی اور اشبیلیہ پر قبضہ کر لیا، یوسف نے عامر بن عمرو کو فوج کے ساتھ بھیجا، وہ ناکام رہا - تو یوسف خود فوج لے کر گیا، اور کامیابی حاصل کر کے عروہ بن ولید کا سر قلم کیا، پھر عامر عبدری نے جزیرۂ خضرا پر چڑھائی کی، مگر [illegible] اطاعت

قبول کرلی، اور قرطبہ چلا آیا، اسی طرح عمر بن یزید ازرقی نے اشبیلیہ مین سر اٹھایا، اور پاداش مین قتل کیا گیا،

صمیل کا ولایت سرقسطہ پر تقرر

اسی سلسلہ مین سرقسطہ مین یمانیون کے اجتماع کی خبر ملی، یمانیون کی سرکوبی کے لئے صمیل سے بہتر کوئی دوسری شخصیت نہ تھی، یوسف نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، اور صمیل کو سرقسطہ کی ولایت پر جانے کا مشورہ دیا، صمیل کو اصل حقیقت کا اندازہ ہو چکا تھا، اُس نے مخالفت مناسب نہ سمجھی، اور خوشی سے سرقسطہ چلا آیا، صمیل کے موالی، غلام اور دوست قریشی اسکے ساتھ تھے، یمانی صمیل سے آزردہ تھے، لیکن اس کی بے پناہ سختیون سے مرعوب ہو چکے تھے، اس لئے خاموشی سے اس کی اطاعت قبول کرلی،

قحط و خشک سالی اور صمیل کی کامیابی

اس اثنا مین سنہ ۱۳۲ھ مین اندلس پر شدید قحط اور خشک سالی کی بلا نازل ہوئی، خصوصاً بالائی اندلس مین قحط کی شدت زیادہ تھی، لوگ دور دور کے شہرون سے وسط اندلس مین چلے آئے، اور یہان بھی پناہ نہ ملی تو طنجہ، اصیلا اور ریف وغیرہ مین جا کر پناہ لی، صمیل کا صوبہ سرقسطہ قحط کی زد مین خاص طور پر تھا، اُس نے اس موقع پر دوست دشمن کی تمیز کے بغیر سب کی مدد کی، اور اپنے خزانہ اور اجناس کے ذخیرہ کا منہ کھول دیا، اب وہی صمیل جو یمانیون کا جانی دشمن سمجھا جاتا تھا، ان مین کا بہتر دوست، مونس اور غمخوار نکلا، اس طرح صمیل نے اس پورے علاقہ کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا،

جلیقیہ کی عیسائی سلطنت کی توسیع

جس زمانہ مین اندلس مین مسلمانون کی تباہ کن لڑائی جاری تھی، جلیقیہ کے عیسائیون کو منظم ہونے کا موقع ملا، وہ آس پاس کے اسلامی

پیچھے ہٹا ئین گئے،

دوسری طرف قرطبہ میں بنو عبد الدار کا ایک فرد آباد تھا، نوجوان قائد عامر عبدری اسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم کے بھائی ابو عزی کی اولاد میں سے تھا، جیسا کہ اوپر گذر چکا، اس نے جزیرہ خضراء پر چڑھائی کی تھی، پھر اس کے بعد کر کے قرطبہ میں آگیا تھا، اور یہاں کے معززین و اشراف میں شمار کیا جاتا تھا، اور متعدد گروہ کی مہموں میں قائد کی حیثیت سے ناموری حاصل کر چکا تھا اس نے خلیفہ عباسی المنصور سے رابطہ پیدا کیا، یوسف کی حکومت میں یمانیوں پر مظالم کی داستان لکھ بھیجی اور اپنے لیے اندلس کی گورنری والی [illegible] کا خواستگار رہا، المنصور نے خاموشی سے اس کو فرمان اور پرچم بھیج دیئے، اس نے قرطبہ کے مغربی حصہ میں ابتداءً ایک احاطہ کھنچوایا، جو قنات عامر کہا جاتا تھا، پھر ایک وسیع اراضی میں جس پر اجارہ دار کی حیثیت سے اس کا قبضہ ہو گیا تھا، مکانات بنوائے، اور ایک مستحکم قلعہ تعمیر کرایا، تاکہ اس میں قلعہ بند ہو کر عباسی علم بلند کرے، اور یمانیوں کا ہجوم قرطبہ پر غالب ہو کر موجودہ حکومت کو بے دست و پا کر دے،

اس کی اس منصوبہ بندی کے مطابق کام جاری رہا، یوسف کی فوجی طاقت ان دنوں اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اس کو عامر کی ساری نقل و حرکت معلوم ہوتی رہی، مگر اپنی بے بسی کے سبب اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکا، بالآخر اس نے اس معاملہ میں صمیل سے مشورہ کیا، اس نے جرأت کی اور عامر کو قتل کر دینے کا مشورہ دیا، عامر کے مخبر نے اس کو مطلع کر دیا، اور یوسف کے کسی قدم اٹھانے سے پہلے وہ قرطبہ سے کوچ کر کے سرقسطہ کی چلا گیا، جہاں یوسف و صمیل کے دشمن اور یمانیوں کے طرفدار یمانیوں کی غالب آبادی تھی،

حاصل رہتی تھی۔ بنو غطفان ان کے رئیس ابو عطا کا انتقال ہو چکا تھا، اس لئے یہ قبیلہ بھی ابتک کوئی فیصلہ نہ کر سکا، لیکن یمانی قبائل کی جمعیت کو دیکھ کر بالآخر یہ بھی منظم ہو گئے، چونکہ اُن کے اپنا سردار نہ ہونے کی وجہ سے بہت پیچھے رہ گئے کہ ابھی ان کی علیحدگی سے کوئی خاص نقصان نہیں ہوا تھا خاموشی سے وہیں پیچھے آگئے، اس طرح مختلف قبائل کا یہ ٹڈی دل لشکر عامر عبدری یا اندلس کے عباسی فرمانروا کی مخالفت میں اکٹھا ہو گیا، اس کے بعد بنو امیہ کے اکابر ابو عثمان عبید اللہ بن عثمان، عبد اللہ بن خالد اور یوسف بن بخت کے سامنے اس مہم کے مقاصد بیان کئے گئے، یہ لوگ یوسف فہری کے معتمد علیہ تابعین رہ چکے تھے، اور جنگ شقندہ میں ساتھ دے چکے تھے لیکن اسی زمانہ میں اموی شاہزادہ عبدالرحمٰن کا قاصد بدر ان لوگوں کے پاس آیا ہوا تھا اور یہ لوگ رازداری سے اس مسئلہ پر غور و فکر کر رہے تھے، آخر صمیل پر خاص طور پر اعتماد تھا، اور اس مسئلہ پر اس سے انہیں گفتگو بھی کرنی تھی، پھر یہ اجتماع دوسرے معنوں میں عباسی خلافت کے خلاف تھا، جس کو اندلس میں کامیابی حاصل ہو جاتی، تو خاص اموی سلطنت کی بنیاد قائم کرنے کا تخیل ہی مٹ جاتا، اس لئے ان لوگوں نے بھی اس زمانہ میں عباسی علمبردار لشکر کے مقابلہ میں یوسف صمیل کی مدد کرنا ضروری سمجھا، چنانچہ یہ لوگ بھی اس لشکر میں شریک ہو گئے، لیکن یہ عجیب واقعہ تھا کہ یہ یوسف و صمیل کے لئے امدادی لشکر تیار ہوا تھا، اور اسی میں اس حکومت کی بربادی کا خاکہ بھی تیار کیا گیا،

یہ لشکر قرطبہ کی سمت روانہ ہوا، بنو قیس کے سواروں کی تعداد ۳۶۰ تھی، وادی آنہ کے کنارہ سے پہنچ کر قبیلہ بنو وائل اور قبیلہ بنو علی کے چار سوار ساتھ ہو گئے، لیکن طلیطلہ پہنچ کر جاڑے کی شدت کا حال معلوم ہوا کہ شاید صمیل بے بسی میں اپنے کو قید ہونے سے بچنے کا فیصلہ نہ کر دے، اس لئے اس کو اسکی اطلاع کرنی ضروری ہوئی، چنانچہ ایک تیز رو قا

لڑائی مین کام آیا، اور حسین بن دجن بقیۃ السیف سپاہ کو لے کر سرسطہ چلا آیا، یوسف کا قافلہ دریاے خرنبہ تک پہنچا تھا کہ اس فوج کی بربادی کا حال معلوم ہوا صمیل نے کہا ابن شہاب سے فرصت ملی ابن وجن بھی اب مخالفت کی ہمت نہ کر سکے گا، ان تینون قریشی مجرمون کا قصہ بھی پاک کیا جاے یوسف اس مشورہ کا حامی نہ تھا مگر صمیل کے اصرار سے اُس نے اس کو قبول کر لیا چنانچہ اسی مقام پر تینون زیر حراست قیدی عامر عبدری، وہب بن عامر اور حباب زہری طلب کیے گئے، اور تینون کی گردنین مار دی گئین،

قرطبہ کا قاصد

صبح چاشت کے وقت ان تینون کے قتل کا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد یوسف و صمیل نے مل کر کھانا کھایا، یوسف کے چہرے سے تردد نمایان تھا، اس نے ان سیاسی قیدیون کو اپنی مرضی کے خلاف قتل کرایا تھا، اور یہ بھی فکر تھی کہ آیندہ قبائلی جذبات نئے سرے سے نہ بھڑک اٹھین، اور ملک کسی نئے خطرہ کا آماجگاہ نہ بنے؟ صمیل نے تسلی دینی چاہی، لیکن یہ خیالات اس کے ذہن سے محو نہ ہوے، یوسف دوپہر کو انھی خیالات مین غلطان و پیچان قیلولہ کے وقت باہم [illegible] ایوان بیرون مین بیٹھا تھا، کہ لشکر مین قاصد قاصد کا شور مچا، سردیون کا زمانہ شروع ہو چکا تھا، آخر موسم سے کسی قاصد کا بغیر کسی اہم ترین ضرورت کے آنا توقع کے خلاف تھا، یوسف تحقیق کیلیے بستر سے اُٹھ بیٹھا، معلوم ہوا کہ اس کی بیوی اُم عثمان کا قاصد کوئی خاص پیام لایا ہے، قاصد نے حاضر ہو کر مکتوب پیش کیا جس مین یہ تشویش انگیز خبر درج تھی کہ

"خلیفہ ہشام کا پوتا عبدالرحمن بن معاویہ [illegible] اندلس داخل ہو چکا ہے [illegible]

کے نام سے وفاداری [illegible] عبداللہ [illegible] بنو امیہ کے موالی اس کے گرد

کو اندلس کا امیر تسلیم کر لیا، اب عبدالرحمٰن الداخل اندلس کا جائز حکمران تھا، اور وہی اندلس میں بنو امیہ کی سلطنت کا بانی بنا، اندلس میں یوسف کی حکومت کا خاتمہ ۱۳۹ھ / ۷۵۶ء میں ہوا، اس نے نو سال اور چند مہینے حکمرانی کی، اور اسی کے نام پر اندلس میں ولاۃ کی حکمرانی کے دور کا خاتمہ ہوا۔[۱]

---

[۱] الکامل ابن اثیر ج ۵ ص ۲۸۷، ۳۵۳، ۳۷۵، ۴۹۲، ۴۹۳، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۵، ۱۲۰، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۳۰، ج ۲ ص ۱۲، ۳۰، مجموعہ اخبار اندلس ص ۳۰، ۵۶ تا ۹۹ وغیرہ، افتتاح الاندلس، تاریخ اندلس ج ۱ ص ۲۳۳ تا ۲۵۰، ص ۲۶۷ وغیرہ۔

لس کے دورِ ولایت

پر

ایک نظر

لایت" یعنی طارق سے یوسف تک کے زمانہ مین ۱۹ ولاۃ نے
ین سے حکومت کی، اُن کی مجموعی مدت حکومت قمری سال
حساب سے ۴۵ سال ہوتی ہے، اس تقریبًا نصف صدی مین
ے قائم ہوگئے، کہ یہ ملک صحیح معنی مین اسلامی اندلس بن گیا، اور
صدی کے زمانہ کا بڑا حصہ تاسیسِ حکومت کے بعد قبیلون کی
، پھر بھی یورپ کی سرزمین پر ایک درخشان تمدن کی پہلی
۱ ہ سالہ دور مین چمکین، اور اُن سے ایک عالم نے روشنی حاصل
ہین :-

حکومت کے زیرِ سایہ پچاس سال کے اندر اندر تہذیب کے اس
ان تک، اٹلی کو یورپ کی حکومت کے ماتحت پہنچنے مین ایک ہزار

یارالاندلس ج ۱ ص ۳۲۱)

سلامی حکومت افریقہ کے ماتحت مفتوح ہوا، اور اس دور مین
ائم رہا۔ افریقہ کی حکومت کو اسلامی اندلس پر آمرانہ تفوق حاصل تھا

اندلس کے ولاۃ کا تقرر کبھی افریقیہ کے والی کرتے، اور کبھی دربار دمشق سے براہِ راست وہ نامزد کیے جاتے تھے، اور عام ازین کہ وہ اس منصب پر والی افریقیہ کے حکم سے مامور ہوتے ہون یا براہِ راست خلیفہ وقت نے انکو نامزد کیا ہو، وہ افریقیہ و دمشق دونون کے ماتحت اور ان دونون حکومتون کے سامنے جوابدہ تھے، اس جوابدہی کی وجہ سے کبھی کبھی دشواریان بھی پیش آئین بلکہ بیشتر موقعون پر افریقیہ کی سیاست کے تحت اندلس کی ولایت منصب کے تقرر میں بھی رد و بدل ہوا کیا، اگر یہ دوئی نہ ہوتی تو ولاۃ کے عزل و نصب اور کبھی کبھی قائدین کی بغاوت و استیلا کی کوششین اس صورت مین اور ایسے وسیلے نہ ہوتین جیسی کہ اندلس مین کی گئین، اور افریقیہ کے حکمران خانوادہ کے رد و بدل مین یہان کی سیاسیات مین الجھنین پیدا ہوئین، بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر ابتدا ہی سے اندلس براہِ راست دربار دمشق کے ماتحت ہوتا، تو بعض قبائلی لڑائیان بھی پیدا نہ ہوتین، اور اندلس کے مسلمانون کا بہت سا وقت اندلس کی حکومت کو ترقی دینے اور تہذیب و تمدن کی اشاعت کرنے مین صرف ہوتا،

اندلس کے ولاۃ اپنے تمام داخلی معاملات مین کامل خود مختار تھے، ایسا بہت کم زمانہ گذرا ہے جس مین یہان کی سیاست کی باگ ڈور براہِ راست افریقیہ یا دمشق سے ہلائی گئی ہو، یہ دوسری بات ہے کہ ہر دور مین یہان کی حکومت پر ایسے ہی افراد مامور رہے، جن کو افریقیہ کے ولاۃ کی حمایت اور تائید حاصل رہی، اگر کبھی اس کے برخلاف کوئی صورت پیش آئی، تو ولاۃ معزول کر دیئے گئے، اور اگر معزول شدہ ولاۃ نے اپنی طاقت دیکھی، افریقیہ کی حکومت کی نافرمانی کی، اور وہ اصولاً والی کے بجائے متغلب قرار پائے، جس کے معنی یہ تھے کہ ان کی حکومت جائز نہ تھی، اور ان کی حکومت کو خلیفہ

وقت کی حمایت حاصل نہیں ہوتی،

خانہ جنگیاں اور ان کے نتائج

اندلس میں قبائلی تفوق کے جذبات ولاۃ کے اسی غلو
و تعصب سے بیدار ہوئے، اور یہیں سے آگے چل کر ایسی خوفناک قبائلی دشمنی قائم ہوئی
کہ اس کی مثال عرب جاہلیت کے سوا اسلام میں نہیں ملتی تھی، اس قبائلی دشمنی کے
جو نتائج ہوئے ان کا سب سے افسوسناک پہلو نمایاں ہوا، وہ اندلس میں عیسائیوں کی نئی
سیاسی تنظیم تھی، انھیں مسلمانوں کو خانہ جنگیوں میں مصروف دیکھ کر اپنی شیرازہ بندی کا
موقع ملا، حالانکہ وہ اسلام کے اولین حملہ میں پورے طور پر منتشر کیے جا چکے تھے لیکن
مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی ہی کا اثر تھا، کہ حکومت جلیقیہ کے بانی پلائی کا جانشین الفانسو
تقریباً چوتھائی اندلس کا مالک ہو گیا، اس کو یہ ساری فتوحات مسلمانوں کی قبائلی جنگ
ہی کے دوران میں حاصل ہوئیں، نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس زمانہ تک شمالی اندلس
میں ہر جگہ چھوٹی چھوٹی نو آبادیاں قائم کی تھیں، جبل جلیقہ کی زمین میں انھوں نے آباد ہونا شروع
کیا تھا، اگرچہ بعض والیوں نے یہاں مسلمانوں کو آباد کرنے کی کوشش کی، اسلامی آبادیاں
قائم ہوئیں اگر امن و سکون کا زمانہ ہوتا تو ان آبادیوں میں ترقی ہوتی، مگر عرب
بربر اور عربوں کی باہمی قبائلی لڑائیوں کی وجہ سے یہ مقامات [illegible] حالات سے مجبور ہو کے
پر مجبور ہو گئے، قحط بھی پڑا [illegible] آبادیاں [illegible] ہو گئی، باقی ان کو [illegible] میں آ کر بسنا
ہو گئے، الفانسو نے طاقت حاصل کر کے یا تو ان کو عیسائی بنا لیا، یا شہر بدر کر دیا،
اس طرح گویا پورا شمالی اندلس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا، [illegible] دولت امویہ کے
قیام کے بعد دو متوازی حکومتیں شمال و جنوب اندلس میں قائم رہیں، شمالی حصہ جو
پہاڑی علاقہ تھا، عیسائیوں کے قبضہ میں رہا، اور جنوب کا میدانی علاقہ مسلمانوں کے پاس

اس طرح دو مستقل طاقتیں اندلس مین قائم رہین، اوران دونون کا درمیانی علاقہ وقتاً فوقتاً ان دونون طاقتون کے ہاتھون مین آتا جاتا رہا، جب اسلامی حکومت مین کوئی کمزوری آتی تو عیسائی آگے بڑھکر علاقے دبالیتے تھے، اورجب طاقتور حکمران تخت پرآجاتا تھا، تو وہ بڑھکر عیسائیون کو پیچھے ڈھکیل دیتا تھا، اس طرح اندلس کی سرزمین عیسائیت اور اسلام کی معرکہ آرائیون کے لئے ہمیشہ آماجگاہ بنی رہی،

اس لئے اندلس کے دورولایت کے دامن پر یہ بدنما داغ ہے کہ والیون کی خودغرضیون ولایت اورقبائلی دشمنیون سے اندلس مین ایک مستقل عیسائی حکومت عالم وجود مین آگئی، وہ اگرچہ اسلامی اندلس کے شباب کے زمانہ مین صرف چوتھائی اندلس پر قابض رہی، مگرجب مسلمانون مین آگے چل کرطوائف الملوکی پھیلی، تو اسی عیسائی سلطنت نےجس کی داغ بیل اسی زمانہ مین پڑی تھی، مسلمانون کی ایک ایک حکومت کو علحدہ علحدہ ختم کیا، اورپھر اسی الفانسو کے جانشین نے سرزمین اندلس سے اسلام کے چراغ کو ہمیشہ کے لئے گل کردیا،

نظام حکومت | اندلس کے ولاۃ، شعبہ کشوری وعسکری دونون کے اقتدار اعلی کے مالک تھے، انھون نے ملک کومختلف صوبون مین تقسیم کردیا تھا، ہرصوبہ مین حاکم وناءب حاکم کے لقب سے اس صوبہ کے والی مقرر ہوتے تھے، امن وامان کا برقرار رکھنا، سرکاری مال کی تحصیل وصول اورطلبی کے موقع پرمرکزی حکومت کے پاس فوجین لیکر پہنچنا ان کے عام فرائض تھے، والی اندلس، اورناءبین کے دفتر مین کاتب کے لقب سے حکومت کے دفتری انصرام کے لئے ذی علم اشخاص متعین ہوتے تھے،

شعبۂ عسکری | فوج کا نظام قبائلی تقسیم پرقائم تھا، مختلف قبائل کے سردار حسب

اپنی فوجیں لے کر والی کے پاس آتے تھے، سرکاری فوج گویا اس قبیلہ کے افراد قرار پا سکتے
تھے جس قبیلہ کا والی حکمران ہوتا تھا، سپاہ دو صفوں پیدل اور سواروں میں تقسیم تھی، قبیلہ عرب
کا ایک صاحب الرجال اور ایک صاحب الخیل ہوتا، اسی طرح ایک علمبردار ہوا کرتا تھا، جب
مختلف قبیلوں کی فوج کسی مشترک مہم کے لئے روانہ ہوتی، تو یا تو خود والی اندلس ان کی سالاری
کی خدمت انجام دیتا تھا، یا ان میں کسی ممتاز قبیلہ کے ممتاز سردار کو یہ خدمت تفویض ہوتی
تھی، اسی سلسلہ میں کبھی کبھی کسی والی کے دقتی انتخاب قبائل اپنی توہین بھی محسوس کرتے،
اور برے نتائج پیش آ جاتے تھے، اس لئے والی کو اس انتخاب میں بڑی احتیاط کرنی پڑتی تھی
ملک میں جا بجا حسب ضرورت فوجی چھاؤنیاں اور قلعے بھی تعمیر کئے گئے۔

عیسائی رعایا

اسلامی فتح کے ابتدائی دور میں لوٹ مار کے بعض واقعات پیش آئے لیکن
امن وامان قائم ہو جانے کے بعد مسلمان والیوں نے مسلم وغیر مسلم رعایا میں کوئی فرق نہیں
کیا، جس طرح انھوں نے مسجدوں اور مکتبوں کا انتظام کیا، اسی طرح ان کے کلیسا ایکے گرجوں
نظم وضبط کے اصول بنائے، ان کو کامل مذہبی آزادی حاصل رہی، ان کے اسقف گرجوں کے سردار
کو سرکاری حیثیت سے تسلیم کیا گیا، وہ اسقف گویا عیسائی رعایا اور اسلامی حکومت
کے درمیان رابطہ کا کام دیتے تھے، اور ان کے مذہبی امور کی نگہداشت کرتے تھے، تیوہار اس
کے انعقاد کی عام اجازت حاصل تھی، اور گرجاؤں کے متعلق جو شہروں میں اسلامی فتح کے موقع پر
عیسائی رعایا سے جو شرائط طے پاتے تھے، ان کی پابندی کی جاتی تھی،

محاصل

اس کے ساتھ اسلامی حکومت نے عیسائی رعایا کے حق کاشت کو محفوظ رکھا،
اسلامی حکومت سے پہلے جو جس زمین کا کاشتکار تھا، اسلامی عہد میں بھی وہ زمین اس کے
پاس رہی، البتہ اس کے سرکاری محاصل اور زمینداری کے حقوق مسلمانوں کی طرف منتقل

ملک کی زرخیزی کے وسائل اختیار کرنا

ملک کی زرخیزی کے وسائل آغاز حکومت سے اختیار کئے گئے، کاشتکاروں کو کاشتکاری کی ترغیب دی گئی، تجارتی کاروبار میں آسانی پیدا کرنے کے لئے راستے ہموار کئے گئے، تجارتی قانون کو بالکل سہل کیا جانے اور آسانی کو رواج دیا گیا، گذرگاہ کے لئے پل تعمیر کئے گئے، ملک میں صنعتی ترقی کی بھی داغ بیل پڑی جس سے آگے چل کر تجارت کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا،

درخشاں تمدن کی داغ بیل

مسلمانوں کے درخشاں تہذیب و تمدن نے قدرتی طور پر شمال کے عیسائیوں کو بھی متاثر کیا، اسلامی نقطہ ہائے نظر اور معتقدات و مسلمات ان میں قبول کئے جانے لگے، کیونکہ جب دو قسم کے لوگ کسی ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو اعلیٰ تمدن کے مالک دوسرے فریق کو متاثر کرتے ہیں، یہی صورت حال اسپین میں عربوں کی تھی، اور یہی وجہ ہے کہ اس دور میں جس عربی تمدن کی بنیاد ڈالی گئی، اس کو تیرہویں صدی عیسوی تک یورپ میں عام فروغ حاصل رہا۔ اور اس لحاظ سے اندلس کے اس مختصر دور ولایت نے دنیا کی ایک نئی تہذیب و تمدن کی بنا و تخلیق میں ایک اہم حصہ لیا، اور اس کے اس احسان سے دنیائے تہذیب و تمدن کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی اور اس کی یادگار کے پائدار نقش و نگار آج بھی تر و تازہ ہیں،

دولت امویہ اندلس

عبدالرحمن الداخل بانی دولت امویہ اندلس

۱۳۸ھ — ۱۷۱ھ
۷۵۵ء — ۷۸۸ء

عباسیوں نے مشرق میں اموی سلطنت کا تختہ الٹ دینے کے بعد امویوں کے شاہی خاندان کا چراغ گل کر دینے کا فیصلہ کیا تاکہ ان میں کا کوئی شخص کبھی حریف سلطنت نہ بن سکے چنانچہ آخری اموی خلیفہ مروان کو ۱۳۲ھ / ۷۵۰ء میں قتل کرنے کے ساتھ اموی شہزادوں کو تلاش کر کے تہ تیغ کیا گیا، اس دار وگیر میں جس اموی شہزادے کو جہاں سر چھپانے کا موقع مل گیا وہ وہاں روپوش ہو گیا، انہی میں اندلس کی اموی سلطنت کا بانی عبدالرحمن بھی تھا عبدالرحمن نامور اموی خلیفہ ہشام کا پوتا اور اس کے لڑکے معاویہ کا لڑکا تھا، ۱۱۳ھ میں مقام دمشق یا شہر تدمر کے نواح میں بمقام علیا پیدا ہوا، اس کی کنیت ابوالمطرف و ابوسلیمان و ابوزید بیان کی جاتی ہے، اس زمانہ میں وہ ۱۷ یا ۱۹ سالہ نوجوان تھا، شاہی محل میں خلیفہ ہشام کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت انجام پائی تھی، ان دنوں وہ اپنے بھائی یحییٰ بن معاویہ کے ساتھ ایک گاؤں میں چھپا ہوا تھا، اس دار وگیر میں عبدالرحمن کا ایک بھائی ابان بن معاویہ اور ایک پھوپھی زاد بھائی عبیدہ بن ہشام مارے جا چکے تھے، ان کے

بعد عباسیون کی طرف سے پورے شام مین امویون کو امان دینے کی منادی کی گئی، چنانچہ مختلف
مقامون مین چھپے ہوئے اموی خاندان کے افراد نکل پڑے، اور رملہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر
ایک مقام نہر ابی فطرس مین سفاح مقیم تھا، وہان جمع ہوگئے، چنانچہ ستر سے کچھ اوپر تعداد
مین اموی جمع ہو چکے تھے، تو سفاح نے عہد کو توڑ کر سب کو قتل کرا دیا،

عبدالرحمن کا بھائی یحییٰ اپنے بیٹے کے ایک گاؤن مین چھپا ہوا تھا اس نے اپنے کو ظاہر کرنے مین عجلت نہ کی اور
حالات کی تفتیش کے لئے قاصد بھیجا، وہ عین اس وقت پہنچا جب امویون کے سر قلم کئے جا رہے
تھے، قاصد دوڑ کر واپس آیا لیکن قبل اس کے کہ یحییٰ کو فرار ہونے کا موقع ملے، دوڑ اس گاؤن
مین بھی آپہنچی، اور یہ بھی قتل کر دیا گیا،

حسن اتفاق کہ عبدالرحمن اس وقت شکار کے لئے باہر گیا ہوا تھا، آدھی رات کو اس کو اس
واقعہ کی اطلاع ملی، وہ اسی طرف سے یہ کہتا ہوا فرار ہوا کہ اس کے اہل وعیال اس کے پاس
پہنچا دیئے جائین،

اس کے بعد بقیۃ السیف اموی شام سے نکل پڑے، ان لوگون نے یہ سوچا تھا کہ
شاید مغرب و افریقہ مین اُن کے لئے پناہ کی جگہ موجود ہے کیونکہ مروان کے قتل ہو جانے کے
بعد دو شاہزادے عاصی بن عبدالعزیز بن مروان، عبدالملک بن عمر بن مروان افریقہ مین پہنچ
چکے تھے، چنانچہ اس کے بعد ولید کے لڑکے عاصی و موسیٰ اور عبدالملک کے لڑکے حبیب
اور دوسرے ممتاز اموی شاہزادے بھی یہان پہنچ گئے، اور عبدالرحمن بن حبیب بن ابی عبیدہ
فہری والی افریقہ نے اُن کو خاموشی سے افریقہ مین پناہ دی تھی،

اسی سبب سے عبدالرحمن نے بھی افریقہ جانے کا ارادہ کیا، اسی خیال سے وہ وہان سے
نکل کر فرات کے کنارے ایک گاؤن مین گھنے جنگلون کے اندر آباد تھا آیا، اور چند دنون

کے لئے یہاں مقیم ہو گیا، اور یہیں اس کے اہل و عیال بھی آ گئے،

ایک دن عبدالرحمن کا چار سالہ لڑکا سلیمان اس گاؤں میں گھر کے باہر کھیل رہا تھا، عبدالرحمن کی آنکھیں آشوب کر آئی تھیں، وہ گھر میں بیٹھا سیاہ کپڑے سے آنکھیں پونچھتا جاتا تھا، وہ کچھ دیکھ کر خوفزدہ اندر بھاگ آیا اور عبدالرحمن سے چمٹ گیا، وہ اس کو الگ کرتا، مگر وہ دہشت سے اور زیادہ چمٹتا جاتا، وہ اس کو تسلی دیتا جاتا، مگر وہ چپ نہ ہوا، بچہ کی اس کیفیت سے عبدالرحمن کو انتشار ہوا، وہ حقیقت معلوم کرنے کے لئے مکان سے باہر نکلا، گاؤں میں اس وقت عام خوف و ہراس طاری تھا، سامنے سے کالے کالے جھنڈے آگے آتے دکھائی دیئے، اور سواروں کے گھوڑوں کی ٹاپ سے ایک شور برپا تھا، اس درمیان میں ان کا ایک سولہ سالہ بھائی بھی بھاگا ہوا آیا، اور اس نے کہا کہ عباسیوں کے سیاہ علم گاؤں میں پہنچ گئے ہیں، جلد سے جلد بھاگنے کی فکر کرنی چاہئے،

عبدالرحمن فوراً گھر میں داخل ہوا، بال بچوں کو بدر کے سپرد کیا، کچھ دینار کمر میں باندھے دونوں بہنوں ام الاصبغ اور امۃ الرحمن کو ہدایت کی کہ وہ اس کے غلام بدر کے ساتھ اس سے آملیں پھر وہ اپنے نوعمر بھائی کو اپنے ساتھ لے کر مکان سے نکل کر گاؤں کے پاس ہی ایک جاننے والے کے گھر میں چھپ رہا، اور یہیں اس کے اہل و عیال بھی آ گئے، اس اثنا میں سواروں نے اس کے سکونتی مکان کو آ کر گھیر لیا، جس میں سے ابھی ابھی وہ اور اس کے بال بچے نکل کر بھاگے تھے، وہاں نشان نہ پا کر اس کے تعاقب میں چلے، یہاں اس نے اپنے میزبان کو دو گھوڑے خریدنے کے لئے کچھ دینار دیئے تھے، اس نے ایک غلام کو اس کے لئے بھیجا، اس نے غداری کر کے عبدالرحمن کی روپوشی کی اطلاع عباسیوں کو دے دی، غلام کی واپسی میں دیر لگی تو عبدالرحمن کا اضطراب بڑھا، اسی اثنا میں دفعتہً کچھ سوار اطلاع پا کر اس مکان کی طرف دوڑتے آتے

بال بچون کو بدر کے سپرد کیا، اور وہ خود پشت کے دروازہ سے چل کھڑا ہوا، اس کا بھائی بھی
اس کے ساتھ تھا، سوارون کی نظر ان پر پڑی، یہ دونون فرات کے کنارے لگے ہوئے گھنے
درختون کے باغ مین گھس گئے، اور جہان تک تیز دوڑ سکتے تھے، دونون بھاگتے گئے، اور
گھوڑے سوار سرپٹ گھوڑے ڈالے ان کے تعاقب مین تھے، یہان تک کہ دریا کا کنارا
آیا، یہ دونون دریا کے کنارے پرانی قبرون کے اندر گھس گئے، سوار یہان بھی پہنچے
تو دونون نکل کر بھاگے، اور جست مار کر دریا مین کود پڑے، سوارون نے بھاگنے والون
کو آواز دے کر کہا کہ لوٹ آؤ، جان کی امان ہے، لیکن دونون پیرنے مین مشاق تھے
تیزی سے پیرتے گئے، مگر ابھی نصف دریا تک پہنچے تھے کہ عبدالرحمٰن کے کمسن بھائی پیرتے پیرتے
تھک گیا، عبدالرحمٰن نے اس کا دل بڑھایا، اپنی طرف بلاتا رہا، مگر وہ دشمنون کی باتون
مین آگیا، ہمت کر کے آہستہ آہستہ تیر کر لوٹ گیا، سوارون نے ۱۳ سال کے اس نوعمر بچہ کو پکڑتے
ہی قتل کر دیا، عبدالرحمٰن دریا کے اس پار سے اس خونین نظارہ کو دیکھتا رہا،

اس کے بعد وہ دریا کے کنارے ایک گھنی جھاڑی مین چھپ گیا، سوار دریا عبور کر کے
اس کے تعاقب مین یہان بھی پہنچے، مگر اس کو نہ پا سکے، اس کے بعد جب مصر کا رخ ہوا، وہ
چلتا پھرتا ہوا یہان تک کہ فلسطین کے ایک گاؤن مین پہنچا، اور ایک شخص کے یہان پناہ
لی، جب یہ معلوم ہوا کہ اس کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا گیا ہے، تو وہ مغرب کی راہ پکڑ کر چلتے
چلتے افریقہ پہنچ گیا، اور یہان پہنچ کر اس کے دم مین دم آیا،

جب اس کے افریقہ پہنچنے کی اطلاع اس کے خاندان والون کو ہوئی تو اس کی بہن ام اصبغ
نے اس کے دونون غلامون بدر اور ابوشجاع سالم کو اس کے مصارف کے لئے کچھ دینار اور
جواہرات کے ساتھ افریقہ بھیجا،

افریقہ میں اس وقت عبدالرحمن بن حبیب فہری کی حکومت تقریباً اسی نوعیت کی تھی، جیسے اندلس میں اس کا ہم پلہ یوسف بن عبدالرحمن حکمران تھا، افریقہ میں اس وقت تک بنی امیہ کی سلطنت کے اثرات نہیں پہنچے تھے، اور عبدالرحمن بن حبیب نے عباسیوں کی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا، اس لیے عبدالرحمن کے لیے یہاں بظاہر کوئی خطرہ موجود نہ تھا، اور اسی لیے عبدالرحمن بن حبیب والی افریقہ نے ابتداءً اس کا خیر مقدم کیا، لیکن اس زمانہ میں نجوم و رمل کی پیشینگوئیوں پر بڑا بھروسہ کیا جاتا تھا، عبدالرحمن کے بچپن میں ایک واقعہ گزرا تھا، اس کے باپ کے انتقال کے بعد اس کی پرورش اس کا دادا ہشام کرتا تھا، ایک دن وہ دربار خلافت میں بیٹھا تھا کہ دادا کے پاس مسلمہ بن عبدالملک نے اس کو دیکھ کر اس کی پیشانی کا بوسہ دیا، اور [illegible] کہا کہ میں اس کی پیشانی اور گردن میں اس کے حکمران بننے کی نشانیاں پاتا ہوں، عبدالرحمن کے دل میں اس واقعہ کی یاد تازہ تھی، افریقہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک یہودی نے یہاں کے والی عبدالرحمن بن حبیب سے کہا ہے کہ ایک شہزادہ جس کے سر پر دو لٹیں ہوں گی وہ اندلس کا بادشاہ ہوگا اور والی افریقہ کے دل میں اس کی کھٹک موجود تھی، اتفاق سے عبدالرحمن گیسو رکھتا تھا، لیکن چھوٹی ہی تھیں، اس کو دیکھ کر عبدالرحمن بن حبیب کو وہ پیشینگوئی یاد آگئی، اس نے یہودی کو بلوایا، کہ لیجئے تو اس نوجوان ہی کو قتل کرا دیتا، یہودی نے جواب دیا، کہ خدا کی قسم اگر تم نے اس کو قتل کرا دیا تو یہ وہ شخص نہیں ہے، اور اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا، تو یہ دراصل وہی ہے، ابن حبیب اس جواب سے حیص بیص میں پڑ گیا، مگر وہ اب عبدالرحمن کو بڑی مشتبہ نظروں سے دیکھتا رہا،

عبدالرحمن نے اس کی نظریں تاڑ لیں، اس کے علاوہ اسی اثناء میں افریقہ کے حامیان بنو امیہ اور ابن حبیب کے درمیان بہت جلد اختلافات پیدا ہو گئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالرحمن

کے ذہن مین افریقیہ کی حکومت کا خیال آیا، چنانچہ انہی اختلافات کے باعث ابن حبیب نے
بنو امیہ پر سختی شروع کی، اور ولید بن یزید کے دو بیٹوں کو جنھین وہ پناہ دے چکا تھا، قید کرکے
قتل کرا دیا، اور دوسرے اموی معززین کے مال و اسباب کو ضبط کیا، اس دارو گیر مین
اُس نے عبدالرحمٰن کو بھی تلاش کرایا، مگر وہ حالات کا اندازہ لگا کر پہلے ہی روپوش ہو چکا تھا،
اس کے بعد ابن حبیب نے اس کے تلاش کرنے کے لئے جاسوس مقرر کئے، وہ دارالسلطنت
سے نکل کر ایک مقام بارہ مین قبیلہ کناسہ کے پاس پناہ گزین ہوا لیکن یہان باطمینان نہ
رہ سکا، اس کے بعد وہ بربریون کے ایک دوسرے قبیلہ مین پناہ لیتا پھرا، کیونکہ حسن اتفاق
سے اس کی ماں بربری تھی، اس لحاظ سے قبیلہ نفزادہ مین اس کی ننہال نکلی، اس قبیلہ نے
اس کی مخلصانہ حمایت کی، اور اپنا عزیز مہمان بنایا، لیکن ابن حبیب کو اس کا پتہ لگ گیا، اس کے
سوار اس کی تلاش مین آنکلے، اور ایک موقع پر یہ ایک عورت کے دامن مین پناہ لے کر
گرفتاری سے بال بال بچ گیا، اس کے بعد یہ مختلف ذریعون سے مختلف قبائل مغیلہ اور
زناتہ وغیرہ کے حلقون مین پناہ گزین رہا۔ اسی سلسلہ مین برقہ مین پانچ سال گذر گئے، پھر
بنو رستم ملوک تاہرت کی پناہ مین رہا۔ اسی طرح ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچتے پہنچتے
ساحلِ سمندر پر جا نکلا، اور ایک مقام سبرہ مین مقیم ہو گیا، جہان اس کے ننہالی قبیلہ نفزادہ
یا نفزہ کے لوگ آباد تھے، اس طرح عباسیون اور ابن حبیب والی افریقیہ نے اس کو گرفتار
کرنے کی جو تدبیرین کین، وہ رائگان ہو گئین، کہ قدرت کو تو اس کے ذریعہ مغرب اندلس
مین دولتِ امویہ کی بنیاد رکھنی تھی، اس کا کوئی بال بیکا نہ کر سکا، جیسا کہ اوپر کہا گیا،
رمالون اور نجومیون کی قیافہ شناسیون اور پیشگوئیون کے ایسے واقعات تفصیل سے
بیان کئے گئے ہین، جو عبدالرحمٰن کے فلسطین و افریقیہ کے قیام کے زمانہ مین پیش آئے ہین، ان

سے کم سے کم یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دل میں اندلس میں سلطنت قائم کرنے کا تخیل اسی وقت پیدا ہو چکا تھا، جب وہ فلسطین سے مغرب کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس کے ذہن میں ابتداءً افریقہ و مغرب میں سلطنت قائم کرنے کا تخیل بھی آیا ہو، مگر ابن حبیب کی مستحکم حکومت کا الٹنا اس کے امکان سے باہر نظر آیا ہو، اور یہاں حالات سازگار نہ دیکھ کر اندلس میں قسمت آزمائی کا خیال آیا ہو، اور افریقہ کے حامیان امویہ سے ملنے کے بعد اس کے تخیل میں مزید پختگی آ گئی ہو، چنانچہ سمندر کے کنارے پہنچنے کے بعد اس نے اسی نقطۂ نظر کے ساتھ اندلس کے امویوں اور ان کے حامیوں سے خفیہ خط و کتابت کا آغاز کیا، اس نے پہلے ان کو اپنے آنے کی اطلاع دی، پھر ان کو اپنی طرف دعوت دی، جب کچھ مناسب آثار دکھائی دیے تو اندلس کی زمین کو ہموار کرنے کے لئے اپنے سب سے بڑے معتمد غلام بدر کو ان کے پاس سبرہ سے اندلس بھیج دیا۔[۵]

فضا ہموار کرنے کی کوشش

اندلس میں بنو امیہ کے حامیوں اور موالیوں کی تعداد چار پانسو کے درمیان تھی، ابو عثمان عبد اللہ بن عثمان، اور عبد اللہ بن خالد بن ابان بن اسلم وغیرہ کو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موالی میں سے تھے، اور البیرہ میں بودوباش اختیار کئے ہوئے تھے، عبد الرحمٰن نے ابو عثمان عبید اللہ کے نام ایک طویل خط لکھا، جس میں خاندان بنو امیہ کی دولت و حشمت کی تباہی اور ان کے مصائب و آلام میں گرفتار ہو جانے کو یاد دلایا، پھر افریقہ میں پناہ گزینی، عبد الرحمٰن بن حبیب کے برتاؤ اور وہاں سے جلاوطنی کا ذکر کر کے یوسف سے بھی کسی اچھے برتاؤ کی توقع نہ ہونے کا تذکرہ کیا، اس کے بعد خاندان امویہ کے ممتاز خلیفہ ہشام

---

[۵] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۷۶ - ۳۷۷، و ج ۶ ص ۶، نفح الطیب ج ۲ ص ۶۲ - ۶۳، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۰، ص ۱۲۱، کتاب الامامۃ ج ۲ ص ۱۲۱، مجموعہ اخبار اندلس از ص ۷۰ تا ۸۵، اخبار مجموعہ ص ۱۲۳

اپنی نسبت کو دکھایا کہ وہ اسی جلیل القدر سلطان کا پوتا ہے، اور اندلس میں ایسے لوگوں
کی کمی نہیں، جو براہ راست ہشام کے ممنون کرم رہ چکے ہوں، اس لئے وہ انہی کے درمیان
رہنے بسنے کا خواہشمند اور اندلس کی سرزمین میں اپنی سلطنت کے قائم کرنے کا آرزومند ہے،
پھر اس کو ہمدردی پر آمادہ کرکے طریقہ کار اختیار کرنے کے اشارے تھے کہ بنو امیہ کے حامیوں
اور موالیوں میں سے جو اصحاب رائے ہیں، ان سے رائے لی جائے، اور اس جماعت میں اس
دعوت کی اشاعت کی جائے، اور انھیں ہموار بنا کر قبائل یمانیہ کی طرف رجوع کیا جائے کہ
وہ مضریہ کے مخالف ہیں، اور آسانی سے اس دعوت کو قبول کرسکیں گے، اس کے ساتھ
اس نے اپنے دستخط کئے ہوئے چند سادہ کاغذ اور اپنی انگشتری بھیجی کہ جن جن اہل الرائے
ارباب اقتدار کے پاس ضرورت ہو اس کی طرف سے دستخط بھیجے جائیں،

بدر اس مکتوب کو لے کر اندلس آیا، اور ابو عثمان عبید اللہ کی جائے قیام قریۂ طرش
میں پہنچ کر اس سے ملا، ابو عثمان نے خط پاکر اس معاملہ کی اہمیت کا اندازہ کیا کہ سب سے پہلے
مشورہ کے لئے اپنے سسر عبد اللہ بن خالد کو بلوایا، اور ان دونوں نے باہم گفتگو کی، پھر
ایک دوسرے ذی اثر اموی یوسف بن بخت کو بلایا گیا، ان تینوں نے اس راز کو اپنے
سینوں میں محفوظ رکھا، اور طے کیا کہ جب تک وہ صمیل سے اس موضوع پر گفتگو نہ کرلیں
بدر کو کوئی جواب دیکر واپس نہ لوٹائیں،

ابو عثمان اور والی اندلس یوسف کے دست راست صمیل کے درمیان گہرے تعلقات
تھے، جس وقت بدر اس کے یہاں پہنچا ہے، جیسا کہ پہلے باب میں بیان کیا گیا، صمیل نے
سے سرقسطہ میں فوجی مدد طلب کی تھی، چنانچہ اس موقع کو غنیمت جان کر
لے کر جیسا کہ گزر چکا سرقسطہ گیا، صمیل نے ان لوگوں کے تعلقات جس

اس لحاظ سے انھین بھروسہ تھا کہ اگر اُس نے ہمنوائی کی تو خیر ورنہ مخالف ہونے کے باوجود وہ ان لوگون کے اس راز کو اپنے سینہ مین محفوظ رکھے گا، اسی بنا پر ابو عثمان نے اس معاملہ مین صمیل کو رازدار بنانا چاہا کہ اس کو صحیح حالات بتا کر اس معاملہ مین اس کی آزادانہ رائے دریافت کی جائے، لیکن ابن خالد نے اس سے اختلاف کیا، کیونکہ صمیل اور یوسف کے تعلقات دیرینہ ہین، اور یوسف کی نگاہون مین اس کو غیر معمولی منزلت حاصل ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کو یوسف کے زوال سے اپنے اقتدار کے زوال کا خیال آجائے، اور وہ اس معاملہ مین اُن کا ساتھ نہ دے سکے، ابو عثمان نے بھی ابن خالد کی اس رائے سے اتفاق کیا، اور پھر یہ طے پایا کہ صمیل سے صرف اس قدر کہا جائے کہ عبدالرحمٰن اندلس مین آکر پناہ لینا چاہتا ہے، اس کو یہان امان دیجائے، اور اس کے گذارے کے لئے آمدنی کا خمس، حصہ جو دارالخلافہ بھیجا جاتا تھا، وہ اس کے لئے وقف کر دیا جائے، اور اس حد تک صمیل کو عبدالرحمٰن کی حمایت پر آمادہ کر لیا جائے،

چنانچہ یہ دونون اسی مقصد کے لئے صمیل سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے، اور تخلیہ مین اس سے اس موضوع پر اسی انداز مین گفتگو کی، اتفاق سے صمیل ان دنون یوسف سے ان کے سرقسطہ مین امداد نہ بھیجنے کی وجہ سے کسی قدر کشیدہ تھا، چنانچہ اس گفتگو کے دوران مین صمیل کے وہ جذبات ابھر آئے، اور اسی وقت ان دونون کو اندازہ ہوا کہ صمیل کا دل یوسف سے صاف نہین ہے، اس سے ان لوگون نے فائدہ اٹھایا، اور مناسب موقع دیکھ کر عبدالرحمٰن کی طرف سے صمیل کے نام ایک مکتوب اُس تک پہونچا دیا، اور ان لوگون نے کہا کہ ہم لوگون نے اس معاملہ کو آپ پر رکھا ہے، اگر آپ اس کو پسند کرینگے تو آیندہ ہم یہ طریق اختیار کرینگے، اور اگر آپ کے خیال مین مناسب نہ ہوگا تو اس کو یہین ختم کر دیا جائے گا، صمیل نے کہا کہ بہتر ہے کہ

ابھی مجھے چھوڑ دو، میں اس معاملہ پر کوئی رائے قائم کرلوں، غور و خوض کرکے کسی نتیجہ پر پہنچ جاؤں
اس کے بعد تمھیں اپنی رائے سے مطلع کروں گا، اس گفتگو کے بعد صمیل قرطبہ چلا گیا، اور یہ لوگ
اپنے وطن لوٹ آئے،

اس کے بعد صمیل سے ان لوگوں کی ملاقات طلیطلہ میں ہوئی، یوسف سے رخصت ہونے
کے بعد جب کہ یوسف کا قافلہ آگے بڑھ چکا تھا، اور صرف صمیل مع اپنے خدم و حشم کے رہ گیا تھا
ان لوگوں نے اس سے مل کر پھر گفتگو کی، ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے ابن معاویہ کے معاملہ
پر بھی مشورہ کرنا ہے، اس کا قافلہ ابھی کنارہ لگا ہوا ہے، صمیل نے جواب میں کہا کہ میں اس وقت
تک اس معاملہ سے غافل نہیں رہا ہوں، اور اس کے متعلق میں نے اپنی رائے قائم کرلی، خدا
تعالیٰ سے استخارہ کیا، اور اس معاملہ کو تمام و کمال پوشیدہ رکھا ہے، کسی قریب یا دور کے
کسی شخص سے تمہارے راز کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے، میں اسی نتیجہ
پر پہنچا کہ وہ ہماری مدد کا مستحق اور حکومت کا اہل ہے، اللہ کا نام لے کر اس کو یہاں بلاؤ
جب وہ آجائے تو یوسف کے سامنے اس کو پیش کیا جائے، کہ اس کی مدد کرے، اپنے پہلو
بہ پہلو قرطبہ میں جگہ دے، حسن سلوک سے پیش آئے، اور تعلقات کے استحکام کے لئے اپنی لڑکی
ام موسیٰ جو قطن بن عبد الملک سے علحدہ ہو چکی ہے اس کی زوجیت میں دیدے، اگر یوسف
نے ان تجویزوں کو قبول کرلیا تو بہتر ہے ورنہ ہماری تلواریں اس کے سر پر چمکیں گی، اور سلطنت
کو ہم عبد الرحمن کی طرف منتقل کردیں گے،

اس گفتگو کے ختم ہونے کے بعد ابو عثمان اور ابن خالد نے صمیل کا دل سے شکریہ ادا
کیا، اور پھر انتہا احترام میں دونوں اس کی دست بوسی کرکے رخصت ہوئے، یوسف سے
صمیل کو شکر رنجی تھی، اسی جذبہ کے ماتحت اس نے وقتی مشورہ میں وہ رائے دیدی تھی،

لیکن ان دونوں کے رخصت ہونے کے بعد اُس کی آنکھیں کھلیں۔ اُس نے اس مسئلہ کے نتائج و عواقب پر پھر ٹھنڈے دل سے غور کیا، اور اس کو اپنے ذاتی حالات کے لحاظ سے جس نتیجہ پر پہنچنا چاہئے تھا، پہنچا،

چنانچہ وہ دونوں عقیل سے رخصت ہو کر ہشاش بشاش ایک میل گئے ہونگے کہ پیچھے سے کسی کے پکارنے کی آواز آئی، گھوم کر دیکھا تو عقیل کے ایک خادم کو گھوڑے پر آتے دیکھا اُس کو دیکھ کر یہ لوگ ٹھہر گئے اُس نے قریب آکر کہا کہ ابو جوشن نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں یہیں پر ٹھہر جائیں وہ ابھی آکر ان سے ملتا ہے۔ اُن لوگوں نے اُس کا آنا اُس کے ادب کے خلاف سمجھا اس لئے وہیں سے دونوں لوٹ کر طلیطلہ کی طرف چلے، یہ واپس ہونے کو تو ہو گئے، مگر دل میں خطرہ لگا تھا، کہ شاید کوئی بُرا ارادہ نہ ہو گیا ہو جب اس کو تنہا اپنے سفید خچر پر آتے دیکھا تو ان لوگوں کو ڈھارس بندھی، عقیل نے قریب آکر کہا،

"جب سے تم لوگ ابن حواس کے قاصد اور اُس کے خط کو لائے تھے، اس وقت سے میں اس کو مناسب خیال کر رہا تھا، چنانچہ جو کچھ تم کو کہنا تھا، وہ میں نے تم سے کہا، لیکن پھر تم دونوں سے جدا ہونے کے بعد میں نے پھر رائے قائم کی، تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ شخص اسی قوم سے ہے کہ ان میں کا اگر کوئی اس جزیرہ میں آکر پیشاب بھی کر دے تو ہم اور تم سب اس پیشاب میں ڈوب جائیں گے"،

اس شخص (یوسف) ایسا ہے کہ ہم اس پر حکومت کرتے ہیں، جدھر چاہتے ہیں، اُدھر اس کو پھیرتے ہیں ہمیں [illegible] اس کا بدل نہیں مل سکتا، خدا کی قسم اگر تم لوگ اپنے گھروں کو بھی لوٹ جاتے، اور [illegible] انکشاف ہوئی ہے، ظاہر ہوئی تو میں اس وقت تک دم نہ لیتا جب تک [illegible] کر دیتا ہوں [illegible] آگاہ کر دیتا ہوں کہ سب سے پہلی بلا وہ جو اس نوجوان پر اٹھے گی،

وہ میری ہوگی، خداوند تعالیٰ تمھیں اپنی رایون مین برکت دے، اور کہ اب سیدھی راہ اختیار کرین"

صمیل کی اس صاف گوئی کے بعد ان دونون کے لئے سوا اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ یہ بھی صاف صاف اس کی ہمنوائی کر کے کہدین کہ ہم لوگون کی کوئی رائے نہین ہو سکتی سوا اس کے جو آپ کی رائے ہو کہ ہمین آپ سے جداگانہ روش اختیار کرنا منظور نہین ہے"

ان لوگون نے صمیل کے سامنے تو برات ظاہر کر دی، مگر اپنے ارادون پر قائم رہے، چنانچہ یہ لوگ صمیل سے رخصت ہو کر خاموشی سے البیرہ واپس آئے اور اپنے مقصد کی تبلیغ مین مصروف ہو گئے، صمیل کی گفتگو سے وہ تنہا مضریہ سے مایوس ہو گئے تھے، حالانکہ وہ اس موقع پر امویون کے بڑے مؤید ہو سکتے تھے، لیکن انھون نے ان کو چھوڑ دیا، اور سب سے پہلے البیرہ مین اپنے خاص خلفاء اثر کے مقابلہ [illegible] فرزندان سے ملے، اور انھین عبدالرحمن کی حمایت پر آمادہ کر لیا، البیرہ کے شامیون کو آمادہ کرنے کے بعد اور دوسرے مقامات کے شامیون اور دوسرے قبیلہ کے لوگون سے یہ لوگ باری باری ملے گئے، اور رفتہ رفتہ سازگار فضا تیار ہو گئی،

اس طرح اپنی خاص جماعت کے ایک فرد کو اپنا ہمنوا بنا لینے کے بعد یہ دوسرے اشخاص [illegible] اور جماعتون مین سے یمانیون کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان کے ممتاز سردار ابوالصباح یحصبی سے گفتگو شروع کی، اس کے ساتھ یمانیون اور مضریون کی لڑائی کی دبی ہوئی چنگاری کو کرید کر ابھارا تو انتقام و [illegible] کے شعلے بھڑک رہے تھے، اور آسانی سے مشتعل کئے جا سکتے تھے، چنانچہ یمانیون کو آمادہ کرنے کی سازش بڑی ہوشیاری سے کی گئی، اور اس مین کامیابی حاصل ہوئی،

جماعت یمانیہ مین ابوالصباح ابن یحییٰ یحصبی کو خاص طور پر ملانے کی کوشش کی گئی، یہ [illegible] اندلس مین یمانیون کا سردار تھا، اور اشبیلیہ مین فرنگ کے قریب [illegible] مین [illegible]

۱؎ ابن قوطیہ کی روایت کسی قدر مختلف ہے مگر وہ قرین قیاس ہین،

تھا، اس کو ہمنوا بنانے کے لئے ابو عبیدہ حسان بن مالک (جس کو آگے چل کر قلمدان وزارت حاصل ہوا) کو مقرر کیا گیا، ابو الصباح پر خلیفہ ہشام کے غیر معمولی احسانات تھے، ابو عبیدہ نے انہی کو یاد دلا کر اس کے پوتے کی حمایت پر اس کو آمادہ کیا، اور وہ اس تحریک میں شریک ہو گیا،

اس کے بعد شندونہ کے ممتاز رئیس علقمہ بن غیاث لخمی، ابو علاقہ جذامی اور زیاد بن عمر جذامی پر ڈورے ڈالے گئے، اور یہ لوگ بھی ہمنوا ہو گئے، اس کے بعد مختلف قبیلوں اور خانوادوں میں کام کیا گیا، چنانچہ البیرہ اور جیان کے خطوں میں سے بنو اضحی، بنو احسان، وادی آش کے غسانیوں کے حلیف بنو عمر اور جیان میں قبیلہ طے کے دو سرداروں مسیرہ و مخطبہ کو حامی بنا لیا گیا، صمیل کے اثر کی وجہ سے مضر کے سرداروں سے گفتگو ممکن نہ تھی، لیکن اس سے حسین بن دجن عقیلی اور صمیل کے تعلقات اچھے نہ تھے، اس لئے ابن دجن کو بھی اس تحریک میں شریک کیا گیا، اور وہ اس کا حامی ہو گیا، آگے چل کر مضریہ میں سے دو اور سردار جابر بن علا بن شباب عقیلی اور ہلال بن طفیل عبدی بھی شریک ہو گئے،

عبدالرحمن کو اندلس میں لانے کی تیاریاں

ان مراحل کے طے کرنے کے بعد، بدر کو عبدالرحمن کے پاس بھیجا گیا، کہ وہ اس کو اندلس لے آئے، لیکن عبدالرحمن نے دانشمندی سے یہ جواب کہلایا کہ جب تک اس کے مددگاروں میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہو گا، اس کو اندلس میں داخل ہونے سے مسرت نہ ہو گی، چنانچہ بدر یہ پیغام لے کر دوبارہ اندلس واپس چلا آیا،[1]

اس کے بعد ابو عثمان نے ایک جہاز خریدا اور اس میں گیارہ معززین کو بدر کے ساتھ سوار کرکے عبدالرحمن کو لانے کے لئے بھیج دیا، ان میں تمام بن علقمہ ثقفی، وہب بن اصفر، شاکر ابن ابو الاسط، اور ابو خریقہ وغیرہ تھے، ضروری مصارف اور بربریوں کو خوش کرنے کے لئے یا سفر کیا

[1] نفح الطیب مقری ج ٢ ص ٧٤، وافتتاح الاندلس ابن قوطیہ ص ٢٢، ٢٣، مجموعہ اخبار الاندلس ص ٦٩ و ٧٠ تا ٧٤

تمام کے حوالہ کئے گئے، ان دونوں قبیلہ مغیلہ کے ایک شخص ابن قرمیا کے ساتھ مقیم تھا، مغرب کے
وقت یہ جہاز ساحل پر پہونچا، لوگ پیشوائی کے لئے گئے لیکن عبدالرحمن اپنی جگہ ٹھہرا اور مغرب
کی نماز ادا کرتا رہا، تھوڑی دیر میں بدر تیز رفتاری سے بڑھ کر آگے چلا آیا، عبدالرحمن کے چہرہ سے
انتظار و تفکر کے آثار ہویدا تھے، بدر نے آگے بڑھ کر کامیابی کی خوشخبری سنائی، اندلس کے ضروری
حالات بتائے، اور اس وفد کے ارکان کی اعانت کا ذکر کیا، اس اثنا میں اندلسی بھی آگئے،

عبدالرحمن خندہ جبینی سے ان کی طرف متوجہ ہوا، اور تمام بن علقمہ سے نام وکنیت پوچھا،
اس نے "ابو غالب تمام" بتایا، عبدالرحمن کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا، اس نے کہا "انشاء اللہ
کام پورا (تم) ہوا، اور ہم خدا کے فضل وکرم سے غالب ہوں گے، عبدالرحمن نے قیام حکومت
کے بعد اس کو اپنا حاجب مقرر کیا تھا اور وہ زندگی بھر اس عہدہ پر سرفراز رہا، پھر دوسرے کی
طرف متوجہ ہوا اس نے "ابو فریعہ" کہا، اس نے کہا "ابو فریعہ نے انشاء اللہ ملک کو ہمارے لئے
فتح (افرعنا) کیا،

ورود اندلس | عبدالرحمن کے روانہ ہونے کی خبر بربروں میں پھیل گئی، انھوں نے اس میں سدراہ
ہونا چاہا تو تمام نے ان کے رتبہ وحیثیت کے مطابق ان میں داد و دہش کی، اتفاق سے ان میں
کسی ایک بربری کو کچھ نہ مل سکا تھا، وہ روانگی کے وقت جہاز کے پاس چلا آیا، اور جہاز کی
رسی کو مضبوطی سے تھام لیا، بادبان کھولے جا چکے تھے، تمام [illegible] اس کے ہاتھ پر ایسا وار
کیا کہ وہ کٹ کر گر گیا، ہوا موافق تھی، جہاز چل کھڑا ہوا، اندلس پہنچ کر جہاز کو البیرہ کے ساحل
المنکب پر لا کھڑا کیا گیا اور ماہ ربیع الاول یا ربیع الآخر ۱۳۸ھ (۷۵۵ء) میں اندلس میں عبدالرحمن
داخل ہو گیا، ابو عثمان اور ابن خالد وغیرہ پیشوائی کے لئے ساحل پر موجود تھے، انھوں نے
گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا، اور ابن خالد کی جاے قیام (الفنتین) میں آ اترا، پھر یہاں سے

ابوعثمان کے وطن طرش روانہ ہوئے۔ اور چند دنون کے لئے یہی مقام اس کی قیامگاہ رہا،

یہان سب سے پہلے بنو امیہ کا ممتاز سردار ابوالحجاج یوسف بن بخت آکر اس سے ملا اور پھر خانوادۂ بنی امیہ کے افراد سارے اندلس سے کھنچکر یہان پہونچنے لگے، اس کے بعد پھر مختلف شہرون سے وفود کے آنے کا سلسلہ شروع ہوا، لوگ مختلف مقامات سے آکر بیعت کرتے گئے اس طرح اس کی طاقت مین بقول مقری روز بروز کیا لحہ بہ لحہ ترقی ہوتی گئی اور قیام حکومت کی عملی کوششین شروع ہوگئین،

چنانچہ مختلف شہرون سے جو عمائد بیعت کے لئے آئے ان مین اشبیلیہ کی طرف سے ابو عبدہ حسان بن مالک کلبی نے بیعت کی، یہ بعد مین وزارت کے عہدہ پر سرفراز ہوا اسی طرح عاصم بن مسلم ثقفی اور ابوبکر بن طفیل عبدی وغیرہ عمائد اس سے آکر ملے اور بیعت کرتے گئے، اس کے بعد مغربی اندلس کی نمایندگی کے لئے یمانی سردارون مین سے ابوالصباح بن یحیی یحصبی اور حیرہ بن ملابس حضرمی حاضر ہوئے اور اطاعت کی بیعت کرلی، یہ عمائد ان اطراف کے مختلف شہرون کے والی تھے،

مصالحت کی سلسلہ جنبانی اور اسکا خاتمہ | جیسا کہ اوپر گذرچکا ہے، یوسف اس زمانہ مین سرقسطہ اور استریاس کی مہمون مین مصروف تھا، اور ملک مین قحط اور خشک سالی کا دور دورہ تھا اور عامر اور حباب زہری وغیرہ کو قتل کرنے کی وجہ سے یمانی اس سے برہم ہوچکے تھے، چنانچہ جب قاصد کے آنے کے بعد فوج مین عبدالرحمٰن کی دعوت کی خبر پھیل گئی، تو لوگ جوق درجوق اس کی فوج کو چھوڑ کر منتشر ہوگئے، رفتہ رفتہ وہ سب کے سب عبدالرحمٰن کے گرد آکر جمع ہوگئے

سلہ نفح الطیب ج ۲ ص ۲۴-۲۵، تاریخ الاندلس ص ۴۳، ابن اثیر ج ۵ ص ۷۸، ۳۷، مجموعہ اخبار اندلس ص ۷۴-۷۶، موخر الذکر مجموعہ مین طرش کو ابوالحجاج یوسف بن بخت کی قیامگاہ لکھا گیا ہے جو عام روایتون کے خلاف ہے

اور یوسف بڑے پس وپیش کے بعد قرطبہ چلا آیا، اور برسات کے موسم کے شروع ہوجانے کی
وجہ سے اس کے لئے کسی فوری فوجکشی کا موقع باقی نہیں رہا،

قرطبہ پہونچنے کے بعد یوسف کے خیرخواہوں نے عبد الرحمٰن سے مصالحانہ سلسلہ جنبانی
کرنے کا مشورہ دیا، یوسف کو یہ اسے پسند آئی چنانچہ اس نے قرطبہ سے عبید بن علی، خالد بن
زید کاتب اور عیسیٰ بن عبد الرحمٰن اموی پر مشتمل ایک وفد عبد الرحمٰن کے پاس طرش بھیجا،
ان لوگوں کے ساتھ چند تحائف جن میں گھوڑے، خچر اور غلام [illegible] ایک ہزار دینار تھے ایک
مخلصانہ مکتوب کے ساتھ بھیجا، جس میں عبد الرحمٰن کے آباؤ اجداد، اور اپنے مورث اعلیٰ عقبہ بن
نافع فہری کے تعلقات کا ذکر کیا گیا تھا، اور پھر عبد الرحمٰن کو اس کی مصاہرت میں داخل ہوکر
قرطبہ میں آکر مطمئن زندگی گذارنے کی دعوت دی گئی تھی،

ان میں سے عیسیٰ بن عبد الرحمٰن، اگرچہ اموی موالی میں سے تھا، لیکن یوسف کا سچا
بہی خواہ تھا، چونکہ رسد رسانی فوج میں اہتمام کے عہدہ پر مامور تھا اس لئے کورہ ریہ کے مقام
ارش میں پہونچنے کے بعد اپنے رفقا کو آگے بڑھنے کی رائے دی کہ پہلے وہاں کا اندازہ کرلیا جائے
اس کے بعد یہ تحائف اس کے پاس لیجائے جائیں، چنانچہ عیسیٰ ارش میں ٹھہر گیا، اور عبید اور
خالد مکتوب لیکر طرش روانہ ہوگئے، وہاں ان لوگوں نے مکتوب پیش کرکے معاملات سلجھانے
کی کوشش کی، بعض لوگوں نے یوسف کی اس مصالحانہ پیشکش کو قبول کرلینے کی رائے دی، لیکن
ابوعثمان [illegible] اپنی رائے پر [illegible] رہے، عبد الرحمٰن نے مکتوب کو ابوعثمان کے حوالہ کیا کہ جو
کچھ تمہیں اور لوگوں کی رائے معلوم ہے، وہ جواب میں لکھ دو، ابوعثمان نے ان دونوں کو مخاطب
کرکے کہا، کہ عبد الرحمٰن تو صرف اپنی موروثی سلطنت کا طالب ہے، یہ تو کوئی نا روا مطالبہ نہیں
اس کے بعد وہ مکتوب کا جواب لکھنے بیٹھا، یوسف کا وہ مکتوب خالد کے قلم کا لکھا ہوا تھا،

اس زمانہ میں مکتوب ادب کے معیاری کمالات کے ساتھ لکھے جاتے تھے، خالد اندلس کے ممتاز ادیبوں اور کاتبوں میں شمار کیا جاتا تھا، اس نے عمرو و عبید بن ابو عثمان کو مخاطب کر کے کہا: "ابو عثمان! اس خط کا جواب لکھنے سے پہلے بغل میں پسینہ آجائے گا۔" یہ فقرہ اگرچہ طنز و غرور کا تھا، مگر ایسا نہ تھا کہ اس پر ایک قیامت برپا ہو جاتی، لیکن ابو عثمان یہ فقرہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا، خط کو خالد کے منہ پر دے مارا، اور نہایت مغلظ گالی دے کر کہا "اب نہ اس سے میرے بغل میں پسینہ آئے گا، اور نہ مجھے اس کا جواب لکھنے کی ضرورت ہے"، پھر حاضرین سے کہا "پکڑو اس کو"، چنانچہ وہ اسی وقت گرفتار کر کے قید کر دیا گیا، لوگوں نے عبد الرحمٰن سے کہا "یہ پہلی فتح ہے، یہی شخص یوسف کی پوری طاقت ہے"، عبید نے کہا "وہ پیغامبر ہے، اور اس کو پکڑنے کا کوئی حق نہیں"، لوگوں نے کہا "پیغامبر تم ہو، وہ زیادتی کرنے والا ہے، اس نے گالی کی کی ابتدا کی۔"

چنانچہ ان لوگوں نے عبید کو چھوڑ دیا، اور خالد کو قید خانہ میں ڈال دیا، اس کے بعد ہی ان لوگوں کو عیسیٰ بن عبد الرحمٰن اموی کے ارش میں تحائف کے ساتھ ٹھہرے رہنے کی اطلاع مل گئی، اور تیس سواروں کا ایک دستہ اس کی گرفتاری اور تحائف حاصل کرنے کے لئے بھیجا، مگر اس کو واقعات کی خبر مل گئی تھی، وہ تیزی سے سامان لیکر ارش سے قرطبہ چلا گیا، اور سواروں کا یہ دستہ ناکام واپس آیا، عبد الرحمٰن عیسیٰ سے کہا کرتا تھا کہ تم ہمارے موالی میں سے تھے، تمہیں بے وفائی نہ کرنی تھی، اور اس نے اس کے اس جرم کو کبھی بھی نہ بخشا، چنانچہ آگے چل کر امویوں کے موالی نے غیر معمولی ترقی کی، مگر عیسیٰ کو کوئی منزلت حاصل نہ ہو سکی۔

عیسیٰ و عبید کی واپسی پر قرطبہ میں کل حالات معلوم ہوئے، اس وقت صمیل کی رائے پر عمل کر کے فوراً قبضہ کر لینے کا زیادہ افسوس ہوا، اب لڑنے کا موسم شروع ہو چکا تھا، اور بار

کی وجہ سے تمام راستے بند ہو چکے تھے، اس وقت کسی قسم کی کوئی فوجی کارروائی عمل میں
لانی ممکن نہ تھی،

مخالف قبائل کی اطاعت | ادھر عبد الرحمٰن نے اس فرصت کو غنیمت جان کر اپنی دعوت کی
اشاعت میں سارا وقت صرف کیا، چنانچہ یمانیوں سے اس نے خط و کتابت کی، وہ اپنی پوری
جماعت کے ساتھ اس کے ہمنوا ہو گئے، صمیل کو بنو قیس پر بڑا اعتماد تھا، مگر جابر بن علاء بن شہاب
ابو بکر ابن ہلال عبدی، حصین بن دجن، عامری، ابن شہاب اور ہلال کے قتل کئے جانے سے
یوسف اور صمیل سے منحرف ہو چکے تھے، وہ لوگ بھی عبد الرحمٰن کے ساتھ ہو گئے، اس لئے
بنو قیس کے کچھ لوگ عبد الرحمٰن کے ساتھ، اور زیادہ یوسف و صمیل کے ساتھ ہوئے، البتہ
جماعتی حیثیت سے سب کے سب یوسف کے ساتھ تھے، چنانچہ یہ لوگ موسم کے سازگار
ہونے کے بعد گروہ در گروہ قرطبہ میں جمع ہونے لگے، اور یوسف البیرہ پر فوج کشی کرنے
کے انتظام میں مصروف ہو گیا،

ان حالات کی اطلاع البیرہ پہونچی، یہاں اس وقت تک کوئی بڑی فوج جمع نہ ہو سکی تھی
اس لئے ان لوگوں نے کورہ ریہ، جیان، شذونہ اور اشبیلیہ وغیرہ اپنے شہروں میں جاکر فوج
اکٹھا کرنے کا فیصلہ کیا، جہاں ان کی ہمنوا جماعتیں پیدا ہو چکی تھیں، اس سلسلہ میں ابو عثمان
وغیرہ نے سب سے پہلے کورہ ریہ کو منتخب کیا، کہ یہ مقام ان سے قریب تر تھا، چنانچہ

عبد الرحمٰن کے نام کا خطبہ | ابو عثمان اور عبد اللہ بن خالد، کورہ ریہ کے جہاں اہل اردن آباد تھے،
عربوں کے قائد اجدار بن عمرو مذحجی[۱] کے پاس پہونچے، اس کے سامنے اس تحریک کو پیش کرکے
عبد الرحمٰن کے ورود کی اطلاع دی، اس نے کہا، انہیں عید الفطر کے دن اردن کی عید گاہ

---

[۱] مجموعہ اخبار اندلس میں اس کا نام "جدار بن عمرو مذحجی" ہے

ہیں میرے پاس لاؤ، پھر دیکھنا کہ ان شاء اللہ اس وقت مجھ سے کیا انجام پاتا ہے، چنانچہ اس گفتگو کے مطابق یہ لوگ عید کے دن عید گاہ میں اپنی پوری جماعت کے ساتھ پہونچے، جب وقت خطیب خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو جدار اس مجمع کے سامنے نکل کر خطیب کے پاس آیا، اور اس سے تحکمانہ لہجہ میں کہا "خطبہ میں یوسف بن عبد الرحمن کا نام ترک کر کے عبد الرحمن ابن معاویہ بن ہشام کا نام لو، وہ ہمارا امیر اور ہمارے امیر کی اولاد ہے" اس کے بعد مجمع کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا "اے اہل ریہ تم کیا کہتے ہو" مجمع نے بیک آواز جواب دیا "ہم وہی کہتے ہیں جو تم کہہ رہے ہو"

چنانچہ یکم شوال ۱۳۸ھ کو پہلی مرتبہ اندلس میں عبد الرحمن کی امارت کا عام اعلان کیا گیا، خطبہ میں اس کا نام لیا گیا، اور خطبہ کے بعد اسی عید گاہ میں پہلی مرتبہ مجمع عام میں اس کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کی گئی، اور بیعت کرنے والوں میں اقلیم ریہ کا والی عیسیٰ بن مساور بھی تھا، اس بیعت کے ذریعہ الریہ کے تمام قبائل میں دفعتاً اس لشکر میں شریک ہو گئے، چند روساء کی ایک مختصر جماعت اس سے علیحدہ رہی،

ولایت بدرشذونہ کی اطاعت

اقلیم ریہ کا صدر مقام ارچذونہ تھا، اس کے بڑے شہروں میں مالقہ، مرابا اور شذونہ قابل ذکر ہیں، اس اقلیم کے حاکم کے عبد الرحمن کی اطاعت قبول کر لینے سے جنوب کا ایک عظیم حصہ بغیر کسی جنگ علاقہ اس کا مطیع ہو گیا، بیعت کے بعد چند دنوں کے لئے عبد الرحمن اسی شہر میں [illegible] حجی کا مہمان رہا، اور اس صلہ میں وہ آگے چل کر اندلس کے [illegible] سرفراز کیا گیا، [illegible] جب کو ناکرنا کی کہتے تھے، [illegible] عبد الرحمن [illegible] آباد تھے، وہ چار [illegible] سوار لے کر یہاں اس سے آکر مل گئے،

اس کے بعد [illegible] یہاں سے [illegible] ہوتے ہوئے اقلیم شذونہ میں داخل ہوا، یہاں اہل فلسطین

آباد تھے، اور یہاں کے ایک گاؤں کنانہ میں جہاں بنو کنانہ آباد تھے، چند دنوں کے لئے مقیم ہوا اس
اقلیم کے والی غیاث بن علقمہ لخمی اور مختلف ممتاز رؤساء نے بیعت کی، یہاں بنو کنانہ میں کچھ ایسے
لوگ بھی ملے جن کے اعزہ یوسف کے لشکر میں شریک ہونے کے لئے قرطبہ جا چکے تھے، لیکن
عبدالرحمن نے ان کے اہل و عیال یا جو بھی ایسے لوگ جو یہاں یوسف کے ہوا خواہ موجود تھے ان سے
کوئی تعرض نہیں کیا، بنو کنانہ میں سے اس تھوڑی سی جماعت کو چھوڑ کر شذونہ کے تمام عربوں نے
خواہ وہ شامی ہوں یا غیر شامی، اس کی اطاعت قبول کر لی، اقلیم شذونہ سے وہ اشبیلیہ کی سمت
روانہ ہوا جہاں اہل حمص آباد تھے، راہ میں شہر مورور یا موزور آیا، یہاں کے والی ابراہیم بن شجرہ نے
بیعت کی، اس کے بعد وہ جمعیت کے ساتھ اشبیلیہ میں داخل ہوا، یہاں کے شامیوں اور بلدیوں
یعنی قدیم عرب باشندوں نے متفقہ بیعت کی، پھر یہیں مغربی اندلس کی مختلف آبادیوں کے
باقی ماندہ سربرآوردہ عمائد آ آ کر بیعت اطاعت کرنے لگے، اس طرح جنوبی مغربی اندلس
کے وسیع علاقہ کے اہم حصے اقلیم ریہ، اقلیم شذونہ، اشبیلیہ، حمص دعوت و تبلیغ سے ان کے حلقہ
اطاعت میں داخل ہو گئے، اور ان مقامات کے عرب قبائل بربر پر مشتمل ایک عظیم الشان
فوج عبدالرحمن کے گرد اکٹھا ہو گئی،

دونوں فوجوں کا آمنا سامنا

عبدالرحمن کے کوچ کرنے اور کامیابی سے آگے بڑھنے کی اطلاعیں
یوسف کو ملیں، طلیطلہ کا والی ایک فہری تھا اس لئے یوسف قرطبہ سے طلیطلہ آیا، اور یہاں
کچھ تازہ دم فوج لیکر اشبیلیہ کی طرف روانہ ہوا، حصن منیہ تک پہنچا تھا کہ عبدالرحمن نے
قرطبہ کی سمت پیش قدمی کا حکم دیا، یوسف نے عبدالرحمن کے قرطبہ کی طرف بڑھنے کی خبر سنی
تو راستہ ہی سے [illegible] قرطبہ کی طرف پھیر دیا، اب دونوں کی فوجیں دریا کے [illegible] دونوں
کنارے پر کوچ کر رہی تھیں، اور [illegible]

سال کے قحط سے پریشان حال تھے، یوسف دارالحکومت سے دور تھا اس لئے وہ اُن کے لئے سامان رسد کا کوئی معقول انتظام نہ کرسکا تھا، ان کا گذارہ، راہ کے کھیتون کے ہرے چنون کی فصل پر تھا، اسی کو کھاتے ہوئے یہ لوگ قرطبہ آرہے تھے، یوسف قرطبہ کے قریب پہونچکر اس کے مغربی جانب میدان مصارہ مین لشکر انداز ہوگیا،

دوسری طرف عبدالرحمٰن کے لشکر مین بھی قوت لایموت تک کے لئے کچھ موجود نہ تھا، یہ لوگ بھی کھیتون کے ہرے چنون پر گذارہ کر رہے تھے، لیکن ان دونون فوجون مین ایک بنیادی فرق تھا، عبدالرحمٰن کی فوج نئے جذبات نئی امنگون اور نئے ولولون سے سرشار تھی، وہ ایک ایسے خاندان کے ایک رکن کو اندلس کے تخت پر لانا چاہتی تھی، جس کے نام کا خطبہ عالم اسلامی کی مسجدون مین سو برس تک پڑھا جا چکا تھا، اور اب تک اندلس کے حکمران اس کی نیابت کے انتساب کو اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتے تھے، اس کے ساتھ ان لوگون کو قرطبہ پہونچکر مال غنیمت سے مالامال ہوجانے کی امیدین بھی لگی ہوئی تھین،

عبدالرحمٰن کے لشکر مین ہر جماعت اپنا اپنا علم سنبھالے کورہ طشانہ کے ایک گاؤن بلہ مین پہونچکر بعض عرب سردارون کو خیال آیا کہ ابھی تک امیر کا کوئی علم بلند نہین ہوا، چنانچہ ایک جھنڈا بنانے کی رائے قرار پائی، جھنڈے کے لئے نیزہ تلاش کیا گیا تو پوری فوج مین صرف دو نیزے نکلے ایک ابو الصباح کے ہاتھ مین تھا، دوسرا جعفر بن یزید سندی کے پاس، چنانچہ انہی دونون مین سے کسی ایک کے نیزے مین کپڑا باندھ کر جھنڈا تیار کیا گیا،

جھنڈا لہرانے کی رسم زیتون کے ایک درخت کے پاس اندلس کے ایک مشہور عابد و زاہد فرقد سرقسطی کے ہاتھون انجام پائی، انھون نے اس جھنڈے کو زیتون کے درخت پر نصب کیا، عبدالرحمٰن نے جھنڈا لہرانے کی رسم ادا ہونے کے بعد پوچھا آج کون سا دن ہے،

جواب ملا پنجشنبہ، اور آج یوم عرفہ ہے، عبد الرحمٰن نے کہا "آج یوم عرفہ ہے، کل عید اضحیٰ ہوگی، اور جمعہ کا دن، میرا جھگڑا ایک فہری سے ہے، امید ہے یہ واقعہ بھی یوم راہط[1] کے مثل ہوگا،

اس کے بعد عبد الرحمٰن نے کہا کہ آج شب یا دن یوم کو کوچ کر کے کل قرطبہ کے دروازے پر ٹھہرنا چاہیئے، ۴۵ میل کی مسافت باقی تھی، اس نے کہا کہ اگر ہماری پیادہ فوج ہمارے ساتھ چلی تو ہمارا ساتھ نہیں دے سکتی، اس لیے ہر سوار اپنے ساتھ ایک ایک پیادہ ردیف کرلے، اس کے بعد اس کی نظر ایک نوجوان پر پڑی، اس نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا "سابق بن مالک بن یزید" عبد الرحمٰن نے فوراً تفاؤل لیکر کہا "سابق" "ہم سے آگے بڑھ گیا" "مالک" "نے ہم پر قبضہ کرلیا" "یزید" "ہم کو زیادہ دیگا، لاؤ ہاتھ بڑھاؤ تو میرا ردیف ہے، یہ کہہ کر اس کو گھوڑے پر بٹھا لیا، یہ مورور کا رہنے والا تھا، آگے چل کر یہی واقعہ اس کے خاندان کے شرف کا باعث ہوا، اس کی اولاد "بنو سابق الردیف" کے نام سے مشہور ہوئی،

یہ لشکر پوری رات چل کر اور صبح کو قرطبہ کے مقام باش پہونچکر اس نے دم لیا، اب دونوں فوجیں آمنے سامنے میدان مصارہ و باش میں پڑاؤ ڈالے ٹھہری تھیں، صرف بیچ میں دریائے کبیر حائل تھا، عبد الرحمٰن کے لشکر کے عوام سپاہیوں کو توقع تھی کہ وہ کوچ کرتے ہی قرطبہ

---

[1] مرج راہط کا واقعہ مروان بن حکم اور عبد اللہ بن زبیر کے نائب ضحاک بن قیس فہری کے درمیان یوم اضحیٰ جمعہ کے دن پیش آیا تھا، فہری کو شکست ہوئی تھی، قبیلہ قیس و فہر وغیرہ کے ہزارہا سپاہی قتل ہوئے تھے، اتفاق سے یوسف کے ساتھ بھی یہی دونوں قبائل قیس و فہر تھے، عبد الرحمٰن نے اسی واقعہ کو یاد کر کے اس موقع پر تفاؤل کیا ۔ [2] غالباً یہ "باش" "و باش" ہے، جو قرطبہ سے شمال میں دریا کے اس پار اس زمانہ میں پیدا ان واقع تھا، اور اسی میں الناصر نے مشہور قصر مدینۃ الزہرا تعمیر کرایا تھا،

میں داخل ہو جائیں گے، اور ان کے دامن مال غنیمت سے مالا مال ہو جائیں گے، لیکن میدان بالش میں اتر جانے سے ان کی ہمتیں پست ہونے لگیں، اس اثنا میں قرطبہ کے یمنی اور اموی جماعتیں یوم عرفہ گذار کر شب کے وقت دریا عبور کر کے میدان بالش میں پہونچیں، اور ان لوگوں نے فوج کے بھائیوں کی ہمتیں نئے سر سے بلند کیں، چنانچہ سب کے سب نئے جوش و ولولہ سے لڑنے اور مرنے کے لئے تیار ہوگئے، فوج کی ترتیب نئے سرے سے کی، چنانچہ شاہی سواروں کو عبد الرحمن ابن نعیم کلبی کی ماتحتی میں دیا، یمنی پیادہ پر بلہ بن تمیمی جو شذونہ کا رہنے والا تھا، افسر مقرر ہوا، اموی پیادہ فوج اور جو عبد بربری لشکر میں شریک تھے انہیں عاصم عریان کی ماتحتی میں دیا گیا، اور اموی سواروں پر حبیب بن عبد الملک قرشی مقرر کیا گیا، اور بربر سواروں کا افسر ابراہیم ابن شجرہ اودلی بنایا گیا، ابو عثمان نے علم کو اپنے ہاتھ میں لیا،

دوسری طرف یوسف نے مصری شامی سواروں پر عبید بن علی کو مقرر کیا تھا پیادہ فوج پر کنانہ بن الناجہ اور جوشن بن صمیل مامور تھے، اور ایک دوسری پیادہ فوج اس کے لڑکے عبد اللہ کی سرکردگی میں تھی، بربری سواروں پر خالد سودی مقرر کیا گیا تھا، یوسف کی طرف سواروں کی تعداد بہت زیادہ تھی، عبید بن علی شوقیس کے سواروں کو لئے میسرہ پر مامور تھا،

صلح کی ایک نئی کوشش

یوسف فوج کو مرتب کر کے قرطبہ چلا آیا تھا، لیکن میدان جنگ میں اترنے سے پہلے اس نے صلح کی ایک اور کوشش کرنی چاہی، چنانچہ بعض ایسے اموی جو قرطبہ میں رہ گئے تھے درمیان میں پڑے اور عبد الرحمن صلح قبول کر لینے پر خوشی سے آمادہ ہوگیا، اور اس کی خبر بجلی کی طرح قرطبہ میں پھیل گئی، یہ عرفہ کا دن تھا، طرفین کی فوجیں مطمئن ہوگئیں کہ معقول شرائط پر صلح ہو جائے گی، اس وجہ سے قرطبہ والے سکون و اطمینان سے عید منانے میں مصروف ہوگئے لیکن یہ عبد الرحمن کی شاطرانہ حکمت عملی تھی، اس دن اس کے پاس جبان اور البیرہ

کے عرب آگئے تھے، جن سے عبد الرحمن کی طاقت میں اضافہ ہوا، عبد الرحمن نے دریا عبور کرنے کا فیصلہ کیا، یوسف نے کوئی مزاحمت نہیں کی، دریا طغیانی پر تھا، سب سے پہلے عاصم العریان نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالا، اس کے بعد دوسرے سوار، سپاہی، و پیادے دریا میں کود پڑے اور بلا مقابلہ دریا عبور کر کے مصارہ کے میدان میں آگئے،

حیلہ جوئی سے قرطبہ میں داخلہ

عبد الرحمن کا مقصد حیلہ جوئی سے صرف دریا کا عبور کر لینا تھا، اب دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں، لیکن اس وقت حقیقی معنوں میں کوئی مقابلہ نہ تھا، قرطبہ والے مطمئن ہو کر خوشی سے عید منانے میں مصروف تھے، یوسف نے اپنے باورچی خانہ میں دونوں لشکروں کے لئے ضیافت کا کھانا تیار کرایا تھا، اور منتظر تھا کہ مہمانوں کا خیر مقدم کر کے انہیں شہر میں لائے، اور ضیافت کرے، کہ اچانک عبد الرحمن کے لشکر نے ہتھیار سنبھال لئے، حبیب نے سواروں سے یوسف کے میمنہ اور قلب پر شدت کا حملہ کیا، اس ناگہانی افتاد سے خالد سودی کے قدم اکھڑ گئے، اور یوسف کے میمنہ اور قلب دونوں کی فوجیں شکست کھا کر پیچھے ہٹیں، عبید بن علی نے فوج کو سنبھالنا چاہا، لیکن حبیب اور ابن نعیم نے اس زور کا حملہ کیا کہ کنانہ ابن کنانہ، عبد اللہ بن یوسف اور جوشن بن یوسف میدان جنگ میں مارے گئے، یوسف و صمیل اپنے جگر گوشوں کی لاشوں کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے، [illegible] عبید بن علی لشکر سنبھالے کچھ دیر مقابلہ کرتا رہا، یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا، عبید کے لشکر کے بیشمار آدمی مارے گئے، پھر عبید بن علی، اور قبیلہ قیس کے بہت سے ممتاز زعماء لڑائی میں کام آگئے، تھوڑے سے ناقابل ذکر فوجی باقی رہ گئے تھے وہ منتشر ہو گئے، عبد الرحمن بن معاویہ فاتحانہ آگے بڑھا قرطبہ میں داخل ہو کر قصر حکومت میں گیا، قصر خالی پڑا تھا، پھر اس کا لشکر قرطبہ میں گھس آیا، یوسف کی فوج کے ساز و سامان کو لوٹ لیا، یوسف کے باورچی خانہ میں جو [illegible] کھانا پکا ہوا تھا

تیار تھا، وہ فاتحین کے کام آیا،

عبدالرحمٰن نے خالد بن زید پر دونوں فوجوں کو متعین کیا تھا، اور ہدایت کردی تھی کہ اگر جنگ کی حالت بگڑ جائے تو اس کا خاتمہ کردیا جائے، خالد بیحد پریشان تھا، اس کو یوسف کی کامیابی میں بھی اپنی ہلاکت نظر آتی تھی، اور عبدالرحمٰن کی کامیابی پر بھی ہلاک کیے جانے کا ڈر لگا تھا، اسی حالت میں وہ قرطبہ میں لاکر قید کردیا گیا،

عبدالرحمٰن کے قصر حکومت میں داخل ہوتے ہوتے سپاہی یوسف کے محل پر ٹوٹ پڑے اور لوٹنے میں مصروف ہوگئے، عورتوں کے کپڑے تک اتار لیے گئے، عبدالرحمٰن نے یہاں پہنچتے ہی لوٹنے والوں کو روکا، جن کے کپڑے چھن گئے تھے انھیں کپڑے پہنوائے، اور جو کچھ سامان لوٹا گیا تھا، جہاں تک ہو سکا واپس کردیا، پھر یوسف کی لڑکی اور بیوی عبدالرحمٰن کے سامنے لائی گئیں، اور انھوں نے اس سے کہا "اے ابن عم! احسان کیجئے، جیسے کہ اللہ نے آپ پر احسان کیا ہے" عبدالرحمٰن نے کہا "ایسا ہی ہوگا، پھر کہا صاحب الصلاۃ کو بلاؤ، صاحب الصلاۃ آیا تو یوسف کے اہل وعیال کو اس کے سپرد کیا گیا، وہ انھیں اپنے گھر لے گیا، یوسف کی لڑکی نے اس احسان کے شکریہ میں ایک باندی عبدالرحمٰن کی نذر کی، اس کا نام حلل تھا، وہی ام ہشام تھی،

یوسف کے اہل وعیال کے ساتھ عبدالرحمٰن کا یہ حسن سلوک یمانیوں کو ناگوار گذرا، وہ اپنی عصبیت سے اس کے اہل وعیال کو لوٹ کر یوسف کی بے آبروئی کرکے اپنے جذبۂ انتقام کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اس واقعہ سے ان میں برہمی پیدا ہوئی، اور چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں، عوام کے علاوہ خواص کے دلوں میں بھی یہی بات چھپی ہوئی تھی، چنانچہ عبدالرحمٰن کے خلاف بھی ان کے مخالفانہ جذبات ابھر آئے، اور یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ مضر کا استیصال

تو ہو گیا، مگر یہ اموی بھی تو انہی میں سے ہیں، چنانچہ ابو الصباح کی زبان سے یہاں تک نکلا کہ کیوں نہ ہم ایک ہی فتح سے دو فتحیں حاصل کریں، یوسف کا قصہ تو پاک کر چکے، عبد الرحمٰن کو بھی راہ سے ہٹا دیں، پھر یمانی حکومت اندلس میں قائم ہو جاتی ہے، بعض لوگوں نے اس کی ہمنوائی کی، لیکن قضاعہ نے اس سے باتفاق اختلاف کیا، اور یہ تحریک آگے نہ بڑھ سکی، مخالفین میں ثعلبہ جذامی بھی تھا، اس نے عبد الرحمٰن کو ان گفتگوؤں کی اطلاع کر دی، اور خیال ہوا کہ شاید کسی وقت کوئی بغاوت اٹھ کھڑی ہو، اس لئے اس نے اپنے موالی کو بلا کر ان کو ایک شیرازہ میں منسلک کیا، عبد الرحمٰن بن نعیم کو ان کا افسر مقرر کیا، ان سے زیادہ قرطبہ کے محل جو یوسف کے ہمنوا تھے، وہ بڑی تعداد میں قبضہ میں کر لئے گئے، اور ان میں بنو امیہ کے موالی کو آباد کر دیا گیا، اور یہ لوگ عبد الرحمٰن کے خاص باڈی گارڈ بن گئے، عبد الرحمٰن نے یہ سب کاروائی رازداری سے انجام دی، لیکن صمیل کے گھر کا انجام اس سے مختلف ہوا، قبیلہ طے کے دو نوجوان ہیرہ و قحطبہ چند نوجوانوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو کر شقندہ پہونچے، یہاں صمیل اپنے قصر میں مقیم تھا، وہ ان حملہ آوروں کو دیکھ کر ایک پہاڑی پر چڑھ کر روپوش ہو گیا، ان لوگوں نے اس کے محل کو بے دردی سے لوٹ لیا، سامان میں نقد سکوں کا بھی ایک صندوق تھا، صمیل پہاڑی پر سے اپنی خانہ بربادی کے منظر کو دیکھ رہا تھا، جوش انتقام میں اس وقت اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا کہ "آگاہ ہو کہ میری دولت، طے کے پاس ودیعت ہے، ضروری ہے کہ ایک دن یقیناً وہ لوٹائی جائیں"

قرطبہ پر عبد الرحمٰن کا قبضہ جمعہ کے دن ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸ھ کو ہوا، عبد الرحمٰن نے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی، اور خطبہ میں قرطبہ والوں سے نیک سلوک کرنے کا وعدہ کیا،[1]

[1] مقری، ابن القوطیہ اور ابن اثیر کے بیانوں میں واقعات کی تفصیلات میں اختلاف ہے، (باقی حاشیہ صفحہ ۲۵۴ پر)

باریانت کی آخری کوشش | یوسف قرطبہ سے باہر نکلا تو تھوڑی دور پر اس کا لڑکا عبد الرحمٰن پانسو سواروں کے ساتھ آتا دکھائی دیا، یوسف نے اس کو سرحد سے کمک لیکر بلایا تھا، مگر وہ ایک دن کی تاخیر سے پہونچا، یوسف نے اس کو شکست کی خبر سنائی اور اس کو اپنے ساتھ لے لیا، قرطبہ سے وہ ماردہ پہونچا، یہاں سے طلیطلہ روانہ ہوا، یہاں بقیۃ السیف سپاہ اس کے گرد جمع ہوئی، طلیطلہ میں ہشام بن عروہ فہری والی تھا، اس نے بھی اپنے ساتھ کے لوگوں کو فوج میں شامل کیا، پھر صمیل بھی آگیا اور قبیلہ مضر کے باقی ماندہ لوگ بھی آگئے،

اس اثناء میں عبد الرحمٰن صوبوں کے انتظام سے بھی غافل نہ تھا، اس نے طلیطلہ کے لیے حصین بن دجن کو والی بنایا تھا کہ اس نواح سے فوج اکٹھا کرکے اس علاقہ میں وہ اپنا تسلط جمالے، اسی طرح بعض دوسرے صوبوں کے لئے دوسرے ولاۃ نامزد کر دیے گئے،

یوسف و صمیل اپنا لشکر لے کر جیان پہونچے، اور یہاں کے ایک قلعہ ... میں قلعہ بندی کرلی، اور یہیں اس کے اعوان و انصار جمع ہونے لگے، اس کے بعد وہ البیرہ کو زیر اثر لانے کے لیے وہاں پہونچا، عبد الرحمٰن کی طرف سے نامزد والی جابر بن علا اس کے آنے کی خبر سنتے ہی شہر چھوڑ کر پہاڑی میں جاکر روپوش ہو گیا، چنانچہ البیرہ میں قبیلہ قیس کے جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ یوسف کے ساتھ ہوگئے،

عبد الرحمٰن کا یوسف کے مقابلہ کے لئے نکلنا | عبد الرحمٰن نے یوسف کے البیرہ میں اترنے کی خبر سنتے ہی فوج جمع کی اور اس کے مقابلہ کے لئے قرطبہ میں ابو عثمان کو اپنا قائم مقام بنا کر وہاں سے البیرہ کی سمت روانہ ہوا، یوسف کو عبد الرحمٰن کے کوچ کی خبر ملی تو اس نے اپنے

بقیہ حاشیہ (۲۵۳) ان اختلافات سے دامن بچانے اور مناظرہ نہ ہونے کی صورت میں تنہا اسی طور پر انہی قول کو قبول کرنے [illegible] کی کوشش کی گئی ہے

لڑکے عبدالرحمٰن کو لشکر دے کر ایک دوسرے راستہ سے قرطبہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیج دیا اور خود فوج لیکر قلعہ شنتیشہ مین قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا،

عبدالرحمٰن بن یوسف کا قرطبہ مین داخلہ

ابو زید عبدالرحمٰن بن یوسف ایک دوسرے راستہ سے قرطبہ پہنچا، یہان اس کا مقابلہ نہ ہو سکا، ابو عثمان جامع مسجد کے صومعہ مین محصور ہو گیا، ابو زید نے جان کی امان لیکر اطاعت قبول کر لینے کی دعوت دی، اس نے صومعہ کے دروازے کھول دیئے، ابو زید نے اس کو گرفتار کر لیا، عبدالرحمٰن بن معاویہ نے تین باندیان خریدی تھین، ان مین سے ایک فرار ہو گئی، اور دو گرفتار کر لی گئین،

لیکن ابو زید کے پاس اتنی طاقت نہ تھی کہ قرطبہ پر مستقل قبضہ رکھ سکتا، اس لئے وہ اپنے اہل و عیال اور ابو عثمان اور عبدالرحمٰن کی باندیون کو لیکر روانہ ہوا، اثنائے راہ مین لوگون نے اس کو توجہ دلائی کہ عبدالرحمٰن تمھاری بہن اور مان کی عزت و آبرو بچا کر تم پر احسان کر چکا ہے، اور تم اس کی دو خادماؤن کو پا گئے ہو، اور ان کو ساتھ لیئے جا رہے ہو، اس پر اس کو اپنی غلطی محسوس ہوئی اور وہ قرطبہ سے ایک میل کے فصل پر قلعہ [illegible] مین پہونچا تھا، اسی قلعہ مین ان عورتون اور ان کے مال و اسباب کو اتار دیا، اور ابو عثمان کو ساتھ لیکر البیرہ چلا گیا،

عبدالرحمٰن کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے بنو فہر کے عبد اعلیٰ عامر بن علی کو اپنا نائب بنا کر قرطبہ بھیج دیا، اس کو قحطانیون مین سیادت حاصل تھی، وہ شہر کے قصر حکومت مین ٹھہرا، اور قرطبہ کی حکومت کا نظم و نسق مکمل کر لیا،

صلح کی نئی پیشکش۔

ادھر عبدالرحمٰن البیرہ کے پاس ایک قریہ [illegible] مین آکر اترا اور اس نے فوجکشی کے بجائے یوسف سے سلسلۂ مراسلت جاری کیا کہ وہ [illegible] اس کے سپرد کر دے کہ

۱۔ یوسف اور صمیل کی جاگیریں، جائداد اور دولت و ثروت مامون رہیں،

۲۔ سب لوگوں کو بلا امتیاز امان دی جائے، اور خیر و خوبی سے امور سلطنت چلائے جائیں،

۳۔ جب تک پورا اعتماد نہ ہو جائے، یوسف کے دونوں لڑکے ابوزید عبد الرحمٰن اور ابو الاسود محمد، قصر قرطبہ میں نظر بند رہیں، اور جب حالات سدھر جائیں تو دونوں آزاد کر دیئے جائیں،

۴۔ یوسف قرطبہ کے مشرقی حصہ میں قیام کرے اور عبد الرحمٰن سے روزانہ ملتا رہے،

یوسف اور صمیل نے ان شرطوں کو قبول کر لینا مناسب سمجھا، چنانچہ معاہدۂ صلح لکھ لیا گیا، خالد بن زید کو عبد الرحمٰن نے آزاد کیا، اور ابو عثمان کو یوسف نے، اس کے بعد یہ سب لوگ ایک ساتھ قرطبہ روانہ ہوئے، جس وقت قرطبہ میں داخلہ ہو رہا ہے تو عبد الرحمٰن بیچ میں اور داہنے یوسف اور بائیں صمیل اپنے اپنے خچروں پر سوار تھے، عبد الرحمٰن کا بیان ہے کہ البیرہ سے قرطبہ تک صمیل نے بڑی خاموشی سے سفر کیا، خود کسی سوال کی ابتداء نہیں کی، اگر کوئی بات پوچھی بھی گئی، تو خاموشی سے جواب دیا، اور ایسی احتیاط رکھی کہ کسی وقت نہ اس کا گھٹنا اس کے گھٹنے سے چھو گیا، اور نہ کسی موقع پر صمیل کے خچر کا سر اس کے خچر کے سر سے آگے بڑھا، لیکن یوسف بلا تکلف آزادانہ اس سے اثنا ء راہ میں مختلف قسم کی باتیں کرتا رہا، یہ لوگ قرطبہ پہنچکر قصر حکومت میں فروکش ہوئے، یہ معاہدۂ صلح ماہ صفر ۱۳۹ھ میں عمل میں آیا، معاہدہ میں ایک فریق کی حیثیت سے یوسف اور اس کے وزیر صمیل کا نام تھا اور دوسرے فریق کی حیثیت سے عبد الرحمٰن کا نام تھا،

عبد الرحمٰن کی تاجداری کا باتفاق اعلان اس کے بعد بڑی شان و شوکت سے دار السلطنت قرطبہ میں عبد الرحمٰن کی تاجداری کا باتفاق اعلان کیا گیا،[۵]

---

[۵] ابن اثیر ج ۵ ص ۸، ۳۷۷، افتتاح الاندلس ابن قوطیہ ص ۲۴-۳۰، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۴، ج ۲ ص ۴۶-۷۶

اموی سلطنت میں عباسی خلیفہ کا خطبہ

اس زمانہ میں ہر اسلامی حکومت کے لئے نظری طور پر یہ ضروری تھا کہ وہ خلیفۃ المسلمین کی سیادت میں قائم ہو، خلیفۃ المسلمین کے لئے ضروری تھا کہ وہ مرکز مشرقی صوبوں پر قابض ہو، بنو عباس مشرق میں بنو امیہ کی خلافت کو ختم کر کے اپنی خلافت کا اعلان کر چکے تھے، عبد الرحمن نے اس وقت عامہ کا لحاظ کر کے بڑی دانشمندی سے نام نہاد اختلافات سے چشم پوشی کر لی، اور خلیفہ عباسی المنصور کی خلافت کو تسلیم کر کے اس کے نام کا خطبہ قرطبہ کی جامع مسجد میں خود پڑھا، اور اندلس میں جاری کرا دیا، [1]

انتظام حکومت

عبد الرحمن نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد ابتداءً ولایات کا انتظام اپنی جگہ برقرار رکھا تھا، صرف جیسا کہ اوپر گذرا، البیرہ اور جیان وغیرہ کے لئے حصین بن دجن اور جابر ابن علا کو والی نامزد کر دیا تھا، اس کے ساتھ اس نے کتابت کے عہدہ پر بھی یوسف ہی کے کاتب امیہ بن زیاد کو مقرر کر لیا، اس طرح انقلاب حکومت سے حکومت کے عہدہ داروں میں کچھ زیادہ تغیر و تبدل نہیں ہوا،

اندلس کا خانوادۂ امویہ کا مستقر بننا

اموی حکومت کے قائم ہو جانے کے بعد یہاں کی سرزمین، اموی خانوادہ اور اموی موالی کے لئے امن و مستقر بن گئی، عالم اسلام میں جہاں جہاں اس خاندان کے افراد بیکسی کے عالم میں سر چھپائے ہوئے تھے انھوں نے اندلس کی راہ لی، ان آنے والوں میں عبد الملک بن عمر بن مروان بن حکم اور جزی بن عبد العزیز بن مروان خاص طور پر ہوتے تھے، یہ لوگ اپنے بال بچوں کیساتھ اندلس میں آکر بس گئے، پھر ان کی پیروی میں اموی خاندان وا...

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۵) مجموعہ اخبار اندلس از ص ۸۹ تا ص ۹۲، مقری، ابن القوطیہ اور ابن اثیر کے بیانوں میں جزئی اختلافات ہیں، ان سے دامن بچانے کی کوشش کی گئی ہے، اور ناگزیر صورت میں قیاسی طور پر راجح قول کو قبول کیا گیا ہے، یوسف و عبد الرحمن کے اس معاہدہ کا زمانہ ایک روایت میں ۱۴۰ھ بھی آیا ہے [1] مسعودی [2] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۷۸،

موالی کے بہت سے لوگ آئے، اور ان کی بہت بڑی تعداد یہاں جمع ہو گئی، عبد الرحمن نے ان کو قرطبہ میں آباد کیا اور انہیں بڑی بڑی جاگیریں دیں اور عہدوں سے نوازا، انہیں مطمئن زندگی گذارنے کے قابل بنا دیا، اور بعضوں کو مناصب و ولایات کا والی بنا دیا، چنانچہ عبد الملک بن عمر کو اشبیلیہ کا والی بنا دیا گیا، اسی طرح اس کے بیٹے عمر بن عبد الملک کو المدور کی ولایت سپرد کی۔[1]

اس وقت تک قرطبہ میں رؤسا و عمائد کی حیثیت سے بنو ہاشم و بنو فہر کے موالی اور قریش کے مختلف قبیلوں کے خانوادے تھے، اور قرطبہ میں ان کی حکومت کے لیے بڑے بڑے ارادے تھے عبد الرحمن نے امویوں اور اموی موالیوں کے لیے ان ہی مکانوں کو خالی کرایا، انہی کی جاگیروں میں کاٹ چھانٹ کی، اس لیے یہ خانوادے اور جاگیریں اپنے مرتبوں اور اپنی اونچی حیثیتوں سے نیچے گر گئیں اس لیے انہوں نے حکومت کے اس انقلاب کو محسوس کیا، اور اس صورت حال کے بدلنے کے خواہشمند رہے، اس طرح ملک میں امن قائم ہو جانے کے بعد پہلی مخالف جماعت بھی پیدا ہو گئی۔

یوسف کی امیر عبد الرحمن سے بد دلی حصول سلطنت کی آخری کوشش

یوسف نے چند دن قرطبہ میں سکون کی زندگی گذاری، لیکن عبد الرحمن در پردہ اس سے مطمئن نہ تھا، لیکن معاہدہ کی کھلی ہوئی خلاف ورزی کرنا بھی اس کے وقار کے منافی تھا، اس لیے وہ اس کے خلاف ایسا ماحول تیار کرتا رہا کہ یوسف کے لیے اندلس میں زندگی گذارنا دوبھر ہو جائے، چنانچہ مختلف لوگوں کو اس کے خلاف کھڑا کرتا رہتا تھا، جو ایسے طریقے سے اس سے پیش آتے تھے کہ اس کی سبکی ہوتی رہتی تھی، اسی طرح ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیتا تھا جو اس کی املاک و جائداد میں جھوٹے موٹے دعوے دار بن جاتے تھے اور جب یوسف ان ... کو عبد الرحمن کے سامنے پیش کرتا اور دلائل سے اپنے کو حق بجانب ثابت کر دیتا تو بھی عبد الرحمن یوسف ہی کو ملزم قرار دیتا اور وہ جھگڑے باقی کے باقی رہ جاتے

[1] نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۴۳

اس سلسلہ میں یوسف کے اس محل کے متعلق بھی جھگڑے کھڑے کئے گئے جس میں وہ قیام پذیر تھا، یہ محل سابق والی اندلس حر بن عبد الرحمن ثقفی کا تھا کہا جاتا ہے کہ یوسف نے اپنی امارت کے زمانہ میں کسی جرم کی پاداش میں حر کے لڑکے کو قتل کرایا تھا، اور اس کی جائداد املاک اور اس محل پر قبضہ کر لیا تھا، یوسف کے معزول ہونے کے بعد جب اس میں آکر ٹھہرا تو لوگوں نے اس کے وارثوں کو اس کے خلاف برانگیختہ کیا، وہ لوگ یوسف کو مدعا علیہ بنا کر اس کے خلاف کھڑے ہوئے، اور مقدمہ کو قرطبہ کے قاضی یزید بن یحیی کے سامنے لیجانا چاہا، یزید بن یحیی چونکہ یمنی تھا، اور جنگ شقندہ کے سلسلہ میں یوسف کو برا سمجھتا تھا، اس لئے لوگوں کو اس سے توقع تھی کہ وہ اس کے خلاف فیصلہ کرے گا، چنانچہ مقدمہ قاضی یزید بن یحیی کی عدالت میں پیش ہوا، قاضی یزید یوسف ہی کے زمانہ میں دار الخلافت سے قضا کا فرمان لیکر اندلس آئے تھے اور والی اندلس کی [illegible] یوسف نے باقاعدہ ان کی قضاء کو تسلیم کر لیا تھا، قاضی یزید پر اس کے اس طرز عمل کا اثر موجود تھا، اس لئے وہ اس کے [illegible] نا انصافی کے لیے آمادہ نہیں ہوا، اور دعوی خارج کر دیا گیا، اسی طرح [illegible] کے خلاف [illegible] دعوے کئے گئے اور وہ بھی خارج ہوئے، لیکن دعووں کے خارج ہو جانے کے باوجود [illegible] دعوے دائر کرنے کے لئے کئے جاتے تھے، یوسف عبد الرحمن کو شکوہ کرتا، مگر وہ کوئی اثر نہ لیتا تھا، عبد الرحمن کی اس روش سے یوسف کو اس کے ارادوں کا اندازہ ہو گیا۔

دوسری طرف بنو ہاشم و بنو زہرہ کے موالی اور قریش کے مختلف خاندانوں کے وہ لوگ جو یوسف کے پاس آتے جاتے تھے جو اپنے [illegible] سے علیحدہ ہو گئے تھے [illegible] کی جائداد واملاک [illegible] ان کے موالی [illegible] قبضہ کر لیا گیا تھا، [illegible] کی حفاظت [illegible] تھے یوسف عبد الرحمن کے طرز عمل سے خود دل برداشتہ ہو چکا تھا، دوسری طرف

ان لوگوں نے اس کو رفتہ رفتہ برانگیختہ کیا، آخر یوسف کے دل میں بھی ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی
کا خیال پیدا ہوا اس نے قرطبہ کے لشکریوں سے خط وکتابت کی، لیکن وہ لوگ امن وامان کو
چھوڑ کر پھر جنگ آزمائی پر آمادہ نہیں ہوئے، خود صمیل اور یمنیوں نے بھی اس گئی گذری حالت
میں سینہ سپر سے ہٹنا، اور جنگ وجدال برپا کرنا برا سمجھا، جب اس کو فوج کی طرف سے
مایوسی ہوئی تو اس نے شہریوں سے مراسلت شروع کی، یوسف کی لڑکیاں اپنے شوہروں
کے ساتھ ماردہ وطلیطلہ میں مقیم تھیں، ان لوگوں نے اس کی ہمت افزائی کی، جب اہل ماردہ لو
کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے تو وہ قرطبہ سے روپوش ہو کر نکل گیا، اور ماردہ میں اپنے مددگاروں
کو جمع کرنا شروع کیا، اس طرح معاہدہ کی خلاف ورزی کی ذمہ داری بھی اسی کے سر ہوئی
چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:-

"اسی سال یوسف فہری نے جو اندلس کا امیر تھا، عبد الرحمن اموی کے معاہدہ کو توڑا،
اس کا سبب یہ ہوا کہ عبد الرحمن اس کے مقابل میں ایسے لوگوں کو کھڑا کرتا جو اس کی
اہانت کرتے، اور اس کی املاک میں اس سے جھگڑے کرتے تھے، جب وہ شرعی دلائل
سے حق ثابت کرتا تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا تھا، تو یوسف نے عبد الرحمن کا ارادہ معلوم
کر لیا، اور ماردہ چلا گیا، وہاں بیس ہزار آدمی اس کے پاس جمع ہو گئے"[1]

عبد الرحمن کو یوسف کے فرار ہونے کی خبر ملی تو تعاقب میں گھوڑے دوڑائے، لیکن وہ
ہاتھ نہ آیا تو صمیل کو دربار میں طلب کر کے یوسف کے متعلق اس سے دریافت کیا، اس نے
اپنی لاعلمی ظاہر کی، عبد الرحمن نے کہا کہ یہ ضروری ہے کہ وہ بغیر تمہارے علم کے باہر نہیں نکلا،
تمہارا لڑکا بھی اس کے ساتھ ہے، صمیل نے کہا اگر میرے علم میں ہوتا تو میں بھی بھاگ سکتا تھا،

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۰،

عبد الرحمٰن نے کہا تم کو بھاگنے کا موقع نہ مل سکا۔ صمیل نے کہا وہ بے قصور ہے، اس کی خطا نہیں،
عبد الرحمٰن نے یوسف کا پتہ بتانے پر اصرار کیا، صمیل کو بھی غصہ آ گیا، اس نے کہا اگر وہ اس وقت
میرے اس پاؤں کے نیچے بھی ہوتا تو بھی میں پاؤں اٹھا کر تمہیں نہ دکھاتا، جو جی چاہے کر ڈالو"
عبد الرحمٰن نے یہ جواب سنکر اس کو قید خانہ میں بھجوا دیا، اس کے ساتھ یوسف کے دونوں لڑکے
ابو الاسود محمد اور ابو زید عبد الرحمٰن کو بھی قید کر دیا گیا[1] ادھر یوسف کے گرد عرب و بربر کا بڑا
مجمع ہو گیا، وہ انہیں ساتھ لیکر یارونہ سے شہر لقنت پہنچا، یہاں ان لوگوں نے اس کا ساتھ نہیں دیا،
یہاں سے وہ قرطبہ کی طرف بڑھنا چاہتا تھا، مگر ادھر سے عبد الرحمٰن کے کوچ کرنے کی اطلاع ملی،
اس لئے اس نے اشبیلیہ کی طرف رخ کر دیا، جہاں اس کی امداد کی توقع موجود تھی،

اشبیلیہ میں عبد الملک معروف بہ مروانی والی تھا، حمص کے جو نو آبادکار یہاں موجود تھے
وہ مروانی کے لشکر میں شریک ہو گئے، لیکن یہاں کے قدیم عرب و بربر باشندے تقریباً سب کے
سب یوسف کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے، مروانی یہ رنگ دیکھ کر قلعہ میں محصور ہو گیا،

اشبیلیہ والوں کو ملا کر بیس ہزار جنگجو سپاہی یوسف کے ساتھ تھے، اس نے اتنی
بڑی فوج کا ایک صوبہ کے والی کو محاصرہ میں رکھنے کے لئے مشغول رہنا مناسب نہ سمجھا، علاوہ ازیں
اس کو یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں عقب سے عبد الرحمٰن فوج لیکر آ جائے، ایسی صورت میں اس کو دو
فوجوں کے درمیان گھر جانا پڑے گا، ادھر عبد الرحمٰن کوچ کر کے ایک مقام برج اسامہ میں
پہنچ کر ٹھہر گیا تھا، اس لئے وہ عبد الرحمٰن سے مقابلہ کرنے کیلئے اسی سمت بڑھ گیا،

ادھر عبد الملک مروانی، یوسف کے کوچ سے بے خبر تھا، وہ اپنے لڑکے کے آنے کا منتظر تھا
جو مورور کا والی تھا، اس اثنا میں وہ فوج لیکر اشبیلیہ آ گیا، اس نے دیکھا کہ یوسف محاصرہ اٹھا کر

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۰ و نفح الطیب ج ۴ ص ۶۶-۶۷ و مجموعہ اخبار اندلس ص ۷۶ و ۹۴، ۹۵.

وہ جیسے ہی گرا ابو البصری نے اس کے پیر پر ایسا وار کیا کہ وہ جسم سے کٹ کر علیحدہ ہو گیا، ابھی یہ
معاملہ ہو رہا تھا کہ مردانی لشکر یک جان ہو کر حملہ آور ہوا، یوسف کی فوج کے قدم اکھڑ گئے
تھے، سب لوگ اس کے ساتھ کے مارے گئے، سپاہ دون کو بھاگتے دیکھ کر یوسف نے بھی
راہ فرار اختیار کی، اور اس کے سپاہی جدھر رخ ہوا ادھر فرار ہو گئے، مردانی کے پاس لشکر
اتنا نہ تھا کہ تعاقب کرتا، اس نے اس تعداد و فتح کو غنیمت جانا، اس پاس در پیادہ سپاہی
جو ہاتھ آ گئے ان کو قتل کیا، اور عمر بن عبد الملک فتح کی خوشخبری اور مقتولین کے سر لے کر
عبد الرحمن کے پاس المدور آیا، اور اس سے شروع سے اخیر تک کے تمام حالات بیان کئے،
عبد الرحمن نے المردانی کا شاندار استقبال کرنے کا حکم دیا، اور اس کے بعد عبد الرحمن
کی نگاہوں میں عبد الملک مردانی اور عمر بن عبد الملک کو غیر معمولی منزلت حاصل ہوئی

یوسف کا قتل | یوسف میدان جنگ سے فرار ہو کر ایک مقام قرقیس پہونچا، وہاں سے
طلیطلہ آیا، اس کے بعد یوسف اندلس میں ادھر سے ادھر مارا مارا پھرا، لیکن اس
کے لئے پناہ نہ تھی، وہ کسی جگہ استقرار حاصل نہ تھا، رجب ۱۴۲ھ میں عبد اللہ بن عمر الانصاری
نے طلیطلہ کے ایک گاؤں میں اس کو دیکھ کر پہچان لیا، اس نے اپنے ایک ساتھی سے
کہا کہ دیکھو یہ فہری ہے، بھاگا پھرتا ہے، خدا کی زمین اس پر تنگ ہو گئی ہے، اس کا قتل
ہو جانا اس کے لئے بھی راحت کا باعث ہوگا، اور لوگوں کے لئے بھی، چنانچہ اس نے
چند سواروں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا، یوسف کو طلیطلہ پہونچنے کیلئے چار میل باقی
رہ گئے تھے کہ یہ لوگ اس کے پاس پہونچ گئے، یوسف کے ساتھ [illegible] ایک
شخص سابق خادم تھا اور ایک [illegible] تھا، عبد اللہ بن عمر نے ان کو قتل کر کے ان کا سر
کے [illegible] امام کی خدمت میں روانہ کیا، اس کے ساتھ ساتھی بھی قتل کیا گیا اور یوسف کا غلام [illegible]

پاکر بھاگ آیا، عبد اللہ بن عمر نے یوسف کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا،

اس کے بعد عبد الرحمن بن معاویہ کی خوشنودی کیلئے وہ یوسف کا سر لیکر قرطبہ پہنچا، عبد الرحمن کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے اس کو قرطبہ میں بلا بھیجا، قرطبہ کے قید خانہ میں یوسف کے دونوں لڑکے تھے، عبد الرحمن اور ابو سہل ابو زید کنیت عبد الرحمن بن معاویہ نے ان میں سے عبد الرحمن بن یوسف کو قید خانہ سے بلوا کر قرطبہ کے پل پر بھیج دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے، چنانچہ یہ بھی قتل کیا گیا، دونوں کے سر قصر حکومت کے پھاٹک پر لٹکا دیئے گئے، یوسف کا دوسرا لڑکا ابو الاسود بہت کم عمر تھا، اس کی کم عمری پر ترس کھا کر اس کو قتل نہیں کیا گیا،

صمیل کے لیئے قید خانہ میں گلا گھونٹنے کا انتظام کیا گیا کہ اس کا حادثۂ قتل شاید کسی نئے فتنہ کا سبب بن جاتا، لیکن گلا گھونٹنے سے قبل ہی وہ اس دنیا سے کوچ کر چکا تھا، وہ مردہ پڑا تھا، اور زہر کا پیالہ اس کے پاس رکھا ہوا تھا، لوگوں نے کہا اے ابو جوشن یہ پیالہ تم نے خود نہیں پیا ہے بلکہ پلایا گیا ہے،

سلہ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۲۰ نفح الطیب ج ۲ ص ۶۶ مجموعہ اخبار اندلس ازص ۱۴۶ تا ۱۴۷ مقری نے یوسف کے دونوں لڑکوں کے متعلق ایک یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ان دونوں نے قید خانہ میں نقب لگا دی، ابو الاسود محمد بن یوسف تو نقب کے ذریعہ جیل سے فرار ہو گیا، مگر عبد الرحمن کو فربہی کی وجہ سے بھاگنے کا موقع نہ مل سکا، اور صمیل نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی، لیکن یہ روایت ابن اثیر کے تصریحی بیان کے خلاف ہے، ابو الاسود ۱۶۸ھ تک جیل خانہ میں رہا، نقب کا واقعہ دوسرا ہے جو ان سے التباس ہو گیا ہے، اس کا ذکر اب آئے گا، بعض روایتوں میں عمر بن عبد الملک کا نام عبد اللہ بن عبد الملک لکھا گیا ہے اور بعضوں نے موقع جنگ یوں دکھایا ہے کہ عبد الملک ایک طرف سے اور عمر بن عبد الملک دوسری طرف سے فوجیں لیکر آئے اور ان دونوں نے دو طرفہ حملہ کر کے یوسف کو شکست دی

یوسف کے بیٹوں کا حصولِ سلطنت

ابوالاسود محمد بن یوسف اٹھارہ برس تک جیل میں محبوس رہا، ۱۶۸ھ (۷۸۴ء) میں وہ بعض خاص تدبیروں سے جیل سے فرار ہوا اور اس نے [illegible] کے لئے حصول سلطنت کی آخری کوششیں صرف کیں، لیکن بظاہر ہے کہ اس طویل مدت میں عبد الرحمن کی حکومت اندلس میں پورے طور پر مستحکم ہو چکی تھی، تاہم اس اثنا میں ملک کے مختلف لوگوں کیساتھ عبد الرحمن کا برتاؤ مختلف حالات و ماحول کے لحاظ سے جو مختلف رہا تھا اور جس کی تفصیل آگے آئیگی اس کے سبب سے اس زمانہ میں عبد الرحمن کے بعض ایسے اعوان و انصار جو اس کی حکومت کے قائم کرنے میں ستونوں کی حیثیت رکھتے تھے، اس سے جدا ہو گئے تھے، لیکن پھر نئے جان نثار اور مددگاروں کی بھی ایک بڑی جماعت اس اثنا میں تیار ہو گئی تھی، ملک میں یہی صورت حال تھی کہ ابوالاسود ۱۶۸ھ (۷۸۴ء) میں قید خانہ سے فرار ہوا،

اس کے فرار ہونے کا واقعہ بھی کچھ کم دلچسپ نہیں، اس کیلئے اس نے سالہا سال مشقت اٹھائی، قید خانہ کے عقبی حصہ میں ایک سرنگ سے دریا کو راستہ جاتا تھا، قیدی اس راستے سے غسل اور دوسری حاجتیں پوری کرنے کیلئے سپاہیوں کی نگرانی میں دریا پر جاتے تھے، ابوالاسود سے ملنے کیلئے کبھی کبھی دریا پر اس کا ایک آزاد کردہ غلام آیا کرتا تھا، ابوالاسود نے ایک مرتبہ سپاہیوں سے اپنے ضعف بینائی کا تذکرہ کیا، پھر رفتہ رفتہ اس کی آنکھ کی روشنی کم ہوتی گئی اور پورا نابینا بن کر اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں وہ دوسروں کا محتاج ہو گیا، جب اسی طرح ایک زمانہ گذر گیا، تو لوگوں کو اس کے اندھے ہونے کا یقین آگیا، اور خود عبد الرحمن کو بھی اس کے اندھے ہو جانے کی وجہ سے اس سے بالکل مطمئن ہو گیا اور اس پر سے سپاہیوں کی نگرانی آہستہ آہستہ کم ہو گئی، اب دریا پر اس کا آزاد کردہ غلام اس کے پاس آیا جایا کرتا تھا، اور دونوں گھنٹوں بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے تھے، سپاہیوں کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا اور انکی [illegible]

کو پکارتا تھا اور وہ باندھ پکڑ کر اس کو سرنگ کے راستہ پر ڈال دیتا تھا، جب اس طریق عمل کو بھی ایک زمانہ گذر گیا، اور سپاہیون کی نظرین دیکھتے دیکھتے اس کی عادی ہوگئین تو ایک دن اس غلام نے ایک تیز رفتار گھوڑا لاکر کہین کھڑا کر دیا، اور ابو الاسود سپاہیون سے آنکھ بچا کر اس پر سوار ہوکر نکل بھاگا،

ابو الاسود یہان سے فرار ہوکر سیدھے طلیطلہ پہنچا، یہان اس کے ہمنوا بڑی تعداد مین موجود تھے انھون نے اس کو ہاتھون ہاتھ لیا، اور اس نے اندلس کے تخت کی دعویداری کا اعلان کر دیا، ابو الاسود کے علم کے نیچے نصرانیون اور یہودیون کے علاوہ وہ سب لوگ جمع ہوگئے جنھین اس درمیان مین عبد الرحمن کی حکومت سے اختلاف رہ چکا تھا، اور اس اٹھارہ برس کی مدت مین وہ مختلف شہرون مین بغاوتین کر چکے تھے، جنھین عبد الرحمن علیحدہ علیحدہ فرو کر چکا تھا،

چنانچہ ابو الاسود کے زیر سرکردگی ایک عظیم الشان لشکر طلیطلہ سے پیش قدمی کرکے قرطبہ کی طرف روانہ ہوا، اور قرطبہ سے قریب صوبہ جیان مین مقام قسطلونہ تک پہونچا تھا کہ ادھر سے عبد الرحمن لشکر لیکر روانہ ہوا، قسطلونہ کے مشہور دریا وادی احمر پر دونون فوجون کا مقابلہ ہوا، اور نہایت سخت لڑائی شروع ہوگئی، دونون فوجون نے داد شجاعت دی، جنگ کا نتیجہ ابو الاسود کے خلاف نکلا، چار ہزار سپاہیون کی لاشین میدان مین پڑی ملین، اور ایک بڑی تعداد دریا مین غرق ہوگئی، ابو الاسود باقی ماندہ لشکر کو لیکر فرار ہوگیا، عبد الرحمن نے تعاقب کیا، راہ مین جو ملا قتل کیا گیا، یہان تک کہ یہ لوگ قلعہ باج سے پار نکل گئے، اس کے بعد عبد الرحمن واپس چلا آیا،

ابو الاسود نے دوسرے سال ۱۶۹ھ مین پھر پیش قدمی کی ہمت کی، کچھ دور چل کر آیا تھا کہ

ادھر سے عبد الرحمن لشکر لیکر نمودار ہوا، ابوالاسود کی فوج پہلے سے مرعوب تھی، ابھی عبد الرحمن کی ہراول سپاہ سے سامنا ہی ہوا تھا کہ ابوالاسود کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے، اس نے راہ فرار اختیار کی، انھیں بھاگتے دیکھ کر ابوالاسود نے بھی پیٹھ پھیر دی، اس اثنا میں شاہی لشکر فراریوں پر ٹوٹ پڑا، اور جو ہاتھ آیا، وہ تہ تیغ کیا گیا، گرفتار ہونے والوں میں ابوالاسود کے اہل وعیال بھی تھے، وہ بھی قتل کئے گئے،

اس کے بعد ابوالاسود کو سر اٹھانے کا موقع نہیں ملا، وہ اسی فکر میں سرگرداں تھا، کہ سنہ ۱۷۰ھ میں اس کا پیغام قضا آپہونچا، اور طلیطلہ کے ایک گاؤں میں اس کا انتقال ہوگیا،

اندلس کی فہری سلطنت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ

اس کے بعد اس کے ایک دوسرے بھائی قاسم نے اپنی جرأت کا ثبوت دیا، فوج جمع کرکے پیش قدمی کی، عبد الرحمن اس کے مقابلہ میں بھی نکلا، اس نے بھی شکست کھائی، اور زندہ گرفتار کر لیا گیا، عبد الرحمن نے اس کو قتل کرادیا، اور اسی پہ اندلس میں یوسف کے خاندان کا چراغ گل ہوگیا،

اب عبد الرحمن کی زندگی کے بھی چند ہی دن باقی رہ گئے تھے، یہ جب تک زندہ رہا، یوسف کے خاندان کا کھٹکا اس کے دل میں لگا رہا، یہاں تک کہ ۱۳۸ھ سے سنہ ۱۷۰ھ میں ۳۴ سال کا زمانہ گذرنے کے بعد اندلس میں اس حریف سلطنت خاندان کا بھی خاتمہ ہوگیا[1]

یوسف نے کبھی اپنے کو اندلس کا بادشاہ نہیں کہا، مگر مورخین نے صمیل کو اس کا وزیر لکھا ہے اگرچہ یوسف کی حکومت کے شباب کے زمانہ میں ان دونوں کے درمیان حقیقی اقتدار کے حصول کیلئے اندرونی کشمکش رہی، سرقسطہ کے محاصرہ کے وقت صمیل یوسف سے بددل بھی ہوگیا لیکن یہ محض وقتی بات تھی، یوں دونوں ایک دوسرے کے ہمدرد، خیر طلب، غمگسار اور

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۵۲، ۵۳

سیاسی مشوروں میں ایک دوسرے کے معین و مددگار تھے لیکن عبد الرحمٰن کی یہ خوش قسمتی تھی کہ
جب وہ اپنے زمانہ میں اندلس میں آیا جب صمیل کے دل میں وقتی طور پر یوسف کے خلاف کشیدگی
موجود تھی اور اسی لمحہ مروانیوں نے اندلس میں سازشوں کا جال پھیلا دیا۔ اگر صمیل کا دل یوسف
سے اس وقت صاف ہوتا تو وہ اسی وقت یوسف کو باخبر کر کے اس کی روک تھام کر
سکتا تھا۔ اور پھر عبد الرحمٰن کیلئے زمین کا ہموار ہو جانا دشوار ہو جاتا۔ اس کے بعد حالات کے بدلنے
سے یوسف اور صمیل پھر ایک دوسرے کے دلی دوست ہو گئے لیکن اس وقت تک
عبد الرحمٰن اندلس میں پہونچ کر اپنے اثرات قائم کر چکا تھا۔ تاہم اس وقت بھی ممکن تھا کہ اس کو
مزید قوت حاصل کرنے سے روکا جاتا اور وہ اندلس میں ایک نظر بند شاہزادے کی حیثیت
سے زندگی گذارنے پر مجبور کیا جا سکتا۔ لیکن عین اسی زمانہ میں چند یمنی سرداروں کے قتل
کئے جانے کی سیاسی غلطی سے یوسف کے ہاتھوں سے سارے مواقع نکل گئے۔ با ایں ہمہ
یوسف نے حالات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ صمیل نے حالات کے بگڑنے کا نقشہ اس کے سامنے
رکھا مگر وہ اس کی رائے سے متفق نہ ہو سکا۔ صمیل کو بھی اپنی رائے پر اعتماد نہ تھا اس لئے
اس نے آنکھیں بند کر کے یوسف کی حکمت عملی پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

یہ حقیقت ہے کہ اندلس کے اہم مقامات کسی [illegible] نکل جانے کے باوجود یوسف نے عبد الرحمٰن
کا مقابلہ [illegible] مشرقی اندلس سے [illegible] کی حالانکہ اس
کے اثرات یہاں اب موجود تھے اس نے مقابلہ کی تیاریاں کرنے کے بجائے عبد الرحمٰن
کو مصالحت کی گفتگو سے بہلانے کی کوششیں کیں اور آخر وقت تک وہ اسی خام
خیالی میں مبتلا رہا۔

دوسری طرف عبد الرحمٰن بڑی ہوشمندی اور دانائی سے اپنی طاقت میں روز بروز

اضافہ کرتا گیا، اور جیان اور المریا وغیرہ ایسے مقاموں سے اس کے پاس فوجیں آئیں، جہاں اس وقت تک اس نے قدم بھی نہیں رکھا تھا، اس کی فوج میں بہت لوگ خلفائے بنوامیہ کے پروردہ اور نمک خوار تھے، وہ اس نوجوان شاہزادے کو برسراقتدار لاکر حق نمک ادا کرنا چاہتے تھے، بالآخر یوسف کو اپنی حکمت عملی کی غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا، اور وہ اس سیلاب کو روکنے میں کامیاب نہ ہوسکا،

زوال حکومت کے بعد اس نے مطمئن شہری زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا تھا، لیکن یہ سکون واطمینان بھی اس کے مقدر میں نہ تھا، اگر وہ اپنی املاک وجائداد کا معاوضہ لیکر یا ان کا کوئی معقول انتظام کرکے اندلس سے باہر نکل جاتا، تو شاید عبد الرحمن کو اس کے سر کی ضرورت نہ ہوتی، لیکن اس نے قرطبہ میں قیام رکھنے کی شرط پر صلح کرلی، اور آخری نتائج بھی بہت جلد اس کے سامنے آگئے، اور اس کی اور اس کی اولاد، اور اس کے عزیز دوست صمیل کی زندگیوں کے خاتمہ پر اس برگشتہ قسمت امیر اندلس کے سوانح حیات کا خاتمہ ہوا، اور ابوالاسود کے ہاتھوں میں اس بجھتے ہوئے چراغ کی آخری لو بھی بجھ گئی، اور ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئی، اور مضبوط بنیادوں پر اندلس میں چند صدیوں کیلئے خاندان امویہ کی مستحکم سلطنت قائم ہوگئی،

ولایات کا استخلاص | عبد الرحمن نے استحکام حکومت کے بعد ولایتوں پر خاص طور پر توجہ کی، یوسف وصمیل کے بعد اب طلیطلہ کے علاقہ میں بھی اس کا کوئی کھلا ہوا مخالف موجود نہ تھا، چنانچہ اس نے اس علاقہ کو زیر اقتدار لانے کیلئے اسی مقام کے ایک صاحب اثر [illegible] حسین بن یحیٰ کو جو حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھا، اس صوبہ کا والی بنایا، اس نے آگے چل کر بڑی اہمیت حاصل کی، جیسا کہ تفصیل سے آگے آئے گا، جب بغاوتوں کی ابتدا ہوئی تو اس نے سرقسطہ کو اپنا مرکز بنا کر ایک زمانہ دراز تک اچھا

قبضہ قائم رکھا، اسی کے ساتھ دور افتادہ صوبہ اربونہ (ناربون) کو عبدالرحمن بن عقبہ کی ولایت میں دیدیا، اور اس کا علاقہ اربونہ سے طرطونہ تک قرار دیا، جس میں جزندہ، برشلونہ، اور طرکونہ وغیرہ داخل تھے، اس طرح اسلامی اندلس کا چپہ چپہ عبدالرحمن کے حیطۂ اقتدار میں داخل ہو گیا۔

بغاوتوں کی ابتدا

عبدالرحمن نے صرف ۶، ۷ مہینوں کی تگ و دو میں اندلس میں اپنی عظیم الشان سلطنت قائم کر لی تھی، اس کی دعوت و تبلیغ اس تیزی سے آگے بڑھی کہ اس کے درمیان میں کسی کو سنجیدگی سے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا، حالانکہ اس وقت بھی اندلس میں بیشمار قبائلی اختلافات موجود تھے، سب سے پہلی مرتبہ جیسا کہ اوپر گذر، یمنی جماعت کے جنرل ابو الصباح کی آنکھیں کھلیں، یوسف کے شکست کھا جانے کے بعد ایک وسوسہ اس کے دل میں پیدا ہوا تھا جس کو اس نے اپنے ایک یمنی دوست ثعلبہ کے سامنے ظاہر کر دیا، لیکن بعض جماعتوں کی مخالفت کے باعث یہ تحریک آگے نہ بڑھ سکی، اور بات وہیں پر ختم ہو گئی،

لیکن یہ خبر کسی طرح عبدالرحمن کے کانوں میں پہونچ گئی، اس نے ثعلبہ کو بلا بھیجا، اور حلف دیکر اس سے واقعہ پوچھا، اس نے سچی بات بیان کر دی، عبدالرحمن نے اس تلخ گھونٹ کو اس وقت خاموشی سے پی لیا، اور دل میں اس کو چھپائے رکھا، اپنے موالی کی جماعت کو اپنے قریب کر لیا، با ایں ہمہ ابو الصباح نے عبدالرحمن کی سلطنت کے قیام کے سلسلہ میں اہم خدمات انجام دی تھیں اس لئے عبدالرحمن کے دل میں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی، اشبیلیہ کی بڑی ولایت اس کے سپرد تھی، اپنے عہدہ پر قائم رہا، وہ عبدالرحمن کے ظاہری برتاؤ میں کوئی فرق نہیں آنے پایا، لیکن جب اس کو دوسری طرف کچھ اطمینان ہوا تو اس کے

---

۱ افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳۰

انتقام کا جذبہ بیدار ہوا اور اس نے ابوالصباح کو اشبیلیہ کی ولایت سے معزول کردیا، اور جیسا کہ اوپر گذرا عبدالملک مروانی اس عہدہ پہ مامور کیا گیا،

ابوالصباح کے واقعہ عزل سے اندلس مین خوابیدہ فتنہ جاگ اٹھا، یمانی جماعت اس سے برگشتہ ہوگئی، پھر بنوامیہ اور ان کے موالی کو یہان رفتہ رفتہ جو اعزاز حاصل ہوتا گیا، ان کے منصبون مین جو ترقیان ہوئی تھین ان کی دولت وثروت اور جاگیرون مین جو اضافہ ہوتا گیا، اسی کے بالمقابل مختلف عرب وبربر قبائل کے معززین اپنے منصبون سے برطرف، جاگیرون سے دستبردار اور اپنے عالیشان محلون سے بے دخل کئے گئے، اس کے نتیجہ مین بے اطمینانی پھیلی اور اس کا پہلا مظاہرہ یوسف کی نوجکشی کی صورت مین دکھائی دیا جب کہ بیس ہزار سپاہی اس کے علم کے نیچے جمع ہوگئے تھے،

یوسف کی شکست کے بعد یہ لوگ ملک کے مختلف گوشون مین پھیل گئے اور ان مین کے معززین مین سے جس کو جہان موقع ملتا، وہ جماعت اکٹھا کرکے بغاوت کا علم بلند کردیتا، اور کسی شہر یا قلعہ پر قبضہ کرلیتا، عبدالرحمن فوج لیکر آتا اور بغاوت فرو کرتا، ان بغاوتون کا سلسلہ یوسف کے قتل کئے جانے کے سوا سال کے بعد شروع ہوگیا،

یوسف اور صمیل کی زندگیون کے ختم ہوجانے کے بعد عبدالرحمن نے کبھی بے خوفی سے قدم بڑھائے، اب بنوامیہ، موالی بنوامیہ اور ان کے ہمدردون پر مشتمل ایک مستحکم فوج اندلس مین تیار ہوچکی تھی، رفتہ رفتہ اس کے گرد وپیش سے وہ لوگ بھی علیحدہ ہونے لگے جو قیام حکومت مین اس کے دست راست تھے، اور جن کی کوششین اور ہمدردیان اگر ابتداءً اس کو حاصل نہ ہوئی ہوتین تو یہان اس کی کامیابی کا امکان تک پیدا نہ ہوسکتا تھا، ان اساطین مین ابوعثمان، عبداللہ بن خالد، تمام بن علقمہ اور ابوالصباح یمانی خاص طور پر ذکر کے قابل

ہین، چنانچہ ان مین سے ابو الصباح کو اشبیلیہ کی ولایت سے معزول کرنے کے بعد اس پر بعض الزامات لگا کر قتل کرا دیا، اس کے واقعۂ قتل سے یمانی جماعت پورے طور پر اس کے ہاتھون سے نکل گئی، عبد اللہ بن خالد بھی ولایت کے عہدہ سے معزول کیا گیا، اس کے بعد اس نے سیاسیات سے کنارہ کشی اختیار کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی، اسی طرح رفتہ رفتہ اس کے اردگرد کا ہر جان نثار یا تو خود علیحدہ ہو گیا، یا عبد الرحمن نے علیحدہ کیا، یا عبد الرحمن یا اس کے ولیعہد کے ہاتھون تہ تیغ ہوا،

اندلس کے ان اکابر سے عبد الرحمن کے اعتماد کے اٹھ جانے سے قدرتی طور پر ان کے دلون مین بھی اطاعت کا جذبہ باقی نہین رہا، اور ان مین سے بیشتر لوگون نے رفتہ رفتہ مخالفانہ سرگرمیون حصہ لینا شروع کیا، پھر اندلس مین بار بار بغاوتین پھیلنے سے بنو عباس کو بھی ادھر نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا موقع ملا، اور چند دنون کے لئے یہان عباسی دعوت کا بھی علم سر سے بلند ہوا، اور اس فضا سے اندلس مین ایسا ماحول پیدا ہو گیا کہ عبد الرحمن کو اپنی تمام عمر انہی بغاوتون کے استیصال اور قیام امن کی کوششون مین گذارنی پڑی، اور اس کے مرنے سے پہلے تک ان بغاوتون کا سلسلہ موقوف نہ ہو سکا،

ان بغاوتون کا مختصر حال ذیل مین درج کیا جاتا ہے،

جنوبی اندلس مین بغاوت یوسف کے قتل کے بعد سب سے پہلے علم بغاوت ۱۴۳ھ مین ارزق ابن نعمان غسانی نے باجہ مین بلند کیا، یہان سے ایک فوج لیکر یہ شذونہ پہونچا، اہل شہر نے اطاعت قبول کر لی، اس کے بعد اشبیلیہ آیا، یہان یوسف کے ہمنواؤن کی جماعت موجود تھی، شہر کے پھاٹک کھول دیئے گئے، اور اس پر بھی قبضہ ہو گیا، اس طرح جنوبی اندلس کا ایک بڑا حصہ اس کے اقتدار مین داخل ہو گیا،

عبد الرحمن بڑی عجلت سے اس بغاوت کو فرو کرنے کیلئے خود فوج لیکر آیا، اور اشبیلیہ کا محاصرہ کر لیا شہر والے محاصرہ سے پریشان ہو گئے، عبد الرحمن نے ان کے سامنے غیاث کے حوالہ کرنے کی شرط پیش کی، ان لوگون نے اس شرط کو قبول کر کے رزق کو اس کے حوالہ کر دیا، عبد الرحمن نے اس کو قتل کرا دیا، اور شہر والون کو امن دیکر واپس چلا گیا[1]

طلیطلہ مین بغاوت | اس کے ایک سال کے بعد ۱۴۷ھ مین ہشام بن عروہ فہری نے طلیطلہ مین بغاوت کی، اس کیساتھ بعض ممتاز عمائد حیات بن ولید تجیبی اور عمری وغیرہ تھے، عبد الرحمن نے طلیطلہ پر بھی فوجکشی کی، اور اس کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ کی سختیان زیادہ بڑھین تو اس نے اطاعت قبول کرنی چاہی، عبد الرحمن نے اس کے لڑکے کو یرغمال لیکر اس کو امان دیدی، عبد الرحمن کے پیٹھ پھیرتے ہی اس نے پھر سرکشی اختیار کر لی، عبد الرحمن دوبارہ فوج لیکر آیا، اور اس کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی، جب اس کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اس کے اس لڑکے کو جو اس کے پاس مقید تھا قتل کرا دیا، اور اس کے سر کو منجنیق مین ڈال کر شہر مین پھینکوا دیا، اور اس سال محاصرہ اٹھا کر واپس لوٹ آیا، اور طلیطلہ چند سالون کے لئے بغاوتون کا مرکز بن گیا[2]

عباسی دعوت | جیسا کہ اوپر گذرا عبد الرحمن نے فتح قرطبہ کے بعد اندلس کی مسجدون مین منصور کا خطبہ جاری کر دیا تھا، اسطرح عباسی خلافت کی سیادت تسلیم کر لی تھی، مگر عبد الملک [illegible] اندلس مین آکر اس رسم کے بند کرنے کا مشورہ دیا، عبد الرحمن نے مخالفت کی، لیکن عبد الملک نے اصرار سے کہا کہ وہ لوگ اس کے خاندان پر جو ستم ڈھا چکے ہین، اس کے بعد ابھی روا داری کی [illegible] گنجائش نہین ہے، چنانچہ عبد الرحمن نے اس کا مشورہ قبول کر کے المنصور عباسی کا نام خطبہ سے خارج کر دیا، اور اندلس کی حکومت کو ایک آزاد حکومت کی حیثیت دیدی، اور اپنے لئے [illegible]

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۹۰ مجموعہ اخبار ص ۱۰۰ [2] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۱

"امیر" کا لقب اختیار کیا،

عبد الرحمٰن کا یہ طرزِ عمل قدرتی طور پر خلیفہ عباسی المنصور کو ناگوار گذرا، اس لئے جب اس کو مشرقی معاملات سے یکسوئی حاصل ہوئی تو اس نے اندلس کی طرف توجہ کی، اس زمانہ مین اندلس مین بغاوتون کے آثار نمایان تھے، المنصور نے اس موقع کو غنیمت جانا، اور اپنے ایک معتمد علاء بن مغیث یحصبی کو جو افریقہ کے ممتاز قائدین مین سے تھا، اندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی، اس نے آمادگی ظاہر کی تو المنصور نے پوچھا کہ مشرق سے فوج بھیجنے کی بھی ضرورت ہے یا وہان فراہم ہو جائیگی، علاء نے اطمینان دلایا کہ سارے کام یہان انجام پا جائین گے، یہان ہے صرف عباسی علم اور فرمان ولایت بھیج دیا جائے، چنانچہ المنصور کا قاصد خلعت، فرمان ولایت اور سیاہ علم لیکر علاء کے پاس آگیا،

علاء ان دنون افریقہ مین مقیم تھا وہان سے ۱۴۶ھ مین اپنے وطن مغربی اندلس کے مشہور شہر باجہ مین آیا[1]، اس نے باجہ مین سیاہ عباسی علم بلند کیا، خود سیاہ کپڑے پہنے اور اپنی جماعت کا نشان سیاہ لباس قرار دیا، اور ابو جعفر المنصور کے لئے بیعت لینی شروع کی، اس کا ساتھ دینے کیلئے ایک کثیر خلقت اس کی طرف امنڈ آئی، اور پورے اندلس مین عباسی دعوت کی تائید و حمایت کا جذبہ جوش و خروش سے پیدا ہو گیا، اندلس کی مسجدون مین خلیفہ کیلئے دعا کی گئی، اور عبد الرحمٰن

---

[1] مؤرخین کے بیانون مین اختلاف ہے، بعض لوگون نے لکھا ہے کہ یہ افریقہ سے آیا تھا، اور باجہ مین بغاوت کا آغاز کیا تھا، اور بعض روایتون مین ہے کہ یہ باجہ ہی کا باشندہ تھا، او یہین فرمان خلافت و علم آیا، اول الذکر روایت ابن عذاری، ابن اثیر، ابن خلدون اور مقری کی ہے، مؤخر الذکر بیان ابن القوطیہ کا ہے، اول الذکر روایت نظر انداز کرنے کے لائق نہین، مؤخر الذکر بیان بھی اس لحاظ سے قرین قیاس ہے کہ کسی اجنبی کا کسی مقام پر آکر اسقدر جلد کامیاب ہونا دشوار ہوتا، اس لئے ہم نے تطبیق کی وہ صورت اختیار کی جو متن مین درج ہے،

کو خلافت کا باغی قرار دیکر اس کو غاصب و مرتد کے لقب سے یاد کیا گیا، یہ تبلیغی کوشش کامیاب ہوئیں
اور ہر طرف سے لوگ سیاہ کپڑوں میں ملبوس ہو کر اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے، عبد الرحمن نے
نگاہ اٹھائی تو بجز امویوں اور موالی بنوامیہ کے قریب قریب تر لوگ اس کے گرد سے اٹھ کر عباسی
علم کے نیچے جمع ہو گئے تھے، اور جو باقی تھے ان کے دلوں کا حال بھی معلوم نہ تھا، اور ایسا ماحول
پیدا ہو چکا تھا کہ نہ صرف اس کی نوخیز سلطنت کے قیام و بربادی کا سوال تھا، بلکہ اس کی اور
اس کے اعوان و انصار کی موت و حیات کی گھڑی آ پہنچی تھی، چنانچہ وہ اپنے معتمد ترین موالی
اور مخصوص جان نثاروں کو ساتھ لیکر قرطبہ سے باہر نکلا،

دوسری طرف علاء کا رخ باجہ سے جنوبی اندلس کی طرف تھا، باجہ میں اہل مصر آباد تھے
وہ سب کے سب اس کے علم کے نیچے جمع ہو چکے تھے، پھر مختلف شہروں کے عرب برابر اپنے
اپنے سرداروں کیساتھ آرہے تھے، چنانچہ واسط بن مغیث طائی، اور امیہ بن قطن فہری اس کے
اہم مددگاروں میں تھے، علاء باجہ سے اشبیلیہ آیا، یہاں یمانی جماعت نے پوری ہمنوائی کی،
اور وہ اس فوج میں شریک ہو گئے، یمانیہ کی شرکت کے بعد امیہ بن قطن فہری کی طرف سے
بدگمانی پیدا ہوئی، چنانچہ اس کو اشبیلیہ میں گرفتار کر کے قید کر دیا گیا،

عبد الرحمن اپنی جماعت کے ساتھ اشبیلیہ کے نواح میں ایک قلعہ رعواق میں اترا،
یہاں معلوم ہوا کہ غیاث بن علقمہ لخمی شذونہ سے فوج لیکر... علاء کے پاس جا رہا ہے،
عبد الرحمن نے بدر کی سرکردگی میں اس کو روکنے کیلئے فوج کا ایک دستہ بھیجا، وادی ابرہ و
نہر کبیر کے درمیان دوآبہ میں اس نے اس کا راستہ روک دیا، بدر نے لشکر سے مقابلہ کرنے کے بجائے
نامہ و پیام شروع کیا، اور اس نے غیاث کو ہموار کر کے شذونہ لوٹ جانے پر آمادہ کر لیا، چنانچہ
اُدھر غیاث نے پیٹھ پھیری، اور ادھر بدر قلعہ رعواق چلا آیا،

اس کے بعد عبد الرحمن کو علا کے قرمونہ کی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی عبد الرحمن نے
بدر سے کہا اس وقت سب سے اہم ضرورت قرمونہ مین داخل ہوجانا ہے پوری تیزی سے ادھر بڑھ
جائیے اور راتون رات پہونچکر قرمونہ کے دروازہ پر اپنے خیمے نصب کر دے اور قرمونہ والون مین
سے اشاعت کرنے والون کو اپنے علم کے نیچے لے آئیے یہان تک کہ مین خود لشکر لیکر آجاؤن
چنانچہ بدر تھوڑے سے سوارون کیساتھ قرمونہ پہنچ گیا اور دروازے پر اپنے خیمے نصب کر دیئے
علا کے لشکر نے یہان پہونچکر شاہی خیمے نصب دیکھے تو میدان ہی مین ٹھہر گیا اس اثنا
مین عبد الرحمن لشکر لیکر آگیا گھوڑون کی ٹاپ کی آواز سے نئی کمک کے آنے کا حال انھین معلوم
ہوا عبد الرحمن کیلئے قرمونہ کے پھاٹک کھلے ہوئے تھے وہ باطمینان اس شہر مین داخل ہوکر
محصور ہوگیا،

قرمونہ بلندی پر آباد تھا اور یہ قدیم زمانہ سے ناقابل فتح سمجھا جاتا تھا عبد الرحمن نے
اس قلعہ کا انتخاب بڑی دانشمندی سے کیا تھا، علا نے اپنی ٹڈی دل فوج سے اس کا شدت
سے محاصرہ کرلیا تقریباً دو مہینے محاصرہ کی حالت مین گذر گئے اور عبد الرحمن پر دسترس حاصل
کرنا کسی طرح ممکن نہ ہوسکا بلکہ رفتہ رفتہ حملہ آورون مین بددلی پیدا ہونا شروع ہوئی اور فوج
مین رسد کی کمی ہو پڑی چنانچہ کچھ لوگ آنکھین بچاکر اپنے گھرون کو لوٹ گئے اور کچھ لوگون نے
کھانے اور پینے کی تکلیف کا عذر کرکے علا سے رخصت حاصل کی اس طرح حملہ آورون
مین انتشار پیدا ہوگیا اور اب عبد الرحمن کے اقدام کا وقت آپہونچا تھا اس کے ساتھ قلعہ مین
صرف سات سو سوار تھے اس نے قرمونہ کے ایک پھاٹک پر جو اشبیلیہ کی طرف کھلتا تھا،
اور باب اشبیلیہ کہلاتا تھا، آگ جلوائی پھر اپنے سپاہیون کو تلوارین بے نیام کرنے کا حکم دیا
اور سب نیامین اس آگ مین جھونک دی گئین اس کے بعد یہ جماعت مرنے یا مارنے کا

عہد کر کے ننگی تلواریں ہاتھ میں لیکر نکلی اور شبخون مار کر جوش و خروش سے محاصرین پہ ٹوٹ پڑی، اور بڑی ہی خونریز لڑائی ہوئی، علاء کے ساتھیوں کے دل ٹوٹ چکے تھے وہ ایسے بے جگرانہ حملہ کی تاب نہ لاسکے اور ان کے قدم اکھڑ گئے، سات ہزار عباسی اس لڑائی میں کام آئے جن میں بڑے بڑے قائدین بھی تھے اور خود علاء بھی میدان جنگ میں کام آگیا،

امیر عبد الرحمن کا تحفہ المنصور کیلئے

عبد الرحمن کی اس فتح سے اندلس میں اموی حکومت کی بنیاد چار سو برس کیلئے مستحکم ہو گئی، اس نے فتحیابی کے بعد سالار لشکر علاء اور اس کی فوج کے چیدہ افسروں کے سر کاٹے اور ان میں نمک اور کافور بھرا، نشان و علم پر قبضہ کیا، وہ فرمان ولایت بھی ہاتھ آگیا، جو المنصور کی طرف سے علاء کے پاس آیا تھا، اور سپاہیوں کے جسم سے سیاہ کپڑے اتارے اس کے بعد اس نے مقتولین کے سروں میں کافور اور نمک بھرا، اور ان کے کانوں میں چھید کر ہر ایک کے نام و نشان کا پرچہ بندھوایا، اور ایک تھیلے میں علاء اور اس کے ممتاز ساتھیوں کے سر، المنصور کا وہ فرمان جو علاء کے نام آیا تھا اور عباسی علم اور سیاہ کپڑے بھروائے، اور اسی طرح دوسرے تھیلے میں چیدہ افسروں کے سر اور سیاہ کپڑے رکھوائے، اور پھر ایسے دو آدمیوں کو جو ان میں سے پہلے تھیلے کو مکہ کی گلی میں اور دوسرے کو قیروان کی گلی میں ڈال دیں بڑا انعام دینے کا اعلان کیا، چنانچہ دو جانباز اس خدمت کیلئے مل گئے، ان میں سے ایک نے ایک تھیلا قیروان کی گلی میں ڈال دیا، اور قیروان کے ارباب حکومت نے اس عبرتناک تماشہ کو دیکھا، اور دوسرا تھیلا مکہ معظمہ کی گلی میں جہاں اس زمانہ میں المنصور بھی حج کیلئے گیا تھا اس کے سراپردہ کے پاس بڑی جرات سے ڈال دیا گیا، اگر ان کی نظر پڑی تو اس تھیلے کو المنصور کے پاس لیگئے اس نے علاء کے سر کو دیکھ کر کہا "ہم نے اس مسکین کو بے یار و مددگار قتل ہونے کیلئے بھیجدیا" پھر چلا کر کہا،

یہ انسان نہیں کسی شیطان کا کام ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے اور ایسے دشمن کے درمیان سمندر حائل کر دیا
اس کے بعد اس نے اس سمندر کے عبور کرنے کا کبھی حوصلہ نہیں کیا[1]،

اس کے بعد عبد الرحمن نے اندلس کے ان سرکشوں کی گوشمالی کی فکر کی، جنھوں نے عباسی لشکر کا ساتھ دیا تھا، اسے آسانیاں بہم پہنچائی تھیں، اور اس وقت بھی اپنی بغاوتوں پر قائم تھے، اس سلسلہ میں بغاوتوں اور ان کے استیصال کا سلسلہ سالہا سال تک قائم رہا، چنانچہ طلیطلہ، لبلہ، اشبیلیہ، قلعہ رعواق، شذونہ، کورہ جیان، باجہ، شنت بریہ، قلعہ قطران، سرقسطہ وغیرہ اہم مقامات میں یکے بعد دیگرے زور و شور سے بغاوتیں پھیلیں، عبد الرحمن اگر ایک طرف آگ بجھاتا تو دوسری طرف سلگ جاتی، اور اس طریقہ سے گویا سارے اندلس میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی

اس موقعہ پر اگر اموی خاندان اپنے خاندانی شرف و عزت کے لئے جان پر کھیل نہ جاتا تو اسی وقت سے بنو امیہ کا نام و نشان صفحۂ وجود سے مٹ جاتا، لیکن امویوں نے شاہی و غیر شاہی خاندان کی تفریق کئے بغیر بڑی جوانمردی، ایثار اور ہمت سے کام لیا، اور ہمہ تن مستعد ہو کر آتش بغاوت فرو کی، جس کا سلسلہ کم و بیش ۱۴۰ھ سے ۱۶۰ھ تک قائم رہا، بلکہ اسی اثنا میں مخالفین نے بعض اموی شاہزادوں کو بھی اپنی سازش میں لینا چاہا، اور انھیں سپر بنا کر خروج کرنا چاہا، مگر عبد الرحمن اپنی ہوشمندی سے ان تمام مشکلات پر غالب آتا گیا،

طلیطلہ | طلیطلہ میں ۱۴۴ھ میں بغاوت اٹھ چکی تھی، اور عبد الرحمن دو مرتبہ فوجکشی کر چکا تھا، عباسی لشکر کو منتشر کرنے کے بعد اس نے ۱۴۷ھ میں اپنی مہم کا یہیں سے آغاز کیا، چنانچہ وہ قرطبہ لوٹ آیا اور بڑی فوج دیکر بدر اور تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کے سر کرنے کے لئے بھیجا، تمام[2]

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۱، ابن القوطیہ ص ۳۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۴۴۳، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲ (اس میں علاء کی فوجکشی کا سنہ بجائے ۱۴۶ھ کے ۱۴۹ھ چھپا ہے جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے) نفح الطیب ج ۲ ص ۶۷،

کی شدت بڑھی تو اہل شہر اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوئے، بدر نے سرکش سرداروں کے حوالہ کردینے کا مطالبہ کیا، چنانچہ ہشام بن عروہ فہری، حیات بن ولید نجیبی اور حمزہ بن عبداللہ بن عمر عمری بدر کے حوالہ کردیئے گئے،

بدر نے ان قیدیوں کو تمام بن علقمہ کی معیت میں قرطبہ بھیجا، اور خود عبد الرحمن کے حکم کے انتظار میں طلیطلہ میں ٹھہر گیا، تمام مقام اوریط تک پہنچا تھا کہ عاصم بن مسلم ثقفی سے ملاقات ہوئی، وہ عبد الرحمن کا بھیجا ہوا قرطبہ سے آرہا تھا، عبد الرحمن نے تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کی ولایت پر مامور کیا تھا، اور بدر کو قرطبہ واپس بلایا تھا، چنانچہ تمام نے ان قیدیوں کو ابن مسلم کے حوالہ کیا، اور طلیطلہ پہنچکر بدر کو قرطبہ بھیج دیا، اور وہاں کی ولایت کی زمام اپنے ہاتھوں میں لے لی،

قیدیوں کو سزائیں | عاصم بن مسلم ان قیدیوں کو لیکر قرطبہ روانہ ہوا، قرطبہ کے قریب ایک گاؤں میں پہنچکر ٹھہر گیا، یہاں پولیس کے ذریعہ موٹے اون کے چند جبے، چند گدھے، اور حجام بلوائے اور ان قیدیوں کے سر اور ڈاڑھی کے بال منڈوائے، اُن کے کپڑے اُتار کر تکلیف دہ موٹے اونی جبے پہنا کر پیروں میں بیڑیاں ڈالیں، اور گدھے پر سوار کرکے اسی ہیئت میں قرطبہ کے بازار سے گذارا، اس کے عبد الرحمن نے ان سب کو قتل کرا کر سولی پر لٹکا دیا،[1]

یمانیوں کا خروج | طلیطلہ کے مغلوب ہونے کے بعد، یمانیوں نے نئے سرے سے زور پکڑا، اس کی ابتدا ایک عجیب واقعہ سے ہوئی، لبلہ میں سعید یحصبی معروف بہ مطری کو سیادت حاصل تھی،

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۱، ۱۰۴، وابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۲۴۶، ابن خلدون میں اس حملہ کا سال ۱۴۹ھ چھپ گیا ہے، ایک روایت یہ مشہور ہے کہ ان لوگوں کو کمبل کی چٹائی بننے والوں سے بنوا دیا تھا، اور اسی تکلیف کے ساتھ بڑی دور سے قرطبہ تک لائے تھے،

اس نے ایک دن نشہ کی حالت میں ان یمانی مقتولین کو یاد کیا، جو علا کی معیت میں قتل کئے
گئے تھے اور جوش میں آکر ایک نیزے میں علم باندھ کر کھڑا کر دیا، نشہ اترا تو اس نے اس علم
کے متعلق دریافت کیا، اس کو نشہ کی حالت میں جو کچھ اس نے کیا تھا، اطلاع دی گئی،
اس نے کہا خبر پھیلنے سے پہلے علم کو کھول دو، مگر خبر پھیل چکی تھی اب اس نے کہا، بغیر کچھ کیے
اب میرا علم نیچا نہیں ہو سکتا، اس کے بعد اس نے یمانیوں کو جنگ کی دعوت دی، پوری
جماعت کے جذبات ابھرے ہوئے تھے، وہ اس کے علم کے گرد جمع ہو گئے، وہ لبلہ سے
کوچ کر کے اشبیلیہ آیا، یہاں امویوں کے خلاف جماعت موجود تھی، اس شہر پر قبضہ کر لیا،
اب اس کی جمعیت میں اضافہ ہو گیا، اطراف و جوانب میں بھی مختلف سرداروں کو ساتھ
دینے کی دعوت بھیجی، مختلف سمتوں سے لوگ اس جنگ میں شریک ہونے کیلئے آنے پر
آمادہ ہو گئے، حالات کی اطلاع عبدالرحمن کو پہنچی، وہ فوج لیکر ادھر آیا، مطری نے اشبیلیہ کو
غیر محفوظ پا کر اس کے قریب کے قلعہ رعواق کو اپنا مامن بنایا، اور ۱۲ ربیع الاول ۱۴۹ھ کو اس
میں قلعہ بند ہو گیا، عبدالرحمن نے یہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا، اس کے ساتھ مختلف سمتوں
میں فوجیں بھیجیں کہ اس کی مدد میں آنے والے لشکروں کو اسی طرف روکا جائے، مطری جو اس
دور کے ممتاز بہادروں میں سمجھا جاتا تھا، وہ اپنے رفیق سالم بن معاویہ کلاعی کے ساتھ
قلعہ سے باہر نکلا، دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا، مطری اور کلاعی دونوں مارے گئے، اس کے
قلعہ والوں نے خلیفہ بن مروان کو اپنا امیر بنا کر مقابلہ کیا، لیکن محاصرہ کی سختیاں ان پر اتنی بڑھیں
بالآخر قلعہ والوں نے امان چاہی، عبدالرحمن نے اس شرط پر امان دی کہ خلیفہ بن مروان
اور اس کے چیدہ چیدہ رفقاء، اور قلعہ کی عمارت اس کے حوالہ کر دی جائے، قلعہ والوں نے
یہ شرط قبول کر لی چنانچہ عبدالرحمن نے خلیفہ اور اس کے رفقاء کو قتل کرا دیا، اور قلعہ کے جنگی

استحکامات توڑ دیئے،

شذونہ کے رئیس غیاث بن علقمہ لخمی نے بھی سطری کی ہمنوائی کی تھی، اموی حکومت سے اس کی برہمی کا واقعہ کوئی راز نہ تھا، عبد الرحمن نے اسی مہم میں اس قضیہ کو بھی چکا دینا مناسب سمجھا، چنانچہ فوج لیکر شذونہ آیا، اور شہر کا محاصرہ سختی سے کر لیا، شہر والوں نے امان چاہی، اس نے چیدہ افسروں کو طلب کیا، وہ حوالہ کر دیئے گئے، وہ انھیں ساتھ لے کر قرطبہ لوٹ آیا،

قرطبہ پہنچنے کے بعد کورۂ جیان سے ایک باغی عبد اللہ بن خراشہ اسدی کے خروج کرنے کی اطلاع ملی، اس کیساتھ بھی یمانیوں کی بڑی تعداد تھی، وہ فوج لیکر قرطبہ پر چڑھائی کرنے کے لئے آیا، اُدھر سے عبد الرحمن نے لشکر بھیجا، جس نے اس کی جمعیت کو منتشر کر دیا، ابن خراشہ نے امان طلب کی، عبد الرحمن نے امان دی، اس کے بعد اس نے کبھی غداری نہیں کی،

اس کے بعد ۱۵۰ھ میں ایک دوسرے قائد غیاث بن مسیر اسدی نے خروج کیا، باجہ کے شاہی عامل نے اس کی بغاوت فرو کرنے کیلئے فوجکشی کی، یہ جمعیت بھی منتشر ہو گئی، اور غیاث جان سے مارا گیا، عامل نے اس کا سر کاٹ کر عبد الرحمن کے پاس قرطبہ بھیج دیا،

اس کے بعد چند دنوں کے لئے ان مخالفین کی سرگرمیوں کی جانب سے کسو ئی حاصل ہو

حکومت کا ایک نیا دعویدار | اس کے بعد ۱۵۱ھ میں مشرقی اندلس [illegible]

تک یہ بربری جماعت عبد الرحمن کے مقابلہ میں نہیں آئی تھی، قبیلہ مکناسہ کا ایک شخص

؎ ابن اثیر ج ۵ ص ۴۹۴، و ۵۰۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲، ۱۲۳، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۰، ابن خلدون میں ابن خراشہ کا نام عبد اللہ کے بجائے عبد الرحمن چھپا ہے اور غیاث بن مسیر کا [illegible] سہو ہے،

عبد اللہ یا سفیان بن عبد الواحد معروف بہ شقنا، معلمی کی خدمت انجام دیتا تھا، اس کی ماں کا نام فاطمہ تھا، اس نسبت سے اپنے کو اس نے ابن فاطمہ مشہور کیا، پھر عربی نسبت اختیار کر کے "فاطمی" کہا جانے لگا، پھر اس نے آل رسول میں ہونے کا دعویٰ کیا اور تخت اندلس کا دعویدار بن بیٹھا، بربر فاطمی دعاۃ کی تبلیغ سے آل رسول کا بڑا احترام کرتے تھے وہ شقنا کی پھیلائی ہوئی غلطی فہمی کے شکار ہوئے، اور بڑی تعداد میں اس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے، وہ شنت بریہ میں مقیم تھا، یہیں اس نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا،

عبد الرحمن کو خبر ملی تو اس نے اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو جسے ۱۴۷ھ میں اس نے شام سے بلوایا تھا، قرطبہ میں اپنا جانشین بنایا، اور فوج لیکر شنت بریہ آیا، یہ شہر صوبہ طلیطلہ میں پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا، پہاڑیوں میں بیشمار خفیہ درے اور راستے تھے، شقنا شاہی لشکر کی خبر سنتے ہی پہاڑو پر چڑھ کر دروں میں روپوش ہو گیا، عبد الرحمن نے کچھ دنوں انتظار کیا، یہ لوگ پہاڑیوں سے اترتے شاہی لشکر تعاقب کرتا، اور یہ پھر دروں میں گھس جاتے ان پہاڑیوں پر چڑھ کر تعاقب کرنا، اور آسان اور خطروں سے خالی نہ تھا، مجبوراً عبد الرحمن اس معاملہ کو اس علاقہ کے والی کے سپرد کر کے قرطبہ واپس چلا آیا،

شقنا کی یہ بغاوت کامل نو برس تک قائم رہی، اس زمانہ میں طلیطلہ کا والی حبیب بن عبد الملک تھا، اس نے ایک قائد سلیمان بن مروان کو جو حضرت عثمانؓ کی اولاد میں سے تھا، اس کے مقابلہ کے لئے ایک فوج دیکر مامور کر دیا، لیکن شقنا نے سلیمان کو آسانی سے مغلوب کر لیا، اور اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا، اور شنت بریہ میں دوبارہ داخل ہو گیا، اب اس کا حوصلہ بڑھ چکا تھا، اس نے اندلس کے ایک اہم شہر قوریہ پر تاخت کی جہاں بربروں کی آبادی غالب تھی، وہ لوگ بھی اس کے ہمنوا ہو گئے، اور اس نے نواح قوریہ پر قبضہ کر لیا، لیکن

شہر پر اموی عامل قابض رہا، اس کے بعد یہ لوٹ آیا اور شہر پر دوبارہ اموی عامل کا قبضہ ہوگیا،

عبدالرحمٰن کو یہ حالات معلوم ہوئے تو ۱۵۲ھ (۷۶۹ء) میں وہ دوبارہ اس کی سرکوبی کیلئے آیا، مگر کامیابی نہیں ہوئی، پھر ۱۵۳ھ میں بدر کی سرکردگی میں فوج بھیجی اب وہ شبطران میں جو اسی نواح میں ایک مستحکم قلعہ تھا، مقیم تھا، بدر نے یہاں پہنچکر اس قلعہ کو خالی پایا، وہ فرار ہوچکا تھا اس کے بعد ۱۵۴ھ (۷۷۱ء) میں عبدالرحمٰن نے پھر ناکام فوجکشی کی، پھر ۱۵۵ھ (۷۷۲ء) میں ابوعثمان کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، اس مرتبہ اس نے اس آزمودہ کار اموی قائد کو نیچا دکھایا، اس کی فوج کو اس سے ایسا برگشتہ کیا کہ وہ اپنی جان لیکر فرار ہوگیا، اس لشکر میں جو چند اموی تھے وہ قتل کردیئے گئے، باقی پوری فوج اس کے علم کے نیچے چلی گئی، اس کامیابی کے بعد اس نے اسی سال ۱۵۵ھ (۷۷۲ء) میں انہی اطراف کے ایک قلعہ معروف بہ مدائن پر تاخت کی، اس کے اموی عامل کو فریب سے باہر بلاکر قتل کردیا، اور قلعہ پر مع سازوسامان اور اسلحہ کے قبضہ کرلیا، پھر ماردہ کے والی ابوزعبل سالم پر اچانک حملہ کیا اور اس کو قتل کردیا،

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے ۱۵۶ھ (۷۷۳ء) میں پھر قلعہ شبطران کا محاصرہ کیا، مگر وہ چھپ کر پہاڑیوں میں پناہ گزین ہوگیا، اس کے بعد ۱۵۸ھ (۷۷۵ء) میں شہر قوریہ کے باشندوں نے جو اس کی اطاعت قبول کرچکے تھے، اس شہر کے اموی عامل کو گرفتار کرکے شقنا کے سپرد کردیا، اور وہ اس شہر پر قابض ہوگیا، عبدالرحمٰن لشکر لیکر قوریہ پہنچا، مگر وہ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر فرار ہوچکا تھا، عبدالرحمٰن نے قوریہ کے اعیان و معززین کی ایک بڑی جماعت کو گرفتار کرکے تہ تیغ کردیا، پھر ۱۵۹ھ (۷۷۶ء) میں اس نے شنت بریہ پر فوج بھیجی، یہ مہم بھی ناکام رہی، پھر آخری مرتبہ ۱۶۰ھ (۷۷۷ء) میں ابوعثمان اور تمام بن علقمہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، یہ دونوں قلعہ شبطران کا محاصرہ دو مہینے تک کئے رہے، مگر وہ چھپ کر نکل گیا، اسی اثنا میں ابوعثمان نے اپنے بھانجے وجیہ غسانی کو اس کے

پاس سمجھانے بجھانے کے لئے قاصد بنا کر بھیجا اس نے اپنی دعوت غسانی کے سامنے پیش کی، وہ اس سے متاثر ہوا اور دعوت کو قبول کرکے اسی کے پاس رہ گیا، اس کے بعد دونوں فوجوں کا سخت مقابلہ ہوا جس میں شقنا کو کامیابی ہوئی، یہ لوگ فوج لے کر واپس چلے آئے اور شقنا شنتبریہ روانہ ہوا اثنا ے راہ میں ایک گاؤں قریۃ العیون میں قیام کیا، اس وقت اس کا وجود ایک بلاے بے درمان بنا ہوا تھا، فوجکشی پر فوجکشی ہوتی رہی، مگر وہ قبضہ میں نہیں آیا، پورے نو برس اسی طرح گذر گئے، مگر اب اس زندگی سے اس کے رفقاء بھی پریشان ہو چکے تھے، وہ اپنے خچر جس کا نام اس نے "الخلاصہ" رکھا تھا سوار تھا کہ اس کے دو رفیقوں ابو معن داؤد بن ہلال، ابو خزیم کنانہ بن سعد اسود نے تنہائی میں موقع پاکر اس پر قاتلانہ حملہ کیا، پھر اس کا سر کاٹ کر عبد الرحمٰن کی خدمت میں لے آیا، اور عبد الرحمٰن نے ایک کسی طرح قابو میں نہ آنے والے دشمن سے نجات حاصل کی، اس کے مارے جانے کے بعد وجیہ غسانی فرار ہو گیا، اور ساحل البیرہ میں جاکر اترا، اور جمعیت فراہم کرکے علم بغاوت بلند کیا، عبد الرحمٰن نے شہید اور عبدہ وس بن ابو عثمان کی سرکردگی میں فوج بھیجی، جس نے اس کو عین عید کے دن گرفتار کرکے قتل کر دیا[1]

ابو الصباح کا قتل | جماعت یمانیہ کا رئیس ابو الصباح، اشبیلیہ کی ولایت پر مامور تھا، فتح قرطبہ کے دن اس کی زبان سے جو کچھ نکلا وہ عبد الرحمٰن کے کانوں تک پہنچ چکا تھا اس وقت اس نے اپنی حفاظت کا سامان کر لیا، لیکن ابو الصباح کو نہ چھیڑا، یہ ولایت پر جیسے مامور تھا مامور رہا اس کے بعد اس نے اس کو اس عہدہ سے معزول کر دیا، لیکن یہ خاموش رہا، علاء کی فوجکشی

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۶۳، ۳۶۴ و ج ۶ ص ۲، ۳، ۱۳، ۲۳، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳ نفح الطیب ج ۱ ص ۲۳۷ و بیان المغرب ج ۲ ص ۵۸ (؟)، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱

کسے وقت بھی کسی نوعیت سے اس کی شرکت کا کوئی ثبوت نہیں ملا، لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد اس نے فوج کے لوگوں سے خط و کتابت کر کے ان کو بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا اور عبد الرحمٰن کو اس کی اطلاع ملی، لیکن بعض دوسرے مورخین نے اس کو الزام تراشی سے موسوم کیا ہے، اور اس کے دامن کو کسی باغیانہ تحریک میں ملوث ہونے سے پاک بتایا ہے، بہرحال عبد الرحمٰن نے علاء کے حملہ کو فرو کرنے اور پھر یمانیوں کی قوت کو توڑنے کے بعد اس کو حیلہ سازی سے تمام ابن علقمہ کے ذریعہ قرطبہ میں بلایا، یہ چار سو رفیقوں کیساتھ قرطبہ آیا، عبد الرحمٰن نے قصر حکومت میں اس کو بلوایا، یہاں وہ تنہا تھا، اس نے اس سے تیز گفتگو کی، زجر و توبیخ کے بعد ایک حبشی خادمہ کو جو باندیوں کو آداب و شائستگی سکھانے پر مامور تھی اشارہ کیا، وہ چھپا کر خنجر لائی، اور اس پر وار کیا، ابو الصباح نے اس کو روکنا چاہا، تو محل کے دوسرے نوخیز غلام جو جھرمٹ لگائے کھڑے تھے اس پر ٹوٹ پڑے، اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا،

اس کے قتل کئے جانے کے بعد اس کی لاش کو اونی کمبل میں لپیٹ کر اس مقام سے ہٹا دیا گیا، اور خون کے داغ دھبے صاف کر دیئے گئے، اس کے بعد عبد الرحمٰن نے اپنے وزراء اور معتمدین کو قصر میں طلب کیا، اور ان سے پوچھا کہ میں ابو الصباح کو قتل کرنا چاہتا ہوں کیا رائے ہے؟ لوگوں نے ہمزبان ہو کر اس کی مخالفت کی، کہ قصر کے سامنے چار سو سپاہ اس کی کھڑی ہوئی ہے، شاہی لشکر بغاوتوں کے فرو کرنے کیلئے باہر گیا ہوا ہے، اگر ہنگامہ بڑھا تو اس پر قابو پانا دشوار ہو جائے گا، صرف عبد الملک مروانی نے عبد الرحمٰن کی تائید کی کہ جو کچھ کرنا ہے کر گذرنا چاہیئے، اس وقت عبد الرحمٰن نے اشارہ کیا، ابو الصباح کا سر مجلس میں لایا گیا، کہ وہ پہلے ہی قتل کر چکا ہے، اب یہ اعلان عام کر دو کہ ابو الصباح قصر میں مارا گیا، اس کے رفقاء کے لئے امن ہے، ان میں سے جس کا جی چاہے امن پسندی سے اپنے شہر کو لوٹ جائے، چنانچہ

نقیب نے آواز لگائی، اموی حکومت کا رعب طاری ہو چکا تھا، کسی میں کوئی آواز اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی، اس کے رفقاء خاموشی سے گردن جھکا کے اپنے شہروں کو لوٹ گئے[1]،

یمانیوں اور امویوں کی خون ریز جنگ

لیکن ابو الصباح کے واقعۂ قتل سے ملک کے یمانی گروہ میں آگ لگ گئی، دوسرے لوگوں میں سے عبد اللہ بن خالد جو قیام حکومت میں عبد الرحمن کا دست راست تھا، اس قدر متاثر ہوا کہ اسی دن سے کنارہ کش ہو کر اپنے گاؤں میں گوشہ نشین ہو گیا، اور یمانیوں میں تو انتقام کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ اندلس میں مسلسل بغاوتوں کا پھر ایک تار بندھ گیا،

چنانچہ حیات بن ملابس رئیس اشبیلیہ اور ابو الصباح کے دو چچا زاد بھائی عبد الغفار ابن حمید یحصبی رئیس لبلہ و عمرو بن طالوت رئیس باجہ اور کلثوم بن یحصب وغیرہ ابو الصباح کے خون کے انتقام میں اٹھ کھڑے ہوئے، اور ان کا پہلا اجتماع اشبیلیہ میں ہوا، عبد الرحمن اس زمانہ میں شقنا کا محاصرہ کئے تھا، سلیمان قرطبہ میں قائم مقام تھا، اس لئے اپنے باپ کو اشبیلیہ کی بغاوت کی اطلاع بھیجی، وہ فوراً قرطبہ واپس آیا، اس کو باغیوں کی کثرت تعداد سے سخت اندیشہ تھا، اس نے قرطبہ میں ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر عبد الملک بن عمر مروانی کو فوج دے کر بھیجا، اور خود اس کے عقب میں کمک کے طور پر فوج لئے ٹھہرا رہا، عبد الملک نے اشبیلیہ کے قریب پہونچکر اپنے بیٹے امیہ کو شہر کے حالات کی جستجو کے لئے ایک دستہ کیساتھ روانہ کیا، وہ اہل شہر کو بیدار پاکر خاموشی سے لوٹ آیا، عبد الملک نے اس کی واپسی کو اس کی بزدلی پر محمول کیا، اور جوش غضب میں اپنے جگر گوشہ کا کام تمام کر دیا، اس کے بعد اس نے اپنے خاص قبائل اور خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے جوش و خروش

(اندلس)

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳

سے کہا کہ

"ہم لوگ مشرق سے اٹھا کر مغرب میں پھینک دیئے گئے ہیں، مگر لوگ اس پر بھی حسد کرتے ہیں کہ یہ لقمہ بھی ہمارے ہاتھوں میں باقی نہ رہے، تلوار کی نیامیں توڑ ڈالو، یہیں موت ہے یا فتح و نصرت"

یمانیوں نے جیسے جوش و خروش سے یہ علم اٹھایا تھا، عبدالملک نے اسی طرح کی قبائلی عصبیت، اور جوش و ولولہ اپنے لشکر میں بھی پیدا کر دیا، لوگوں نے واقعی اپنی نیامیں توڑ کر پھینک دیں، یمانی لشکر سامنے صف بستہ موجود تھا، اس پر بے جگری سے ٹوٹ پڑے، اور بڑی خون ریز لڑائی ہوئی، آخر یمانیوں کے قدم اکھڑ گئے، اور تھوڑی دیر میں مطلع صاف ہو گیا، اس جنگ میں بہت سے یمانی مارے گئے، لیکن قائدین لشکر ہاتھ نہ آسکے، لیکن ادھر عبدالملک زخموں سے چور ہو گیا، اسی حال میں اپنے خیمہ میں واپس لایا گیا، عبدالرحمٰن کو اس کی اطلاع ملی، وہ اسی وقت عبدالملک کی عیادت کیلئے دوڑا آیا، اس کے زخموں سے خون جاری تھا، دوسری طرف تلوار سے بھی خون کے قطرے ٹپک رہے تھے، اور تلوار اس کے ہاتھ میں جم کر رہ گئی تھی،

عبدالرحمٰن اس منظر کو دیکھ کر بیحد متاثر ہوا، اور وفور محبت میں اس کی پیشانی چوم لی، اور تبریک و تہنیت کے ساتھ اس کے خدمات کے اعتراف میں اس سے کہا "

"میں نے اپنے لڑکے اور ولیعہد ہشام کو تمہاری فلاں لڑکی کے حبالۂ عقد میں دیا، اور اس لڑکی کو جہیز میں یہ دیا، اور یہ دیا، اور تمہارے، اور تمہاری دوسری اولاد کو یہ اور یہ جاگیریں دیں، اور تمہیں وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا"

یمانیوں کی صف آرائی | اس کے بعد دوسرے سال ۱۵۵ھ میں بھی تاہرت میں عبدالغفار

ابن حمید، عمرو بن طالوت، کلثوم بن یحصب اور حیات بن ملامس نے بڑے پیمانہ پر فوجی تیاری کی،
اس مرتبہ بھائیون کے پہلو بہ پہلو قبائل بربر بھی تھے، فوج لیکر قرطبہ کی طرف بڑھے عبد الرحمٰن
عباسیون کی جارحانہ کاروائیون کو روکنے کیلئے سرحد پر گیا ہوا تھا، قصر قرطبہ مین شہید جو
وزارت کے عہدہ پر مامور تھا، اس کی نیابت کر رہا تھا، شہید نے باغیون کے اجتماع کی
خبر بھیجی وہ قرطبہ لوٹ کر آیا، اور رصافہ مین چند گھنٹون کے لئے ٹھرا، شہید نے کہا قصر مین
چل کر رات آرام سے بسر کر لی جائے، عبد الرحمٰن نے جواب دیا کہ ایک شب کی
آرام طلبی کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے، اگر وہ مہم جو سامنے ہے سر نہ کر لی جائے، چنانچہ اسی وقت
وہ فوج لیکر قرطبہ سے روانہ ہو گیا، اس کے لشکر مین قیس ابن یلی بھی تھے، جن مین مہلب کلبی،
ابن خشخاش وغیرہ امتیاز رکھتے تھے، عبد الرحمٰن نے روانگی سے پہلے ان سب کو گرفتار کر کے
قید کرا دیا، اس کے بعد کوچ کا حکم دیا،

ادھر باغیون نے اس کے کوچ کی خبر سن کر صوبہ قرطبہ ہی مین دریائے بیشر[1] کے
کنارے اسی نام کے ایک قلعہ کو اپنی چھاونی بنایا، اور اس کے گرد اگرد خندقین کھود کر
اس کو مستحکم کر لیا، عبد الرحمٰن نے اس قلعہ کے قریب ایک گاؤن بیش کے ایک حصہ مین
جو رکا کنہ کے نام سے موسوم تھا فوج لیکر اترا، پھر صف بستہ ہو کر لڑائی شروع ہو گئی، چند
دنون لڑائی کا سلسلہ جاری رہا،

عربون اور بربرون مین نفاق انگیزی

عبد الرحمٰن ایک دن دشمنون کا سراغ لگانے کے لیئے

---

[1] مجموعہ اخبار کے نسخہ مین منصر لکھا ہے، افتتاح اندلس مین "منبس" اور "منبس" ہے، اس کے مترجم نے اشتباہ کے ساتھ Bem Beyus لکھا ہے، جس کو رے بجغرافیہ نویس "بنیار" لکھتے ہین، شریف ادریسی نے اس نام کے قلعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے، غالب گمان ہے کہ یہی قلعہ مقام جنگ تھا،

خود اپنے چند معتمد موالی اور رفقا کو ساتھ لیکر نکلا، اور دشمنون کے لشکر مین بربرون کو اپنی زبان
مین باتین کرتے ہوے سنا، اس علاقہ مین بربرون کی وسیع آبادی تھی، وہ سب کے سب
باغیون کے ساتھ ہوگئے تھے، شاہی لشکر مین بھی مغربی اندلس کے بربری قبائل موجود تھے،

اس نے واپس آکر اپنے بربری موالی بنو قلیع، بنو دانسون اور بنو ہیمون کے سربرآوردہ
لوگون کو بلایا، اور باغی لشکر بربرون کے متعلق ان سے گفتگو کی کہ انھین سمجھایا جائے کہ اگر عرب
غالب آگئے اور موجودہ حکومت کا خاتمہ ہوگیا، تو ان کی حکومت کے زمانہ مین بربرون کا زندہ رہنا
دشوار ہو جائے گا، چنانچہ بنو ہیمون نے ان سے مراسلت کی، پھر وقت طے کرکے رات کی تاریکی
مین یہ لوگ باغی لشکر کے قریب گئے، ان سے بربری زبان مین مفصل گفتگو کی اور انھین باغیون
کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کرلیا، اور اس سازش کو کامیاب بنانے کیلئے دوسرے دن میدان جنگ
کے متعلق بھی چند باتین طے کرلی گئین،

دوسرے دن بربرون نے اپنے عرب ساتھیون سے کہا کہ وہ بغیر گھوڑے کے اچھی
طرح نہین لڑ سکتے ہو، بربرون کو ان کی ناواقفیت رکھی، عرب سوار اپنے گھوڑون سے اتر کر پیادہ
ہوگئے، اور اپنے اپنے گھوڑے بربرون کے سپرد کردیے، جب لڑائی شروع ہوئی تو شاہی
لشکر نے بربری جماعت کی طرف رخ کیا، اور یہ شکست کھا کر پیچھے ہٹنے لگے
بربرون کا پسپا ہونا تھا کہ عربون کے قدم بھی اکھڑ گئے، فوج مین بھگدڑ مچ گئی، پھر بربر سوار اپنے
گھوڑے بڑھاتے ہوئے شاہی لشکر مین چلے آئے، اور عرب پیادہ بڑی بے دردی سے بڑی تعداد
مین قتل کر دئے گئے، چنانچہ بیس ہزار عرب اس لڑائی مین کام آئے، [illegible]
جس کے پیچھے وہ گھوڑا [illegible] ان کے [illegible] ہو رہا تھا
اس ہنگامے کا خاتمہ بربریون کی قوت [illegible]

ملابس وغیرہ لڑائی میں کام آئے، عبد الغفار کسی طرح فرار ہو کر جان بچانے میں کامیاب ہو گیا،
لیکن اس کے بعد اس نے اندلس کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہدیا، وہ مجبور ہو کر کے مشرق میں
چلا آیا، اور یہیں اس نے اپنی باقی زندگی گذار دی،

عبد الرحمٰن اپنے فتح مند لشکر کے ساتھ قرطبہ واپس گیا، اور اس کی فوج کے جو نبس اشبیلی
قید خانہ میں تھے، انھیں قتل کرا دیا، اور دوسری طرف اس نے بربر قبائل اور موالی اور
غلاموں کو پہلے سے زیادہ اپنے قریب اور دار السلطنت کے امور میں شریک کر لیا، اور
اس کی فوج میں اسلحہ سے آراستہ چالیس ہزار سپاہ تیار ہو گئی[1]

چھوٹی چھوٹی چند اور بغاوتیں

اسی زمانہ میں چند اور باغی ملک کے مختلف گوشوں میں تھے، ان
میں سے چند دوسرے بربر قبیلہ ابراہیم بن شجرہ اور برنسی مرداس کی سرکردگی میں جمع ہوئے تھے
جس وقت وجیہ غسانی کی جمعیت منتشر کرنے کیلئے عبدوس کو بھیجا گیا تھا، اسی وقت بدر کو
فوج کا ایک دستہ دے کر ابراہیم بن شجرہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا، چنانچہ بدر نے بھی
ایک لڑائی میں ابراہیم بن شجرہ کو شکست دی، اور وہ قتل کیا گیا،[2]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۴، ۵، ابن القوطیہ ص ۳۱، ۳۲، المجموعہ اخبار ص ۱۰۰، ۱۰۸، ۱۰۹، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲، نفح الطیب ج ۲ ص ۷۸، ۷۹، ۸۰ ۱۵۶ھ کے واقعات کی تفصیل ابن اثیر میں ہے، اور ۱۵۷ھ کی آخر الذکر لڑائی کا صرف اجمالی ذکر ہے، اسی طرح ابن خلدون میں ذکر آیا ہے، ابن القوطیہ اور مجموعہ اخبار میں صرف آخر الذکر لڑائی کے واقعات میں ... ابن اثیر کے اس تفرقہ سے کہ ۱۵۶ھ میں دوسری جنگ ... اور قرائن سے بھی صحیح معلوم ہوتے مجموعہ اخبار میں عبد الغفار کا نام عبد الغافر ہے، ابن القوطیہ نے عبد الغفار کی جنگ میں اس کے قتل کا بھی تذکرہ کیا ہے، مگر ... (باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۱ پر)

رماحس بن عبد العزیز کنانی جزیرۂ خضرا کا والی تھا، اسی زمانہ میں اس نے بغاوت کی، دوشنبہ کو اس نے اپنی بغاوت کا اعلان کیا، جمعہ کو اس کی خبر قرطبہ پہنچی، پنجشنبہ کے دن عبد الرحمن فوج لیکر روانہ ہوا، ابھی بغاوت کو دس دن بھی نہ گذرے تھے کہ سواروں کی آمد کی خبر ملی، یہ اس وقت حمام میں تھا، وہاں سے نکل کر زنان خانہ میں گیا، اور اہل وعیال کو ساتھ لیکر ایک جہاز پر سوار ہوگیا اور اندلس کی سکونت ہمیشہ کے لئے ترک کرکے ابوجعفر منصور کے پاس بغداد میں چلا آیا، اور یہیں سکونت اختیار کرلی[1]

قائد سلمی کی بغاوت کا واقعہ اس سے زیادہ عجیب ہے، اس کو عبد الرحمن کے دربار میں منزلت حاصل تھی، وہ ایک دن نشہ میں مست تھا، رات گئے قرطبہ سے باہر نکلنا چاہا، باب قنطرہ پر آیا، شہر کے دروازے بند ہو چکے تھے، اس نے زبردستی پھاٹک کو کھولنا چاہا، دربان نے مزاحمت کی، اس نے دربان پر تلوار چلادی، حادثہ کی اطلاع پولیس کے افسر اعلیٰ عبدی کو ملی، اس نے اس کی حالت دیکھی، اور اس کو وہاں سے اپنے پاس لے گیا، واقعہ کی تفصیلات عبد الرحمن تک پہنچائی گئیں، صبح ہوئی تو اپنے کئے پر پچھتایا، شرم وندامت اور عبد الرحمن کے خوف سے قرطبہ سے نکل پڑا، طلیطلہ میں حکومت کے مخالفین موجود تھے، یہاں پہنچا، اور جمعیت فراہم کرکے اسی کے قریب ایک قلعہ میں قلعہ بند ہوگیا، عبد الرحمن نے اس کی سرزنش کیلئے حبیب بن عبد الملک قرشی کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں، سلمی نے مبارزت طلبی کی، وہ اندلس کے مشہور شجاعوں میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۰) اس اثیر نے بھی بتلایا ہے کہ وہ جنگ میں مارا نہیں گیا، [1] مجموعۂ اخبار اندلس ص ۱۱۱، ۱۱۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳ [2] نفح الطیب ج ۲ ص ۳۴، نفح الطیب میں رماحس کے بجائے رماحس چھپا ہوا، اور سنہ ۱۴۳ھ کا واقعہ لکھا ہے، یہ صحیح نہیں ہو سکتا، کہ المنصور کا سال وفات اس سے پہلے ہے

گیا جانا۔ ہمراہ شاہی دستہ تھا ۔۔۔ غلام مقابلہ کیلئے گئے [illegible] دوسرے پر ابھا [illegible] کیا دونوں کی لاشیں یہ ۔۔۔ الن بین تذ پشلین ۔۔۔ اس کے قتل کے بعد حبیب بن عبد الملک فوج لیکر واپس آ گیا، یہ واقعہ ۱۵۰ھ میں پیش آیا۔

اموی شاہزادوں کا خروج

اب اندلس میں امویوں کی مشکلات ختم ہو چکی تھی، اموی شاہزادے بھی ناز و نعم سے زندگی گذار رہے تھے اور اموی خانوادے کی نسبت سے عوام میں قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، ان میں اگر عبد الملک مروانی جیسے جان نثار موجود تھے جو اس سلطنت کو عبد الرحمٰن کی شخصی سلطنت کے بجائے اس کو مشرق کی حکومت کے زوال کا بدل تصور کرتے تھے اور دل ہی سے اس کی بنیاد کو مستحکم کرنا چاہتے تھے تو دوسری طرف بعض ایسے نوجوان بھی سامنے آئے جن کے دل میں سلطنت کی ہوس پیدا ہوئی اور ملک کے امتیازات کا بہت بانہ کر کے عبد الرحمٰن کے خلاف خروج کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ اسی سال ۱۵۰ھ میں عبد الرحمٰن کے ایک چچا زاد بھائی یحییٰ بن یزید بن ہشام معروف بہ یزیدی اور اس کے بھتیجے عبید اللہ بن ابان بن معاویہ بن ہشام نے عبد الرحمٰن کی سلطنت کو الٹ دینا چاہا اور [illegible] کے قائدوں میں سے کسی [illegible] اور دوسرے لئے کسی [illegible] پر بغاوت کا علم بلند کر دیا۔[1] [illegible] بن ابو عثمان [illegible] عبد الرحمٰن [illegible] اور وزارت کے عہدہ پر سرفراز تھا خاص بلکہ کہا جاتا ہے کہ عبد الرحمٰن کی نظر التفات ابو عثمان [illegible] اس لئے اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے [illegible] کو عبد الرحمٰن کے سامنے [illegible] دوسرے [illegible] سے ازبر دیا۔[2]

[1] [illegible] ۲/۱۹۱ [illegible]

جیشانی، ابن یزید، یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ اس سازش میں شریک تھے، لیکن اتفاق سے عبید اللہ کا
ایک غلام اس سے پھوٹ گیا، وہ رات کے وقت چھپ کر قلعہ سے باہر نکلا اور قرطبہ پہنچکر
قصر حکومت میں آیا، عبد الرحمن ان دنوں وادی شوش میں شکار کیلئے گیا ہوا تھا، بدر یہاں
نائب حاکم تھا، اس نے اس کی اطلاع کیلئے پیغامبر بھیجا، عبد الرحمن نے وہیں سواروں
کے افسر ہولی سماعہ کو اور پیادہ فوج کے افسر عبد الحمید بن غانم کو طلب کیا، اور ان میں سے
اوّل الذکر کو یحییٰ کو اور آخر الذکر کو عبید اللہ کو گرفتار کرنے کے لئے فوج کا ایک ایک
دستہ دے کر بھیجدیا، ان لوگوں نے ابھی تک اپنی تیاریاں مکمل نہیں کی تھیں، چنانچہ آسانی
سے قبضہ میں آگئے، اور قرطبہ لے آئے گئے، اور قید کر دیئے گئے، اس کے بعد ان کے
مددگاروں کو گرفتار کر لیا گیا، جب سب لوگ قبضہ میں آگئے، تو سب کو قتل کرا دیا،
ان کی لاشیں مصافیہ سے جہاں قتل کئے گئے تھے گھسیٹ کر باہر لائی گئیں، اور عبرت
کے لئے بازار میں گھسیٹی گئیں، [1] لوگوں نے کہا ابو عثمان بھی اس سازش میں شریک
تھا، اور اسی کے ہاتھوں میں تمام امور سلطنت کی انجام دہی تھی، عبد الرحمن نے کہا، وہ اس
کا ابو سلمہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ لوگ اس کے متعلق بھی وہی باتیں کہیں، جو بنو عباس کے متعلق

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۹، ۱۱۰، و نفح الطیب ج ۲ ص ۲۲، ۱۰ ان دونوں کے بیانوں میں کچھ فرق ہے،
نفح الطیب میں یحییٰ بن یزید کا نام عبد السلام لکھا ہوا ہے، اور یہ واقعہ سنہ ۱۶۳ھ کا لکھا ہے، صاحب مجموعہ نے
سنہ ۱۵۶ھ کے واقعات میں بیان کیا ہے، یہ بیان قابل ترجیح اس لئے معلوم ہوا کہ واقعہ میں بدر کا قصر میں مقیم
ہونا دکھایا گیا ہے، اور ابن اثیر کی تصریح کے مطابق بدر سنہ ۱۵۶ھ میں معتوب ہو کر قرطبہ سے جلا وطن کیا
جا چکا تھا (ابن اثیر ج ۶ ص ۷) مقریزی نے بدر کے معتوب ہونے کے سال کی تصریح نہیں کی، اس لئے یہ واقعہ
سنہ ۱۵۶ھ کے بعد کا نہیں ہو سکتا، ورنہ واقعہ بلا شبہ تحریر ہوگی،

ابوسلمہ کے بارے میں کہتے ہیں لیکن میں اس کو عنقریب ایسی سزا دوں گا، جو قتل سے زیادہ سنگین ہوگی. چنانچہ اس کے ظاہری مراتب کو برقرار رکھ کر نگاہ التفات ہٹائے رکھا، اور تہدید و وعید سے اس کو روحانی اذیت میں مبتلا رکھا،

مغیرہ بن یزید کی سرکشی اور قتل

اس کے بعد ۱۶۷ھ میں اس کے ایک سگے بھتیجے مغیرہ بن ولید بن معاویہ کے دماغ میں بغاوت کا سودا سمایا، اس کی سازباز صمیل بن حاتم کے بیٹے ہذیل سے تھی، لیکن ان لوگوں کے عملی قدم اٹھانے سے پہلے اس کی خبر عبدالرحمن کو مل گئی، اس نے ان دونوں کو مع ان کے رفقاء کے گرفتار کرا کر قتل کرا دیا،

عبدالرحمن اکثر کہا کرتا تھا کہ "اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا کرنے کے بعد مجھ پر جو سب سے بڑا انعام فرمایا، وہ ہمارے اقارب کا مجھ تک آجانا ہے، اور پھر ان کے ساتھ حسن سلوک پیش آنا، ان کی نگاہوں میں میری منزلت کا ہونا، اور اس سلطنت کے حاصل کرنے میں ان کا شریک نہ ہونا ہے، اس لئے وہ اعزہ کی طرف سے اس قسم کی بے وفائیوں اور ان کے پاداش میں ان کے سزا کو پہنچنے پر اس کو رنج ہوتا تھا، چنانچہ مغیرہ کے قتل کے بعد بھی وہ شدت غم سے سر جھکائے تھا کہ اس کے بعض مقربین اس کے پاس پہونچے، اس نے سر اٹھایا، اور فرط غم میں کہا کہ ہم اس حالت پر تعجب نہ کرو، خداوند تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا، درمیان جو کشمکش ڈال کر ہم اپنے مطلوب تک پہنچے، ہم نے ان اعزہ کو اپنے پاس بلایا، انہیں ان نعمتوں میں شریک کیا، اور انہوں نے ہمارے اوپر اپنی تلواریں سونت لیں، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے اس میں وہ جھگڑنے لگے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کفران نعمت پر ذلیل و خوار کیا، اور جب ہمیں ان کے رازوں کی اطلاع ہو گئی تو ان کے سبقت کرنے سے پہلے ہم نے ان پر

جلدی کی، اب ہمیں ان سے اور انھیں ہم سے بدگمانی ہو گئی، اب ہمیں ان کی طرف اس سے زیادہ کی توقع ہے، جو کچھ کہ پیش آچکا ہے، اس سلسلہ میں سب سے زیادہ خیال مجھے اپنے بھائی اور اس نامراد کے باپ کا ہے، اب میرے لئے کیسے ممکن ہے کہ میں ان کے بیٹے کو قتل کرکے قطع رحمی کرنے کے بعد کھلے دل سے ان سے مل سکوں، اب میری اور ان کی آنکھیں کیسے برابر ہوں گی، ابھی ان کے پاس جاؤ، اور ان سے میری طرف سے معذرت کرو اور یہ پانچ ہزار دینار لیتے جاؤ، انھیں دیدو کہ انھیں لے کر وہ اس جزیرہ سے چلے جائیں اور جہاں مناسب سمجھیں قیام کریں،

پیامبر نے عبد الرحمن کے پیغام کو خوش اسلوبی سے ولید تک پہنچا کر دینار اس کے حوالے کئے، وہ عبد الرحمن کی گفتگو اور اس طرز عمل سے متاثر ہوا، عبد الرحمن کی ستائش کی، اور اپنے مقتول لڑکے کو مورد الزام قرار دے کر پیغامبر سے کہا کہ جا کر عبد الرحمن سے کہدے، قضا و قدر کے آگے اس نے سر جھکایا، وہ اندلس کو الوداع کہتا ہے، اور مغرب اوسط کو اپنا وطن بناتا ہے، اس کے بعد اس نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ اندلس کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہدیا،

پیغامبر نے ولید کی گفتگو عبد الرحمن سے نقل کی تو [illegible]
ممکن ہو کہ وہ میرا خون پی سکے تو وہ [illegible]
شکر ہے ہم نے ان لوگوں کے ساتھ وہ سلوک کیا [illegible]
ہمارے ساتھ پیش آنا چاہتے تھے، خود [illegible]

باغیوں کا ایک بہادر کر سرقسطہ | اس وقت تک [illegible]

له نفح الطیب ج ۱ ص ۱۷۱، ۱۷۳

جنوبی اور مغربی حصوں میں تھیں، ابھی تک شمالی مشرقی گوشہ میں خاموشی طاری تھی، برشلونہ، جرندہ، سرقسطہ وغیرہ میں سلیمان[1] بن یقظان اعرابی اور حسین بن یحییٰ انصاری اپنا تسلط جما چکے تھے، سلیمان ابن علقمہ کے تحت جرندہ اور برشلونہ کا بااثر والی تھا، اور حسین بن یحییٰ کو ابتداً طلیطلہ اور مشرقی اندلس میں حکومت قائم کرنے کیلئے مامور کیا تھا، لیکن ان لوگوں کے تعلقات اموی حکومتوں سے صحیح معنوں میں قائم نہ ہو سکے تھے اور گویا ابھی تک ان لوگوں نے عبد الرحمن کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا، لیکن اندلس کے وسطی، جنوبی اور مغربی حصوں میں باغیوں کا قلع قمع جس طرح کیا گیا تھا، اس سے ان کو اپنی بغاوت کے کامیاب ہونے کی توقع بھی نہیں تھی، اس لئے انہیں کسی بیرونی امداد کے لینے کا خیال پیدا ہوا،

شارلیمین کی فوجکشی اور بربادی

اس زمانہ میں فرانس میں شارلیمین قوت پکڑ رہا تھا، وہ چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتوں کو ختم کرکے اپنی شہنشاہی کے قائم کرنے کی فکر میں تھا، بیرونی ممالک سے اس کے تعلقات بڑھ رہے تھے، مشرق کی خلافت عباسیہ سے اس کے باضابطہ تعلقات اگرچہ ۱۸۰ھ میں قائم ہوئے لیکن ہارون رشید سے ابتدائی مراسلت غالباً ہو چکی تھی، لیکن اس وقت تک اس نے اندلس کی اموی سلطنت کو تسلیم نہیں کیا تھا، سلیمان بن یقظان نے ۱۶۰ھ میں اس سے سازباز کی، اس کو اندلس کی اموی حکومت کے ختم کرنے کی دعوت دی، اور سرقسطہ پر قبضہ کرا دینے کا وعدہ کیا،

چنانچہ ۱۶۱ھ میں وہ ایک بڑی فوج لیکر اندلس آیا، سلیمان بن یقظان نے اس کا خیر مقدم کیا، اور اس کی فوج کے ساتھ سرقسطہ روانہ ہوگیا، لیکن یحییٰ بن حسین انصاری سلیمان کے اس اقدام سے متفق نہ تھا، اس نے شارلیمین کے پہونچنے سے پہلے سرقسطہ پہونچکر اس پر

---

[1] ابن قوطیہ نے اس کا نام مطرف بن ابی الکھا ہے، ص ۳۲،

قبضہ کرلیا، اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا،

شارلیمین نے یہاں آکر یہ صورت حال دیکھی تو اس کو بہت ناگوار گذرا، اس نے اس کو سلیمان کی سازش پر محمول کیا، اور اس کو گرفتار کرکے اپنے ساتھ لے گیا،

مطروح اور عیشون، سلیمان کے لڑکے تھے، وہ باپ کی رہائی کیلئے فوج کا ایک دستہ لیکر آئے، راہ میں شارلیمین کی فوج پر چھپٹ پڑے، اور باپ کو قید سے چھڑا لائے، اس کے ساتھ واپسی میں فرنگس کی اس فوج پر بشکنس نے حملہ کیا، اور شارلیمین کی فوج کا بڑا حصہ غارت ہوگیا، یہ لڑائی پمپلونہ سے بیس میل کے فاصلہ رونسیوپلے میں جو نبرہ (نوار) کی وادی ہے، برپا ہوئی، اور اس وادی کو بڑی تاریخی اہمیت حاصل ہوئی، حملہ آوروں میں مسلمان اور علاقہ نوار کے عیسائی باشندے تھے، شارلیمین کی فوج کا عقبی حصہ تباہ ہوگیا، اور بڑے آزمودہ کار جنرل اس لڑائی میں کام آئے، جس میں شارلیمین کا بھتیجا رولینڈ بھی تھا، یورپ کے شاعروں نے رولینڈ کو ایک پر اسرار شخصیت کا ہیرو بنا لیا، اور پرجوش گیت لکھے جو صدیوں تک یورپ میں فوجی ترانہ کے طور پر گائے جاتے رہے، جن میں بیشمار مبالغہ آمیز حکایتیں اور افسانے درج ہیں، شارلیمین کو یہ ایسا سبق ملا کہ اس کے بعد اس نے براہ راست اندلس پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کی، اور وقتاً فوقتاً اپنی باجگذار ریاستوں کے حکمرانوں سے حملے کراتا رہا،[1]

شارلیمین کی واپسی کے بعد یحییٰ بن حسین اور سلیمان بن یقظان کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہیں رہا تھا، چنانچہ ان لوگوں نے یہیں مقیم ہو کر اموی حکومت کے خلاف اپنی تیاریاں شروع کردیں،[2] پھر سلیمان برشلونہ واپس چلا گیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۷، انسائیکلوپیڈیا ج ۵ ص ۲۹۸ (شارلیمین) طبع یازدہم اسٹوری آف دی نیشنز (اسپین) ج ۳۶، ص ۳۲،

افریقی فوج کی حملہ آوری اور عباسی خلافت کا احیا

اندلس کے شمال مشرقی حصہ میں باغیوں کی کامیابی دیکھ کر افریقیہ کے بعض نوجوانوں کو بھی اندلس پر حملہ آور ہونے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ سنہ ۱۶۱ھ/۷۷۸ء میں عبد الرحمن بن حبیب فہری معروف صقلبی بربروں کی ایک فوج تیار کر کے اندلس آیا اور اندلس کے جنوب مشرقی ساحل (تدمیر) میں اترا[1] اور یہاں بلا مزاحمت قابض ہو گیا، اور اندلس میں خلیفہ مہدی عباسی کی طرف سے عباسی علم لہرا دیا اس کے بعد اس نے شمالی اندلس کے باغیوں میں سے سلیمان بن یقظان کو عباسی دعوت کے قبول کرنے کا پیغام دیا، لیکن سلیمان نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، صقلبی اس جواب سے مشتعل ہو گیا اور وہ اموی سلطنت کے خلاف کوئی جارحانہ قدم اٹھانے کے بجائے سلیمان کا محاصرہ کرنے کے لئے برشلونہ چلا گیا، لیکن محاصرہ جاری نہ رکھ سکا، سلیمان نے اپنے سخت حملہ سے اس کو ایسی شکست دی کہ وہ تدمیر واپس چلا آیا، اب عبد الرحمن کو بھی اس کی قوت کا اندازہ ہو چکا تھا، وہ فوج لیکر تدمیر آیا، ساحل پر اس کے جو جہاز کھڑے تھے ان کو جلا ڈالا، صقلبی کی فوجی قوت سلیمان سے مقابلہ کرنے میں پہلے کمزور ہو چکی تھی، جہازوں کے جل جانے سے ان لوگوں میں دہشت پھیل گئی، اس لئے زیادہ لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بلنسیہ کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے، عبد الرحمن نے ان کے تعاقب میں وقت گذارنا مناسب نہ سمجھا، اور صقلبی کے سر کی قیمت ایک ہزار دینار مقرر کر دی، چنانچہ یہی ہوا، بربروں میں سے ایک شخص جو انعام کا طلبگار تھا صقلبی کے لشکر میں پہنچ گیا اور اس سے تعلقات پیدا کر کے اس کا اعتماد حاصل کر لیا، پھر کچھ دنوں کے بعد موقع پا کر ایک دن اس کو قتل کر ڈالا اور اس کے سر پر سوار ہو کر اس کا سر لئے عبد الرحمن کے پاس چلا آیا، عبد الرحمن نے ایک ہزار دینار اس کو عطا کئے[1]

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳ مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۰، ۱۱۱ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳، ریانی حاشیہ ص ۹ (۴۹)

شام پر حملہ آوری کا ارادہ: اندلس پر عباسی نشان علم کے تحت جو حملے ہوئے ان میں خلفائے عباسیہ نے اگرچہ کوئی براہ راست شرکت نہیں کی تھی، مگر یہ دونوں حملے ان کی تائید اور شہ سے ہوئے تھے اور بعض مغربی مورخین نے شارلیمین کے حملہ کو بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی قرار دیا ہے، لیکن عرب مورخین نے اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے تاہم ان کو اندلس پر نگاہ اٹھانے کی زیادہ جرات اسی لئے ہوئی کہ بنو عباس بھی اس اموی حکومت کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتے تھے اس لئے عبد الرحمٰن کے دل میں بھی شام پر حملہ آور ہو کر عباسی سلطنت کے ختم کر دینے کا خیال پیدا ہوا، اور اس نے ۱۶۳ھ میں اپنے اس ارادے کا اعلان کر کے فوجی تیاریوں میں مشغول ہو گیا،

لیکن ابھی اس نے کوچ نہیں کیا تھا کہ سرقسطہ کے نواح میں حالات زیادہ خراب ہو گئے، اور ملک کے مختلف گوشوں میں خلافت عباسیہ کے جو حامی موجود تھے انہوں نے بھی سر اٹھایا، عبد الرحمٰن نے یہ سیاسی فضا دیکھ کر شام پر حملہ آور ہونے کا ارادہ چھوڑ دیا، اور اپنی ساری طاقت سے پورے اندلس میں کامل امن و امان قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا

اندلس کے باغیوں کے خلاف مہم: چنانچہ اسی سال کچھ دنوں پیشتر قائد ثعلبہ کی سرکردگی میں سرقسطہ کو سر کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی تھی حسین اور سلیمان دونوں مل کر شہر کی مدافعت کر رہے تھے، وہ شہر سے نکل کر معرکہ آرا ہوتے اور واپس چلے جاتے تھے چند دنوں کے بعد ان لوگوں نے عارضی طور پر لڑائی بند کرنے کا فیصلہ کیا اور ثعلبہ کو سمجھایا کہ فوجی تنظیم نئے سرے سے کر لی جائے تو بہتر ہوگا تاکہ لڑائی جیتی جا

(بقیہ حاشیہ ص ۲۹۸) نفح الطیب ج ۲ ص ۳۶ (۲) ابن خلدون نے قیطلین بن یقظان کو سرقسطہ کا عامل لکھا ہے حالانکہ ابھی تک اس نے اطاعت قبول نہیں کی تھی

سے ثعلبہ بھی اپنے خیمہ میں مطمئن ہو کر بیٹھ رہا، سلیمان نے موقع پاکر ثعلبہ کے خیمہ پر چھاپہ مار کر
اس کو گرفتار کر لیا، اور خیمہ کو لوٹ لیا، اور فوج بھی منتشر ہو گئی،

اس کے بعد سلیمان نے عبد الرحمٰن کے متوقع حملہ کے خوف سے اس نے پھر شارلیمین
سے ساز باز کی، اس کو سرقسطہ بلایا، اور شہر اور ثعلبہ کو اس کے حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا،

چنانچہ شارلیمین دوسری مرتبہ اپنی فوج لیکر سرقسطہ آیا، شارلیمین سے مدد لینے میں حسین
اور سلیمان پہلے کبھی ہم خیال نہ تھے، حسین نے اس مرتبہ پھر اس کی مخالفت کی، اور اپنی فوجی
طاقت سمیٹ کر شہر میں محصور ہو گیا، ابتداً شارلیمین اور حسین کے لشکر میں مقابلہ ہوا بالآخر سلیمان
نے ثعلبہ کو شارلیمین کے حوالہ کر دیا، اور اس کو اس توقع کیساتھ واپس ہو جانے پر آمادہ کر لیا
کہ عبد الرحمٰن سے ثعلبہ کے فدیہ میں گرانقدر رقم وصول ہو جائے گی، جو اس مہم کا ایک گونہ
صلہ ہوگا،

عبد الرحمٰن ثعلبہ کی گرفتاری اور اس مہم کی بربادی سے متاثر ہوا، اور اس نے انہی
حالات کے باعث شام کی مہم کا ارادہ فسخ کر دیا، لیکن اس نے ثعلبہ کی رہائی کے متعلق
فرانس کی حکومت سے کوئی سلسلہ جنبانی نہیں کی جس سے شارلیمین کو اس قیدی کے غیر اہم ہونے
کا خیال ہوا، اور اس نے کچھ مدت گذرنے پر بغیر کسی فدیہ کے اس کو آزاد کر دیا، ادھر حسین دوعملی
سے باز آچکا تھا، اس نے سلیمان کو راہ سے ہٹانا چاہا، چنانچہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں
اس پر قاتلانہ حملہ کیا، وہ تہ تیغ ہوا، اور سرقسطہ کی حکومت تنہا حسین کے ہاتھوں میں آگئی، اور
سلیمان کے لڑکے باپ کے قتل ہونے کے بعد اربونہ کی طرف بھاگ گئے،

بغاوتوں کا عام استیصال

ادھر عبد الرحمٰن شام کے حملہ کا ارادہ ترک کر چکا تھا، اس کے پاس
اس وقت غیر معمولی فوجی طاقت بھی جمع ہو گئی تھی، اس لئے اس نے تمام بغاوتوں کو بیخ و

بن سے مٹانے کیلئے فوج کو مختلف حصّون مین تقسیم کر کے ان کو اپنے لڑکون کی سر کردگی مین دیا، اور خود ایک بڑا لشکر لیکر سرقسطہ روانہ ہوا، اور لڑکون کو ہدایت کی کہ وہ جابجا باغیون اور مخالفون کی سرکوبی کرتے ہوئے بڑہتے چلے آئین، اور اس سے سرقسطہ مین آکر مل جائین،

عبد الرحمن نے سرقسطہ کے سامنے آکر ڈیرے ڈال دیئے، ادھر عیسون بن سلیمان اپنے باپ کے قاتل کی فکر مین تھا، اتفاق سے ایک دن وہ دریا کے کنارے کھڑا تھا، کہ اس کے باپ کا قاتل شہر سے نکلتا دکھائی دیا، عیسون گھوڑے پر اس کے پیچھے پیچھے ہولیا، جب کچھ دور نکل گیا تو اس نے اس کو قتل کر ڈالا اس واقعہ کی خبر عبد الرحمن کو ملی، اس نے عیسون کو لشکر مین شریک ہونے کی دعوت دی جس کو اس نے قبول کیا، اور عبد الرحمن کے پاس چلا آیا، اس کے آجانے سے سرقسطہ کے اندرونی حالات کا پتہ چلا کہ شہر مین اطاعت قبول کرنے کی خواہش رکھنے والے لوگ بھی موجود ہین،

اس اثنا مین عبد الرحمن کے لڑکے ملک کے گوشہ گوشہ مین پہنچے اور مخالفون کا قلع قمع کیا، جن لوگون نے اطاعت قبول کی، انھین امان دی، اور آیندہ حفاظت کی مناسب تدبیرین اختیار کین، جن لوگون نے مقابلہ کیا، انھین زیر کر کے گرفتار کیا، اور اپنے ساتھ سرقسطہ لائے، عبد الرحمن کو اطلاع دی کہ اب تک ملک مین کامل امن و امان قائم ہے، اب سرقسطہ کے میدان مین عبد الرحمن کی عظیم الشان طاقت موجود تھی، اس نے محاصرہ مین ایسی سختی برتی کہ سرقسطہ والے پریشان ہوگئے، پھر ملک کے مختلف گوشون سے مشہور قائدین، اور سردارون کے گرفتار ہو کر آنے سے بھی سرقسطہ والون پر رعب طاری ہوا، چنانچہ حسین نے اطاعت قبول کرنے کیلئے صلح کی درخواست کی، عبد الرحمن نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس کے لڑکے سعید کو یرغمال بنالیا،

سرحد پار کی مہم سرقسطہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد وہ اس لشکر کیساتھ عیسائی ممالک پر تاخت کرنے کے لئے سرحد عبور کر کے چلا گیا، اور کچھ دنون بعد قرطبہ واپس آیا،

سرکشون کا قتل | قرطبہ پہونچکر اس نے دو قائدین کو ان کے جرمون کی پاداش مین قتل کی سزا دی، ان مین
ایک قائد وہب اللہ بن میمون سے شوخی سرزد ہوئی تھی اور اس نے ایک دوسرے فوجی افسر کو قتل
کر ڈالا تھا، پھر ہسپانی ممالک کے حملے سے واپسی مین عیسون بن سلیمان کا طرز عمل بھی کچھ ناروا رہا تھا، عبد الرحمن
مصلحۃً ان موقعون پر خاموش رہا تھا، قرطبہ آنے کے بعد ان دونون سے بازپرس کی، اور قتل کرا کر لاشین
گھسیٹ کر صلیب دینے کی جگہ لے جائی گئین، اور صلیب پر لٹکا دی گئین،

سرقسطہ کی نئی بغاوت | سرقسطہ کے والی حسین کی اطاعت چند روزہ ثابت ہوئی، دوسرے ہی سال ۱۶۵ھ
مین وہ پھر باغی ہو گیا، اس کا لڑکا سعید یرغمال بننے کے دوسرے ہی دن حیلہ جوئی سے شاہی لشکر سے
فرار ہو چکا تھا، اور سرقسطہ آنے کے بجائے کسی دوسری طرف نکل گیا تھا، کچھ دنون کے بعد وہ اپنے
باپ کے پاس سرقسطہ پہنچ گیا تھا، اس لئے حسین کی یہ بغاوت کچھ خلاف توقع بھی نہین تھی، عبد الرحمن نے
اس کے مقابلہ کیلئے غالب بن ثمامہ بن علقمہ کو بھیجا، وہ بڑی فوج لیکر گیا تھا، حسین کیلئے ان کا مقابلہ
دشوار ہوا، مختلف لڑائیان ہوئین جن مین حسین کو شکست ہوئی، اور اس کے بہت سے آدمی گرفتار
کر لئے گئے، جن مین اس کا ایک لڑکا یحیی بھی تھا، غالب بن ثمامہ نے ان قیدیون کو قرطبہ بھیج دیا،
جہان وہ قتل کئے گئے، اور وہ خود اپنی فوج کیساتھ سرقسطہ کا محاصرہ کئے رہا، دوسرے سال ۱۶۶ھ ۷۸۲ء
مین عبد الرحمن خود فوج لیکر سرقسطہ گیا، اس مرتبہ اس نے سرقسطہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی قسم
کھائی تھی، چنانچہ یہان پہنچکر منجنیقین نصب کردین، اور نہایت شدت کا محاصرہ کر لیا، اہل شہر گھبرا
اٹھے، انھون نے عبد الرحمن کی اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کیا، اور حسین کو گرفتار کر کے عبد الرحمن
کے حوالہ کر دیا، اس کے بعد عبد الرحمن نے اپنی قسم پوری کرنے کے لئے شہر والون کو شہر سے
جلاوطن کیا، فصیل کی دیوارین تڑوا دین، پھر اہل شہر کو شہر مین داخل ہونے کی اجازت دی، اور
حسین کو قتل کرا دیا، اور اس کے ایک معتمد رفیق رزق برانسی کے ہاتھ پاؤن کٹوا دیئے، اور وہ

ہلاک ہوگیا، اس کے بعد وہ قرطبہ لوٹ آیا[1]،

اب اندلس کی سرزمین تمام باغیوں اور سلطنت حاصل کرنیکا حوصلہ رکھنے والے سپہ سالاروں سے خالی ہوچکی تھی، پھر اسی زمانہ یعنی ۱۶۲ھ میں شذونہ، بیرہ اور بلنسیہ کے بربر قبائل میں خانہ جنگی چھڑ گئی جس کا سلسلہ ایک زمانہ تک قائم رہا، اور بہت سی لڑائیاں لڑی گئیں[2] بعض مغربی مورخین نے عبد الرحمن کے خلاف بدگمانی کی ہے کہ اس نے ان جنگ جو قبیلوں کو باہم لڑا دیا، اس کا کوئی اشارہ عرب مورخین کے بیانوں میں موجود نہیں تاہم عبد الرحمن نے ان میں مداخلت کر کے امن قائم کرنے کی بھی کوئی کوشش نہیں کی، اور یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ بغاوتوں کے فرو ہونے کے بعد جنگ جو قبیلے باہم برسر پیکار ہوگئے، اور سرقسطہ کے باغیوں میں بھی پھوٹ پڑ گئی، اور سلیمان وحسین اپنی حکمت عملیوں میں متحد نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے بدظن ہوئے اور ان کے باہمی اختلاف سے ان کی قوت کمزور ہوئی، اور عبد الرحمن نے آسانی سے ان کو زیر کر لیا، اسی طرح قبائل بربر جب خانہ جنگی سے تباہ ہو گئے تو ان کے ایک باقی ماندہ ممتاز قبیلہ نفزہ کی طاقت کو توڑنے کیلئے اس نے سخت گیری کی، ان میں سے بہت لوگوں کو قتل کیا اور پورے قبیلہ کو زیر نگین کر لیا،

عبد الرحمن کی زندگی میں سب سے آخری بغاوت یوسف فہری کے لڑکے ابو الاسود کے ہاتھوں سے ہوئی، اور جیسا کہ تفصیل سے اوپر گذر چکا، عبد الرحمن نے اس کا بھی خاتمہ کر دیا، اب اندلس میں خواہ عرب ہوں یا بربر ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو قبیلہ کی آواز اٹھا کر لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیتا یا عبد الرحمن کو خلافت عباسیہ کا باغی قرار دے کر عباسی علم بلند کر لیتا، اب اندلس کی فوجی طاقت اس کے گرد جمع تھی، موالی، غلاموں اور بربروں پر مشتمل عظیم الشان وفادار لشکر تیار ہوچکا تھا، جو عبد الرحمن

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۳ تا ۱۱۱، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴، ۴۳، ۵۴ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳، ۱۲۴ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۳، ۴۴

کے اشارۂ چشم پر حرکت کرنے کیلئے منتظر رہتا تھا، اس طرح اگرچہ اندلس بن عبدالرحمن کی پوری زندگی بغاوتوں کے فرو کرنے میں گذر گئی، مگر اس اثنا میں ایسی مستحکم حکومت قائم ہوگئی کہ اس کے جانشین فارغ البالی اور بڑی آسانی کیساتھ حکومت کرسکتے تھے،

عبدالرحمن اور ریاست حکومت جلیقیہ

عبدالرحمن کی سلطنت کے قائم ہونے کے وقت تک استریاس میں عیسائیوں کی حکومت جڑ پکڑ چکی تھی اور الفانسو اول اپنی حکومت کے زمانہ میں اندلس کے ایک وسیع علاقہ کو زیر نگین کرچکا تھا جس میں لیون، سمورہ، شلمنکہ، استورقہ اور قشتالیہ کے علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر عیسائیوں کے قبضہ میں جا چکے تھے، اور وہ چوتھائی اندلس کے مالک بن چکے تھے، اور مسلمان خانہ جنگی میں مبتلا تھے اور ان مقاموں میں آباد مسلمان وہاں کی سکونت چھوڑ کر اسلامی شہروں میں آچکے تھے، اس کے بعد جب عبدالرحمن کا دور آیا تو مسلمان اس طرف متوجہ ہوئے، اور ان کی ساری کوششیں اس کی حکومت کے قائم کرنے میں یا ختم کرنے میں لگی رہیں، اس لئے حکومت استریاس کو یہ موقع بھی مناسب ہاتھ آگیا، اور اس نے اپنی حدود حکومت میں مزید وسعت دی، چنانچہ سنہ ۱۴۰ھ کے حوادث میں الفانسو کی موت کے تذکرہ میں ابن اثیر اور ابن خلدون لکھتے ہیں،

"اسی سال اذفنش شاہ جلیقیہ ہلاک ہوا، اور اس کے بعد اس کا لڑکا تدویلیہ بادشاہ بنا، وہ اپنے باپ سے زیادہ بہادر اور ملک کے لئے بہتر سیاست دان تھا، اور ملک کا اچھا انتظام کرتا تھا، اس کے باپ نے ۱۸ سال حکومت کی، جب اس کا لڑکا بادشاہ بنا تو اس کی حکومت طاقتور ہوئی اور سلطنت عظیم ہوئی، اس نے مسلمانوں کو سرحدی ملکوں سے نکال دیا، اور شہر لک، برطقال، شلمنقہ، شمورہ، ایلہ، شقوبیہ اور قشتالہ پر قبضہ کرلیا، اور یہ سب شہر اندلس کے ہیں،

ابن خلدون لکھتا ہے :-

جب مسلمان عبد الرحمٰن کیساتھ اس کی حکومت کے ابتدائی زمانہ مین مشغول تھے، ... تو فرویلہ بن اذفونش نے لشکر کشی کی، اور سرحدی شہرون پر دھاوے کئے، اور وہان سے مسلمانون کو خارج البلد کردیا، اور ان کو ان کے ہاتھون سے لے لیا، اور شہر لک، برتقال، سمورہ، سلمنقہ، قشتالہ اور سقوبیہ کو لوٹ لیا اور یہ شہر جلالقہ کی ملکیت مین داخل ہوگئے، یہان تک کہ المنصور نے ان کو فتح کیا،

اور یہی بیان مقری نے ابن حیان کے حوالہ سے نقل کیا ہے[1]

انفانسو اول کا انتقال ۷۵۷ء ۱۴۰ھ مین ہوا، اس کا لڑکا فرو ایلہ اس کا جانشین ہوا، عرب مورخین نے جیسا کہ اوپر گذرا، اس کے تدبر، سیاست دانی اور دانائی کو سراہا ہے، لیکن عجیب اتفاق ہے کہ مغربی مورخین مین سے ہنری ایڈ رڈ وڈ ٹس نے جس نے اندلس کی عیسائی حکومت کی تاریخ پر مستقل کتاب لکھی ہے، اس کی مذمت کی ہے وہ لکھتا ہے،

"فرو ایلا جس نے ۶ سال حکمرانی کی ہے، وہ کسی اچھائی کیساتھ جانا نہین گیا، وہ ایک ظالم سفاک اور مطلق العنان فرمانروا تھا، اس کے متعلق زمانہ حال کے عیسائی مورخین بیان کرتے ہین کہ اس نے عربون پر ایک بڑی جنگ مین فتح حاصل کی، لیکن عرب مورخین کی طرف سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ ان کے عظیم بادشاہ عبد الرحمٰن اول کا باجگذار تھا، لیکن یہ صرف یقینی ہے کہ فرو ایلا نے کچھ ایسے علاقے کھو دیئے جن کو اس کے باپ نے حاصل کیا تھا، اور پھر وہ اپنے ہی آدمیون کے ہاتھون ۷۶۸ء ۱۵۱ھ مین مار ڈالا گیا[2]"

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۸۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۷ نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵ [2] مصنف نے اس کی حکمرانی کا زمانہ صرف ۶ سال لکھا ہے اور زمانہ حکومت ۷۵۷ء سے ۷۶۸ء ہے، یہ گیارہ سال ہوتے ہین، ابن خلدون نے مدت گیارہ سال لکھی ہے (ج ۴ ص ۱۸۰) اور یہی صحیح ہے، ڈٹس کے قلم سے گیارہ کے بجائے چھ نکل گیا ہے،

ڈوٹس نے زمانۂ حال کے عیسائی مورخین کے بیان کو قبول نہیں کیا ہے لیکن واقعہ کے لحاظ سے
وہی صحیح ہے، گمان ہے کہ ان مورخین کے یہ بیانات ان عرب مورخین سے ماخوذ ہیں جو اوپر نقل کئے
گئے ہیں، بلکہ ان بیانوں کے مطابق سمورہ، شلمنکہ، استورقہ اور شنتابیہ بھی فرویلا ہی کے زمانہ میں
مسلمانوں کے قبضہ سے نکلے جن کو ڈوٹس نے الفانسو اوّل کے فتوحات میں شمار کیا ہے جیسا کہ پچھلے باب
میں گذر چکا ہے اس لئے ڈوٹس کے اس بیان کے لحاظ سے بھی ملک پرتقال، اشتوریہ اور ایلہ اپنے شہر
یا میں جو فرویلہ کے زمانہ حکومت میں ایسے وقت میں مسلمانوں کے قبضہ سے نکلے جب عبدالرحمٰن اندلس
میں حکومت کے استحکام میں مصروف تھا اور عرب مورخین کے بیان کے مطابق ان میں کا کوئی شہر المنصور
کے زمانہ سے پہلے پھر مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں آیا، اس لئے ڈوٹس نے اس کے زمانہ میں جس
علاقہ کے مسلمانوں کے قبضہ میں جانا بیان کیا ہے اس کے ذکر سے کم ہمارے پیش نظر عرب
ماٰخذ خاموش ہیں، ان ماٰخذ میں ۱۵۱ھ تک عبدالرحمٰن کی حکومت جلیقیہ پر کسی حملہ کا تذکرہ موجود نہیں،
تاہم ڈوٹس کے بیان کے مطابق اگر کسی عرب مورخ کے بیان میں فرویلا کے عبدالرحمٰن کے باجگذار
ہونیکا ذکر آیا ہو تو یہ قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ عبدالرحمٰن نے داخلی بغاوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے
اس ہمسایہ عیسائی حکومت سے ایک دوسرے کی سرحدوں کے احترام کرنے اور حکومت جلیقیہ
کے عبدالرحمٰن کی یک گونہ سیادت قبول کرنے کا کوئی معاہدہ کر لیا ہو اور اسی سبب عبدالرحمٰن
نے حکومت جلیقیہ پر کوئی فوج کشی نہ کی ہو بلکہ ابن خلدون کے بیان کے مطابق نہ صرف ۱۵۱ھ تک
حکومت جلیقیہ پر کوئی فوج کشی نہیں ہوئی بلکہ ۱۶۲ھ تک اس نے کوئی حملہ نہیں کیا، اور اس اثنا
میں جلیقیہ میں ایک سے زیادہ حکمران بدل گئے، عبدالرحمٰن ۱۶۲ھ کے بعد ادھر توجہ کی
اور فتوحات حاصل کئے،

دوسری طرف ڈوٹس کے بیان سے بھی کم از کم اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس پورے زمانہ

تک ان دونوں حکومتوں کے تعلقات خوشگوار رہے، اور یک گونہ حکومت جلیقیہ پر اموی حکومت کی سیادت قائم رہی،

وہ لکھتا ہے،

"اس (فرویلا) کا جانشین اوریلو (Aurelio) جو الفانسو اول کا بھتیجا تھا، اپنے ہمسایہ عربوں سے مصالحت کے ساتھ رہا، جس سے یہ قابلِ یقین روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ درحقیقت عبد الرحمن کا باجگذار بن چکا تھا،

اس کے بھائی سیلو (Silo) کے متعلق جو ۷۷۴ء میں اس کا جانشین ہوا، اور جس نے ۹ سال حکمرانی کی، بہت کم حالات معلوم ہیں، اس کے عہد حکومت میں حکومت کا پایہ تخت اشٹریا کی مغربی سرحد پر پراویا میں منتقل ہو گیا"

اس کے موریگوٹ جو الفانسو اول کا ناجائز بیٹا تھا، برسرِ حکومت آیا، اس کے متعلق وہ لکھتا ہے،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا (اسپین) ج ۲۵ ص ۵۶۶ میں ان حکمرانوں کا ایک نقشہ درج ہے، اس میں کہیں کہیں اسماء، سنین اور رشتے مختلف درج ہیں، وہ نقشہ ذیل میں پیش ہے،

۱ - پلایو	(Pelayo)	۷۱۸ء - ۷۳۷ء	گاتھ کے بادشاہ کے طور پر منتخب ہوا
۲ - فادیلا	(Favila)	۷۳۷ء - ۷۳۹ء	پلایو کا بھائی،
۳ - الفانسو اول	(Alphonso I)	۷۳۹ء - ۷۵۷ء	پلایو کا داماد
۴ - فرویلا	(Froila)	۷۵۷ء - ۷۶۸ء	الفانسو اول کا لڑکا، اپنے بھائی کے ہاتھ سے مارا گیا
۵ - اوریلو	(Aurelio)	۷۶۸ء - ۷۷۴ء	بھائی یا چچازاد بھائی
۶ - سیلون	(Silon)	۷۷۴ء - ۷۸۵ء	اوریلو کا بہنوئی
۷ - موریکاٹ	(Maurecat)	۷۸۵ء - ۷۸۹ء	الفانسو اول کا ناجائز لڑکا،

نے ایک عجیب روایت لکھ کر اس کی تردید کی ہے، وہ کہتا ہے،

''اس کی یاد پرانی کیساتھ قائم ہے، کیونکہ یہی وہ شخص ہے جو روڈریگو دی تولیڈو اور رزبیہ نظمون کے بیان کے مطابق عبد الرحمٰن کو ایک سو خوبصورت دوشیزہ لڑکیاں سالانہ خراج میں دینے پر راضی ہوا تھا، تاکہ اس کے معاوضہ میں وہ ناروا طریقہ سے حاصل کئے ہوئے تاج کو بچانے کیلئے عربوں کی مدد حاصل کرے، لیکن اس شرمناک معاملت کے متعلق مسلمان مورخین کی طرف سے کچھ نہیں کہا گیا ہے جو ایسے معاملہ پر مشکل سے خاموشی سے گذر سکتے تھے طلیطلہ کے لاٹ پادری کے عہدہ اور روایت کے وزن کے برخلاف عبد الرحمٰن کی طرف سے جو ایک صاحب ذوق آدمی تھا، ایسی سخت گیری کا سرزد ہونا یا موریگیٹو کا اس قابل ہونا کہ وہ اپنی مختصر عملداری سے سالانہ ایک سو دوشیزہ لڑکیاں فراہم کر سکنا بعید از قیاس ہے، اسٹریاس کی دوشیزائیں گرچہ حسن سیرت میں بہت ہی ممتاز تھیں، لیکن وہ خوبصورت نہ تھیں، یہ ہو سکتا ہے جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے کہ عربوں سے یہ معاہدہ ہوا ہو کہ ان دونوں سلطنتوں کی معزز رعایا کے درمیان سلسلۂ ازدواج جاری کرنے میں حوصلہ افزائی کی جائے، یہ پالیسی عبد الرحمٰن کی روشن خیالی اور شریفانہ اخلاق کے مطابق ہو سکتی ہے، گرچہ متشدد عیسائیوں کیلئے یہ بھی نفرت انگیز تھا،

۷۸۳ء ۱۶۷ھ میں موریگیٹو کی وفات پر برموڈ اول جو الفانسو کا بھتیجا تھا، تخت نشین ہوا،[۱]

وٹیس کے ان بیانوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبد الرحمٰن کو اپنے پورے دور حکومت میں ہمسایہ عیسائی حکومت جلیقیہ سے کبھی بھی نبرد آزمائی کا موقع نہیں آیا، اور صلحناموں کے ذریعہ سے ان دونوں حکومتوں کے خوشگوار تعلقات قائم رہے قریب قریب یہی اندازہ

---

[۱] اسپین وٹیس اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۶ ص ۱۳۰، ۱۳۱،

عرب مورخین کے بیانوں سے بھی ہوتا ہے، ابن خلدون نے عیسائی فرمانروایان جلیقیہ پر ایک مستقل باب میں ان کے ناموں اور عہد حکومت کی تفصیل کی ہے، لیکن موریگیٹو کے زمانہ میں آکر لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں جب عبد الرحمٰن کو اس کی داخلی بد امنیوں سے فرصت مل گئی، اور حکومت مستحکم بنیادوں پر قائم ہوگئی، تو اس نے جلیقیہ پر فوجکشی کی چنانچہ لکھتا ہے،

"اس کے بعد فرویلا نے گیارہ سال فرمانروائی کی، اس اثنا میں اس کی سلطنت مستحکم ہوگئی، اس میں اس کو عبد الرحمٰن کی اپنی حکومت کے ابتدائی انتظاموں میں مشغول رہنے سے مدد ملی، چنانچہ اس نے لک، برتغال، سمورہ، سلمنکہ، شقوبیہ اور قشتالہ پر قبضہ کر لیا، جو کہ فتح اسلامی سے اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے، اس کا انتقال ہوا تو اس کا لڑکا شیلون (اریلیو) دس سال تک حکمران رہا، پھر اس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اذفونس (ببکو) کو حکمران بنایا، پھر سمول (ماؤریگیٹو) اس پر ٹوٹ پڑا، اور اس کو قتل کر دیا، اور اس کی جگہ سات برس حکمران رہا،

اسی کے بعد عبد الرحمٰن کی سلطنت اندلس میں مضبوط ہوگئی، اس نے اپنی فوجیں سرزمین جلیقیہ پر بھیجیں جو کامیاب ہوتی گئیں، اور مال غنیمت اور قیدی حاصل کئے"[1]

ابن خلدون کے آخری بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ماؤریگیٹو کے زمانہ میں اس نے جلیقیہ پر فوجکشی کی تھی، گمان ہے کہ عبد الرحمٰن اور ماؤریگیٹو سے پیشرو حکمران جلیقیہ کے درمیان جو دوستانہ معاہدہ تھا، ماؤریگیٹو کی طرف اس کو ابتداً قبول نہیں کیا گیا، اور اس اثنا میں عبد الرحمٰن ہر قسم کی داخلی بد امنیوں سے رستگاری حاصل کر چکا تھا، اس لئے اس نے جلیقیہ پر فوجکشی کی اور پھر

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۸۰، ابن خلدون کے اس نسخہ میں نام اور سنین بہت غلط چھپے ہیں، اس لئے ناموں کے آگے قوسین میں اصل نام رکھ دیئے گئے، اور سنین حذف کر دیئے گئے ہیں،

ان دونون مین وہ معاہدہ مرتب ہوا جس کا تذکرہ وِیٹس نے کیا ہے، وِیٹس کے اس بیان پر مقری کے ایک اجمالی بیان سے بھی روشنی پڑتی ہے جس مین اس نے معاہدۂ صلح کے انجام پانے کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے،

"عبد الرحمٰن نے قارلہ شاہ افرنج کو مخاطب کیا، وہ بڑے سرکش فرنگیون مین سے تھا، ابتداً اس نے سرکشی اختیار کی، عبد الرحمٰن نے اس کو زچ کیا تو بالآخر وہ جھکنے پر مجبور ہوا، اور عبد الرحمٰن کو صلح کرنے اور مصالحانہ تعلقات قائم کرنے کا پیغام دیا، چنانچہ صلح منعقد ہوگئی، اور مصاہرت کے تعلقات قائم نہین ہوئے[1]"

عجب کیا ہو کہ وِیٹس کے بیان مین دو دوشیزہ لڑکیان پیش کرنے کی جو داستان آئی ہے اس کی اصلیت مین اسی قدر واقعہ ہو جس کا تذکرہ مقری کے بیان مین آیا ہے،

بہرحال یہ عبد الرحمٰن کی خوش قسمتی تھی کہ ایسے نازک موقع پر جب اس کو ملک مین قدم قدم پر بغاوتون کا سامنا کرنا پڑتا تھا، ایک ہمسایہ قوی دشمن سے اس کے تعلقات خوشگوار رہے، اور اس کو عبد الرحمٰن کے حسن تدبر اور دانائی کی ایک نشانی قرار دیا جا سکتا ہے،

دوسری ہمسایہ عیسائی حکومتین

دوسری طرف شمالی اندلس مین سرحدی مقامون پر جو پہاڑیان تھین، ان کے آس پاس کے عیسائیون نے اطاعت قبول نہین کی تھی اور شمال مین پہاڑون کے لمبے سلسلہ کو اپنا مامن بنا لیا تھا، اس سلسلہ کے وسط مین یا سلسلہ کوہ پائیرنیز کے ہر دو جانب آباد تھے، ان مین مرکزی مقام بسکے جہان خلیج بسکے واقع ہے، اور صوبہ البہ جو پائیرنیز کے مغربی حصہ کے جنوب مین واقع ہے، اور اس کے شمال مین بسکے ہے، اور صوبہ ورکا ہے جو بعد مین حکومت نوار کے تحت چلا گیا تھا، اسی علاقہ کو عرب بنبلنس سے موسوم کرتے ہین، انھون نے اپنی آزادی [illegible]

[1] نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۵۵۔

زمانہ سے برقرار رکھی تھی، مسلمانوں نے بھی ان پر بار بار حملے کئے مگر ان کے علاقہ پر مستقل قبضہ نہ ہو سکا، علاقہ نشکنس سے مشرق میں کوہ پائیرنیز سے ملحق ایک دوسرے قطعہ ارضی پر بعض دوسری قومیں آباد تھیں، ان کی آزادی بھی پہاڑیوں کے دامن میں برقرار رہی، مسلمان ان علاقوں میں بھی آگے گئے، وقتی فتوحات بھی حاصل کیں، مگر مستقل قبضہ ان پر قائم نہ رہ سکا، ان کے رہبروں میں گرکی جمینیز اور ابنگو ارسٹا شہرت رکھتے ہیں،

اسی طرح پائیرنیز کے انتہائی مشرقی کنارے پر فرنیکس نے بود و باش اختیار کی تھی، اور مرسا ہسپانیکا میں حکومت کی تاسیس کر لی تھی، اور نوابوں کی حکمرانی جاری تھی،

اندلس کی شمالی سرحد پر یہی تین جداگانہ ہسپانوی عیسائی حکومتیں قائم تھیں، عبدالرحمٰن کے زمانہ میں شارلیمین کے حملے اکثر اس پر ہوتے رہتے تھے اور باسکس کی لڑائیوں کا مستقل سلسلہ جاری تھا، اسی لئے جب سرقسطہ میں ناکام ہونے کے بعد شارلیمین واپس جانے لگا اور ولینا کی پہاڑیوں میں ان لوگوں نے حملہ کیا، اس علاقہ میں مسلمان بھی شہری زندگی گذارتے تھے وہ بھی اس حملہ میں ان کے شریک ہوئے، پھر سلیمان اعرابی کو آزاد کرانے کے لئے اس کے لڑکوں نے اس پر چھاپا مارا تھا، شارلیمین ان حملوں کی تاب نہ لا سکا تھا، اور اس کی فوج کا بڑا حصہ برباد ہو گیا تھا،[1]

عبدالرحمٰن کے اقدامات بھی ان ... ان سے کچھ خوشگوار نہ تھے وہ لوگ اسلامی سرحد ... کو لوٹتے رہتے اور مختلف موقعوں پر چھاپے مارتے، اگرچہ عبدالرحمٰن کے ... حکومتیں متحارب ...

[1] ... بعض کیا ... طیار ... ہسپانیکس منتخب ... سیرت اسٹوری آف ... دی ... سپین ... ص ... الخ ... پیرنیز یا مرسا ہسپانیکا ... ج ۲۵ ص ۱۴۵ ... ج ۳ ص ... (...) ... اسپین دیش اسٹوری آف دی ... ج ۲۶ ص ۱۳۱ تا ۱۳۹

تھین اور قانون اسلام کے رو سے دار الحرب کا حکم رکھتی ہین، ان پر حملے کئے جا سکتے تھے، اور ان کے حملون کا جواب دیا جا سکتا تھا، لیکن عبد الرحمن نے داخلی بغاوتون کو کامل طور پر فرو کرنے سے پہلے ان ملکون کی طرف رخ نہین کیا، بہ ۱۶۴ھ مین جب سرقسطہ مطیع ہو گیا، اور پورے ملک مین کوئی ایک چپہ بھی کسی باغی کے قبضہ مین نہین رہ گیا تو اس نے ان حکومتون کی طرف توجہ کی، اور سرقسطہ کے مطیع کرنے کے بعد قرطبہ جانے کے بجائے اس نے شمالی اندلس کے ان ہی حصّون کی طرف رخ کیا، اور نمایان کارنامے انجام دیئے،

چنانچہ سب سے پہلے شمالی اندلس کے صوبہ لوگرونو کے مشہور شہر قلہرا پہنچا، جو دریائے سیڈا کوس کے بائین کنارے آباد تھا، یہان بہت کچھ مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے، اس کے بعد ایک شہر پر جس کا نام ابن اثیر نے فکیرہ لکھا ہے قبضہ کیا، اور اس نواح کے قلعون کو مسمار کر دیا، اسی کے ساتھ نبلونہ (پمپلونا) پر تاخت کی، جس پر عربون کا قبضہ رہ چکا تھا،

اس کے بعد حکومت لشکنس (باسک) کے حدود مین داخل ہوا، اور ایک قلعہ پر جس کا نام حصن مثمین بتایا گیا ہے، قابض ہوا، اس کے بعد اس نواح کے دوسرے سردارون کے نام عرب مورخین نے لئے ہین، جن کے حدود حکومت پر تاخت کی گئی، ان مین سے ایک کا نام ملاوتون ابن اعلال لکھا ہے، جب اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا تو قلعہ کو چھوڑ کر لوگ پہاڑون مین روپوش ہو گئے جو باقی رہ گئے تھے انھون نے مزاحمت کی اور مارے گئے، پھر یہ قلعہ قبضہ مین آگیا، اور برباد کر دیا گیا، اسی طرح کاؤنٹ آف سرڈین کی عملداری پر حملہ کیا گیا، عرب مورخین اس کو ابن بلسکوط لکھتے ہین، اس نے مصالحت کی درخواست کی، چنانچہ اس نے جزیہ ادا کرنا منظور کیا، اور اس کی وفاداری کو قائم رکھنے کیلئے اس کے لڑکے کو یرغمال کے طور پر لے لیا گیا، اور اس مہم کو انجام دینے کے بعد قرطبہ لوٹ آیا،[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۴، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۴، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۰۴،

ولایت اربونہ | اربونہ (ناربون) میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی تھی، اشقہ، سرقسطہ وغیرہ کے
زیر اقتدار رہنے کی وجہ سے اس دور دراز صوبہ پر قبضہ رکھنا بھی عبدالرحمٰن کیلئے دشوار تھا،
لیکن یہاں کی آبادی امن پسند تھی، اس لئے ان لوگوں نے سرکشی اختیار نہیں کی، عبدالرحمٰن نے
ابتدا عبدالرحمٰن بن عقبہ کو یہاں کا والی بنایا تھا، پھر شاید اس صوبہ سے مرکزی حکومت کا
تعلق منقطع ہوگیا تھا، مگر جلد ہی پھر تعلقات استوار ہوگئے چنانچہ ۱۶۹ھ یا ۱۷۰ھ میں عبدالواحد
ابن مغیث نے اس صوبہ کو دوبارہ عبدالرحمٰن کی اطاعت میں داخل کیا، وہی یہاں کا والی مقرر
کیا گیا، اس نے یہاں کے محاصل کا خمس عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا، جو اس قدر کثیر مقدار میں تھا کہ
وہ قرطبہ کا پل اور جامع مسجد کی تعمیر میں لگایا گیا[1]

وفات | عبدالرحمٰن نے ملک میں مستحکم حکومت قائم کرکے ۶۰ سال کی عمر پاکر ربیع الاول ۱۷۲ھ ۷۸۸ء
وفات پائی، اس کے بیٹے عبداللہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قرطبہ کے قصر میں تدفین عمل
میں آئی،

اولاد و جانشین | عبدالرحمٰن کی بیس اولادیں تھیں جن میں گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں، بیٹوں
میں سلیمان، ہشام اور عبداللہ بڑے سمجھدار اور صاحب اقتدار تھے، اس کی زندگی میں امور سلطنت
میں حصہ لیتے رہے،

ان میں سب سے بڑا لڑکا سلیمان تھا، یہ وہی ہے جو عباسیوں کے غلبہ کے وقت
گاؤں میں سیاہ عباسی پرچم کو آتے دیکھ کر مکان کے اندر آکر دہشت سے عبدالرحمٰن کے سینے سے
چمٹ گیا تھا، اس وقت وہ چار سال کی عمر کا تھا، عبدالرحمٰن اس کو چھوڑ کر شہر سے چلا آیا تھا،
اندلس میں حکومت کے قائم ہونے کے بعد اس نے اس کو ۱۴۹ھ میں شام سے بلوالیا تھا،

---

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۲۰، ۳۲

لیکن اندلس آنے کے بعد اس نے اپنے نومولود لڑکے ہشام کو اپنا ولیعہد بنایا تھا اور اپنی نیابت اور قائم مقامی کے تمام فرائض اس کے سپرد کردیئے تھے اس لئے سلیمان کے اندلس آنے کے بعد ان دونوں بھائیوں میں خوشگوار تعلقات قائم نہ ہوسکے اور سلیمان کے دل میں ہشام کے خلاف جذبات پیدا ہوئے اور عبد الرحمن کے علم میں بھی آئے، اس نے مختلف موقعوں پر ان دونوں کی صلاحیت، استعداد، اور علم و فضل کا امتحان لیا، ہشام کی تعلیم و تربیت محل میں ناز و نعم سے ہوئی تھی اس لئے وہ قدرتہً ہر موقع پر تفوق حاصل کرتا گیا، اس لئے عبد الرحمن نے اس کی ذاتی صلاحیتوں کا لحاظ رکھ کر اسی کو ولیعہد برقرار رکھا، اور عبد الرحمن کی وفات کے بعد ہشام ایک معمولی خانہ جنگی کے بعد اس کا متفق علیہ جانشین قرار پایا۔[1]

عہد حکومت | عبد الرحمن نہ صرف اندلس کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کا بانی بنا بلکہ مغرب میں ایک ایسی نئی تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالنے والا ثابت ہوا، جو قرونِ وسطیٰ میں دنیا کی معیاری تہذیب کی حیثیت سے تسلیم کی گئی،

عبد الرحمن اور المنصور عباسی | وہ جس بے سروسامانی میں مشرق سے نکلا، اور جس اولوالعزمی سے اس نے سلطنت قائم کی اور آئے دن کی بغاوتیں جس کامیابی سے فرو کیں، ان کی سرگذشت اوپر گذر چکی، یہی وجہ ہو کہ اس نے اپنے دشمنوں تک کی زبان سے خراج تحسین وصول کیا، خلیفہ المنصور عباسی سے بڑھ کر اس کا کون دشمن اور حریف ہوسکتا تھا، لیکن وہ کہا کرتا تھا،

> "اگر ہماری سلطنت اس سخت گیری اور اس کی بقا کی تائیدی قوتوں سے قائم رہ جائے تو تعجب نہ کرو، اصلی تعریف کا مستحق تو وہ یگانہ دہر قریشی نوجوان ہے، جو اپنے اہل و عیال

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۴۴۶ و ج ۶ ص ۶، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۴، اس نے سال وفات ۱۷۲ھ لکھا ابن اثیر نے بھی بطور ایک قول کے نقل کیا ہے، لیکن ۳۳ سال ۱۳۹ھ سے آغاز اور ۱۷۱ھ پر (باقی حاشیہ ص ۳۱۵ پر)

سے جدا ہوا، اور مصائب کی پرواہ نہ کی، وہ اپنی دھن کا پکا تھا، یہاں تک کہ اپنی عزت کی
گھاٹیوں پر چڑھنے کیلئے اس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا، ایک دور دراز جزیرہ میں جا نکلا
وہاں صف بستہ فوجیں اس کے مقابلہ کیلئے موجود تھیں، مگر اس نے اپنی ہمت و فرزانگی سے
انھیں شکست دی، اپنے حملوں سے ان کی صفیں ایک دوسرے پر الٹ دیں اور اپنی سیاست
و دانائی سے ملک کے بسنے والوں کے دل موہ لئے اور ملک کے اکابر اس کے فرمان کے تابع
ہوگئے، اور سارے ملک پر اس کی بادشاہی قائم ہوگئی، وہ شخص اپنے دشمنوں کیلئے
مجسم قہر ہے، اپنے عہد کا پکا ہے، اپنی سرحد کے پاس کسی کو پھٹکنے نہیں دیتا، لوگ اس سے
محبت بھی کرتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں، وہ جوان ہے اور جوان ہمت ہے، اگر کوئی
اس کی مدح میں قصائد پڑھے تو اس کو جھوٹا نہ سمجھو،[۱]

المنصور نے ایک مرتبہ رفقائے مجلس سے پوچھا "صقر قریش" (قریش کا باز) کون ہے؟ لوگوں
نے کہا حضرت امیر المومنین ہیں جس نے ملک کو فرمانبردار کیا، فتنوں کو دبایا، نقائص کو دور
کیا، اور دوں پر حکمرانی کی۔ المنصور نے کہا "تم لوگوں نے کچھ بھی نہ کہا" پھر لوگوں نے کہا تو کیا
معاویہؓ ہیں؟ المنصور نے جواب میں نفی کی تو لوگوں نے عبد الملک بن مروان کا نام لیا،
المنصور نے پھر انکار کیا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ پھر کون ہو سکتا ہے؟ المنصور نے جواب دیا،
"صقر قریش عبد الرحمٰن بن معاویہ ہے جو نیزوں کی انی اور تلواروں کی دھار سے اپنی حیلہ
گری کے ذریعہ بچ نکلا، چٹیل میدان کو عبور کیا، سمندر پر سوار ہوا، یہاں تک کہ ایک اجنبی
ملک میں داخل ہوا، اور شہروں پر شہر بسائے اور فوجوں پر فوجیں ترتیب دیں، اور اپنی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۱۴) اختتام مان کر لیتے ہیں، مقری نے ۲۴ ربیع الاول ۱۷۱ھ تاریخ وفات لکھی ہے،
(ج ۲ ص ۴۳۷) [۱] نفح الطیب ج ۱ ص ۵۸۷۔

جو تعلقات تھے ان پر اس کو ناز تھا، اس لئے وہ اندلس میں بنو امیہ کو اپنے متبعین میں شمار کرتا تھا
اسی زمانہ میں خاندان امویہ کو زوال آیا، مشرق میں ان پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کی داستانیں
اندلس بھی پہونچیں، مغرب والوں کو ان سے کوئی خلش نہ تھی، وہ ان کو صرف مذہبی پیشوا جانتے تھے
اور ان کی فتوحات کے معترف تھے اس لئے مظالم کی ان داستانوں سے اندلس میں ان کی طرف سے
عام ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا، اگر یوسف کے علم میں واقعات اس وقت آجاتے جب صمیل کے
علم میں آئے تھے تو عبد الرحمن کی کامیابی مشتبہ ہو جاتی، لیکن اس کی خوش قسمتی تھی کہ صمیل وہ
ہی وقتی لشکر کشی سے اس کو فائدہ پہنچ گیا۔ پھر یمانیوں کے عبد الرحمن کے زیر اثر آجانے سے اس کو
اندلس میں عسکری تفوق حاصل ہو گیا، اور اس کامیابی کے مواقع پیدا ہو گئے،

قیام حکومت کے بعد یمانیوں اور حکومت کے [illegible] میں ہاتھ بٹانے والوں کے اثرات قدرۃً
بڑھے ہوئے تھے، عبد الرحمن کے ان پر ذاتی حیثیت تو بھی دبدبہ لگا پایا، مگر حکومت کے
انتظام و بقا کے نقطۂ نظر سے ان کے اثرات کا آزاد ہونا اس کے اور اس کی حکومت کے لئے
غیر معمولی طور پر مفید ہو، خصوصاً اس لئے کہ اس نے رفتہ رفتہ موالی اور غلاموں کی عظیم الشان
فوج تیار کر لی، اور پھر انہی فوجوں کی طاقت کو جن کے پیمانہ ہو ہر سے اس نے حکومت قائم
کی تھی الگ الگ یہ ایک ایک توڑا، اور بڑی مشقتیں اٹھا کر پورے اندلس میں ایک سرے سے
دوسرے سرے تک کامل امن و امان قائم کیا، اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو قیام
حکومت کا کام پورے طور پر ہو چکا تھا۔

عبد الرحمن نے قیام حکومت میں ہوشمندی [illegible] حکومت کے [illegible] سے آگاہ تھا، مشرق
[illegible] اور امور مملکت میں

---

۱ نفح الطیب مقری ج ۱ ص [illegible]

اس کا ہاتھ بٹایا، اُسے جب فوجی مہموں سے فرصت ملتی تو حکومت کے نظم و نسق سنبھالنے اور ملک کو عمرانی ترقی دینے میں وقت صرف کرتا تھا، مقری ابن حیان کے حوالہ سے لکھتا ہے

"ابن حیان کہتا ہے کہ جب الداخل نے اندلس جیسے دور افتادہ خطہ کو شاہی آراستگی سے خالی پایا تو اس کے باشندوں کو سلطانی اطاعت کا خوگر بنایا، شاہانہ طور طریق کا انھیں عادی بنایا، انھیں آداب سلطانی سکھائے، اور انھیں ایک شاہراہ پر لاکر کھڑا کر دیا، پھر اس نے تنظیم شروع کی، چنانچہ حکومت کے دواوین قائم کئے، محل کھڑے کئے، عطایا مقرر کئے، جھنڈے بلند کرکے صاحب جیش مقرر کئے، لشکر ترتیب دیئے، حکومت کی تعمیر کا یہ محل آسمان تک پہونچا، اور زمین میں اس کی بنیادیں مستحکم ہوگئیں،

اس کا اعتراف بڑے بڑے بادشاہوں نے کیا، وہ اس کے قریب آنے سے لرزنے لگے اور اس کی سرحدوں کا احترام کرنے لگے، یہاں تک کہ پورا اندلس اس کا مطیع ہوگیا، اور یہاں اس کی حکمرانی مستحکم ہوگئی"[1]

حکومت کے مختلف شعبے اور صوبوں کی تقسیم

عبد الرحمٰن نے ملک کو چھ صوبوں میں تقسیم کیا، جہاں اس کے گورنر رہتے تھے، اور وہی سپہ سالار بھی ہوتے تھے، پھر ان کے ماتحت وزراء و عمال تھے، اسی طرح محکمۂ پولیس، قضاء (عدالت) اور قید خانہ کا انتظام جداگانہ تھا، ان سب کا تعلق پایۂ تخت سے تھا، جہاں وہ اپنی کارگذاریاں بھیجتے، اور مرکز سے ان کی نگرانی کی جاتی،

مرکزی حکومت کے عہدہ دار اور محکمے

مرکزی حکومت چند شعبوں میں منقسم تھی، اور ممتاز عہدہ داروں میں حاجب، وزیر، کاتب، قاضی، صاحب شرطہ (پولیس افسر) سپہ سالار اور قاضی عساکر تھے، ان کا علیحدہ علیحدہ دفتر قائم تھا،

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵،

حجاب - حجابت کے عہدہ پر سب سے پہلے تمام بن علقمہ جو اس کے موالی میں سے تھا سرفراز کیا گیا،
پھر یوسف بن بخت فارسی جو عبد الملک بن مروان کے موالی میں سے تھا، اس عہدہ پر آیا،
بلکہ یہ عہدہ اس کے خاندان میں کچھ دنوں وراثتہً باقی رہا، پھر عبد الکریم بن مہران جو حارث
ابن ابو شمر غسانی کی اولاد میں سے تھا اس عہدہ پر آیا، پھر عبد الرحمٰن بن مغیث بھی اس عہدہ
پر مامور کیا گیا، اس کا باپ مغیث، قرطبہ کا فاتح تھا، پھر منصور خصی مامور ہوا، یہ سب سے پہلا خصی تھا
جو بنو امیہ کے دربار میں حجابت کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا،

وزراء - اگرچہ عبد الرحمٰن نے وزیر کا لقب عہدہ کی حیثیت سے مقرر نہیں کیا، لیکن وزارت کے
سارے کام، اور اہم امور میں مشورت کی خدمت کیلئے چند عمائد مخصوص تھے، اور مورخین نے
ان ہی کے نام وزیر کی حیثیت سے لکھے ہیں، وہ ابو عثمان (بانی دولت) عبد اللہ بن خالد،
(قیام حکومت میں دست راست) ابو عبدہ جو پہلے اشبیلیہ کی ولایت پر مامور تھا، شہید بن
عیسیٰ بن شہید جو معاویہ بن مروان بن حکم کے موالی میں سے تھا، عبد السلام بن بسیل رومی، جو
عبد اللہ بن معاویہ کا موالی تھا، ثعلبہ بن عبید بن نظام جذامی جو پہلے سرقسطہ کا والی تھا، اور
عاصم بن مسلم ثقفی جو اس کے جان نثاروں میں سے تھا، اور مروانی جسے سب پر تقدم حاصل
تھا، اس کے معتمد رفقاء تھے،

کتاب - کتابت کی خدمت ابتداً ابو عثمان اور عبد اللہ بن خالد نے انجام دی جب حکومت کے
شعبے اور مناصب قائم کئے گئے تو سب سے پہلا کاتب امیہ بن یزید مقرر کیا گیا، یہ معاویہ بن مروان
کے موالی میں سے تھا، اور یوسف فہری کے زمانہ سے اس عہدہ پر مامور تھا، عبد الرحمٰن نے بھی
اس کو اس خدمت پر مامور کر لیا، اور اس کے خاص مشیروں میں شمار کیا جانے لگا، اہم امور
میں وہ اس سے بھی مشورہ کرتا، اور اس کی رائیں بڑی صائب نکلتی تھیں، اور عبد الرحمٰن اس کی

رایوں کو فضیلت دیتا تھا، لیکن آخر زمانہ میں عبد الرحمٰن کیساتھ اس کی وفاداری قائم نہ
اور یزیدی کی بغاوت سرگرمیوں میں درپردہ یہ بھی شریک تھا، اگر یزیدی کے فتنہ کے خاتمہ
پہلے اس کا انتقال ہوگیا،

قضاۃ: اندلس میں قضاۃ کے دو منصب تھے ایک قاضی الجماعت کہا جاتا تھا، اور دوسرا
عساکر، قاضی الجماعت یعنی ایک عدالت شہری آبادی کیلئے تھی، دوسری خاص فوج
کیلئے، قاضی الجماعت کے عہدہ پر یوسف کے زمانہ سے یحییٰ بن یزید یحصبی مامور تھے اس
برگزیدہ بزرگوں میں سے تھے عبد الرحمٰن نے ان کو اس عہدہ پر برقرار رکھا،

"قاضی یحییٰ بن یزید یحصبی نے جب وفات پائی تو قاضی قرطبہ کے عہدہ کیلئے کسی نو
کے انتخاب کی ضرورت پیش آئی عبد الرحمٰن نے اپنے وزراء اور اپنے دونوں بیٹوں
اور ہشام کو مشورہ کیلئے طلب کیا، عبد الرحمٰن نے ان سے اس مسئلہ کو پیش کیا
اور ہشام نے کہا ہم لوگ البیرہ کے ایک بزرگ سے واقف ہیں، وہ شامی عرب ہیں
وہ صاحب فضل و صلاح و برگزیدہ بزرگوں میں سے ہیں، ان کا نام مصعب بن عمران
ہے، وزراء نے بھی اس بیان کی تصدیق کی، عبد الرحمٰن نے انہیں اسی منصب کیلئے بلایا،
اس کے بعد شیخ مصعب بن عمران طلب کئے گئے، جب وہ عبد الرحمٰن کے سامنے آ
اس نے قضاۃ کا عہدہ ان کے سامنے پیش کیا، تو انھوں نے اس کے قبول کرنے سے
عبد الرحمٰن کیلئے اپنی مخالفت کا برداشت کرنا بڑا دشوار تھا، وہ شدت غضب میں اپنی مو
کو دینے لگا، وزراء اس کی انتہائی برہمی کی علامت تھی، ان میں جو بیٹھے تھے ان کو یہ غصہ اس
سے باہر نکال دینے ہوا، اور مصعب کی قدر رکھنے سے اس سے التجا کی اگر اچھا تو پھر ہمارے متعلق

نفح الطیب ج ۲ ص ۴۸۶

دینے والون پر خدا کی لعنت اور اس کا غضب ہو،،

شیخ مصعب بن عمران کے صاحب صلاح و خیر ہونے کی یہ نشانی تھی کہ انھون نے اسی طرح اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کیا، جیسے المنصور کی پیشکش کو امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رح نے رد کر دیا تھا، اور عبد الرحمن کو المنصور پر یہ فضیلت رہی کہ غصہ مین امام اعظم رح کی طرح شیخ مصعب ابن عمران کو کوئی سزا دینے کے بجائے وہ اپنے ہی لڑکون کو برا بھلا کہہ کر رہ گیا،

شیخ مصعب بن عمران کے انکار سے شیخ ابوعمرو بن معاویہ بن صالح حمصی کا آفتاب اقبال[1] بلند ہوا عبد الرحمن کو ان پر بڑا اعتماد تھا یہ اندلس کے شامی عربون مین ممتاز فقہا مین سے تھے، عبد الرحمن نے ان کو اس سے پہلے زاد سفر دیکر شام بھیجا تھا کہ وہان سے وہ ان کی دونون بہنون کو اپنے ساتھ اندلس لے آئین[2] یہ شام سے واپس آچکے تھے عبد الرحمن نے ان کو طلب کیا، اور اسی وقت قضاءت کا عہدہ ان کے سپرد کر دیا، اور عبد الرحمن کے زمانہ مین آخر وقت تک یہی اس عہدہ پر مامور رہے[3]

قاضی عساکر کے عہدہ پر جدار بن عمرو مامور تھے[4]

---

[1] ان بہنون نے عبد الرحمن کی دعوت قبول نہین کی، اور یہ کہلا بھیجا کہ اب وہ شام مین امن و عافیت سے ہین اس لئے سفر کے خدشات مین اپنے کو مبتلا کرنا مناسب نہ ہوگا چنانچہ معاویہ بن صالح اندلس واپس چلے آئے تھے [2] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۴۳، ۴۴، مقری نے معاویہ بن صالح کے بعد عمر بن شرحبیل پھر عبد الرحمن بن طریف کے نام قاضی قرطبہ کی حیثیت سے لکھے ہین، اس اجمالی ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونون بھی عبد الرحمن کے عہد مین قضاءت کے عہدہ پر مامور ہوئے مگر یہ ابن القوطیہ کی اس تصریح کے خلاف ہے کہ معاویہ بن صالح ہشام کے عہد کے پہلے سال تک تاحیات قاضی رہے، اس لئے ممکن ہے کہ یہ دونون امیر عبد الرحمن کے زمانہ مین کسی اور شہر کے قاضی مقرر ہوئے ہون، قرطبہ کے قاضی کی حیثیت قاضی القضاۃ کی سمجھنا چاہیئے اس عہدہ پر آخر وقت تک (باقی حاشیہ ص ۲۴۲ پر)

بہ نفس نفیس زیادہ تر مالی معاملات کے فیصلے کرتے تھے، اس کے ساتھ انجمن ہر قسم کے مقدمات کی سماعت کا حق حاصل تھا، لیکن عدالت کے جداگانہ انتظام کے باوجود عبد الرحمٰن چند خاص اوقات میں فریادرسی کیلئے خود بھی بیٹھتا تھا، اس تک پہونچنے کیلئے عام اجازت تھی، کمزور سے کمزور انسان بغیر کسی دشواری کے اس کے پاس پہنچ جاتا تھا، اس لئے لوگ براہ راست بھی اس کے یہاں پہنچے، اپنے معاملات پیش کرتے، اور انصاف کے خواہاں ہوتے، وہ مقدمات کے فیصلے کرتا، اور کبھی فریقین میں صلح کرادیتا،

عوام کے لئے عبد الرحمٰن کے قصر کا دروازہ صرف کھلا نہ تھا، بلکہ وہ آزادی سے عام مجمعوں میں شریک ہوتا، اور لوگوں سے عمومیت کے ساتھ خلا ملا رکھتا تھا، اس کے اس طرز زندگی سے لوگ زیادہ جری ہوگئے تھے، اور راہ چلتے روک کر فریادرسی چاہتے، چنانچہ ایک مرتبہ وہ کسی کے جنازہ کی شرکت سے واپس آرہا تھا، اثنائے راہ میں ایک شخص آگے بڑھا، اور راہ روک کر کہنے لگا، "خدا امیر کا بھلا کرے، آپ کے قاضی نے مجھ پر ظلم کیا ہے، میں آپ سے ظلم کی فریاد کرتا ہوں، عبد الرحمٰن نے جواب دیا کہ "اگر تم نے سچ کہا تو انصاف کیا جائے گا" اس پر اس نے عبد الرحمٰن کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا "یا امیر میں آپ سے درخواست کرتا ہوں خدا کی قسم میں اس جگہ سے آپ کو ہٹنے نہ دوں گا تاوقتیکہ آپ قاضی کو میرا انصاف کرنے کا حکم نہ دیدیں" عبد الرحمٰن نے پیچھے پھر کر دیکھا تو اس کے خدم و حشم میں سے تھوڑے سے لوگ اس کے ساتھ تھے، چنانچہ اس نے قاضی کو بلایا اور اس کے معاملہ میں مناسب فیصلہ کرنے کا حکم دیا،

قصر میں لوٹنے کے بعد اس کے بعض حشم جو اس کی اس عمومیت سے نکلنے کو ناپسند کرتے تھے، انھوں نے کہا "خداوند تعالیٰ امیر کی عمر دراز فرمائے، اس کثرت سے نکلنا بار دانا ہوں کو زیبا

(بقیہ حاشیہ ص ۳۳۵) معاویہ بن صالح بھی مقرر رہے تھے، نفح الطیب ج ۲ ص ۲۶۲

نہیں اس طرح وہ عوام کی نگاہوں میں سبک ہو جاتے ہیں، لوگ ایک قسم کی طبیعت کے نہیں ہونے لوگوں میں نامناسب جرأتیں پیدا ہو جاتی ہیں،

عبد الرحمٰن نے اس مشورہ کو قبول کر لیا اور اس دن سے عمومیت کے ساتھ عوام سے جلا ملا کرنے سے اجتناب کرنے لگا، اور محفلوں اور مجلسوں کی شرکت کے لئے ہشام کو مامور کر دیا۔[1]

عبد الرحمٰن نے فوج کی تنظیم پر بڑی توجہ کی، پے در پے بغاوتوں کے باعث عربوں پر سے اس کا اعتماد اٹھ گیا تھا اس لئے بربریوں اور غلاموں کی عظیم الشان فوج تیار کر لی، بربروں اور موالی کی فوج کے تیار ہونے سے پہلے فوج کی تقسیم قبائلی تھی، ہر قبیلہ اپنے سردار کے ماتحت امیر کے حکم کی تعمیل میں حاضر ہوتا تھا لیکن عربوں کی بغاوتوں سے اس کو جب تلخ تجربے ہوئے تو اس نے اس نظام کو بدل دیا، اور سرکاری فوج کی تعداد میں اضافہ کرنے لگا، چنانچہ جب وہ البیرہ سے بیعت اطاعت کے بعد روانہ ہوا تھا، اس کے پاس چھ سو سوار تھے آگے چل کر سواروں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی، پھر اسی مناسبت سے پیدل سپاہ کی تعداد کو بھی سمجھنا چاہئے

سپاہ ان ہی دو قسموں پیدل اور سوار میں تقسیم تھی، پیدل سپاہ کے افسر اعلیٰ (صاحب الرجالہ) کی حیثیت سے عبد الحمید بن غانم کا نام آتا ہے اور سواروں کا افسر (صاحب الخیل) موالی سماعہ تھا۔[2]

سپہ سالاری کے عہدہ پر بدر، تمام بن علقمہ، حبیب بن عبد الملک قرشی اور عاصم بن مسلم ثقفی وغیرہ کے نام ملتے ہیں، کبھی کسی وزیر یا حاجب کی سرکردگی میں بھی فوج بھیجی جاتی، اور بیشتر موقعوں پر عبد الرحمٰن خود فوج کی قیادت [illegible] کیا کرتا تھا،

---

[1] نفح الطیب ج [illegible] [2] [illegible] نفح الطیب ج ۲ ص ۴۸ و [illegible] بحوالہ اخبار الاندلس ص ۱۱

اندلس کی حکومت کا بحری بیڑا پہلے سے موجود تھا، عبد الرحمٰن نے اس موقع پر جب اس نے شام پر حملہ آوری کی تیاری کی تھی، بحری بیڑے کو بھی مستحکم کیا تھا، جس نے آگے چل کر غیر معمولی ترقی حاصل کی،

صیغہ فوج میں تولیت لواء بھی اس زمانہ میں ایک مستقل اعلیٰ منصب تھا، عبد الرحمٰن کے عہد حکومت میں ابو سلیمان داؤد انصاری علمبردار تھا، اس کے انتقال کے بعد تولیت لواء کا منصب خاندانی قرار پایا، چنانچہ اس کا بیٹا محمد بن عبد الرحمٰن کے زمانہ تک اس منصب پر مامور رہا،[1]
فوج کے لئے رسد مہیا کرنے کے لئے ایک مستقل افسر تھا، جو "صاحب ارزاق الاجناد" کہا جاتا تھا،[2]

محکمۂ شرطہ (پولیس) مستقل طور پر قائم تھا، عبد الرحمٰن کے زمانہ میں عبدی اس محکمہ کا افسر اعلیٰ تھا، اس محکمے کے فرائض تقریباً وہی تھے جو اس زمانہ میں پولیس کے ہوتے ہیں،
نقش خاتم، عبد الرحمٰن نے سرکاری کاغذات اور دستاویزوں پر مہر کرنے کیلئے اپنا نقش خاتم باللہ یثق عبد الرحمٰن و بہ یعتصم تیار کرایا تھا،
عبد الرحمٰن نے حکومت کے مختلف شعبوں کے دیوان و دفاتر قائم کرکے حکومت کو ایک نظم کے ساتھ چلایا، اس کے علاوہ اس نے قرطبہ کی تعمیری ترقی پر بڑی توجہ کی، قصور، ایوان، محلات باغات، مساجد، حمام، شہر پناہ اور پل تعمیر کرائے، چنانچہ قرطبہ کی تعمیری تجدید و تزئین و آرائش کے متعلق مقری اجمالی طور پر لکھتا ہے،

"بعض مورخین نے عبد الرحمٰن الداخل کے سوانح حیات میں لکھا ہے کہ جب اس کی حکومت قائم ہو گئی تو اس نے قرطبہ کی عظمت بڑھانا شروع کیا، چنانچہ اس کی بنیادوں کو مستحکم کیا اور اس کی

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۵، [2] وصف اندلس ص ۹۶

عمارتون کی تجدید کی، اس کو فصیلون سے مستحکم کیا، قصر حکومت اور جامع مسجد کی تعمیر کی، اس کے رقبہ کو بڑھایا، محلون کی مسجدون کو درست کرایا، پھر شہر رصافہ کو اپنی نزہت گاہ کے طور پر تعمیر کیا، اور اس مین ایک خوبصورت قصر تعمیر کیا، اور وسیع باغ لگایا، اور اس مین عجیب و غریب پودے اور بہترین درخت شام اور دوسرے ممالک سے منگا کر نصب کر دیئے،[1]

فصیل قرطبہ کی تعمیر قرطبہ کی فصیل کی تعمیر ۱۵۵ھ مین عین اس زمانہ مین انجام پائی جب اندلس مین پے در پے بغاوتین برپا تھین، اس لئے اس کی تعمیر دار الحکومت کو باغیون سے محفوظ رکھنے ہی کے لئے عمل مین آئی تھی، اور اسی وجہ سے اس کی تعمیر مین استحکام و پائیداری کا لحاظ رکھا گیا ہوگا، قرطبہ کی یہ فصیل پہلے زمانہ سے موجود تھی، امتداد زمانہ سے اس کا استحکام باقی نہین رہا تھا، اس لئے ولاۃ کے زمانہ مین ایک سے زیادہ ایسے موقعے آئے جب باغی شہر مین گھس پڑے، عبد الرحمن کو بھی اسی فصیل کے کام نہ آنے سے مدد ملی تھی، اور دریا کو عبور کرتے ہی وہ شاہی محل تک پہنچ گیا تھا، عبد الرحمن کے استیلاء کے بعد یوسف کا لڑکا ایک مختصر دستہ کے ساتھ بلا مزاحمت قصر حکومت تک پہنچ گیا تھا، اور قائم مقام والی کو گرفتار کر لیا تھا،

عبد الرحمن نے ان ہی وجوہ سے فصیل کی تعمیر پر سب سے پہلے توجہ کی، اس مین حسب ضرورت دروازے لگوائے، مجموعی طور پر سات یا آٹھ دروازے تھے، جو رات آتے ہی بند کر دیئے جاتے تھے، اور دروازون پر پاسبان مقرر کئے،

قصر شاہی قرطبہ کا قصر شاہی جس کو "بلاط رزریق" اور "قصر حکومت" بھی کہتے تھے عہد قدیم سے قائم تھا، گاتھ فرمانروا جب قرطبہ آتے تو اس مین ٹھہرتے تھے، رزریق آخری مرتبہ جب قرطبہ آیا تھا تو طارق سے مقابلہ کرنے کیلئے یہین بیٹھ کر اس نے تیاری کی تھی، اس لئے مسلمان

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۵۵

اس کو "بلاط لذریق" بھی کہتے ہیں، اس میں یونانیوں، رومانیوں اور گاتھوں کے دور کے آثار موجود تھے اسلامی دور کے آغاز کے بعد بھی قصر اندلس کے حکمران کا مستقر قرار پایا، عبدالرحمن نے بھی اسی میں سکونت اختیار کی اور اسی لحاظ سے مسلمان اس کو "قصر حکومت" بھی کہتے تھے

اس قصر میں بنو امیہ کے دور کی بہترین یادگاریں ہیں، انھوں نے اس میں عجیب و غریب اضافے کئے، عرب مورخین ابن اثیر، ابن خلدون اور مقری نے اس قصر کی تعمیر کا تذکرہ جس انداز میں کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبدالرحمن نے اس کی از سر نو تعمیر و تجدید کی تھی[1]

رصافہ | عبدالرحمن اس قصر میں تھوڑے دنوں مقیم رہا، اس کے بعد اس نے اپنی سیر و تفریح کے لئے قرطبہ سے قریب جانب مغرب، ایک نزہت گاہ بنوائی، اور اس کا نام اپنے دادا ہشام کی سیرگاہ کے نام پر رصافہ رکھا، یہ ایک بڑا پر فضا باغ تھا، اس کو اس نے بڑی دلچسپی سے آراستہ کیا اور دور دور ملکوں دمشق و بغداد سے طرح طرح کے خوشنما درختوں اور لذیذ پھلوں کے پودے، بیج اور گٹھلیاں منگا کر اس میں نصب کرائیں، اور بڑے اہتمام سے ان کی پرداخت کرائی اور چند سال کے اندر قسم قسم کی ترکاریاں، اور خشک و تر میوے اندلس میں اپنی اپنی فصل پر تیار ہونے لگے، مقری ابن سعید کی کتاب المغرب کے حوالہ سے لکھتا ہے،

"قرطبہ کی نزہت گاہوں اور عمارتوں کا تذکرہ، نظم و نثر کے ذریعہ اس قدر زبانوں پر ہے کہ اس کا احاطہ کرنا دشوار ہے، خلفائے مروانیہ کی نزہت گاہوں اور سیرگاہوں میں ایک

قصر رصافہ ہے،

اس قصر کو عبدالرحمن بن معاویہ نے اپنی ابتدائی زمانہ میں اپنی سیر و تفریح اور قیام کے لئے

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۹، ۱۰۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۱، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵،

تعمیر کرایا تھا، وہ اپنے اوقات کا بڑا حصہ رصافہ کے باغ میں گذارتا تھا جس کو اس نے شمالی قرطبہ میں مائل بمغرب تیار کرایا تھا، یہاں اس نے ایک خوبصورت قصر بنوایا تھا، ایک سبز باغ لگوایا تھا جس میں عجیب و غریب پودے اور بہترین درخت مختلف ملکوں سے منگا کر نصب کرائے تھے، درختوں اور پودوں کو حاصل کرنے کے لئے اس کے قاصدوں نے دور دور کا سفر کیا تھا، اور بہترین قسم کی گٹھلیاں اور بیج لیکر واپس آتے تھے چنانچہ خاص اہتمام پرداخت اور حسن ترتیب سے چند ہی دنوں میں اعلیٰ درجہ کے درخت اس باغ میں تیار ہوگئے، اور نہایت نادر ہوئے، چند ہی دنوں میں پورے اندلس میں پھیل گئے اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے،

اس سیرگاہ کا نام "رصافہ" اپنے دادا ہشام کی سیرگاہ کے نام پر رکھا تھا کیونکہ شام کی اس سیرگاہ کی یاد اور اس کی کشش اس کے دل میں باقی تھی، اس لئے وہ اندلس کے اس رصافہ میں اپنے اوقات کا بڑا حصہ گذارتا، اور اس تعلق سے اس کے دل میں اس مقام کی طرف سے ایک قسم کی کشش قائم ہوگئی تھی،،

عبد الرحمٰن کی بہن ام اصبغ اس کے لئے شام سے میووں کے تحائف بھیجا کرتی تھی، اور اس کے بھیجے ہوئے پودے، درخت اور بیج بھی اس باغ میں خاص طور پر لگائے گئے تھے رصافہ کا ایک انار "رمان سفری" کے نام سے اس زمانہ میں بہت مشہور تھا، یہ اپنی مٹھاس اور رس کی زیادتی، اور دانوں کی وبازت اور خوش رنگی و خوبصورتی میں سارے اندلس میں مشہور تھا، عبد الرحمٰن نے اپنی بہن ام اصبغ سے کچھ میوے شام سے منگائے تھے، ان ہی میں انار بھی تھے، عبد الرحمٰن نے یہ میوے چند معززین کو تحفہ میں بھیجے تھے جن میں سفر بن زید کلاعی بھی تھے، وہ انار کو لیکر اپنے وطن کورہ ریہ میں آیا، اور اس کے بیج کو بڑے اہتمام سے

بو دیا، زمین موافق نکلی، اور پودا نکل آیا، اس نے بڑے اہتمام سے اس کی پرداخت کی، جب درخت بارآور ہوا تو پہلا پھل وہ عبد الرحمٰن کے پاس تحفہ میں لایا، عبد الرحمٰن ان اناروں کو رصافہ شام کے اناروں کے مانند پاکر بہت خوش ہوا، کلاعی نے پورا واقعہ سنا دیا، اس سے اس کو اور بھی مسرت ہوئی، اس کے اس دلچسپی سے درخت اگانے اور بارآور کرنے پر اس کی ستایش کی، اور اسے انعام واکرام سے خوش کیا، پھر اسی درخت کے بیج لیکر رصافہ میں پودے لگوائے، اور اس کے درخت پھیل گئے، اور اس باغ سے دوسروں نے اس کے پودے لئے اور درخت نصب کئے، یہاں تک کہ گھر گھر پھیل گئے، اور اسی مناسبت سے اس کو رمان سفری کہنے لگے[۱]

مسجد جامع | مسلمانوں نے قرطبہ کی فتح کے موقع پر حضرت عمرؓ کے اس اسوہ کی تقلید میں جو انھوں نے دمشق میں اختیار فرمایا تھا، یہاں کے بڑے گرجا سنت بنجنت کے نصف حصہ کو لیکر جامع مسجد بنا لیا تھا، اور نصف گرجے کو اپنے حال پر باقی چھوڑ دیا تھا، باقی دوسرے گرجوں کو مسمار کرا دیا تھا، لیکن جب قرطبہ میں مسلمانوں کی آبادی بڑھی، اس جامع مسجد کی وسعت نمازیوں کے لئے تنگ ہونے لگی، تو بعد کے والیوں نے بالائی منزل پر منزلیں بنائیں، اس طرح اس میں نمازیوں کیلئے گنجایش نکلتی گئی، لیکن بالائی منزلوں پر جانے کے لئے بڑا پر پیچ راستہ اختیار کرنا پڑتا، اور نمازیوں کو بڑی دشواری پیش آتی تھی، اس لئے عبد الرحمٰن نے اپنے زمانہ میں اس جامع مسجد کو وسیع کر کے از سر نو بنوانا چاہا، لیکن بڑی دشواری زمین کی تھی، کلیسا اپنی جگہ قائم تھا، اس زمین پر قبضہ کرنا خلاف معاہدہ ہوتا، اور عیسائیوں کا از خود دینا ۔ ۔ ۔ ممکن نہ تھا، آخر عبد الرحمٰن نے ممتاز عیسائیوں کو بلا کر اس مسئلہ پر ان سے مشورہ کیا، اور اس زمین کو گراں نقد قیمت پر

[۱] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۱۶، ۲۱۷

خریدنا چاہا ان لوگوں کو شرائط صلح کا علم تھا، اور مسلمانوں کی دینداری سے اپنی جگہ یقین تھا کہ وہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کر سکیں گے اس لئے ان لوگوں نے صاف طور پر کسی دام پر بھی اس کو الگ کرنے سے انکار کر دیا،

اب اس گتھی کا سلجھنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا کہ ان لوگوں نے خود باہم مشورہ کیا، اور ایک ایسی صورت اختیار کرنا چاہی جو ان کے مذہبی نقطۂ نظر سے بھی مستحسن سمجھی جائے چنانچہ ان لوگوں نے عبد الرحمن سے کہا اگر اس کلیسا کے عوض انہیں قرطبہ اور اس کے حوالی کے تمام مسمار شدہ کلیساؤں کو بنانے کی اجازت دی جائے تو وہ اس کلیسا سے دست بردار ہو سکتے ہیں عبد الرحمن نے یہ شرط منظور کر لی اور ان کلیساؤں کی دوبارہ تعمیر کی اجازت کے ساتھ اس زمین کی قیمت ایک لاکھ دینار عیسائیوں کے حوالہ کئے،

سنہ ۱۶۹ھ کی ابتدا میں یہ جگہ حاصل ہوئی، اسی وقت سے اس کی تعمیر شروع ہوئی اور دو سال یعنی ۱۷۰ھ میں نہایت خوبصورت اور عالی شان مسجد اس حد تک تیار ہو گئی کہ اس میں نماز ادا کی جا سکے اس کی تعمیر پر اس کے ہاتھوں سے اسی ہزار دینار صرف ہوئے تھے جامع قرطبہ عبد الرحمن کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو تھی اگرچہ وہ اس کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی تاہم اسے اس میں نماز جمعہ ادا کی اور اس کے منبر پر خطبہ دیا،

جب عبد الرحمن کی مشتاق نگاہیں اس خوبصورت مسجد کے میناروں پر جاتیں تو اس کی زبان سے بے اختیار نکل جاتا کہ یہ خلافت چاہتی ہے، یہی عبد الرحمن کا آخری مطمح نظر تھا اگرچہ اس نے خود اپنے لئے امیر سے زیادہ کوئی لقب اختیار نہیں کیا، لیکن اس کے جانشینوں میں اس کے ہمنام عبد الرحمن الناصر نے اس کی دلی آرزو بھی اپنی خلافت کا اعلان کر کے پوری کر دی، اور اس مسجد کے منبر سے بھی مسلمانوں کی سلطنت کی بقا و ترقی کی دعائیں سنی

صاحب دیباج المذہب لکھتا ہے"

یہ اندلس میں علم عظیم کے ساتھ لوٹے، اور ان سے اللہ تعالیٰ نے وہاں کے باشندوں کو نفع پہنچایا، یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے موطا امام مالک اور قرأت نافع کو اندلس میں پہنچایا، یہ قرطبہ میں قرأت میں لوگوں کے امام تھے، صاحب علم، صاحب فضل، دیندار، ثقہ، جرح سے محفوظ تھے اور بہت زیادہ حدیثیں بیان کیں،

ان کے تلامذہ میں ان کے صاحبزادے اور ابن حبیب وغیرہ ہیں،

عبدالرحمٰن ان سے نہایت درجہ عزت و احترام سے پیش آتا تھا، وقتاً فوقتاً ان کے دولت کدہ پہ حاضر ہوتا، اور نذر پیش کرتا، عہدۂ قضا بھی پیش کیا تھا مگر انھوں نے قبول نہیں کیا[1]

شیخ ابو موسیٰ | عبدالرحمٰن کے عہد حکومت کے دوسرے جلیل القدر صاحب علم و فضل ابو موسیٰ ہواری ہیں، انھوں نے بھی علم کی تکمیل مشرق میں کی تھی اور اس دور کے مشہور شیوخ سے فیوض حاصل کئے، علم دین کے ساتھ علم ادب میں بھی دستگاہ رکھتے تھے ان کے فیض سے اندلس میں علوم کی ترقی ہوئی، ان کا قیام مورور میں تھا، جب کسی موقع سے قرطبہ آتے تو یہاں کے مشائخ عیسیٰ بن دینار، یحییٰ ابن یحییٰ اور سعید بن حسان ان کے احترام میں فتویٰ دینا ملتوی کر دیتے تھے، اور ان کی طرف رجوع کرتے تھے، عبدالرحمٰن کی نگاہوں میں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے اور وہ ان سے عزت و احترام سے پیش آتا تھا[2]

حلیہ و اخلاق و عادات | عبدالرحمٰن کا قد لمبا، جسم نحیف، گال پچکے، رنگ چمپئی تھی، اور ایک چشم واقع ہوا تھا، چہرہ پر ایک تل تھا، بال سنہرے تھے اور گندمی [illegible]

۱۔ افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۴۳، دیباج المذہب ص ۲۱۲، بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۱۲۷

۲۔ نفح الطیب ج ۱ [illegible]

چھپی رہتی تھین،

مورخین نے اس کے اخلاق و عادات، فضل و کمال، دریا دلی و خوش مذاقی کو بہت سراہا ہے، ابن اثیر لکھتا ہے:

"وہ نہایت فصیح زبان اور شاعر، بردبار، عالم، ہوش مند تھا، خروج کرنے والوں پر عجلت سے اٹھتا تھا، آرام نہ لیتا تھا، اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑتا تھا، اپنی رایوں پر مصر رہتا تھا، بہادر، سخی اور فیاض تھا، اکثر سفید لباس پسند کرتا تھا،"

مقری کا بیان ہے جب وہ جہاز سے اندلس کی زمین پر اترا تو اس کے سامنے شراب پیش کی گئی، اس نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ "مجھے ایسی چیز چاہئے جو عقل کو بڑھائے نہ کہ کم کرے" ایک موقع پر ایک خوبصورت کنیز پیش کی گئی تو اس نے کہا یہ دل اور آنکھوں کی طراوت ہے اگر میں اس میں مشغول ہو جاؤں تو اپنے مطلوب کو چھوڑ دوں گا، اور اگر مطلوب کی فکر میں رہا تو اس کنیز پر ظلم ہوگا، اس لئے اس کو واپس لے جاؤ،"

اس میں خود اعتمادی کا جوہر تھا، اس کی سیاسی زندگی میں ایسے مختلف لمحے آئے جب اس کو اپنے اسی وصف سے کامیابی حاصل ہوئی، وہ اپنے خلاف مزاج کوئی بات مشکل سے برداشت کر سکتا تھا، اس کے موالی بدر کو خیال ہو گیا تھا کہ حصول سلطنت میں وہ اس کا رہین منت ہے، اس نے یہ توہین گوارا نہ کی اور اس کو اپنے سے جدا کر دیا، بدر نے جدت کر کے معافی چاہی اور کچھ اور باتیں اس کی زبان سے نکلیں اس نے اس کو کہا کہ وہ اپنی زبان سے برباد ہوا، اور پھر اس کو ترک سکونت کر کے سرحد پر چلے جانے کا حکم دے دیا اور آخر وقت تک معاف نہیں کیا،

جب وہ قبائل بربر میں رہ رہا تھا تو ایک موقع پر ایک [illegible] عورت نے اس کو

اپنے دامن میں پناہ دی تھی، وہ اندلس آئی تو عبد الرحمن نے عزرح سے کہا کہ جب میں تیرے دامن میں پناہ لینے آیا تھا تو شکستہ ہو کر آیا تھا، اس نے برجستہ جواب دیا اے امیر وہ خود تیری بد بختی تھی پریشانی میں تجھ کو اپنی خبر نہیں ہوئی، یہ جواب اس کو اگرچہ پسند آیا مگر پھر اس کو کبھی اپنے سامنے نہیں آنے دیا

مقری لکھتا ہے کہ وہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا اُن کی شکایتیں سنتا تھا، ان کے جھگڑوں کو چکاتا تھا، کھانے کے وقت مجلس میں جتنے لوگ موجود رہتے تھے سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتا تھا،

پھر ابن حیان کا قول نقل کیا ہے کہ

عبد الرحمن بہت بامروت، بہترین علم اور ذکی ذہن رکھنے والا، پختہ ارادے کا مالک، اپنے عزم کو پورا کرنے والا، عجز سے بچنے والا، جلد کوچ کرنے والا، مستقل حرکت میں رہنے والا، راحت پر پڑے نہ رہنے والا، تکلیف سے گھبرا نہ جانے والا، اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑنے والا، ہر کام کو پورا کرنے والا، شجاع، بہادر، ہر حملہ پر خود حملہ کرنے والا، بلیغ، بلند آواز، شاعر، احسان کرنے والا، فیاض اور زبان آور تھا، وہ سفید لباس پہنتا اور سفید عمامہ باندھتا تھا اور اس لباس کو ترجیح دیتا تھا، اس کے دوست اور دشمن سب ڈرتے تھے، لوگوں کے جنازہ کے ساتھ جاتا، جمعہ اور عیدین میں آتا اور امامت خود کرتا تھا، منبر پر اور بڑے مجمعوں میں خطبے دیتا اور بیمار پرسی کرتا، بہت لطف رکھتا تھا

ابن اثیر ج ۶ ص ... نفح الطیب ج ۲ ص ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۴۱ و ج ۱ ص ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۷

ہشام اول

۱۷۲ھ — ۱۸۰ھ
۷۸۸ء — ۷۹۶ء

ہشام عبدالرحمٰن کا تیسرا بیٹا تھا جو اس کے اوائل حکومت میں حلل نام کی ایک کنیز کے
بطن سے پیدا ہوا تھا، اس کی کنیت ابوالولید تھی، اس کا بڑا بھائی سلیمان اور چھوٹا عبداللہ تھا،
جیسا کہ اوپر گذرا، عبدالرحمٰن نے اپنی زندگی میں اس کو اپنا ولیعہد اور جانشین نامزد کردیا تھا،
اس کے بڑے بھائی سلیمان کو دلی ملال تھا لیکن عبدالرحمٰن بڑی احتیاط سے مختلف انتظامی امور
آزمائشوں کے ذریعہ ان دونوں میں موازنہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا، ہشام جب کسی مجلس میں آتا
تو اپنے علم ادب تاریخ، مذاکرات اور بہادروں کے کارناموں اور تذکروں سے مجلس کو معمور
کردیتا تھا، ہشام کی یہ ادا بھی عبدالرحمٰن کو دل سے بھاتی تھیں، اس کے برخلاف سلیمان کے
مجلس میں آتے ہی پراگندگی پھیل جاتی تھی، اور مجلس غیر سنجیدہ ہو جاتی تھی، رفتہ رفتہ عبدالرحمٰن
کی نظروں میں ہشام کی وقعت بڑھتی گئی، اور سلیمان اس کی نظروں سے اترتا گیا، ایک مرتبہ
اس نے ان دونوں کا موازنہ کرنے کے لئے ہشام کے سامنے دو شعر پڑھے، اور پوچھا کہ یہ کس کے
شعر ہیں، ہشام نے کہا یہ امرؤالقیس کے ہیں، اور ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا یہ ... ہمارے
امیر ہی کی شان میں کہے گئے ہیں، عبدالرحمٰن ... ہشام ... پھر دوسرے وقت ان
شعروں کو سلیمان کے سامنے پڑھا، اس ... کیا ... سے شعر ... کا ... اشعار

یاد کرنے کی فرصت نہیں، عبدالرحمٰن یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا[1] اور اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد اس نے ہشام کو اپنا جانشین نامزد کر دیا، لیکن سلیمان اس فیصلہ سے مطمئن نہیں ہوا، اور آنے والے وقت کے انتظار میں رہا،

تخت نشینی | عبدالرحمٰن کی وفات کے وقت ہشام ماردہ کا اور سلیمان طلیطلہ کا والی تھا، قرطبہ میں ہشام کا چھوٹا بھائی عبداللہ موجود تھا، اس نے باپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور ہشام کی امارت کے لئے اس کی طرف سے غائبانہ بیعت لی، اور اس کو سانحہ کی اطلاع بھیج دی، چنانچہ وہ اسی وقت ماردہ سے چل کھڑا ہوا، اور چھٹے دن قرطبہ پہنچ کر حکومت کی زمام اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

برادرانہ جنگ | سلیمان طلیطلہ میں حکمران تھا، یہاں کے لوگ عبدالرحمٰن کے زمانہ میں مشکل سے اس کے مطیع ہوئے تھے، سلیمان نے ہشام کے خلاف انہیں استعمال کرنا چاہا، چنانچہ وہ ہشام کی مخالفت میں اس کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے، دوسری طرف ہشام اپنے چھوٹے بھائی عبداللہ کو بھی خوش نہ رکھ سکا، اس نے اس کی طرف سے غائبانہ بیعت لی تھی، اور امور مملکت میں صلاح و مشورہ میں شریک رہنے کا خواہشمند تھا، لیکن ہشام کے طرزِ عمل کو دیکھ کر وہ خانہ نشین ہو گیا، اس کے بعد موقع پا کر وہ قرطبہ سے طلیطلہ بھاگا، ہشام نے اس کے تعاقب میں سوار دوڑائے، مگر وہ نکل بھاگا، اور سلیمان کے پاس پہونچ کر بغاوت کے منصوبہ میں اس کا شریک ہو گیا،

ہشام نے سلیمان اور عبداللہ کو پیش قدمی کرنے کا موقع نہ دینا چاہا، اس لئے وہ خود فوج لے کر گیا، اور شہر کا محاصرہ کر لیا، سلیمان نے یہاں مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے لڑکے اور بھائی عبداللہ کو طلیطلہ کی حفاظت پر مامور کر کے خود فوج لے کر دوسرے

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۷۰

کا خاتمہ ہوگیا،

مشرقی اندلس میں بغاوت

ہشام جب تک سلیمان کا مقابلہ کرنے میں مصروف رہا، مختلف مقاموں پر فتنہ پرداز جماعت کو بھی سر اٹھانے کا موقع ملا، مگر ہشام نے ان کی طرف توجہ نہیں کی، چنانچہ عبدالرحمٰن اول کے مشہور سرکش حسین بن یحییٰ انصاری کے لڑکے سعید نے اسی زمانہ میں ۱۷۲ھ میں اقلیم طرطوشہ کے ایک مقام شاخنت میں بغاوت کا علم بلند کیا، اور یمانیوں کو شریک دعوت کیا، چنانچہ یمانی بڑی تعداد میں اس کے گرد جمع ہوگئے اور اس نے فوج کر کے طرطوشہ پر قبضہ کرلیا، اور یہاں کے اموی عامل یوسف قیسی کو شہر بدر کردیا،

اگرچہ ہشام نے سلیمان کی مہم میں مصروف ہونے کی وجہ سے ادھر کوئی توجہ نہیں کی، لیکن یمانیوں کے خروج کی وجہ سے مضران کے مقابلہ میں جمع ہوگئے، اور موسیٰ بن فرتون کی سرکردگی میں ہشام کی اطاعت کا علم بلند کیا، اب سعید اور موسیٰ کی فوجوں میں مقابلہ ہوا، موسیٰ نے فتح پائی، سعید قتل کیا گیا، اور طرطوشہ پر قبضہ کر کے وہ سرقسطہ میں داخل ہوا،

سعید کے مارے جانے کے بعد حسین بن یحییٰ کے ایک مولیٰ جحدر نے علم بغاوت سنبھال لیا، پھر دوسری طرف سے عبدالرحمٰن کے زمانہ کے دوسرے مشہور سرکش سلیمان بن یقظان کے لڑکے مطروح نے برشلونہ میں خروج کیا، اس کے ساتھ بڑی جمعیت فراہم ہوگئی، موسیٰ پسپا ہو کر فرار ہوگیا، اور باغیوں نے طرطوشہ، برشلونہ، سرقسطہ اور وشقہ وغیرہ میں اپنی حکومت قائم کرلی، اس طرح پورا مشرقی اندلس ہشام کے ہاتھوں سے نکل گیا، اور وہاں باغیوں کی مستحکم آزاد حکومت قائم ہوگئی،

۱۷۵ھ ۷۹۱ء میں ہشام کو سلیمان اور عبداللہ کی جلاوطنی کے بعد ان لوگوں کی طرف

۱؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۴۹، ۵۰ و ۱۰۳ [illegible] ج ۲ ص ۱۲۲

سے یکسوئی حاصل ہوئی تو اس نے سب سے پہلے اس علاقہ کو سر کرنے کی طرف توجہ کی چنانچہ اسی سال ایک عظیم الشان لشکر ابو عثمان عبید اللہ بن عثمان کی سرکردگی مین سرقسطہ بھیجا، ابو عثمان نے سرقسطہ کا محاصرہ کیا، مگر کامیابی نہین ہوئی، تو محاصرہ اٹھا کر سرقسطہ کے قریب ایک قلعہ طرشونہ مین آکر مقیم ہو گیا، اور یہان سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے سرقسطہ والون کی غارت گری کے لئے بھیجے، ان لشکروں نے شہر کے آس پاس کی زراعت پر قبضہ کر لیا، اور اس کے ساتھ سختی سے سامان خوراک کی ناکہ بندی کی کہ شہر کے اندر غلہ کا ایک دانہ بھی نہ پہنچ سکے،

ابو عثمان ان ہی کوششون مین مصروف تھا کہ ادھر تائید ایزدی سے ایک دوسرا واقعہ پیش آگیا، مطروح سرشام اپنے شکاری باز لے کر شکار کے لئے نکلا، باز نے کسی چڑیا کو شکار کر کے گرایا، مطروح اس شکار کو اپنے ہاتھون سے ذبح کرنے کیلئے جھکا تھا کہ اس کے دو دغا باز ساتھی اس پر جھپٹ پڑے اور اس کا سر کاٹ لیا،

قاتل مطروح کا سر ابو عثمان کے پاس لے آئے، اس کے بعد اس نے سرقسطہ والون کو خط لکھ کر اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی، شہریون نے سپر ڈال دی، ابو عثمان فوج لیکر سرقسطہ مین داخل ہو گیا، اور اس نے مطروح کا سر اور سرقسطہ والون کی اطاعت قبول کرنے کی خوشخبری ہشام کے پاس بھیجدی، اور پورا مشرقی اندلس ہشام کی اطاعت مین داخل ہو گیا،[1]

بنو قسی کا اقتدار | اس کے بعد ہشام نے سرقسطہ کے ایک ذی مرتبہ عیسائی خاندان کی جس نے آبائی زمانہ سے اسلام قبول کر لیا تھا، خدمات حاصل کین، یہ بنو قسی کے نام سے مشہور تھے ہشام نے ان کے قائد موسیٰ بن فرتون (Fortunio) کو سرقسطہ کا صوبہ دار بنایا، اور اس کی وفات

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۸ و ۱۲۸ [illegible]

سے آیندہ تقریباً سو برس سے زائد مدت تک اس علاقہ مین بنو قسی صاحب اقتدار رہے آیندہ سو برس کی مدت مین یہ کبھی بنو امیہ کے خیر خواہ رہے اور کبھی ان سے باغی اور برسر پیکار رہے، جیساکہ آگے چل کر مختلف فرمانرواؤن کے عہد مین ان کے جستہ جستہ حالات سامنے آتے جائینگے، سرقسطہ سے یکسو ہونے کے بعد اب صرف طلیطلہ والے باقی رہ گئے تھے، سلیمان کے جلاوطن ہونے کے بعد ان کے لئے بھی اب کوئی سہارا باقی نہین رہ گیا تھا چنانچہ ۲۱۵ھ مین انھون نے اطاعت قبول کرنے کی درخواست کی ہشام نے ان کو امن کا پروانہ بھیجا، اور یہ علاقہ بھی زیر حکومت آگیا، اس کے بعد ۲۱۶ھ مین اس نے اپنے بیٹے حکم کو یہان کا والی بنا کر بھیجا، اس نے یہان نئے سرے سے نظم و نسق قائم کیا، اور وہ یہین مقیم ہوگیا[1]،

بربرون کی ایک بغاوت | اس کے بعد ہشام کے پورے زمانہ حکومت مین بربریون کی بغاوت کا صرف ایک واقعہ پیش آیا، ورنہ پورا دور پورے امن و امان سے گذرا، بربرون نے ۲۱۸ھ مین تاکرنا مین بغاوت کا علم بلند کیا تھا، اور اس علاقہ مین انھون نے بڑی سخت شورش مچائی تھی، جا بجا غارت گری کی اور راستے کاٹ دیئے تھے ہشام نے عبد القادر بن ابان کو جو بنو امیہ کے والیون سے تھا اس علاقہ کو زیر کرنے کے لئے روانہ کیا، عبد القادر نے بڑی سخت گیری سے اس بغاوت کا استیصال کیا، بہ کثرت بربری قتل یا گرفتار ہوئے اور اس پورے علاقہ مین ایسی دہشت پھیلی کہ تاکرنا اور اس کے آس پاس کی پہاڑیان مسلسل سات برس تک غیر آباد اور سنسان پڑی رہین، اس کے بعد رفتہ رفتہ لوگ یہان آباد ہوئے، اور امن و امان سے زندگی بسر کرتے رہے[2]؛

۲۲۳ھ مین عیسائی حکومت جلیقیہ کے فرمانروا اوریکاٹ کا جس کو عرب مورخین مورناط

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۹۱، ۴۰۴، [2] ایضاً ص ۹۹

لکھتے ہیں انتقال ہوا اس کا جانشین برمند یعنی برموڈ اوّل ہوا، ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس نے چند ہی دنوں کے بعد حکومت سے کنارہ کش ہو کر راہبانہ زندگی اختیار کرلی اور اپنے بھتیجے کو ١٧٥ھ / ٧٩١ء میں الفانسو دوم کے لقب سے تخت نشین کر دیا، وہ ہشام کا ہمعصر تھا اس نے کامل پچاس برس حکمرانی کی مغربی مورخین لکھتے ہیں کہ اس کے دور حکومت میں عربوں سے کوئی لڑائی نہیں سنی گئی[1] لیکن عرب مورخین کے بیان کے مطابق ہشام کے دور حکومت میں اندلس میں کامل امن وامان کے قیام کے بعد عیسائی ممالک خصوصاً جلیقیہ پر ایک سے زیادہ مرتبہ فوج کشی ہوئی اور بالآخر دونوں حکومتوں نے ایک دوسرے کی سرحدوں کا احترام کرنے کا عہد کیا اور اس کے بعد عیسائی اس کے زمانہ میں پھر سر نہیں اٹھا سکے۔

چنانچہ ہشام کے عہد میں ١٧٥ھ / ٧٩١ء میں سرقسطہ کے مطیع ہو جانے کے بعد ابو عثمان اس لشکر کو لیکر عیسائی ممالک کی طرف روانہ ہوا، اور البہ اور قشتالیہ کی عیسائی حکومتوں کے حدود میں چھاپے مارے جن میں بہت سے عیسائی مارے گئے اور مال غنیمت ہاتھ آیا، اس کے بعد ہشام نے اسی سال حکومت جلیقیہ پر تاخت کرنے کے لئے یوسف بن بخت کو فوج لے کر بھیجا، اس زمانہ میں برمند تخت نشین تھا اس نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا، اور شکست کھائی، اس لڑائی میں بھی بہت سے عیسائی مارے گئے، اس کے بعد البہ پر دوسرا حملہ ١٧٦ھ / ٧٩٢ء میں کیا گیا، یہ فوج عبد الملک بن عبد الواحد کی قیادت میں گئی تھی یہ لشکر بھی کامیاب ہو کر مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا،

یہ حملے خاص طور پر اس لئے کئے جا رہے تھے کہ سرقسطہ کی بغاوتوں کے سلسلہ میں چند اہم سرحدی مقامات اربونہ اور جیرندہ وغیرہ عیسائیوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے، چنانچہ ابتدا

---

[1] ابن اثیر ج ٦ ص ٤٣، اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج ٢ ص ١٤١

قوت آزمائی کے بعد ۱۷۷ھ[1] میں عبدالملک بن عبدالواحد کی سرکردگی میں ایک مہم اور بھیجی گئی، اس نے اس مرتبہ مشہور شہر جرندہ کا محاصرہ کیا اور پے در پے حملے کر کے اس کی فصیل اور برجوں کو گرا دیا، عیسائی حکمران شہر کو بے قابو دیکھ کر شہر کو چھوڑ کر اربونہ چلا گیا چنانچہ مسلمان جرندہ میں داخل ہو گئے اور اسلامی پرچم نئے سرے سے اس شہر پر لہرانے لگا،

اس کے بعد اربونہ کا رخ کیا گیا، یہاں بھی کامرانی مسلمانوں کے قدم چومنے کے لئے تیار تھی، چنانچہ یہ قدیم اسلامی شہر بھی نئے سرے سے مسلمانوں کی حکمرانی میں داخل ہوا، اور یہاں کثیر مال غنیمت حاصل ہوا، اور اربونہ والوں پر تعزیراً حکم عائد کیا گیا کہ شہر کی فصیل کے ملبہ کو قرطبہ پہنچائیں، چنانچہ اس کے پتھر قرطبہ پہنچائے گئے اور یادگار کے طور پر قرطبہ کے باب الجنان کے قریب ایک مسجد تعمیر کی گئی، تعمیر کے بعد بھی بہت سا ملبہ باقی رہ گیا،

اس کے بعد اربونہ کا خمس وصول کیا گیا، جو کثیر تعداد میں تھا، یہ رقم جامع مسجد قرطبہ کی تعمیر میں صرف کی گئی، اس کے بعد مسلمانوں نے آس پاس کی عیسائی آبادیوں پر چھاپے مارے اور عیسائی بڑی تعداد میں مارے گئے اور بے دریغ دولت ہاتھ آئی، قتل و غارت گری کا یہ سلسلہ مہینوں تک جاری رہا، بہت سے قلعے مسمار کئے گئے، زراعتیں جلائی گئیں، انسان موت کے گھاٹ اتارے گئے اور اس قتل و نہب کا ایسا اثر ان لوگوں کے دلوں پر بیٹھا کہ پھر انھوں نے مدت ہائے دراز تک اسلامی سرحد کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت نہیں کی[2]

اس کے بعد ہشام نے عبدالکریم کو ۱۷۸ھ میں البہ کی طرف فوج لے کر بھیجا، اور دوسرا لشکر اس کے بھائی عبدالملک بن عبدالواحد کی سرکردگی میں جلیقیہ روانہ کیا، عبدالکریم یلغار کرتا ہوا جنوبی فرانس کے علاقہ [illegible] میں داخل ہوا، یہاں کے بعض مقامات مسلمانوں کے

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۲ و نفح الطیب ج ۱ ص [illegible] [2] ابن خلدون ج ۴ ص [illegible] و اخبار مجموعہ، افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۴۳

قبضہ مین رہ چکے تھے، جرندہ اور اربونہ (ناربون) کے مسلمانون کے قبضہ مین ہو جانے کی وجہ سے اس علاقے کے اہم راستے ان پر کھل گئے تھے، چنانچہ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھتا گیا، آگے چل کر ڈیوک آف تولوس ایک فوج کے ساتھ مزاحم ہوا، مگر اس نے بری طرح شکست کھائی، ڈیوک کے فرار ہونے کے بعد عبد الکریم مال غنیمت کے ساتھ بخیر و خوبی واپس لوٹ آیا یا لوٹ آیا اس کے بعد اس نے جلیقیہ کا رخ کیا، اور اس کے دار الحکومت تک جا پہونچا، شہر کو نقصان پہونچایا، بعض کلیسے بھی برباد کئے، اور مال غنیمت لیکر واپس لوٹا، واپسی مین رہنما کی غلطی سے فوج راہ سے بھٹک گئی، اور اس کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، گھوڑے اور اسلحہ ضائع ہوئے، بہت سی جانین بھی تلف ہوئین، آخر بہ ہزار دشواری فوج کو راستہ ملا، اور باقی ماندہ سپاہ قرطبہ واپس آئی،

اس کے بعد ہشام نے دوسرے سال ۱۷۹ھ / ۷۹۵ء مین پھر دو لشکر تیار کئے، ان مین سے ایک کو مشرقی اندلس کی سرحد کے پار بھیجا، یہ کامیابی سے آگے بڑھتا اور مال غنیمت حاصل کرتا گیا، لیکن واپسی کے وقت جب کہ یہ لوگ مال غنیمت سے لدے ہوئے تھے، عیسائیون کا لشکر مقابلہ مین آیا، اور کچھ مسلمان شہید ہو گئے، لیکن پھر حسن تدبیر سے وہ بچ کر بخیر و خوبی واپس آ گئے، اور بجز چند جانون کے اتلاف کے اور کوئی نقصان نہین پہونچا،

دوسرا لشکر عبد الملک کی سرکردگی مین جلیقیہ کی طرف بھیجا گیا تھا، عبد الملک تاخت کرتا ہوا استرقہ تک پہنچ گیا، اذفانش دوم بھی غافل نہ تھا، اس نے پہلے سے مکمل تیاریان کر لی تھین، حکومت جلیقیہ کی پوری سپاہ کے علاوہ، حکومت بسکے، اور اس کے قریب کی دوسری عیسائی حکومتون کی فوج مدد کے لئے آئی ہوئی تھی، اذفانش ان متحدہ سپاہ کو لے کر آگے بڑھا، لیکن عرب مورخین کا بیان ہے کہ عبد الملک کا سامنا ہوتے ہی اذفانش پسپا ہی

ہیبت چھائی کہ اس کے قدم اکھڑ گئے، وہ پیٹھ پھیر کر بے تحاشا بھاگا، عبد الملک نے اس کا پیچھا کیا اور بھاگنے والے عیسائیون مین سے جو ملتا گیا، اس کو قتل کرتا گیا، اس کے بعد مسلمان جلیقیہ کے پورے حدود حکومت پر چھا گئے، عیسائی بری طرح قتل کیے گئے، شہرون کو برباد کیا گیا، اور کثیر مال غنیمت جمع کیا گیا، اس دار وگیر مین مسلمان الفانسو کی حرم سرا تک پہنچ گئے، اور یہ افسوس ناک واقعہ ہے کہ اس کی حرم کی حرمت بھی قائم نہ رہ سکی،[1]

مسلمانون کے اس آخری حملہ کے بعد حکومت جلیقیہ اور آس پاس کی دوسری عیسائی حکومتون نے اسلامی حکومت اندلس کی برتری کے آگے سر جھکا دیا اور الفانسو کو پھر کبھی جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اسلامی سرحد کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ سکے، اور ہشام کے عہد کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی مسلمان مخیر نے کچھ رقم وقف کی کہ اس سے عیسائیون کے یہان سے مسلمان قیدیون کو فدیہ دے کر چھڑا یا جائے، مگر تحقیقات کے بعد کسی عیسائی حکومت کے قبضہ مین کوئی ایک مسلمان قیدی بھی نہ مل سکا، جس کو فدیہ دے کر چھوڑایا جاتا، کیونکہ عیسائی مسلمانون کو عموماً سرحدی شہرون پر چھاپے مار کر پکڑا کرتے تھے، ہشام کے زمانہ مین اسلامی حکومت کا ایسا رعب چھایا کہ وہ اسلامی سرحد کے پاس بھی نہین پھٹکتے تھے، اس لئے دشمنون کے قبضہ مین کوئی مسلمان قیدی نہ مل سکا،[2]

دنیا سے کنارہ کشی

ہشام نے اپنی خود اختیاری، اور پختہ عزم سے چند سال کے اندر ملک مین ایسا امن و امان قائم کیا جس کی نظیر اس سے پہلے نہین گذری تھی، مگر خود اس کی طبیعت پر جذبۂ یاس طاری تھا، جزیرۂ خضرا مین اس زمانہ مین ایک ماہر نجوم ضبی نامی تھا، آپ نے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۹۹، ۱۰۰، ۲ نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۵ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۵ و اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۳۳، [2] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۰،

دور حکومت کے آغاز میں اس نے اس کو بلا بھیجا، اور کہا کہ تم نے اپنے علم سے میرے متعلق بھی غور کیا ہوگا، تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ تمہیں معلوم ہوا اسے بتا دو، ضبی نے حلف کے ساتھ معذرت پیش کی کہ وہ اس خدمت سے معاف رکھا جائے، ہشام نے اس کو واپس کر دیا، کچھ دنوں کے بعد پھر بلا بھیجا اور سنجیدگی کے ساتھ کہا کہ میں جو کچھ تم سے پوچھتا ہوں، اس پر مجھے یقین نہیں ہے، لیکن تم تخمینی طور پر جو کچھ میرے متعلق کہ سکتے ہو اس کو نہ چھپاؤ، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر خبر بد ہوگی، تو بھی میں تمہیں ویسے ہی داد و دہش سے خوش کروں گا، جیسے کہ کسی خوشخبری سننے کے موقع پر کر سکتا، ضبی نے ہشام کے اصرار سے مجبور ہو کر کہا کہ وہ سات آٹھ کے درمیان ہوگا، مدعا یہ تھا کہ اس کا عہد حکومت سات آٹھ سال کے درمیان ہے، ہشام نے یہ سنتے ہی سر جھکا لیا، پھر سر اٹھا کر کہا ضبی اگر یہ مدت خدا کی عبادت میں بسر ہوتی تو زیادہ بہتر تھا، اس کے بعد اس نے ضبی کو حسب وعدہ انعام و اکرام سے سرفراز کر کے واپس کیا، اور اس کے بعد وہ اپنا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں بسر کرنے لگا[۵]

وفات | ہشام نے ۳۹ سال ۴ ماہ کی عمر میں بماہ صفر سنہ ۱۸۰ھ میں انتقال کیا[۲]

عہد حکومت | ہشام کا زمانۂ حکومت ۷ سال ۹ مہینے اور ۸ یوم بیان کیا جاتا ہے[۳] باوجودیکہ

---

[۱] اقتباس الاندلس ص ۱۴۲ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹، [۲] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۰، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹، [۳] یعنی عمر ۴۰ سال ۴ ماہ بھی درج ہوا، اس روایت کے مطابق تاریخ پیدائش ۱۳۹ھ بیان کی جاتی ہے، مگر اس حساب سے ان کی عمر ۴۳ سال ۴ ماہ کی ہوتی ہے، ابن اثیر نے تاریخ پیدائش ۱۳۸ھ لکھی ہے، اور وفات سنہ ۱۸۰ھ اور عمر ۳۹ سال ۴ ماہ، اس حساب سے سال پیدائش ۱۴۱ھ ہوتا ہے، کیا ان دونوں میں سے کوئی بیان صحیح ہے، اور سال پیدائش کے متعلق کچھ نہیں، اگر ۳۹ سال عمر تھی تو ۱۴۱ھ میں پیدا ہوا، اور ۴۰ سال تھی تو سال پیدائش ۱۴۰ھ تھا، ابن اثیر ج ۶ ص ۴۰، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹، باقی حاشیہ ص ۳۴۷ پر

یہ نہایت مختصر عہد حکومت ہے، لیکن یہ اندلس کے اموی دور میں نہایت اہم سمجھا جاتا ہے، ملک میں امن و امان کا قیام، سرحد کی عیسائی حکومتوں پر تفوق، عدل و انصاف، رعایا پروری اور احکام و قضایا اور تمام مسائل و اصول میں کتاب و سنت کی کامل پیروی اس کے عہد حکومت کی نمایاں خوبیاں ہیں، ابن اثیر لکھتا ہے،

"وہ اچھے عمل، دور رس، صائب الرائے، شجاعت، عدل پرور، خیر، ارباب خیر و صلاح کا دوست، دشمنوں کے لئے سخت گیر اور جہاد کا شائق تھا..... اس کے زمانہ میں اسلام کو سربلندی اور کفر کو ذلت نصیب ہوئی...... اس کے فضائل کثرت ہیں جنکو اہل اندلس نے بیان کیا ہے[۱]"

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

"ہشام نے اپنی رعایا پر ایسی نظر توجہ رکھی جس کو کسی دیکھنے والے نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، وہ ان سے نرمی، عدل اور خاکساری کے ساتھ پیش آتا تھا، مریضوں کی عیادت کرتا، اور جنازوں میں شریک ہوتا تھا...... اور اپنے لباس اور سواری میں اعتدال قائم رکھتا تھا[۲]"

مجموعہ اخبار اندلس میں ہے،

"امیر ہشام بن عبد الرحمٰن صاحب خیر و فضل، سخی، کریم، اپنی رعایا کے ساتھ حسن سیرت سے پیش آنے والا اور اپنی سرحدوں کی قلعہ بندی کرنے والا تھا[۳]"

مقری لکھتا ہے،

(بقیہ حاشیہ ص ۳۴۶) میں ہے اور مدت حکومت کے متعلق بھی دو روایتیں ہیں، سال ۹ مہینے اور ۷ سال کی تین جو عبد الرحمٰن کی اختلافی روایتوں سے پیدا ہوئی ہیں۔ [۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۰۱ و ۱۰۲۔ [۲] افتتاح الاندلس ص ۴۷۔ [۳] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۲۔

"صاحب خیر و صلاح تھا، بہ کثرت غزوات و جہاد کیے"[1]

ہشام اور امام مالک

امام مالک رحمہ اللہ اس کی سیرت و کردار سے متاثر تھے، اندلس کے مشہور صاحب علم زیاد بن عبد الرحمٰن لخمی ہشام کی امارت کے ایک سال کے بعد مشرق تشریف لے گئے، مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے ان سے ہشام کے حالات دریافت فرمائے زیاد نے اس کے حسن سیرت و کردار کو بیان کیا تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ

"کاش اللہ تعالیٰ ہمارے موسم (حج) کو ایسے لوگوں کے ورود سے زینت دیتا"[2]

ہشام کی مماثلت حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے

ہشام کے طرز حکومت اور سیرت و کردار کو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی سیرت سے مثال دی جاتی ہے، ابن اثیر لکھتا ہے،

"اس کے فضائل کے بیان میں اہل اندلس نے اس حد تک کہا کہ وہ اپنی سیرت و کردار میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے مشابہ تھا"[3]

مقری لکھتا ہے،

"ہشام اپنی سیرت و کردار میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے نقش قدم پر چلتا تھا"

نظام حکومت

ہشام کے عہد میں حکومت کا نظام وہی رہا جس کو عبد الرحمٰن الداخل نے قائم کیا تھا، اور مرکزی حکومت کے ممتاز عہدہ دار جیسے وزراء اور کاتب بھی تقریباً وہی تھے جو الداخل کی وفات کے وقت اپنے عہدوں پر فائز تھے، صوبوں اور شہروں کے ولاۃ و عمال میں اس نے حسب ضرورت کبھی رد و بدل کیا، وہ عمال حکومت کے

---

[1] نفح الطیب، ج ۱، ص ۱۵۸ [2] افتتاح الاندلس ص ۲۴ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸ مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۵ [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱

طریقِ حکومت اور رعایا کے ساتھ ان کے طرزِ عمل کی نگرانی کرتا تھا معتمد لوگوں کو ولایتوں اور شہروں میں بھیجتا، جو عمال کی روش کی تحقیقات کرتے اگر مظالم ہوتے تو ان کا تدارک کرتا، اور ایسے عمال کو ان کے عہدے سے ہمیشہ کے لئے برطرف کردیتا تھا چنانچہ مقری لکھتا ہے

"وہ معتبر لوگوں کو صوبوں (کوروں) میں بھیجتا تھا، جو لوگوں سے عمال حکومت کے حالات پوچھتے تھے اور واپس آکر ہشام کو مطلع کرتے تھے اگر کسی عامل کے متعلق کوئی نامناسب بات معلوم ہوتی تھی، تو اس کو موقوف کردیتا تھا، اور اس کی زیادتی کا تدارک کرتا تھا، پھر اس عامل کو کسی عہدہ پر مامور نہیں کرتا تھا"[1]

مجموعہ اخبار اندلس میں ہے؛

"اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ظالم عاملوں اور کارکنوں کو ظلم سے نہایت سختی سے روکتا تھا، ایک بار جب اس کی شاہانہ سواری نکلی تو ایک شخص اس کے بعض عاملوں کے ظلم کی فریاد رسی کے لئے کھڑا ہوگیا، لیکن سواری کے ساتھ چلنے والے سپاہی بیچ میں کھڑے ہوگئے، اور ہشام کو اس کی فریاد سننے نہ دی، سواری کے جلوس میں ایک ایسا شخص تھا جو اس عامل پر مہربان تھا، وہ فریادی کی طرف جھپٹ کر آیا، اور اس کو اپنے خیمہ میں چھپا لیا، اور اس کے انصاف دلوانے کا وعدہ کیا، پھر عامل کو اس کا واقعہ لکھا، اور وہ اس کے راضی کرنے کے لئے آیا، یہاں تک کہ وہ راضی ہوگیا، پھر ہشام سے اس فریادی کے فریاد کرنے اور اس تک نہ پہونچنے اور پلٹ جانے کا واقعہ بیان کیا گیا، تو اس نے اس واقعہ کو بڑی اہمیت دی، باوجودیکہ اس سے کہا گیا کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جاچکا ہے، بایں ہمہ اس نے کہا کہ جب تک ظالم پر حق ثابت نہ کرلیا

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸،

جائے مظلوم کا انصاف نہیں ہو سکتا چنانچہ مظلوم کو بلوا بھیجا، اور کہا کہ بجز اس صورت
کے کہ تجھ پر کوئی حد شرعی جاری کی گئی ہو، تجھ پر جو ظلم کیا گیا ہو تو اس کو با حلف بیان
کر چنانچہ وہ جو کچھ با حلف بیان کرتا گیا، وہ اس کا قصاص عامل سے لیتا گیا، اور یہ
سزا اس کے عامل کے لئے تاوان اور کوڑے سے زیادہ موثر ثابت ہوئی [1]

صیغۂ محاصل: ہشام اس نے عبد الرحمٰن کے زمانہ سے مختلف وقت اغنیاء کی اس
وقت تک شرعی محاصل کے علاوہ دوسرے ٹیکس بھی یہاں نافذ تھے، اس نے سب کو
یک قلم موقوف کر دیا، اور کتاب و سنت کے مطابق صدقات و زکوٰۃ کی تحصیل کا حکم دیا
اور اس کے لئے مصدق (زکوٰۃ وصول کرنے والے) خاص طور پر مقرر کئے، ابن القوطیہ لکھتا ہے:

"تمام محاصل اس نے معاف کر دیئے اور مصدق زکوٰۃ مقرر کئے [2]"

ابن اثیر لکھتا ہے:

"اس کے بہترین اعمال میں یہ ہے کہ اس نے مصدق مقرر کئے، جو کتاب و سنت کے مطابق
صدقات وصول کرتے تھے [3]"

مقری لکھتا ہے:

"اس کے محاسن میں یہ ہے کہ اس نے کتاب و سنت کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنے
کے لئے مصدق مقرر کئے [4]"

فوج کا شعبہ دیوانی کے مرتب کئے ہوئے نظام پر قائم تھا، ہشام کے زمانہ میں
سپہ سالاری کی خدمت بڑے ممتاز اشخاص نے انجام دی، ان میں ابو عثمان، ابن تمام کے

---

[1] [illegible] اندلس ج ۱ [2] فتح الاندلس ص ۴۴ [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱ [4] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹

بیٹے عبد الملک اور معاویہ وغیرہ ہیں، ان میں سے ہشام کا اوّل الذکر لڑکا عبد الملک اپنی کسی ناروا حرکت سے مغضوب ہوا، اور باپ نے اپنے بیٹے کو ۱۵۱ھ میں قیدخانہ میں ڈالدیا، اور بحالت اسیری میں اپنی پوری زندگی ختم کر کے ۱۹۸ھ میں وفات پائی،[۱]

عیسائی ممالک پر حملہ آوری کی خدمت عبد القادر بن ابان اور عبد الواحد بن مغیث (فاتح قرطبہ) کے دو بیٹوں عبد الملک و عبد الکریم نے انجام دی، فوج کے متعلق جملہ ہدایات و نگرانی کی خدمت ہشام اپنے متعلق رکھتا تھا، اور اسی لئے وہ کثیر الغزو والجہاد سے یاد کیا گیا ہے،[۲]

قضاۃ کے عہدہ پر معاویہ بن صالح سرفراز رہے، ہشام کے عہد میں انھوں نے وفات پائی، تو ہشام نے مصعب بن عمران کو دوبارہ طلب کیا، یہ عبد الرحمن الداخل سے عہدۂ قضاء قبول کرنے سے انکار کر چکے تھے، پہلی مرتبہ انہیں ہشام ہی کے مشورہ سے بلایا گیا تھا، اب اس عہدہ کے دوبارہ خالی ہونے پر اس نے پھر ان ہی کو طلب کیا، اور خلوت میں لے جا کر ان سے تہدید آمیز لہجہ میں کہا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو قبول کر لو، ورنہ میرے طرز عمل سے اس طرز عمل کی کوئی حقیقت نہ رہ جائے گی، جو میرے والد کی طرف سے تمھارے ساتھ برتا گیا تھا، اور جس کی تلخی تم اب تک محسوس کرتے ہو، میں تمھارے ساتھ اس طرح پیش آؤں گا کہ نرمی اور انصاف کے نام میرے نام کے ساتھ مٹ جائیں، حالانکہ مسلمانوں کے معاملات کی اس طریقہ کی سربراہی سے صلاح و خیر پیدا ہو، مجھے دلی خوشی ہوتی ہے، اور اگر میرے سر پر آری بھی رکھ دی جائے تو میں بے وجہ تم سے کوئی تعرض نہ کروں گا،

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۳ [۲] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹،

مصعب ہشام کے طریق حکومت سے آگاہ تھے، طریق حکمرانی میں شریعت کے اتباع کا اہتمام رکھنا ایک ایسا وصف تھا کہ محتاط زندگی گذارنے والے اہل حق کے لئے امور مملکت میں شریک ہونے میں کوئی امر مانع نہ تھا، اس لئے مصعب ہشام کی اس تلخ گفتگو کے باوجود اس پیشکش کو رد نہ کر سکے کہ ہشام نے یہ تلخی بھی اپنی بات منوانے کے لئے نہیں بلکہ مصعب کو عہدۂ قضاء پر لاکر مسلمانوں کے لئے صلاح و فلاح کی راہ پیدا کرنے ہی کے لئے اختیار کی تھی، چنانچہ مصعب نے اس عہدہ کو قبول کر لیا، اور ہشام کے آخر عہد حکومت تک اس عہدہ پر وہی مامور رہے[۱]

محکمۂ قضاء میں کتابت کا عہدہ بھی بڑی ذمہ داری کا سمجھا جاتا تھا، اور اس منصب پر قاضی اپنے کسی معتمد کو مامور کرتا تھا، چنانچہ قاضی مصعب بن عمران نے اپنے زمانہ میں اندلس کے مشہور اہل علم محمد بن بشیر معافری باجی کو جب وہ مشرق کے سفر حج سے واپس آئے تو مامور کیا، اور آخر وقت تک وہی اس منصب پر فائز رہے[۲]

تعمیرات ہشام کا زمانۂ حکومت اگرچہ صرف ۷، ۸ سال کے درمیان رہا، مگر اس مختصر مدت کے باوجود اس نے اندلس کی تعمیری ترقیوں میں نمایاں حصہ لیا، قرطبہ کی مشہور جامع مسجد جس کی تعمیر کا آغاز عبد الرحمن نے کیا تھا، اس کو اتمام تک پہنچایا، اس کے علاوہ چند دوسری مسجدیں بھی تعمیر کرائیں، اور ایک مسجد کی تعمیر میں اربونہ کا پورا خمس لگا دیا[۳]

قرطبہ کا پل جس کو سمح بن مالک خولانی نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانہ میں تعمیر

---

[۱] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۴۴، [۲] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲، و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸

[۳] افتتاح الاندلس ص ۱۴۷،

کرایا تھا، اس کو سنئے سرے سے تعمیر کرایا، اس کی تعمیر کے بعد اس کے کانون مین خبر پہنچی کہ اہل قرطبہ کا خیال ہے کہ اس نے اس پل کو اپنے سیر و شکار کی آمد و رفت کے لئے بنوایا ہے تو اسی وقت اس پل پر سے نہ گذرنے کا عہد کیا، اور آخر وقت تک اس پر قایم رہا[1]،

علم و فضل | ہشام صاحب علم و فضل تھا، فقہ مالکی کا عالم اور اس کا قدردان تھا، شعر و ادب کا بھی ستھرا مذاق رکھتا تھا، شعراء کو داد و دہش سے خوش رکھتا تھا، علماء و فقہا، قدر و منزلت کے ساتھ اس کی مجلس مین موجود رہتے تھے، اس کی مجلس علم و دانش کی مجلس سمجھی جاتی تھی امام مالک رح کے علم و فضل کا مرتبہ شناس تھا، اس کی وجہ سے اندلس مین فقہ مالکی کو زیادہ فروغ ہوا، اس کے عہد کے ممتاز اہل علم مین عیسیٰ بن دینار، عبد الملک بن حبیب، یحیٰی بن یحیٰی، سعید بن حسان اور ابن ابو ہند وغیرہ ہین، ابن لبانہ کہتا ہے،

فقیہ اندلس عیسیٰ بن دینار ہین، عالم اندلس عبد الملک بن حبیب، اور راوی اندلس یحیٰی بن یحیٰی[2]،

ہشام ان اکابر امت کی بڑی قدر کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ ابو ہند کے پاس سے گذرا، ابو ہند تعظیم مین کھڑے ہوگئے، اور سلام کیا، ہشام نے ان سے کہا، آپ کو امام مالک نے خوبصورت کپڑے پہنائے ہین[3]،

حلیہ و اخلاق و عادات | ہشام کا رنگ سفید سرخی آمیز تھا، اور آنکھین کچھ کجی کی طرف مائل تھین[4]، اپنے اخلاق و عادات سے لوگون مین ہر دلعزیز تھا، مریضون کی عیادت کرنا، جنازون کے ساتھ جانا، اس کے معمولات مین سے تھا[5]، سخاوت اور فیاضی، اور عفو و

۱؎ نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸ ۲؎ ،، ص ۳۳۶، افتتاح الاندلس ص ۳۵، ۳؎ افتتاح الاندلس ص ۴۴

۴؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲ ۵؎ افتتاح الاندلس ص ۴۲،

درگذر کے اوصاف حمیدہ سے متصف تھا، وہ وزیر حکومت ثعلبہ بن عبید کے جنازہ کی تکمیل کے بعد واپس آرہا تھا، قبرستان کے قریب ایک گھر سے ایک کتا نکلا اور اس پر حملہ آور ہو کر اس کی صدری پھاڑ ڈالی، اس نے عامل قرطبہ کو حکم دیا کہ اس کتے کے مالک پر ایک درہم طبلی جرمانہ (خراج) کرے کہ اس نے ایسی جگہ کیون کتا پال رکھا ہے، جہان ایسے واقعات پیش آئین کہ مسلمانون کو تکلیف پہونچے، اس کے بعد وہ ثعلبہ بن عبید کے مکان پر تعزیت کے لئے پہنچا، وہان سے واپس ہوا تو کہا کہ اس کتے کے مالک کا جرمانہ معاف کر دیا جائے کہ اس کو اس سے (اس سبب سے کہ اس کے کتے نے امیر پر حملہ کیا) زیادہ غم پہنچا ہے، جتنا کہ میرے کپڑے کے پھٹنے کا مجھے افسوس ہے[۱]،

ہشام کی زندگی کا نمایان پہلو، اس کا اتباع شریعت ہے، وہ خود بڑے صلاح و تقویٰ کے ساتھ زندگی گذارتا، عبادت مین وقت صرف کرتا، باجماعت نمازین پڑھتا، اور مسجدون کو معمور رکھنے کا اہتمام رکھتا تھا، مجموعۂ اخبار اندلس مین ہے،

"ہشام روپیون کی تھیلیان بھر بھر کر بارش کی اندھیری راتون مین مسجدون مین بھیجتا تھا، اور جو لوگ مسجد مین موجود ہوتے تھے، وہ ان کو دی جاتی تھین، اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ مسجدین آباد رہین[۲]"،

عبد الواحد مراکشی لکھتا ہے،

"وہ نیک سیرت تھا، عدل و انصاف کی جستجو مین رہتا تھا، مریضون کی عیادت کرتا تھا، جنازون مین شریک ہوتا تھا، بہت زیادہ خیرات تقسیم کرتا تھا، کبھی کبھی اندھیری رات مین جب کہ موسلا دھار پانی برس رہا ہوتا، وہ درہمون کی تھیلیان لیکر نکل جاتا تھا"

---

[۱] افتتاح الاندلس ص ۴۲ [۲] مجموعۂ اخبار اندلس ص ۱۲۰ و ۱۲۱،

اور بوڑھی اور مجبور پردہ نشین عورتوں میں تقسیم کرنا تھا، اس کا یہی طریقہ اس کے وفات پانے تک قائم رہا۔[1]

اولاد و جانشین | ہشام کے پانچ لڑکے تھے،[2] ان میں سے حکم کو اس نے اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنا دیا تھا، جانشینی کی رسم کے موقع پر تمام صوبوں کے ولاۃ و عمال اور معززین بلائے گئے، اور بیعت کی رسم انجام پائی، بیعت لئے جانے کے بعد اس نے حکم کو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر کی،

"عدل و انصاف کرنے میں امیر و غریب کا امتیاز نہ کرنا، جو لوگ تمہارے دست نگر ہوں، ان سے لطف اور نرمی سے پیش آنا، سب لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اپنے صوبوں اور شہروں کی حفاظت، وفادار اور تجربہ کار لوگوں کے سپرد کرنا، تمہارے جو عمال رعایا کو تنگ کریں ان کو بے رحم ہو کر سزا دینا، اپنے سپاہیوں پر اعتدال اور استقلال سے حکومت کرنا، یہ یاد رکھنا کہ انھیں ہتیار اس لئے دیئے جاتے ہیں کہ وہ ملک کی حفاظت کریں، نہ اس لئے کہ ملک تباہ کر ڈالیں، یاد رکھو ان کو تنخواہیں وقت پر دیتے رہنا، اور ان سے جو وعدے کرنا ان کو پورا کرنا، ہمیشہ اس کوشش میں رہنا کہ تمہاری رعایا تمہاری گرویدہ رہے کیونکہ ان کی محبت ہی سے تمہاری سلطنت کا قیام و دوام ہے، اگر وہ تم سے ڈریں گے تو تمہارے لئے خطرناک ہوں گے، اگر وہ تم سے نفرت کریں گے تو یاد رکھو یہی تمہاری بربادی کا سبب ہوگا، ان لوگوں کی حمایت و حفاظت کرنا، جو کاشتکار کہلاتے ہیں، اور ہمارے لئے روٹی مہیا کرتے ہیں، خبردار ان کی فصلیں خراب

---

[1] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۱۲ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱

نہ ہونے پائین، اور ان کے جنگل اور چراگاہین تباہ نہ ہو جائین، اہر بات مین ایسا طرز عمل رکھنا کہ تمھاری رعایا تمھین دعائین دے، اور تمھارے زیر سایہ خوشی وخرمی سے اپنی عمرین گذار دے، یہی اور صرف یہی طریقہ ہے جس سے تمھاری نیک نامی ہوگی اور تمھارا نام شان دار بادشاہون کی فہرست مین آجائے گا۔"[1]

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۴۴ تا ۲۴۴، اس تقریر کی زبان کہین کہین پہلی صدی ہجری کی زبان کے بجائے زمانہ موجودہ کی معلوم ہوتی ہے، نیز تقریر کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری و اطاعت اور طلب دعا کے بجائے "شان دار بادشاہون کی فہرست مین نام کے آنے کی تمنا" پر ہونا بھی قرین قیاس نہین تاہم مجموعی حیثیت سے یہ تقریر ہشام کے احوال کے مطابق ہے اس لئے متن مین اس کو اخذ کر لیا گیا۔

حکم نے بائیس سال کی عمر مین حکومت کی زمام ہاتھ مین لی، اس کی کنیت ابو العاص تھی، اور اس کی مان ام ولد، زخرف تھی،[1] عمر کا ابتدائی حصہ تعلیم و تربیت مین گذرا، ۱۸ سال کی عمر سے مملکت کے امور مین حصہ لینے لگا، ۱۷۶ھ ۷۹۲ء مین اندلس کے سرکش صوبہ طلیطلہ کا والی بنایا گیا،

اس کے برسر حکومت آنے کے بعد اس کے بھائیون سے اس کا کوئی اختلاف نہین ہوا، لیکن اس کے دونون چچا سلیمان وعبد اللہ، جو ہشام کے عہد مین ناکام ہونے کے بعد جلا وطنی کی زندگی گذار رہے تھے، پھر اندلس آکر اس سے برسرپیکار ہوئے، اس کے ساتھ مشرقی اندلس کے شورش پسندون کو بھی سر اٹھانے کا موقع مل گیا، انھین دیکھ کر سرحد کی عیسائی حکومتون کے حوصلے بھی بڑھے، وہ سرحدی شہرون پہ چھاپے مارنے لگے، اور بعض شہرون پر مستقل قبضہ کر بیٹھے،

دوسری طرف حکم نوجوانی مین برسر حکومت آگیا تھا، نوجوانی کی خام عقلی سے خام کاری ظاہر ہوئی، عیش و عشرت مین پڑکر غیر محتاط زندگی اختیار کر لی، قرطبہ علم و عمل کا مرکز تھا،

---

[1] المعجب، سرکشی ص ۱۲

علماے دین و صالحین امت یہان مجتمع تھے، عوام بھی اس کے پیش رو ہشام کے عہد کی مذہبی زندگی کو دیکھ چکے تھے، وہ خود لباس تقوی سے آراستہ تھا، علما و صلحا کے ذریعہ عام مسلمانون کو کتاب و سنت کے اتباع کی ہدایت کرتا تھا، اس لئے وہ حکم کی رندی و ہوسنا کی کی زندگی کو انگیز نہ کر سکے، ابتدا وعظ و تلقین سے اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی گئی، پھر رائے عامہ کا دباؤ ڈالا گیا، جب سب تدبیرین ناکام رہین تو اس کے معزول کئے جانے کی سازش تیار کی گئی، اور ناکام رہی،

ان ہی احوال کے لحاظ سے حکم کو اپنے دور حکومت مین بغاوتون کا سامنا کرنا پڑا، اپنے آدمیون سے نبرد آزما ہوا، ان کے قبضون کو ختم کر کے سرحد کی عیسائی حکومتون سے پے در پے لڑائیان کین، عام شہریون سے جنگ کی، علما و صلحاے امت سے جنگ مول لی، حفاظت خود اختیاری کا اہتمام اس کو زیادہ سے زیادہ کرنا پڑا، اور وہ سخت گیری و تندخوئی کا خوگر ہو گیا، اپنی معتمد فوج اکٹھا کی قصر شاہی کے سامنے سوارون کے پہرے بیٹھائے، اور اس کو وہ روش اختیار کرنی پڑی، جو جابر سلاطین اپنی ذات کی حفاظت اور سلطنت کی بقا کے لئے کیا کرتے ہین، اس کا پورا عہد حکومت ان ہی واقعات سے لبریز ہے،

مشرقی اندلس مین بغاوت

حکم نے زمام حکومت ہاتھ مین لینے کے بعد جو پہلی فوجی نقل و حرکت کی وہ اسی سال سنہ ۱۸۰ھ مین عیسائیون کے حدود حکومت پر فوجکشی تھی، لیکن مشرقی اندلس کی شوریدہ سر آبادی کی بغاوتون سے یہ کامیاب مہم ایک حملہ کے بعد ملتوی کر دی گئی، اور حکم نے اپنی ساری قوت داخلی بغاوتون کے فرو کرنے مین لگا دی،

یہ بغاوتین مشرقی اندلس مین رونما ہوئین چنانچہ سنہ ۱۸۱ھ مین ابو الحجاج بہلول بن مرزوق پیش قدمی کر کے سرقسطہ پر قبضہ کر بیٹھا، اور عبیدہ بن حمید نے طلیطلہ مین خودسری اختیار کی،

اس اثنا میں حکم کا جلاوطن چچا عبد اللہ اندلس میں داخل ہوا، وہ اپنی پچھلی سرکشی کے زمانہ میں مشرقی وشمالی اندلس میں اپنی ہمنوا جماعت تیار کرچکا تھا چنانچہ وہ پہلے بہلول سے آکر ملا اس نے شمالی اندلس کے زرخیز علاقہ بلنسیہ پر قبضہ کرلیا، بلنسیہ اس کا دار الحکومت قرار پایا، اس طرح اندلس کا وسیع علاقہ حکم کے دسترس سے باہر نکل گیا،

حکم نے سب سے پہلے ان میں سے طلیطلہ کی بغاوت پر توجہ کی، حکم کا ایک معتمد قاید عمروس ابن یوسف طلبیرہ کا والی تھا، حکم نے اس کو طلیطلہ پر فوجکشی کی ہدایت کی، چنانچہ وہ فوج لے کر طلیطلہ پہونچا، اور محاصرین ومحصورین میں لڑائیاں شروع ہوگئیں، جن میں عمروس کے لشکر کو غلبہ ہوتا گیا، اسی اثنا میں عمروس نے طلیطلہ کے ایک صاحب اقتدار خانوادہ بنو مخشی سے ساز باز کرکے باغیوں کے سرغنہ عبیدہ کو قتل کرادیا، اور بغاوت فرو ہوگئی، عمروس نے اس کے سر کو حکم کے پاس بھیج دیا، پھر بنو مخشی کے کچھ لوگ عمروس کے پاس طلبیرہ میں چلے آئے، اتفاق سے یہاں بنو مخشی سے بعض بربری قبیلون کی دیرینہ مخالفت قائم تھی، یہ تازہ واقعہ اختلاف کا مزید موجب بنا، اور کشت وخون تک نوبت پہونچی، عمروس نے بنو مخشی کی حمایت کی، اور سات سو بربریون کے سر قلم کرادیئے اور ان کے سرون کو الحکم کے پاس بھیج دیا، اس واقعہ سے چند دنون کے لئے اس نواح میں شورش دب گئی، اور عمروس نے اپنے لڑکے یوسف کو طلیطلہ کا والی بنادیا، لیکن چند دنون کے بعد یہ شہر فتنہ وفساد کا مرکز بن گیا[1]،

اس کے بعد ۱۸۲ھ میں حکم کا دوسرا چچا سلیمان بھی حکومت کا دعویدار بنکر طنجہ سے اندلس میں آیا، بربری قبائل سے اس کے تعلقات استوار تھے، اندلس کے بربری عمروس کے قتل عام کے بعد حکم سے برگشتہ ہوچکے تھے، نیز عربون میں . . . . . سلیمان کے قدیم وفادار مدد گار

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۷۱، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۶

کی ایک بڑی جماعت موجود تھی، اس طرح اچھا خاصہ لشکر اس کے گرد فراہم ہوگیا، حکم اس کے مقابلہ کے لئے خود اپنی قیادت میں ایک بڑا لشکر لے کر قرطبہ سے آیا، دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا، سلیمان شکست کھا کر اپنی فوج لیکر میدان سے بھاگا، حکم نے اس کا تعاقب کیا، دور جاکر ماہ ذی الحجہ میں دوبارہ مقابلہ ہوا، اس دوسرے میدان میں بھی سلیمان نے شکست کھائی اور پہاڑیوں میں روپوش ہوگیا، حکم اپنی فوج لیکر واپس چلا گیا،

اس کے بعد سلیمان نے فوج کو نئے سرے سے درست کیا، اور استجہ پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا، حکم اس کی گھات میں لگا تھا، خبر سنتے ہی فوج لے کر دوڑ آیا، ۱۸۳ھ/۷۹۹ء میں تیسری مرتبہ مقابلہ ہوا، سلیمان اپنے لشکر کے ساتھ ایک گاؤں میں محصور ہوگیا، حکم نے اس گاؤں کا محاصرہ کیا، لیکن سلیمان بچ کر نکل گیا، اور ایک دوسرے قریہ خریش میں جو صوبہ قرطبہ میں ایک مستحکم قلعہ تھا، پناہ گزین ہوگیا، اور حکم فوج لے کر اس وقت واپس چلا گیا، اس کے بعد وہ ۱۸۵ھ/۸۰۱ء میں نئی فوج لیکر قلعہ خریش کے نواح میں آیا، اور سلیمان کے لشکر سے اس کا پھر مقابلہ ہوا، اور پھر اس نے شکست کھائی، اور ماردہ میں پناہ لینے کے لئے بھاگا، لیکن حکم کے لشکر نے اس کا تعاقب کرکے اس کو گرفتار کر لیا، اور حکم کے پاس لے آئے، حکم نے اسی وقت اس کو قتل کرا دیا، اور عبرت آموزی کے لئے اس کے سر کو قرطبہ بھیج دیا، سلیمان کے اہل و عیال سرقسطہ میں مقیم تھے حکم نے ان کو امن کا پروانہ بھیج دیا، اور سب کو قرطبہ بلا لیا،[1]

اس وقت کے خروج کرنے والوں میں سب سے زیادہ اہمیت سلیمان کو حاصل تھی، وہ حکم کے باپ ہشام کا مقابل رہ چکا تھا، اور اسی وقت سلطنت کا مدعی رہا تھا، ملک کے اکابر اور عوام کی بھی ایک تعداد وقتاً فوقتاً اس کی ہمنوا رہی، اس لئے حکم نے اپنی پوری توجہ اسی طرف مبذول

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۶

ساتھ ان کی رہنمائی کرتا تھا، جب تک وہ زندہ رہا، حکم اہل طلیطلہ پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ کرسکا، حالانکہ وہ اس صورتِ حال سے عاجز آچکا تھا، بالآخر اس کے مرنے کے بعد اس نے انھیں مطیع کرنیکا فیصلہ کیا، اور سرحدی صوبہ کے والی عمروس بن یوسف کے ہاتھوں اس مہم کو انجام دینا چاہا، عمروس وشقہ کا ایک ذی اقتدار عیسائی نو مسلم اور بنو امیہ کا دل سے وفادار تھا، سرحدی صوبہ میں امن و امان قائم کرنے میں اس سے مدد مل چکی تھی، حکم نے اس کو قرطبہ طلب کیا، اور بڑے اعزاز و اکرام سے اس کو اپنا مہمان بنایا، اور اس سے طلیطلہ کے باشندوں کے معاملہ پر رازداری سے گفتگو کی، عمروس اس مہم کے انجام دینے کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ ہوگیا، اور باہمی مشورہ سے ایک اسکیم تیار کی گئی، اور طلیطلہ کا والی بنا کر اس کو بھیج دیا، اور اس کے معرفت وہاں کے باشندوں کے نام حسب ذیل پیغام بھیجا

"میں نے عمروس بن یوسف کو تمہارے لئے منتخب کیا ہے، جو تم ہی میں سے ہے، تاکہ تمہارے دلوں کو پوری طرح اطمینان حاصل ہو جائے اور تم ہمارے جن عمال اور موالی کو ناپسند کرتے ہو ان کو وہاں سے علیحدہ کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ میرے اس طرزِ عمل سے تم اپنے حق میں میرے مخلصانہ جذبات کو سمجھ سکو گے"

عمروس نے طلیطلہ پہنچ کر شہر کے باشندوں کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا، رفتہ رفتہ اس نے خاندان امویہ کے خلاف اپنی رائیں بھی بیجا بیجا کر ظاہر کیں، شہر کے باشندے اس پر اعتماد کرنے لگے، اور رفتہ رفتہ اموی حکومت کے مقابلہ میں اس کو اپنا سرپرست اور رہنما تصور کرنے لگے

طلیطلہ کا دار الحکومت، اور سرکاری ملازمین کی سکونت گاہیں شہری آبادی میں ملی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۴۳) لیکن ایسی کوئی روایت عربی ماخذ میں نظر سے نہیں گذری،

سرحدی والی کا ایک دوسرا قاصد آیا کہ عیسائیون کا لشکر منتشر ہوگیا ہے، اب فوج کی ضرورت
باقی نہین رہی، اس مکتوب کے پہنچتے ہی عبدالرحمٰن طلیطلہ کے پاس ایک مقام جیارین مین ٹھہر گیا
اس کے بعد اس خوفناک سازش کی مخفی تدبیرین بروے کار آنے لگین چنانچہ جیارین
مین فوج کے قیام کی خبر طلیطلہ پہنچی تو عمروس نے شہر والون کے سامنے شاہزادے کی خدمت
مین جاکر باریاب ہونے کا ارادہ ظاہر کیا، اس کے ساتھ اس نے طلیطلہ والون کو یہ بھی سمجھایا
کہ سلطنت کا ولیعہد ہمارے شہر کے پاس مقیم ہے اس کی پذیرائی ضروری ہے اس لئے اس شہر کے
ساتھ شہر کے معززین کو بھی اس کی خدمت مین باریاب ہونا چاہیئے طلیطلہ والون نے اس
مشورہ کو قبول کیا، اور شہر کے ممتاز معززین عمروس کے ساتھ لشکرگاہ مین آکر شاہزادے کی
خدمت مین باریاب ہوئے شاہزادے نے بھی ان امراء کی حیثیت کے مطابق ان کی قدر و منزلت
کی اور رسمی باریابی بڑے تکلف اخلاق و مدارات کے ساتھ ختم ہوئی،

حکم نے اپنے معتمد وادحم کی معرفت عمروس کے نام ایک خط بھی بھیجا تھا، اس نے
لب کشائی کے بغیر اس کو اس کی خدمت مین پیش کیا، اس مین اس سازش اور اس کے
آیندہ طریق عمل کا مکمل نقشہ موجود تھا،

چنانچہ عمروس، وزراء سے تنہائی مین مشورہ کے لئے ملا اس اثنا مین وزراء کے نام
کا خط بھی معتمد وادحم نے ان کے سپرد کیا اور وزراء اور عمروس نے سر جوڑ کر مشورہ کیا، اور
طے پایا کہ شہر والون کو عبدالرحمٰن کو شہر مین مدعو کرنے پر آمادہ کیا جائے عبدالرحمٰن اس دعوت
کو اصرار کے بعد قبول کرے اور شہر مین فوج کے ساتھ داخل ہو،

اس کے بعد اس تجویز کے مطابق عمروس نے اعیان شہر کو علیحدہ لیجا کر عبدالرحمٰن
کو شہر مین داخل ہونے کی دعوت دینے کا مشورہ دیا تاکہ یہ شاہزادہ اپنی نگاہون سے شہر کی

عظمت و شوکت کا اندازہ لگا لے، اور اس سے آئندہ مواقع پر فائدہ اٹھایا جائے، اہل شہر نے اس مشورہ کو بھی قبول کیا، اور عبدالرحمٰن کی خدمت میں دوبارہ آکر اس کو شہر میں داخل ہو کر مہمانی قبول کرنے کی دعوت دی، عبدالرحمٰن نے تجویز کے مطابق پہلے انکار کیا، پھر وزراء و عمائد لشکر کی تائید اور اہل شہر کے اصرار سے اس دعوت کو قبول کیا، اور یہ عظیم الشان لشکر شہر کی نئی سرکاری عمارت میں آکر ٹھہر گیا،

طلیطلہ میں آنے کے بعد پہلے دن عمروس کے اہتمام میں شہر کے معززین کی طرف سے مہمانوں کی ضیافت کی گئی، اور دوسرے دن حکومت کی طرف سے اہل شہر کی ضیافت کا سامان کیا گیا، اور سرکاری عمارت کے اندرونی صحن میں کھانا کھانے کا انتظام کیا گیا شاہی ضیافت کے لیے شام کا وقت مقرر تھا، ایک خلق کثیر مدعو تھی اس لئے انتظام کیا گیا کہ مدعوین گروہ در گروہ صدر دروازے سے داخل ہوں، اور ان کی سواریاں پشت کے دروازے پر کھڑی رہیں، وہ کھانے کے بعد پشت کے دروازے سے رخصت ہو جائیں مہمانوں میں شہر کی دونوں آبادیوں کے تمام معززین تھے، چنانچہ مہمان ایک ایک گروہ میں محل میں داخل ہوتے گئے، محل کے وسط صحن میں ایک عمیق گڑھا کھودا گیا تھا، جلاد برہنہ تلواریں لئے کھڑے تھے، عبدالرحمٰن اسی کے قریب مہمانوں کی پذیرائی کے لئے بیٹھا ہوا تھا، اہل شہر جوق در جوق شاہی ضیافت میں شریک ہونے کے لئے آتے گئے، آنے والوں کی گردنیں اڑائی جاتی رہیں، اور تڑپتا ہوا لاشہ اس گڑھے میں ڈھکیلا جاتا رہا، سر شام سے دوسری صبح تک یہ سلسلہ جاری رہا، پانچ ہزار تین سو سے اوپر مقتولین کے لاشے گڑھے میں پہنچ گئے، طلوع صبح کے وقت آنے والوں میں سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ جو لوگ محل میں داخل ہوتے ہیں، واپس آتے دکھائی نہیں دیتے، ان لوگوں نے سرکاری عمال سے

پوچھا، بتایا گیا کہ لوگ پشت کے دروازے سے واپس جا چکے ہیں، دریافت کرنے والے پشت کے دروازے پر پہونچے ادھر کوئی بھی نظر نہ آیا، پھر محل کی فضا پر نظر پہونچی تو بخارات چھائے ہوئے دیکھے، لوگ چیخ اٹھے کہ یہ باورچی خانہ کا دھواں نہیں، خون سیال کے بخارات ہیں، اسی وقت شہر میں کہرام مچ گیا، السیف السیف کی آوازیں بھی اٹھیں مگر لبیک کہنے والا کوئی موجود نہ تھا، جن لوگوں نے شور مچایا وہ بھی پکڑ کر قتل کئے گئے، روشناس اہل شہر میں سے جو قتل ہونے سے بچ رہے تھے وہ بھی پکڑ کر قتل کر دئے گئے، پھر عام آبادی میں جو لوگ قتل ہونے سے باقی بچ گئے، انھوں نے گویا نئی زندگی پائی، مگر اب ان میں کوئی بھی ایسا باقی نہ رہ گیا تھا، جو حکومت کی مخالفت کا تخیل بھی اپنے ذہن میں لاسکتا، چنانچہ حکم نے اپنے دور حکومت کا بقیہ زمانہ کم سے کم اہل طلیطلہ کی طرف سے اطمینان سے گذارا، اور لوگوں کے دلوں پر حکومت کی ہیبت عبد الرحمٰن کے عہد تک قائم رہی، اس پورے زمانہ میں طلیطلہ میں حکومت کے خلاف کسی شورش کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا،

مقتولین کی مجموعی تعداد ۷ ہزار سے متجاوز ہو گئی، عبد الرحمٰن اس خونیں منظر کو شب بھر بیٹھا دیکھتا رہا۔ تھوڑی جھپک اس کی آنکھوں میں غنودہ پیدا ہو گیا، تو تمام عمر یافی رہا۔

ایک بغاوت کا نئے انداز سے خاتمہ وسطی اندلس کے شہر جیان کے علاقہ میں بھی بغاوت کا ایک واقعہ رونما ہوا، اور حکم نے صرف [illegible] دو دن کے اندر اس کا خاتمہ کر دیا، ان اطراف میں جابر [illegible] ایک [illegible] نے جیان کا محاصرہ کر لیا، عامل جیان قلعہ بند ہو گیا تھا [illegible] پاس پہونچی، [illegible] اس وقت بعد ان میں گھوڑ دوڑ کا تماشہ دیکھ رہا تھا، اس کے [illegible] سامنے دریا کے کنارے دو [illegible] گھوڑ [illegible]

لہ ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۵، ۱۳۶، افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۵۳ تا ۵۴

فوجی دستے بھیجا گیا، اصبغ کبھی اطاعت قبول کر لیتا، اور کبھی مقابلہ کرتا، یہی صورت حال ۱۹۲ھ/۸۰۸ء
تک قائم رہی، آخر اہل شہر بار بار کی فوج کشی سے تنگ آ گئے، اصبغ کے حامیوں کی تعداد روز
بروز کم ہوتی گئی، یہاں تک کہ خود اس کے بھائی نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، بالآخر اس نے
حکم کے پاس امان طلب کرنے کیلئے قاصد بھیجا، حکم نے اس کی معذرت قبول کی، اور وہ ماردہ
کی سکونت ترک کرکے حکم کی خدمت میں قرطبہ چلا آیا،[1]

لیکن اصبغ کے اطاعت قبول کر لینے کے باوجود ماردہ کی شورش رفع نہیں ہوئی، کچھ دنوں
کے سکون کے بعد اہل شہر پھر بغاوت پر آمادہ ہو گئے، شہر کے استحکامات ایسے تھے کہ انھیں
اپنی باغیانہ سرگرمیوں کے جاری رکھنے کا موقع مل جاتا تھا، حکم بھی ان سے غافل نہیں رہا، اور
خود فوج لے کر آیا [illegible] سلسلہ پھیلتا رہا، یہ صورت حال ۱۹۳ھ سے ۱۹۶ھ/۸۱۱ء تک قائم
رہی، بالآخر اہل شہر نے اطاعت قبول کی،[2]

حکم کے زمانہ میں مغربی اندلس میں بغاوت کا دوسرا مقام باجہ تھا، یہاں حزم بن وہب نے
۱۹۱ھ میں خودسری اختیار کی تھی، یہ شہر پرتگال کے موجودہ پایہ تخت لسبن (اشبونہ) سے جنوب
مشرق میں ۹۵ میل کے فاصلہ پر آباد تھا، حزم ممتاز قائدین میں تھا، حکم اس کو اپنے سرداروں
میں گنتا تھا، اس کے نام سے گمان ہوتا ہے کہ شاید یہ نومسلم عیسائی ہو، بہرحال اس نے باجہ میں
بغاوت کا علم بلند کیا اور [illegible] پرتگال کے موجودہ پایہ تخت لسبن (اشبونہ) پر قبضہ کرنے
کے قصد میں تھا کہ حکم کو [illegible] اپنے بیٹے ہشام کی [illegible] بغاوت کے
استیصال کیلئے [illegible] ہشام نے [illegible] اہل شہر کے
[illegible] امان

[illegible]

دی، اور فوج واپس چلی گئی[۱]

اس کے بعد حکم کے آخر عہد حکومت میں ۲۰۲ھ (۸۱۷ء) میں باجہ میں حکومت کا ایک نیا دعویدار پیدا ہوا، جو "ولد" کے نام سے معروف ہے، حکم نے پھر فوج بھیجی، شاہی لشکر نے باغیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا چنانچہ شاہی لشکر شہر میں داخل ہوا، اور بغاوت کے سرغنہ "ولد" کو گرفتار کر لیا گیا[۲]

مغربی اندلس کے تیسرے شہر مورور میں ۲۰۰ھ (۸۱۵ء) میں ایک بربری نے سر اٹھایا، اس کے استیصال کئے جانے کا واقعہ اپنے طرز کا انوکھا ہے، ماردہ کے عامل نے حکم کو اس کے خروج کی اطلاع بھیجی، اور لکھا کہ اگر اجازت ہو تو لشکر کشی کر کے اس کا خاتمہ کر دیا جائے، حکم نے اس مکتوب کو پوشیدہ رکھا، اور فوج کے ایک [illegible] کو طلب کیا، حکم اس وقت محل کے ایک صحن میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے فوجی سردار سے پوچھا کہ تم فلاں کو جانتے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا، حکم نے کہا میں اسی جگہ بیٹھا ہوں، تم فوراً جاؤ، اس کا سر میرے پاس لے آؤ ورنہ اس کے عوض میں تمہارا سر لیا جائے گا، [illegible] بغیر گفتگو کئے پریشانی ہوا اور [illegible] چل کھڑا ہوا، مورور پہنچ کر اس بربری کے متعلق حالات دریافت کئے تو لوگوں نے [illegible] سے اس کے حالات بتائے، یہ قائد بہت متفکر ہوا کہ ایسی سخت مہم اور اتنی تنبیہ و تہدید اس کو حکم کی طبیعت کا اندازہ تھا کہ وہ جو کہتا ہے پورا کرتا ہے، آخر جان پر کھیل کر اس کام کو پورا کرنے کی اس نے ہمت کی، اور حیلہ جوئی سے ایسی تدبیریں اختیار کیں کہ اس کا سر قلم کرنے میں کامیاب ہو گیا،

پچھتر دن سر لے کر قرطبہ واپس آیا تو حکم اسی صحن میں اسی جگہ بیٹھا تھا، اور غلاموں

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۰، [۲] ایضاً ص [illegible]

معلوم ہوا کہ وہ اس دن سے سوائے وضو اور نماز کے کسی اور ضرورت سے نہیں اٹھا، حکم اس کی کامیابی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، انعام سے سرفراز کیا اور منصب میں ترقی دی[۱]،

حکم کے زمانہ کا یہ واقعہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ مغربی اندلس کے آخری جنوبی گوشہ کے ساحلی شہر جزیرۂ خضرا میں ۱۹۱ھ کے بعد خارجیوں کا ظہور عمل میں آیا، اور اس شہر میں خوارج کے عقائد کی اشاعت عام طور پر ہونے لگی، عباس بن ناصح شاعر نے ایک شعر میں حکم کو اس کی طرف متوجہ کیا، حکم یہ شعر سنتے ہی خارجیوں کے استیصال پر کمربستہ ہو گیا، فوج لے کر خود جزیرۂ خضرا پہونچا، اور اس عقیدہ کے قبول کرنے والوں میں سے اکثر کو موت کی سزا دی[۲]،

حکم کی زندگی کے آخری سال میں مورور میں ایک شخص قفسب نے فتنہ انگیزی کی، اور ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ عرب موالی، غلام اور عیسائیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی، اس فتنہ کا استیصال عبدالرحمن ثانی کے آغاز عہد میں ہو سکا، اور قفسب یہاں سے فرار ہو کر ماردہ چلا گیا[۳]،

عیسائی حکومتوں سے آویزش | ہشام کی وفات کے بعد ہی شارلیمین شاہ فرانس اور لوئی شاہ اکیوٹین نے اندلس کی اسلامی سرحدوں میں پھر دلچسپی لینی شروع کی، چنانچہ لوئی نے اندلس کے شمالی مشرق کے مشہور شہر برشلونہ پر قبضہ کر لیا[۴]،

حکم نے اس پر فوراً توجہ کی، عبدالکریم بن مغیث کی سرکردگی میں ایک طاقتور لشکر روانہ کیا، جس نے برشلونہ پر دوبارہ قبضہ کیا، پھر عبدالکریم نے فوج کو عیسوی حکومت کے حدود میں داخل ہو کر مختلف حصوں میں تقسیم کر کے پھیلا دیا، [illegible]

---

[۱] ابن عذاری ج ۲ ص ۷۷، ۷۸ و اخبار اندلس ج ۱ ص ۲۳۱ [illegible] [۲] [illegible] ص [illegible] [۳] [illegible] اخبار اندلس ج ۱ ص ۲۴۴

ملک میں ایک قیامت برپا کر دی، بہت لوگ ان سے قتل کئے گئے اور شہروں کو لوٹا مارا اور جلا جلا کر تباہ و برباد کیا۔

اسی سلسلہ میں فوج کا ایک دستہ خلیج بسکے کو عبور کر کے فرانس پہونچا، عیسائیوں نے خلیج کو ناقابل عبور سمجھ کر آس پاس کی آبادیوں سے قیمتی ذخائر یہیں کسی شہر میں محفوظ رکھ دیے تھے اور عورتوں اور بچوں کو بھی یہیں پہنچا دیا تھا لیکن حسن اتفاق سے خلیج کا پانی اتر گیا تھا، فوج کو جانے کا راستہ مل گیا، اور یہاں بیشمار دولت ہاتھ آئی، اور بہت سے قیدی گرفتار ہوئے، فوج کا یہ دستہ یہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس آکر عبد الکریم کے پاس چلا آیا۔

اس کے بعد ایک مقام پر عیسائیوں کے اجتماع کی خبر ملی، عبد الکریم نے ادھر رخ کر کے ان کے سروں پر آپہونچا اور منتشر کر کے ان کے خیمہ و خرگاہ کو چھین لیا۔

اس حملہ میں کوہ پیرنیز کے اس پار کی عیسائی آبادی اور جنوبی فرانس کو اس طرح برباد کیا گیا کہ اگر اندلس میں عبد اللہ و سلیمان نے خانہ جنگی نہ شروع کر دی ہوتی تو پھر عیسائیوں کو کسی جارحانہ حملہ کا حوصلہ نہ ہوتا، لیکن جب اندلس میں عبد اللہ و سلیمان نے خروج کیا اور جا بجا بغاوتیں اٹھیں، تو بقول عرب مورخین عیسائیوں نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور وہ اسلامی شہروں پر جا بجا چڑھ دوڑے اور لوٹ مار کر کے چلے گئے لیکن حکم نے ان جارحانہ حملوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔[1]

شارلیمین شاہ فرانس نے ۱۸۱ھ میں فرانس پر مسلمانوں کے جارحانہ حملہ سے سبق لیا، اس کو اپنے پچھلے تجربہ سے پھر کبھی اندلس پر حملہ آور ہونے کا خیال نہیں ہوا، اس کے ساتھ اور دوسرے فرانسیسی امرا نے اسلامی علاقوں کے جارحانہ حملوں سے بچنا چاہا، چنانچہ ۱۸۳ھ میں النالسو سے

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۵۳، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۳۹، [illegible]

اس نے دوستی کا معاہدہ کیا، اور لوئی شاہ اکوٹین کے مشورہ سے کوہ پائیرنیس کے اس پار اسلامی
اندلس کی سرحد سے ملی ہوئی سرزمین پر ایک نئی ریاست بطور اسٹیٹ کے طور پر قائم کی، اور
اس سلطنت کا نام "اسپینش مارچ" رکھا، اور ایک فرانسیسی رئیس بوریل کو اس ریاست کا حکمران
بنایا، اور اس کو لوئی شاہ اکوٹین کی سیادت میں دے دیا، اس کے ساتھ جابجا مناسب مقامات
پر مستحکم قلعے تعمیر کر دئے، اور یہاں کی فوج نے خاص طور پر اسلامی اندلس کی سرحدوں پر
چھاپے مارنا شروع کیا، بایں ہمہ حَکَم اپنی داخلی مصروفیتوں کے سبب سے اُدھر کوئی توجہ نہ کرسکا، اور
ایک مدت تک اندلس میں سرحد کی اسلامی آبادیاں عیسائیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد
ہوتی رہیں، انسائیکلوپیڈیا میں شارلیمین کے سیاسی تفوق کو دکھاتے ہوئے کہا گیا ہے،

"(خلافت عباسیہ سے تعلقات قائم کرکے) اس طرح اس کے اثرات ایشیا میں قائم
ہونے کے بعد یورپ کا کوئی حصہ مشکل سے نکلے گا، جہاں شارلیمین کی قوت محسوس نہ کی گئی
ہو، اس واقعہ ہزیمت (ہزیمت ۷۷۸ء) کے بعد اگرچہ وہ اسپین میں نہ آیا، لیکن اس نے
اس ملک کے حوادث سے اپنی گہری دلچسپی قائم رکھی، ۷۹۸ء میں اس نے الفانسو دوم
شاہ اسٹریاس سے دوستی کا معاہدہ مکمل کیا، اور شاہ لوئی کی سرکردگی میں ایک باقاعدہ
مہم کا ایسا سلسلہ جاری رکھا کہ "اسپینش مارچ" کی حکومت عالم وجود میں آئی، جو کہ کوہ
پائیرنیس سے دریائے ابرو کے درمیان واقع تھی، اور جو پہلو سے برسلونہ تک
پھیلی ہوئی تھی، تاکہ عربوں کے حملوں کی مدافعت کرتی رہے"

اس نوزائیدہ سلطنت کے بڑے شہروں میں اوسونا، کاردونا، ٹاریسیا وغیرہ تھے،
ان میں سے کوئی بھی ساحل سمندر پر آباد نہ تھا، شارلیمین نے اسلامی اندلس کی داخلی پریشانیوں سے
فائدہ اٹھاکر اپنی سالانہ مجلس ٹولوس میں مشرقی اندلس کے مشہور ساحلی شہر برسلونہ پر قبضہ

کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ ۱۸۵ھ ۸۰۱ء مین عیسائیون کے متحدہ لشکر نے برشلونہ کا محاصرہ کرلیا، اور
شاہ لوئی اپنی فوج لئے روسی لون مین ٹھہر گیا کہ اگر قرطبہ سے کوئی فوج اہل برشلونہ کی مدد
کے لئے آئے تو اس کا راستہ روکا جائے، اور ادھر محاصر فوج نے بڑی سختی سے محاصرہ جاری
رکھا، والی برشلونہ نے مدد کے لئے قرطبہ پیغام بھیجا، لیکن کوئی امداد نہ آسکی، اور محاصرے کی
سختیان روز بروز بڑھتی گئین، شہر کا تعلق باہر سے بالکل منقطع ہوگیا، اور سامان خوراک کے
ختم ہونے کے بعد چمڑے اور کوڑا کرکٹ کے کھانے تک کی نوبت آگئی، باین ہمہ مسلمان
محصورین بڑی پامردی سے مقابلہ کرتے رہے، اور شہر سے باہر نکل کر حملہ آور دشمن کو موت
کے گھاٹ اتارتے رہے، اس اثنا مین شاہ لوئی بھی قرطبہ کی طرف سے کسی مدد کے نہ
پہونچنے سے مطمئن ہو کر اپنی فوج لے کر برشلونہ چلا آیا، اور محاصرین کی طاقت مین پہلے سے
اضافہ ہوگیا، اور ادھر محصورین کی مصیبتون مین روز بروز اضافہ ہوتا گیا، اور شہر کی فصیل بھی
جابجا سے کمزور ہوگئی، آخر والی برشلونہ ایک خفیہ دروازے سے خود نکلا کہ قرطبہ پہنچ کر مسلمانون
کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے کمک طلب کرے لائے مگر اتفاق سے وہ
گرفتار کرلیا گیا، بالآخر مسلمانون نے محاصرین سے صلح کا نامہ وپیام کیا، اور اس شرط پر کہ مسلمانون
کو شہر سے ہجرت کرکے چلے جانے دیا جائے، شہر کے دروازے کھول دیئے، اور مسلمان برشلونہ
مین اپنی املاک وجائیداد اور سازوسامان کو چھوڑ کر یہان سے ہجرت کر گئے،

مسلمان جب ترک سکونت کرکے شہر سے نکل چکے تو ان کی کمک کے لئے قرطبہ
کی فوج آتی دکھائی دی، مگر یہ بعد از وقت تھا، چنانچہ سب لوگ قرطبہ واپس
چلے گئے، برشلونہ کے سقوط کے بعد اس نو آئیدہ فرانسیسی سلطنت کا پایہ تخت
بھی مقام قرار پایا، اور مسلمانون کی جدوجہد [illegible] کی [illegible] پر [illegible] جبر ہوئے مسلمانون

کے قبضہ سے نکل گیا[۱]

اس کے کچھ دنوں کے بعد سنہ ۱۵۵ھ / ۷۷۲ء میں عیسائیوں نے ایک دوسرے سرحدی شہر نطیلہ کا رخ کیا، اس شہر میں کچھ قدر عیسائی بھی آباد تھے، یہ شہر عمروس بن یوسف کی ولایت میں تھا، اس کا نوجوان لڑکا یوسف یہاں کا والی تھا، نطیلہ والوں نے سرحد کے عیسائیوں سے ساز باز کرکے بغاوت کی، اور انھیں بلا کر شہر کو ان کے سپرد کر دیا، عیسائیوں نے یوسف کو گرفتار کرکے ایک مقام صخرۂ قیس میں لے جا کر رکھا، اور شہر پر قابض ہو گئے،

عمروس نے عیسائیوں کی یورش اور لڑکے کی گرفتاری کی خبر سن کر پہلے سرقسطہ کو مستحکم کیا، اور فوج کی تنظیم کی کہ عیسائی اس شہر پر حملہ آور نہ ہونے پائیں، پھر اپنے چچازاد بھائی کی سرکردگی میں لشکر عیسائیوں کو نطیلہ سے نکالنے اور یوسف کو آزاد کرانے کے لئے روانہ کیا، چنانچہ عیسائی بڑی تعداد میں قتل کئے گئے، نطیلہ میں کامیاب ہونے کے بعد وہ صخرۂ قیس پہنچا، یہاں بھی سخت مقابلہ ہوا، اور مسلمانوں نے غلبہ حاصل کرکے یوسف کو آزاد کر دیا، عیسائی شکست کھا کر صخرۂ قیس سے بھاگے، اور یوسف گم گشتہ اپنے باپ سے آ کر مل گیا، اور کچھ دنوں کے لئے اس علاقہ کے عیسائیوں کے دلوں پر عمروس کی دھاک جم گئی، اور انھیں سر اٹھانے یا پیش قدمی کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا[۲]

اس کے بعد سنہ ۱۹۱ھ / ۸۰۶ء میں فرانس والوں نے شمال مشرقی اندلس کے شہر طرطوشہ کی طرف پیش قدمی کی، حکم کو اطلاع ملی تو اس نے اپنے سب سے بڑے لڑکے عبد الرحمٰن کو مقابلہ کے لئے

۱؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۳۰ [illegible] ص ۱۲۶، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۵۰، ۴۵۴، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۳۰، انسائیکلوپیڈیا ج ۵ ص ۳۹۲ (مقالہ سپین) طبع یازدہم،

۲؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۰،

بھیجا، عبدالرحمٰن نے لوئی کے طرطوشہ پہنچنے سے پہلے اسی کے حدود حکومت میں اس کو روک لیا، دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا، لوئی نے شکست کھائی، بہت سے عیسائی قتل کئے گئے بہت سے گرفتار ہوئے، اور خیمہ و خرگاہ ہاتھ آیا۔[1]

حکم نے بربنلونہ کے واقعہ سے سبق حاصل کر کے عجلت کے ساتھ یہ مہم روانہ کر دی تھی، سرحدی علاقوں میں عیسائیوں کی زیادتیاں اسی طرح جاری تھیں، اور قتل و غارتگری کی سلسلہ وارداتیں ہو رہی تھیں، لیکن حکم کو داخلی بدامنیوں سے فرصت نہ تھی کہ ادھر توجہ کر سکتا۔

۱۹۶ھ میں اتفاقی طور پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا، جس سے حکم کی توجہ ادھر مبذول ہو گئی، ایک اندلسی شاعر عباس نامی نے اس کے سامنے ایک قصیدہ پیش کیا کہ اس نے ایک عورت کی فریاد سنی جو امیر کا نام لے کر اس کی دہائی دے رہی تھی، حکم نے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک قافلہ کے ہمراہ تھی جس پر دشمنوں کا ایک دستہ حملہ آور ہو گیا، سب لوگ قتل کئے گئے اور وہ زندہ گرفتار کر لی گئی، اس وقت اس نے یہ فریاد کی، "حکم تیری دہائی ہے، تو نے ہمیں بھلا دیا، ہم بیوہ و یتیم ہو گئے"، حکم یہ سنکر بہت متاثر ہوا، اور جہاد کا اعلان کر کے کوچ کا حکم دیا، وادی الحجارہ کے پاس وہ واقعہ پیش آیا تھا، چنانچہ آپ نے لشکر روانہ کر کے عیسائیوں کی حکومت کے اندر دور تک تاخت کی، بہت سے قلعے فتح کئے، بہت شہروں کو لوٹ لیا، بہت سے لوگ قتل کئے گئے اور بہت سے گرفتار کئے گئے جن میں عورتیں بھی تھیں۔

اس کے بعد قیدیوں کا بدلہ کیا گیا، وہ فریاد کرنے والی عورت اپنا وطن واپس

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص [illegible]

آئی، نباد کے بعد جو قیدی باقی بچ گئے وہ قتل کردیئے گئے، اس طرح اس نے اپنے غصہ اور انتقام کی آگ ٹھنڈی کی، واپسی کے بعد حکم نے سرحد والون اور خصوصاً اس عورت سے پوچھا کہ تم لوگون نے حکم کو فریاد کے لئے پکارا تھا؟ لوگون نے اثبات مین جواب دیا، اور اس کے حق مین دعائین کین، اس کے بعد حکم قرطبہ واپس چلا گیا،[1]

اس مہم سے عیسوی شہرون پر حکم کے مہم کی ابتدا نئے سرے سے ہوئی، چنانچہ اس کے بعد اس نے پے درپے مہمین بھیجنا شروع کین، اور لڑائیون کا خشکی وسمندر مین ایک طویل سلسلہ جاری ہوگیا، چنانچہ اس کے بعد ۲۰۰ھ مین ایک عظیم الشان مہم عبدالکریم بن مغیث کی سرکردگی مین بھیجی گئی، عبدالکریم فوج لیکر گیا، اور جنوبی فرانس کے وسط مین قیام اختیار کرکے جابجا اپنی فوجین پھیلادین، جنھون نے قتل وغارتگری کا ایک طویل سلسلہ جاری کیا، بہت سے قلعے مسمار کرڈالے، ایک مقام کو برباد کرکے دوسرے مقام پہنچا، اور عیسائیون کے لئے سر چھپانا مشکل ہوگیا، یہ حال دیکھ کر عیسائی حکمرانون نے اس علاقہ کے سب حکمرانون کو حالات کی اطلاع دی، اور عیسوی لشکر ہر سمت سے امنڈ آیا، اور ایک جگہ جمع ہوگیا، دریا ابرو کے اس پار اسلامی لشکر تھا، اور عیسائیون کا لشکر اس پار جمع تھا، اور مسلمانون کو دریا عبور کرنے سے روک رہا تھا، یہ دیکھ کر عبدالکریم سیاسی چال سے پیچھے ہٹ آیا، عیسائی سمجھے کہ ان کے قدم اکھڑ گئے، چنانچہ وہ لوگ دریا کو عبور کرکے اس پار آگئے، اس کے بعد مسلمان ان پر جھپٹ پڑے، اور بیدردی سے قتل عام شروع کردیا، عیسائی پسپا ہوکر دریا کے ساحل پر پہونچے، اور وہ بھاگنے کی کوشش مین تھے، اور مسلمان انھین قتل اور گرفتار کرنے مین مصروف تھے، جو لوگ بچ کر جاسکے وہ محفوظ رہے، باقی بہت لوگ گرفتار ہوگئے

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۲ – ۱۲۳، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۹، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۶۰ و ۱۵۹۔

جن میں بڑے بڑے نامی سردار اور مذہبی پیشوا بھی تھے،

اس کے بعد دریا کے اس پار عیسائیوں نے پھر اپنی منتشر جمعیت فراہم کی، اور مسلمانوں کو دریا عبور کرنے سے روکنے کے لئے کھڑے رہے، اور لڑائی کا سلسلہ روزانہ جاری رہا، ۱۳ دن اسی طرح گذرے، یہاں تک کہ دریا چڑھ آیا، اور اس کا عبور کرنا ناممکن ہو گیا، اس کے بعد عبد الکریم اپنا لشکر لیکر ۵ ذی الحجہ ۲۰۸ھ میں قرطبہ واپس چلا آیا،[1]

حکم کے عہد میں عیسائیوں سے یہ آخری لڑائی تھی، اس کے بعد کسی لڑائی کا تذکرہ عرب مورخین کے یہاں موجود نہیں، اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے بیان کے مطابق شاہ لیون اور حکم میں دوستانہ معاہدہ ہو گیا، اور ان دونوں کے حالت جنگ میں ہونے کی کیفیت باقی نہیں رہی، چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے،

"عربوں اور [illegible] لڑائی کا طویل سلسلہ قسمی و تری دونوں طرف سے جاری رہا، یہاں تک کہ ۸۱۲ء میں شاہ لیون اور الحکم شاہ قرطبہ کے درمیان معاہدۂ صلح انجام پایا"[2]

حکم کی اخلاقی بے راہ روی کے خلاف قرطبہ میں ہنگامہ

حکم، ہشام اول کا جانشین تھا، ہشام کے مختصر دور حکومت میں لوگوں کے دلوں میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی کے دور حکومت کی یاد تازہ ہو گئی تھی، اور کتاب و سنت کا اتباع اس کے عہد کا درخشان کارنامہ تھا، وہ خود صلاح و تقویٰ کی زندگی گذارتا تھا اور رعایا میں دین کے اوامر و نواہی کی پیروی کرنے کا ذوق پیدا کرتا تھا، علمائے دین کی [illegible] و منزلت کرتا تھا اور ان کے ذریعہ سے علم دین کی اشاعت ہوئی، اور چنانچہ یہی وجہ تھی کہ [illegible] [illegible] علماء و فقہاء، اور صلحاء کی [illegible] میں گیا تھا

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص [illegible] [illegible] نفح الطیب [illegible] [illegible] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۵ ص ۹۳۸ (شاہ لیون) [illegible]

لیکن حکم نے زمام حکومت سنبھالنے کے بعد جہاں سیاسی حیثیت سے کامیاب حکمرانی شروع کی، وہاں خود ذاتی طور پر ایسے عادات و خصائل کا مرتکب ہوا، جو ہشام جیسے متقی و متبع سنت فرمانروا کے جانشین کے شایان شان نہ تھا، چنانچہ وہ شراب نوشی اور عیش و عشرت کے دوسرے معاصی کا علانیہ ارتکاب کرنے لگا۔

اندلس کی اسلامی سرزمین اسلامی علوم کا مخزن بن چکی تھی، موطا کے رواۃ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ یحییٰ بن یحییٰ اللیثی وغیرہ اس دور میں اپنی مسند درس بچھائے تھے، یہ وہ لوگ تھے جن سے سلطنت کا بانی عبد الرحمٰن بھی عزت و احترام سے پیش آتا تھا، ان لوگوں نے حکم کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی، مگر وہ اپنی بے راہ روی میں اپنی حد سے تجاوز کرتا گیا، رفتہ رفتہ اس کی اس آزادانہ روش سے قرطبہ کے عوام و خواص میں سخت برہمی پھیلی، لوگ اس کے معاصی پر علانیہ نفرت کرنے لگے، اور جذبۂ نفرت اتنا بڑھا کہ سنہ ۱۸۷ھ میں ایک مرتبہ وہ عوام کے سامنے نظر آیا، لوگوں نے اس کے خلاف نعرے لگائے، اور اس پر پتھر برساتے ہوئے اس کا پیچھا کیا، اور محل میں گھس کر اس کو قتل کر دینا چاہا کہ محل کی محافظ فوج سامنے آگئی، اور مجمع پر قابو حاصل کر لیا، اور حالات سکون میں آگئے۔

خلع کی ایک کوشش اور اس کی ناکامی

قرطبہ کے ممتاز علماء و صلحاء نے حکم کے فسق و فجور کی زندگی سے تنگ آکر اس کی بیعت سے خلع کرنا ضروری قرار دیا، اور ایک اموی شاہزادے محمد بن قاسم معروف با بن الشماس پر جو منذر بن عبد الرحمٰن الداخل کی اولاد میں سے تھا، نگاہ انتخاب پڑی، لوگوں نے اس نوجوان شاہزادے کا عہد بیعت لیا، اور اس کو ہمنوا کر کے اپنا رازدار بنا لیا، اور حکم کو معزول کر کے اس کی بیعت لینے کا ارادہ ظاہر کیا، اس نے تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے شب بیچ شنبہ کو اپنے قصر میں بلایا، تاکہ وہاں اطمینان کی

گفتگو کرلی جائے، اور دوسرے دن جمعہ کے روز حکم کو معزول ہونے اور اس کی بیعت کے لیئے
جانے کا اعلان کردیا جائے،

لیکن اس اموی شاہزادے نے علما وصلحا کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھایا تھا، اس نے
ایک طرف علما سے اپنی گفتگو جاری رکھی، اور دوسری طرف حکم کی نظرون مین منزلت
حاصل کرنے کے لئے، اس کو سازش کی اطلاع کردی، حکم کو اس کے بیان کا اعتبار نہ آیا،
اس نے کہا "تم مجھے اعیان شہر کی طرف سے بدگمان کرنا چاہتے ہو، پھر قسم کھاکر کہا اس کو
تمھین پایہ ثبوت تک پہنچانا ہوگا، ورنہ تمھاری گردن اڑادون گا" اس نے کہا "آپ اپنے
کسی معتمد کو میرے پاس فلان رات کو بھیج دیجئے" چنانچہ حکم نے موعودہ شب مین اپنے وفادار
غلام برنت اور کاتب ابن الخدا کو محمد بن قاسم کے محل مین بھیجدیا، اس نے ان لوگون کو
اوٹ مین اس طرح بیٹھادیا کہ کمرے کی آواز وہان پہنچ سکے اور ان پر کسی کی نظر نہ پڑے،
اس اثنا مین مقررہ وقت پر قرطبہ کے علما وصلحا، ابن قاسم کے محل مین جمع ہوئے،
اس نے ان سے مصنوعی گفتگو شروع کی، اثنائے گفتگو مین یہ معلوم کرنے کے لئے کہ قرطبہ
کے علماء و اعیان، واقعی اس کی حمایت کے لئے تیار ہین، اس نے ان مین سے ہر ایک کا
نام فرداً فرداً دریافت کرنا شروع کیا، اور علماء اثبات مین جواب دیتے گئے، اور ادھر
کاتب تقدیر ان کے نامون کو فہرست مین درج کرتا گیا، جب نامون کی تعداد غیر معمولی
حد تک پہنچ گئی، اور قرطبہ کے معزز علما مین سے مشکل سے کوئی ایسا بچا ہو جس کا نام اس
فہرست مین نہ آگیا ہو، تو کاتب کو خطرہ گذرا کہ کہین اس کا نام بھی ان لوگون کی زبان پر نہ
آجائے، اس نے قلم چلانے مین اس کی آواز تیز کردی، حاضرین قلم چلنے کی آواز سن کر فریب
سے مطلع ہوگئے، اسی وقت مجمع مین انتشار پیدا ہوا، اور یہ کہتے ہوئے کہ دشمن خدا تیرے یہ

کرتوت ہین، وہان سے عجلت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، اور اسی وقت جس کو فرار ہونے کا موقع مل سکا، وہ فرار ہوگیا، ورنہ دوسری صبح تک ان مین سے جو اپنے گھر پر موجود رہ گیا، وہ گرفتار کر لیا گیا، حکم کے دسترس سے باہر ہوجانے والون مین شیخ عیسیٰ بن دینار، اور یحییٰ بن یحییٰ لیثی کے نام خاص طور پر لئے گئے ہین، اور اکابر مین جو حکم کے ہاتھ لگ گئے ان مین ممتاز علماء مین سے یحییٰ بن نصر یحصبی، موسیٰ بن سالم خولانی، اور موسیٰ بن سالم، ابن ابی کعب، اور یحییٰ بن یحییٰ لیثی کے سگے بھائی اور ابو یحییٰ زکریا بن مطر غسانی جو حضرت امام مالکؒ اور حضرت سفیانؒ کے ارشد تلامذہ مین تھے، اور اندلس مین دین کے ستون سمجھے جاتے تھے، اور اسی طرح دیگر علماء جن کی مجموعی تعداد ۷۲ تھی چند دنون کے بعد شاہی محل کے سامنے انھین سولی پر چڑھا دیا گیا، اور سرزمین اندلس ان اکابر اہل علم کے فیوض و برکات سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئی،

قرطبہ مین قتل عام قرطبہ کی اس سانحہ عظمیٰ سے حکم اور مسلمانان قرطبہ کے درمیان اختلاف کی ایک ایسی خلیج حائل ہوگئی جو ان دونون مین سے کسی ایک کے فنا ہو جانے کے بعد ہی ہٹ سکتی تھی، حکم نے اس سانحہ کے بعد شاہی محل کی حفاظت کرنے والی فوج کی تعداد زیادہ کردی، دو ہزار سوار محل کے سامنے ہمہ وقت تیار کھڑے رہتے تھے، فوج شاہی محل کو گرداگرد گھیرے رہتی تھی، اور شہری آبادی کا کسی مسلح باضابطہ فوج سے مقابلہ کرنا بہت دشوار تھا، اس لئے اہل شہر کسی ایسے موقع کے منتظر رہے کہ حکم کسی مہم مین جائے، قرطبہ شاہی فوج سے خالی ہو اور وہ اس کے دروازے حکم کے لئے بند کردین،

چنانچہ ۱۹۱ھ مین حکم لشکر لے کر ماردہ کی بغاوت فرو کرنے کے لئے گیا ہوا تھا کہ اہل قرطبہ کو محصور ہو کر بیٹھ جانے کا موقع ملا، اور خیال کیا گیا کہ حکم کو ماردہ کی مہم سر کرنے مین کچھ دیر

لگے گی، اس اثناء میں یہاں بغاوت کو کامیاب بنانے کے وسائل اختیار کر لئے جائیں گے
لیکن حکم نے قرطبہ کی بغاوت کی اطلاع پاتے ہی، ماردہ کی مہم کو ناتمام چھوڑ دیا، اور بڑی تیز
گامی سے صرف تین دن کے اندر فوج لے کر قرطبہ واپس چلا آیا، بغاوت پر قابو حاصل کیا،
شورش کنندوں میں کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا، اس طرح وقتی طور پر سکون
تو پیدا ہوا، لیکن طبائع کا اشتعال باقی رہا،

لوگ حکم کی شاہی فوج کے ہر فرد کو بڑی حقارت سے دیکھتے اور شہریوں اور فوجیوں میں جذبہ
عناد ترقی پاتا رہا، راستہ گلی میں کوئی فوجی مل جاتا تو اس کو ستانے کی کوشش کرتے، گالی گلوچ کی نوبت پہنچتی،
یہاں تک کہ لوگ مینارے پر چڑھ کر اذان کے بعد "الصلوٰۃ یا مخمور" کی ندا بلند کرتے، کبھی کوئی جری
حکم کے روبرو ہی ندا بلند کر دیتا،

حکم بھی اپنی حفاظت ..... سے غافل نہ تھا، وہ غلاموں کی فوج میں
روز بروز اضافہ کرتا گیا، قرطبہ کی قلعہ بندی اس طرح کرائی کہ مخالف گروہ کے محلے بعض
قرطبہ یعنی جو ہی قرطبہ بن گئے، اپنی محفوظ حد بندیوں کے گرد گہری خندقیں کھدوائیں، حکم کی ان
تدبیروں سے اہل شہر میں مزید اشتعال پیدا ہوتا گیا، اور ادھر حکم کی دشمنی بھی اہل شہر سے
بڑھتی گئی، مختلف ذریعوں سے انہیں پریشان کرتا، چنانچہ اب تک صرف پیداوار کا عشر
وصول کیا جاتا تھا، اس نے ایک جدت یہ کی کہ غلہ کا ہر وہ بورا جو قرطبہ میں
باہر سے لایا جاتا، اس میں سے بھی دسواں حصہ سرکاری محصول میں لے لیا جاتا، اہل
قرطبہ نے قدرتاً اس نئے ٹیکس کو ناپسند کیا، اس پر کچھ شورش پیدا ہوئی تو شہریوں میں سے
جو لوگ پیش پیش تھے ان میں سے دس آدمیوں کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا، اس کے
بعد آخری اشتعال انگیز واقعہ پیش آیا کہ ماہ رمضان ۱۹۸ھ [illegible] میں ایک [illegible] نے ایک

قرطبہ کے کسی صیقل گر کو اپنی تلوار صیقل کرنے کے لئے دی تھی، ان دونوں میں کسی بات پر جھگڑا
ہوا، فوجی نے اشتعال میں اس صیقل گر کو قتل کر ڈالا، اس واقعہ سے مخالفت کی آگ ایسی
بھڑکی کہ اس کے شعلوں سے قرطبہ کی شہری آبادی جل کر خاکستر ہو گئی، لوگ صیقل گر کا خون
کرنے ہی السلاح السلاح پکارتے شاہی محل کی طرف دوڑ پڑے اور ایک جم غفیر محل کی
محافظ فوج پر حملہ آور ہو گیا، فوج نے بھی مقابلہ کیا، مگر اس مشتعل مسلح مجمع پر وہ قابو نہ پا سکی،
اور پسپا ہوتی ہوئی محل کی طرف ہٹتی گئی، حکم قصر کے اندر بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا، اس کی رگوں
میں بھی شرقی خون تھا، نہایت سکون سے مسلح ہوا، ہتھیار لگانے کے بعد مشک کی شیشی طلب
کی، خادم حیران ہوا کہ اس وقت اس کا کیا موقع ہے، حکم نے جھڑک کر اس سے کہا آج موت
یا دشمنوں پر ظفر مندی کا دن ہے، اگر میں مارا گیا تو حکم کا سر مقتولین کے سروں میں سے کیوں کر
پہچانا جائے گا، چنانچہ مشک کو تیل کر اپنے سر پر لگایا، اور فوج کے ایک مسلح دستہ کو ہمراہ
لے کر میدان میں نکل آیا، اور جوش و خروش سے لڑائی میں گھس پڑا، ابن عبد الرحمن الداخل
کا ایک مولی بزیع کسی جرم میں قید خانہ میں دوام حبس کی سزا بھگت رہا تھا، پیروں میں بھاری
بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، جس وقت حملہ آور شاہی فوج کو پسپا کر رہے تھے، اس وقت وہ
لڑائی کا نظارہ دیکھ کر قبائلی جوش و خروش سے دیوانہ ہو گیا، قید خانہ کے محافظ سے منتیں کیں
کہ لڑائی میں شریک ہونے کا موقع دیا جائے اگر زندہ رہ گیا تو خود سے آکر بیڑیاں پہن لوں گا،
چنانچہ پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں، وہ میدان میں کود پڑا، اور لاشوں پر لاشیں گراتا
ہوا مسجد تک [illegible]

حکم تھوڑی دیر اسی طرح لڑتا رہا، پھر اپنے چچا زاد بھائی عبد اللہ کے کان میں کہا کہ وہ
ایک مختصر دستہ لے کر شہر پناہ کی پشت سے نکل جائے، چنانچہ وہ شہر پناہ میں سوراخ کر کے

حملہ آوروں کی پشت پر پہنچ گیا، اور پہلے ربض شہر کے محلوں میں آگ لگا دی، اور پھر عقب سے
حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا، حملہ آوروں نے مڑ کر دیکھا تو اپنے محلوں سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے
اور اپنے اہل و عیال کی فکر میں بدحواس ہو کر مڑ پڑے، اب میدان صاف تھا، فوج درندوں
کی طرح آگے بڑھی، اور شہر کے ان محلوں پر ٹوٹ پڑی، اور مسلسل تین دن تک قتل عام،
آتش زدگی اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھ کر ایک قیامت برپا کر دی، قتل عام کا بازار ایسا
گرم تھا، جو وہاں ملتا قتل کیا جاتا، مکانات ڈھائے گئے، اور مسجدیں مسمار کی گئیں، تین دن
میں ایسا بھیانک منظر پیدا ہو گیا کہ حکم نے خود سے وزراء سے مشورہ طلب کیا، لوگوں نے
کہا اس آبادی میں کا ایک متنفس بھی زندہ باقی نہ رکھا جائے، لیکن عبد الکریم بن عبد الواحد نے
نشیب و فراز سمجھایا، اور قتل عام کے موقوف کئے جانیکا مشورہ دیا،

حکم نے اس کی رائے کو قبول کر کے تلواریں نیام میں کرائیں، اور ان محلوں کو تین
دن کے اندر خالی کر دینے کا حکم دیا کہ چوتھے دن جو ان محلوں میں دکھائی دے گا، وہ قتل
کر دیا جائے گا،

اس ہنگامہ کے سلسلہ میں بھی علمائے قرطبہ نے اپنی فرض شناسی فراموش نہیں کی،
وہ عین ہنگامہ کے دن اپنے کو خطرہ میں ڈال کر مصالحت کا پیغام لیکر آئے تھے، اور صلح و آشتی
سے اس ہنگامہ کو فرو کرانا چاہتے تھے، لیکن حکم کے جذبات مشتعل تھے، ان کو گرفتار کر کے
قید کرا دیا، رات کی تاریکی میں ان کو قید خانہ سے اپنے پاس بلوایا، جدیر، جو بنو جدیر کا مورث
اعلیٰ تھا، یہاں دربان مقرر تھا، حکم نے اس کو ان سب [illegible] کی گردن مارنے کا حکم دیا،
جدیر کی دینی فرض شناسی بیدار ہوئی، اس نے جرأت سے کہا، آقا اس کو میں اپنے اور
آپ دونوں کے لئے برا سمجھتا ہوں کہ میں اور آپ دونوں جہنم کے درجوں میں سے کسی

درجہ میں ہوں آپ میری طرف دوڑیں اور میں آپ کی طرف دوڑوں یہ نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ آپ کو"، حکم نے اس جواب کے باوجود اپنے حکم کے نفاذ پر اصرار کیا لیکن جب یہ انکار کرتا رہا تو اس کو اپنے پاس سے نکل جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھی ابن نادر کو بلوایا، اور اس کے ہاتھوں ان مشائخ قرطبہ کو جام شہادت پلایا، ابن القوطیہ کہتا ہے کہ "شاید اسی وجہ سے بنو جد آج تک پھولتے پھلتے گئے" اور بنو نادر روز بروز پستی میں گرتے گئے"

باہر جانا۔ اہل قرطبہ کے ان مصیبت زدوں کی جنہیں جلاوطن ہونے کا حکم دیا گیا تھا، ایک علیحدہ داستان ہے، ایک ایسے موقع پر جب قتل عام خونریزی اور عمارتوں اور مسجدوں کی آتشزدگی و مسماری کا بظاہر ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا، اس اعلان کے بعد سفاکوں کے ہاتھ رک گئے

ان مصیبت زدوں کے لئے یہ مہلت غنیمت ثابت ہوئی، لوگ اہل و عیال اور مختصر سامان کو ساتھ لیکر اندلس سے چل کھڑے ہوئے لیکن ان کی مصیبت کا خاتمہ ابھی نہیں ہوا تھا شہری فوجی سپاہی اور لٹیرے مختلف کمینگاہوں میں چھپ رہے اور ان کے ساتھ مال و اسباب کی لوٹ مار کرتے رہے جو سامان بچانے کی کوشش کرتا، جان سے مارا جاتا، آخر ان ہی مصیبتوں کے ساتھ یہ اندلس سے ہجرت کر کے باہر نکلے، کچھ لوگوں نے مغرب کے شہروں میں اقامت اختیار کی، اور کچھ لوگ بڑھتے ہوئے مصر چلے گئے،

جلاوطنوں کی نو آبادی | ان مہاجرین کے قافلہ در قافلہ نے اجتماع کر کے ایک جماعت کی حیثیت اختیار کر لی، اور ان کی تعداد دو ہزار سے تجاوز کر گئی، ان لوگوں نے اس اجتماع سے فائدہ اٹھایا، اس زمانہ میں مصر پر ایک ... عبید اللہ بن السری خلافت عباسیہ سے باغی ہو کر مستولی ہو گیا تھا، اس اندلسی جمعیت نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا، اور مصر پہنچ کر

کے اندازے میں پوچھا" ایسے فربہ بچھڑے کے متعلق کیا رائے ہے جس کو سال بھر تک پال
کر تیار کیا گیا ہو" حکم نے کہا "اس کا گوشت ثقیل ہو گا، صحرائی کا گوشت ہلکا اور لذیذ ہوتا
ہے" اس نے کہا "میری مراد اس سے دوسری ہے، طالوت میرے پاس ہے" حکم نے
پوچھا "ان کو پکڑنے میں کیسے کامیاب ہو گئے" اس نے جواب دیا کہ "میں لطف و کرم سے
ان کو لے آیا" حکم نے طالوت کو حاضر کرنے کا حکم دیا، چنانچہ حکم کے سامنے ان کے لئے
کرسی بچھائی گئی، اور وہ اس پر لا کر بٹھائے گئے، جس وقت حکم کا سامنا ہوا، خوف و دہشت سے
کانپ اٹھے، حکم نے کہا،

"طالوت! مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے والد یا تمہارا لڑکا اس محل کا مالک ہوتا تو
کیا وہ اس اعزاز و اکرام سے کچھ زیادہ کر سکتا جو میں تمہارے ساتھ کر رہا ہوں، کیا کبھی
کوئی ایسی ضرورت ہوئی ہے جس کو تم نے اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے چاہا ہو اور
میں نے دوڑ کر پورا نہ کیا ہو، کیا بار بار میں تمہاری بیمار پرسی میں تمہاری عیادت کے لئے
نہیں گیا، کیا جب تمہاری بیوی کا انتقال ہوا تو میں تمہارے دروازے پر نہیں پہنچا، میں
اس کے جنازہ میں ربض سے قبرستان تک پیدل نہیں گیا، پھر پیدل ہی تمہارے ساتھ
واپس نہیں آیا، یہاں تک کہ میں تم کو تمہارے گھر تک پہنچا آیا، لیکن تمہاری مرضی یہی
کہ تم نے میرا خون بہانا چاہا، میری بے عزتی (اور ہتک) کرنی چاہی" آخر میں حکم نے یہ کہا
"میں اب تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ جس نے مجھے تمہاری طرف سے غضب ناک بنا دیا تھا اب
اس نے تمہاری طرف سے غصے کے جذبہ کو پھیر دیا ہے، پس اب اللہ کی امان میں لوٹ جاؤ
میں نے تمہاری نیکیوں کو نظر انداز نہیں کیا ہے، میں اپنی زندگی بھر تمہارے لئے کوئی برائی
نہ چاہوں گا، گویا کہ وہ سب جو کچھ گذرا وہ پیش آیا ہی نہ ہوتا"

وہ قرآن مجید کی تلاوت میں رات گذار دیتا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی"[1]

مقری لکھتا ہے:

"ابن حزم نے اس کے متعلق رائے ظاہر کی ہے کہ وہ گناہوں کو چھپا کر نہیں کرتا تھا اور خون بہانے میں سفاک تھا اسی وجہ سے فقہا و صلحا اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور زیادہ تر مورخین کا بیان ہے کہ وہ اخیر میں گناہوں سے بیزار ہو گیا تھا اور توبہ کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے"[2]

وفات حکم نے ۲۶ ذی الحجہ ۲۰۶ھ کو ۵۲ سال کی عمر میں حسرت و ندامت کے ساتھ اس دار فانی کو الوداع کیا[3]

عہد حکومت حکم نے ۲۶ سال حکمرانی کی یہ اندلس کا پہلا حکمران تھا جس نے فوج کے دستے شمار کے ساتھ بنائے، خدم و حشم بڑھائے، اپنے محل کی حفاظت کے لیے سوار کھڑے کئے اور جابر بادشاہوں کی طرح شاہانہ زندگی اختیار کی، اس کے ساتھ ظلم و جور کو روا رکھتا تھا اور چوری کا انسداد کرتا اور حکومت کے معاملات پر اپنی توجہ رکھتا تھا، ابن اثیر لکھتا ہے:

"حکم صاحب عزم و مستقل مزاج تھا وہ پہلا حکمران ہے جس نے اندلس میں ممالیک کی کثرت کی اور اپنے دروازے پر سوار متعین کئے اور جابر بادشاہوں کے مانند ہو گیا اور وہ کاموں پر بذات خود توجہ دیتا تھا"[4]

ابن خلدون لکھتا ہے:

"اس نے ممالیک کثرت سے جمع کئے، سوار اور ان کے دستے بنائے، اس کی سلطنت

---

[1] اخبار مجموعہ ص [illegible] ۔ [2] المعجب مراکشی ص [illegible] [3] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۰ [4] ابن اثیر ج ۶

ص [illegible] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۰ [5] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲

نے ترقی کی، اور کاموں پر بذات خود توجہ رکھتا تھا۔۔۔۔۔ فوجوں کے دستے بنائے،
اسلحہ جمع کئے، تعداد کا شمار رکھا، خدم و حشم بڑھائے، اپنے دروازے پر سوار متعین کئے۔۔
۔۔۔۔ اس کے پاس چند دیکھنے والی آنکھیں تھیں، وہ لوگوں کے حالات سے اس کو مطلع
کرتی تھیں، یہ وہی ہے جس نے اندلس کو اپنے جانشینوں کے لئے اچھی حالت میں سپرد کیا تھا۔[1]

مجموعہ اخبار اندلس میں ہے،

"امیر حکم بن ہشام شجاع، صاحب عزیمت اور اپنی لڑائیوں میں کامیاب ہونے والا
تھا، اس نے اندلس سے فتنوں کی آگ بجھادی اور نفاق کی بنیادیں اکھیڑ دیں،
اہل کفر ہر طرف ذلیل ہوئے، وہ اپنی بہادری اور عزت نفس کے ساتھ حق کے سامنے
جھکنے والا، اور انصاف کے لئے اس کا اطاعت کرنے والا خود اپنی ذات کے لئے
تھا، پھر اس کی اولاد اور خواص کا کیا شمار تھا، بہترین حکام کو منتخب کرتا تھا جو پاکبازی
سے حکومت کرتے تھے اور حق کے ساتھ انصاف کرتے تھے۔"[2]

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

حکم بن ہشام اپنی رعایا کے لئے نیک سیرت تھا، حکام و عمال کا بہتر انتخاب کرتا، ان کو
دست درازیوں سے محفوظ رکھتا تھا، اور پے در پے جہاد کرتا تھا،

نظام حکومت | حکم کے عہد میں وزارت کے عہدہ پر عبدالکریم بن مغیث سرفراز تھا،

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

حکم کے امور سلطنت پر اس کی حکمرانی کے طویل دور میں عبدالکریم بن مغیث کو غلبہ
حاصل رہا، اس کو عقل و دانش اور حسن رائے میں بلند مقام حاصل تھا۔[3]

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۵ و ۱۲۶ [2] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۲ [3] افتتاح الاندلس ص ۴۵

"اس کے دو ہزار سوار تھے جو دریا کے کنارے قصر کے مقابل میں ایستادہ رہتے تھے، یہ سوار دو چھاؤنیوں میں رہتے تھے اور ہر چھاؤنی میں دس دس عریف مقرر تھے، اور ہر عریف کے ماتحت سو گھوڑے تھے، وہی ان کی نگہبانی اور چارہ کا انتظام کرتے تھے، اور اگر کوئی گھوڑا معذور ہو جاتا تو اس کو اصطبل سے خارج کر کے نئے گھوڑے فوراً بدل کر دیئے جاتے تھے، تاکہ کوئی واقعہ پیش آ جانے پر یہ سب ہمہ وقت تیار رہیں، اگر کوئی واقعہ پیش آ جاتا تھا تو یہ سب کے سب ایک شخص واحد کے مثل ہو جاتے تھے"[1]

اس کے ساتھ اسلحہ و دیگر فوجی سازو سامان، اور فوج کے شمار و قطار کا خاص طور پر اہتمام کیا، فوج کی اعلیٰ کمان بیشتر موقعوں پر حکم خود اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا، کبھی اپنے ولیعہد عبدالرحمٰن کے سپرد کی اور کبھی وزیر اعظم عبدالکریم بن مغیث کے ہاتھوں میں دی،

اگر حکم نے غلاموں کی فوج تیار نہ کی ہوتی تو قرطبہ کی بغاوت کے موقع پر اس کا زندہ و سلامت رہنا ممکن نہ ہوتا، یا یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر اس نے فاسقانہ زندگی اختیار نہ کی ہوتی تو غلاموں کی اس عظیم الشان فوج کی ضرورت اس کو پیش نہ آتی،

بہرحال یہ لائق ذکر ہے کہ اس نے اپنی فوجی برتری سے خشکی و سمندر دونوں میں فرانس کے شہنشاہ شارلیمین کو شکست دی، اور اس کو حکومت اربہ اندلس کو تسلیم کرنے اور اس سے معاہدہ صلح منعقد کرنے پر مجبور ہونا پڑا، اور اندلس کی یہ حکومت اس کے زمانہ میں دنیا کی ایک بڑی حکومت تسلیم کی گئی،

صحیفۂ محاسن حاصل یہ کہ اس نے کتاب و سنت کی پیروی کو قائم نہ رکھا اس لئے رائے عامہ اس کے خلاف ہو گئی منجملہ دیگر اسباب کے اس سبب سے بھی اس کے معزول کئے جانے کی

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۹، ۱۳۰

میں التجا کی کہ مجھے اسی کے مثل ایسا قاضی عطا فرما دے جس کو میں اپنے اور لوگوں کے درمیان واسطہ بنا سکوں،

اس کے بعد اسی صبح کو اس نے وزراء کو مشورہ کے لئے طلب کیا کہ کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو جو اس عہدہ کو سنبھال سکے اور ان امور کے انجام دینے میں اس سے مدد لے سکوں اس مجلس میں مالک بن عبد اللہ قرشی موجود تھے انھوں نے محمد بن بشیر باجی کا نام لیا، وہ مالک ابن عبد اللہ کے ساتھ باجہ میں کتابت کی خدمت انجام دے چکے تھے اور انھیں ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کا تجربہ حاصل تھا، حکم کے دل میں بھی بات اتر گئی اس انتخاب کو اس نے پسند کیا اور انھیں بلا کر اس منصب کی ذمہ داری سپرد کر دی،[۱]

قاضی محمد بن بشیر بن محمد معافری باجہ کے رہنے والے تھے [illegible] ان کا خاندان ان سے پہلے ہی دور ولایت میں باجہ میں آباد ہو گیا تھا، انھوں نے ابتدا قرطبہ [illegible] سے علوم کی تحصیل کی تھی، پھر عباس بن عبد اللہ مروری کے جو شام کے عہد میں باجہ کا عامل تھا، کاتب مقرر ہوئے، پھر وہاں دوسرے عامل مالک بن عبد اللہ کے کاتب رہے، اس کے بعد انھوں نے مشرق کا سفر کیا، [illegible] کی تحصیل کی، پھر امام مالک کی خدمت میں مدینہ منورہ پہونچے، اور ان کے [illegible] داخل ہو [illegible] حج سے واپس آنے کے بعد قاضی مصعب بن عمران ہمدانی نے ان کو اپنا کاتب مقرر کیا، اور ان کی وفات کے بعد اس مجلس شوریٰ کے فیصلہ سے حکم کے عہد میں عہدۂ قضا پر مامور ہوئے،[۲] اور قضاءت کے فریضہ کو بڑی نیک نامی سے انجام دیا، ابن القوطیہ اور دوسرے مورخین [illegible] ابن بشیر [illegible] قضاۃ میں شمار کیا ہے، صاحب مجموعہ کا بیان ہے

---

[۱] [illegible] ص ۱۹۰، ۱۹۱، ابن الابار
[۲] [illegible]

نے ابن الفرضی کی [illegible] روایت سے بعض ایسی باتیں بھی درج کی ہیں جو واقعتاً قیاساً صحیح نہیں ہیں،

لکنت تھی اور اس کی وجہ سے "اخرس" (گونگا) بھی کہا جاتا تھا، دینی علوم سے اس کو کچھ زیادہ
مناسبت نہ تھی، اور علمائے اندلس سے اس کا شدید اختلاف رہ چکا تھا، بایں ہمہ علما و صالحین
کی صحبت کو غنیمت جانتا تھا، انھیں عزت و احترام دیتا، مجلس میں جگہ دیتا، اور ان کی صحبت سے
فیض اٹھاتا تھا، حضرت زیاد بن عبد الرحمٰن سے زیادہ حسن عقیدت رکھتا تھا، ایک مرتبہ وہ مجلس
میں موجود تھے، حکم کسی غلام پر بہت زیادہ غضبناک ہوا، اور غصہ میں ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم دیا، زیاد
نے یہ سنکر کہا خداوند تعالیٰ امیر کے لئے بہتری کرے، مالک ابن انس نے مجھ سے ایک حدیث
بسلسلۂ سند بیان کی ہے کہ جو شخص غیظ کو اس حال میں روکے کہ اس کو پورا کر سکتا ہو تو اللہ تعالیٰ
اس کے دامن کو قیامت کے دن امن و ایمان سے بھر دے گا، اس نے پھر زیاد سے پوچھا کیا
خدا کی قسم واقعی مالک نے تم سے یہ حدیث بیان کی ہے، زیاد نے قسم کھا کر کہا واقعی مالک نے
یہ حدیث مجھ سے بیان کی ہے، حکم کا غصہ جاتا رہا، اور اس غلام کو معاف کر دیا، ابن
اثیر لکھتا ہے:

"وہ فقہا اور اہل علم کو قریب رکھتا تھا"[1]

حلیہ، اخلاق و عادات

حکم دبلا پتلا، لمبے قد اور گندمی رنگ کا تھا، سخت گیر اور رعب و داب
قائم رکھنے کا شائق تھا، خدم و حشم کثرت سے رکھتا تھا، [illegible] لوگوں کو خصوصیت سے [illegible] اپنا بنایا
تاہم طبیعت میں نرمی بھی موجود تھی، [illegible] کا خیال رکھتا تھا، [illegible]
وہ حاجت مندوں کے ساتھ [illegible] اور لوگوں کی شکایتیں دور کیں، وہ
طبعاً بہادر اور کاموں میں پیش پیش رہتا تھا، بیمار لوگوں کی عیادت کے لئے جاتا، تعزیت
کرتا، اور جنازہ میں شریک ہوتا تھا، لیکن [illegible] اس کی خوبیوں پر

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۰۰

بھی پردہ پڑ گیا، اور علما و صلحا کو اس کی مخالفت پر آمادہ ہونا پڑا، اور اس کا دامن جلیل القدر علما و صلحا کے خون سے داغدار ہوا علامہ ابن حزم کی روایت ہے،

"آخر میں وہ گناہوں سے بیزار ہو گیا تھا، توبہ کر لی تھی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائے"

اولاد و جانشین حکم کے ۱۹ یا ۲۰ لڑکے اور ۲۰ لڑکیاں تھیں، عبد الرحمٰن کو اس نے اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنایا، اور اسی نے اس کے بعد امارت کی زمام ہاتھوں میں لی[۱]

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۸، ۳۱۹ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۶۰

— ・・・ —

عبدالرحمٰن اوسط بن حکم

۲۰۶ھ - ۲۳۸ھ
۸۲۱ء - ۸۵۲ء

عبدالرحمٰن کی کنیت ابوالمطرف اور ماں کا نام حلاوہ تھا، یہ حکم کی گورنری کے زمانہ میں طلیطلہ میں ۱۷۶ھ میں پیدا ہوا، ۳۱ سال کی عمر میں تخت حکومت پر بیٹھا، بڑا [illegible] خوبصورت اور حسین نوجوانوں میں سمجھا جاتا تھا، قد لمبا، رنگ گندمی، آنکھیں بڑی، اور داڑھی گھنی تھی، آخر عمر میں حنائی خضاب لگاتا تھا،

عبداللہ کی بغاوت اگرچہ اس کے ہم سن اس کے اور بھائی بھی تھے، مگر انہوں نے اس کی امارت کی تائید سچے دل سے کی، اور مملکت کے امور میں جانبازی کے ساتھ اس کی رفاقت اور معاونت کی، تاہم امارت کے لئے خانہ جنگی سے اس کا دور بھی خالی نہیں رہا، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الداخل ابھی زندہ تھا، اور اپنی جاگیر بلنسیہ میں فراغت کی زندگی بسر کرتا تھا، وہ ہشام کے عہد سے بغاوت کرتا آیا تھا، اس موقع پر بھی اس کو خیال آیا کہ شاید وہ اس کمسن پوتے کے مقابلہ میں بازی لیجائے، چنانچہ وہ فوج لے کر تدمیر پر قبضہ کرنے کی نیت سے بڑھا، اور وہاں سے قرطبہ کا قصد رکھتا تھا، عبدالرحمٰن نے اطلاع پاتے ہی اس کو روکنے کے لئے فوج بھیجی، فوج کشی کی خبر سن کر پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور مقابلہ کئے بغیر بلنسیہ لوٹ گیا، اس کے بعد وہ کوئی مزید کارروائی نہ کرنے پایا تھا کہ

سنہ ۲۲۲ھ میں اس کا پیام اجل آپہنچا، اور امارت کی حسرت دل میں لئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گیا، اور اندلس کی امارت آل ہشام کے لئے مختص ہو گئی، عبدالرحمٰن اس کی وفات کے بعد اس کی آل اولاد کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، سب کو قرطبہ بلوایا، اور اس کے لڑکوں کو حکومت کے اہم منصبوں پر سرفراز کیا[1]

البیرہ کا ایک وفد اور ایک ناگہانی حادثہ

حکم نے البیرہ کے حاکم ربیع کو اس کے مظالم کی پاداش میں سولی دیدی تھی، ربیع نے ذمیوں سے جو مال و دولت جبراً وصول کیا تھا، اس کو لوٹانے اور مظالم کا معاوضہ دینے کا موقع نہ آسکا تھا کہ حکم نے وفات پائی؛ عبدالرحمٰن برسر اقتدار آنے کے بعد دوسری مصروفیتوں میں مشغول ہو گیا، اور اس کو بھی ادھر توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا، اس لئے سنہ ۲۰۶ھ میں مظلومین اپنا جتھا بنا کر قرطبہ آگئے اس میں زیادہ تعداد البیرہ والوں کی تھی، نیز اس کے آس پاس کے لوگ بھی تھے، یہ لوگ اپنا مطالبہ لے کر قصر حکومت کے سامنے آئے، اس وقت تک غصب کئے ہوئے مال، اور ان کے مستحقین کی تعیین نہ ہو سکی تھی؛ عبدالرحمٰن نے کچھ آدمیوں کو بھیجا کہ ان کو سمجھا بجھا کر اس وقت واپس جانے پر آمادہ کریں لیکن یہ لوگ شاہی خدام سے الجھ پڑے، اور کشت و خون کی نوبت آگئی، اور شاہی فوج نے پہنچ کر ان کو منتشر کیا گیا، اس سلسلہ میں بہت سے لوگ مقتول بھی ہوئے، اس کے بعد ان لوگوں نے مقتولین کا قصاص طلب کرنے کیلئے آواز بلند کی، اور پھر بیدردی سے بڑی تعداد میں قتل کر دئیے گئے۔

قبائلی جنگ

عبدالرحمٰن [illegible] ۲۰۷ھ میں اندلس میں ایک [illegible] دشمنی جنگ تھی، جس سے [illegible] سلسلہ جاری ہو گیا، دونوں طرف سے کچھ

---

[1] ابن الاثیر ج ۶ ص [illegible] و البیان المغرب ج ۲ ص ۱۲۷

لورقہ مین جمع ہوئے اور سخت کشت و خون ہوا جس مین تین ہزار آدمی مارے گئے، عبدالرحمٰن نے اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لئے یحییٰ بن عبداللہ بن خالد کو فوج لے کر بھیجا، شاہی لشکر کو دیکھتے ہی لوگون نے ہتھیار ڈال دیئے، یحییٰ فوج لے کر ہٹ آیا، اُس کے ہٹتے ہی پھر دونون قبیلے برسرِ آزما ہوگئے، اور اس کے بعد یہی صورت ہوتی کہ جب یحییٰ اپنا لشکر لے کر پہنچتا، تو لوگ منتشر ہو جاتے جب وہ واپس آتا تو پھر کسی دوسرے مقام پر لڑائی شروع کر دیتے، آخر وہ تھک کر لوٹ آیا، اور اس علاقہ مین کشت و خون جاری رہا، بالآخر عبدالرحمٰن نے سنہ ۲۱۲ھ (۸۲۵ء) مین اس فتنہ کو کسی نہ کسی طرح ختم کرانے کا فیصلہ کیا، اُس نے شاہی لشکر بھیج کر ابو الشماخ محمد بن ابراہیم سے جو یمنی جماعت کا سرگروہ تھا، چند یرغمال طلب کئے، مگر اس ضمانت کے باوجود لڑائی کا خاتمہ نہین ہوا، تو عبدالرحمٰن نے تدبیر کی مرکزیت کو توڑنے کے لئے مرسیہ کو اس صوبہ کا دارالحکومت قرار دیا، اور تمام سرکاری عمال و دفاتر کو یہان منتقل کر دیا، مرسیہ اسی زمانہ سے اس علاقہ کا پایۂ تخت ہو، لیکن یہ حکمت عملی بھی فتنہ کو دور کرنے مین کامیاب نہین ہوئی، تو بالآخر سنہ ۲۱۳ھ (۸۲۸ء) مین اُس نے ایک عظیم الشان لشکر بھیجا، جس نے اس خونریزی کا خاتمہ کیا، ہنگامہ فرو ہوا، اور ابو الشماخ مضری کو تدبیر سے جلا وطن کرنے کے لئے شاہی لشکر مین ایک عہدہ سپرد کر دیا گیا، اور سات سال کی خونریزی کے بعد تدبیر سے فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو سکا[1]،

اندلس کے فتنہ جو شہرون مین مادہ [illegible] طلیطلہ [illegible] تھے، یہان عیسائیون کی آبادی غالب تھی، ہمسایہ عیسائی [illegible] انھین بغاوتون پر آمادہ کرتی رہتی تھین، [illegible] یہ شہر بڑی طرح پامال کیے گئے، مگر [illegible] طلیطلہ [illegible] یہان بغاوتین اٹھین، آخر فرو ہوئین،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۶، [illegible] ابن خلدون [illegible]

ماردہ مین بغاوت

حکم کے عہد مین ماردہ مین ایک شخص قعنب نامی کی فتنہ انگیزی کا اجمالی تذکرہ گذر چکا ہے، عبدالرحمن نے وہان فتنہ کا استیصال کیا، تو وہ ماردہ چلا آیا، اور یہان اُس نے ابتداءً بربرون اور نومسلم عیسائیون مین خانہ جنگی کرا دی جس مین قعنب مارا گیا، اُس کے مارے جانے کے بعد ایک قائد محمود بن عبدالجبار ماردی نامی نے فتنہ کی قیادت اپنے ہاتھ مین لے لی اور اس کا رُخ حکومت کی سمت کر دیا، چنانچہ سنہ ۲۱۳ھ (۸۲۸ء) مین فتنہ انگیزون نے ماردہ کے عامل کو قتل کر ڈالا، عبدالرحمن نے فوراً ایک فوج بھیجی، جس نے شہر کا محاصرہ کیا، آس پاس کی کھیتیان برباد کین، درخت کاٹ ڈالے، اہل ماردہ جانی و مالی نقصان کی زیادتی کو دیکھ کر اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوئے، چنانچہ شاہی لشکر نے شہر سے چند یرغمال لے کر ان کو امان دیدی، اور آیندہ بغاوتون کے سدباب کے لئے فصیل شہر جابجا سے توڑ ڈالی اور لشکر واپس چلا گیا،

عبدالرحمن کو حالات سے اور فصیل شہر کے اکھاڑے ہوئے پتھرون کو دیوار کے نیچے چھوڑ دینے کا حال اس کو معلوم ہوا تو اس نے ان پتھرون کو دریا مین پھنکوا دینے کے لئے کچھ لوگون کو ماردہ بھیجا تاکہ شہر والے آیندہ فصیل کی مرمت نہ کر سکین، شہر والے حکومت کی یہ احتیاط دیکھ کر پھر بپھر پڑے، اور حاکم ماردہ کو گرفتار کرکے دوبارہ بغاوت کر دی، اور فصیل کی مرمت مین ہمہ تن مصروف ہوگئے، اور اس کو پہلے سے زیادہ مستحکم کر لیا،

عبدالرحمن سنہ ۲۱۴ھ (۸۲۹ء) مین خود فوج لے کر گیا، اور ماردہ کے یرغمالون کو بھی ساتھ لے لیا، لیکن اب ان یرغمالون کا وجود کالعدم ہو چکا تھا، کیونکہ حاکم ماردہ اور اس کے دفتر کے سرکاری ملازمین بھی باغیون کے قبضہ مین تھے، چنانچہ اہل ماردہ نے بڑی جسارت کے ساتھ سرکاری ملازمین کے بدلہ مین یرغمالون کو واپس [illegible] ان یرغمالون کا

تباولہ نظور کرنا پڑا، اس کے بعد اُس نے محاصرہ کی سختیاں کین، مگر اب شہر کی فصیل پہلے سے زیادہ
مضبوط تھی، اس لئے اس کو نقصان پہنچا کر عبدالرحمن واپس چلا آیا، اور یہ التزام رکھا کہ پے در
پے فوجین جاتی رہین، اور اہل شہر کو پریشانیون مین مبتلا کرتی رہین، چنانچہ اسی طرح ۲۱۲ھ مین
فوج بھیجی گئی، اور واپس آئی ۲۱۴ھ مین آخری مرتبہ پھر فوج کشی کی گئی، عبدالرحمن بھی پہنچ گیا
تھا، ماروہ کی بغاوت پر تقریباً سات برس گذر گئے تھے، اس مرتبہ شاہی فوج کو غلبہ حاصل ہوا،
لوگ فصیل کی دیوارون پر چڑھ گئے، اور قریب تھا کہ شہر مین فاتحانہ داخلہ ہو، اور قتل عام جاری
ہو جائے، شہر سے عورتون بچون، اور بوڑھی عورتون کے رونے اور چیخنے کی آوازین آرہی تھین،
اُن کی آہ وزاری سے قیامت کا سماں پیدا ہو گیا، عبدالرحمن اس منظر سے متاثر ہوا، اُس نے
دربار کو جمع کر کے کہا کہ شہر پر باغیون پر اگرچہ رحم نہین کیا جاتا، مگر بے تصور ون کی آہ وزاری
دیکھی نہین جاتی، خداوند تعالیٰ نے اب ہمین قابو دیا ہے، ہم انتقام لے سکتے ہین لیکن ہم اُن کو
معاف کر دین تو زیادہ بہتر ہے، اگر انھون نے اس احسان کو بھی نہ مانا تو خدا خود اُن سے انتقام لیگا
وہ اس گفتگو مین مصروف تھا کہ اہل شہر کی طرف سے اطاعت قبول کرنے اور اپنے آپ کو حوالہ
کر دینے کا پیام لے کر قاصد پہنچا، عبدالرحمن نے انھین امان دی، اور شہر کے دروازے کھولدیے
دیئے گئے، کچھ لوگ جو اطاعت سے اب بھی منحرف رہ گئے تھے، وہ شہر مین [illegible] داخلہ
پہلے شہر سے نکل گئے، ان کا سرغنہ وہی قائد محمود بن عبدالجبار ماردی تھا، لیکن اس کے شہر
سے نکلتے ہی اس کی [illegible] اپنی بہن [illegible] سے مقابلہ کرنا پڑا، وہ حکومت کی مؤید تھی، اور
[illegible] اس [illegible] فوج سے کھڑی تھی، محمود سے مقابلہ ہوا [illegible] کو [illegible]
[illegible] سے [illegible] کو [illegible] کرنا پڑا [illegible] ایسا [illegible]
[illegible]

مقابلہ ہوا، اور اس کے ساتھیوں کی تعداد کم ہو گئی، یہاں تک کہ ایک قلعہ منت سالوط جو وسطی اندلس میں قلعہ باج کے پاس واقع تھا، پناہ گزیں ہوا، عبد الرحمن نے ۲۳۰ھ / ۸۴۵ء میں یہاں بھی لشکر بھیجا، محمود شاہی لشکر کی آمد کی خبر سن کر فرار ہوا، اس کی تلاش میں چھوٹے چھوٹے دستے جا بجا پھیلا دیے گئے، ایک مقام پر اس سے مڈبھیڑ ہو گئی، محمود کے ساتھیوں کی تعداد زیادہ تھی، وہ اس شاہی فوج کے مختصر دستہ پر جھپٹ پڑا، اور مغلوب کر کے ہتھیار چھین لیے اور پھر اسی لمحہ آگے کی سمت فرار ہو گیا، پھر ایک دوسرے دستہ سے آمنا سامنا ہوا، اور اس کو فرار ہونے کا موقع مل گیا، پھر ایک تیسرے دستہ سے مقابلہ ہوا، اور اس پر بھی وہی غالب ہوا، مقابلہ کے بعد ہتھیار چھین لیے، اس کے بعد اس کو ایک آبادی مدینہ مینہ میں گھس جانے کا موقع ملا، اور شہر پر مستولی ہو گیا، ویشی اور سامان رسد فراہم کر کے یہاں سے بھی فرار ہو گیا،

اگرچہ محمود کامیابی کے ساتھ بار بار جان بچا کر نکل بھاگا، مگر جانتا تھا کہ شاہی لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں، اس لیے اس نے اسلامی اندلس سے نکل جانے کا فیصلہ کیا، اور حکومت جلیقیہ کے حدود میں داخل ہو کر ایک سرحدی قلعہ پر قابض ہو گیا، اس نے یہاں پانچ سال تین مہینے گزار لیے لیکن جب الفانسو دوم نے ادھر رخ کیا، تو اس کا پیام قضا آ پہنچا اور اس نے ایک ہی حملہ میں ماہ رجب ۲۲۵ھ / ۸۴۰ء محمود اور اس کے ساتھیوں کا کام تمام کر دیا،

طلیطلہ میں بغاوت

طلیطلہ کے باشندے حکم کے ہاتھوں سفاکانہ قتل عام کے بعد خاموش ہو گئے تھے، چنانچہ حکم کا پورا دور، پھر عبد الرحمن کا ابتدائی زمانہ امن و امان سے گزرا، لیکن ان باغیوں میں سے حکم کے عہد میں جو بچ گئے تھے، ایک شخص ہاشم ضراب تھا، اس نے اس سانحہ کے بعد طلیطلہ

(۱) ابن اثیر ج ۶ ص ۲۸۰، ۲۹۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۸، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۰، ۱۲۹، افتتاح الاندلس ص ۱۷،

کی سکونت ترک کر کے ایک امن پسند شہری کی حیثیت سے قرطبہ میں بود و باش اختیار کر لی تھی لیکن
جب واقعہ ربض پیش آیا تو باغیوں میں مل کر باغیانہ سرگرمیوں میں حصہ لیا، اور بغاوت کی ناکامی
دیکھ کر طلیطلہ کے نواح میں چلا گیا، اور در پردہ حکومت کے خلاف اپنی تحریک جاری رکھی طلیطلہ
والوں کو اموی حکومت سے عناد تھا اور سرحد کے عیسائی یہاں کے عیسائیوں کو برانگیختہ کرنے میں
مستقل طور پر مصروف تھے چنانچہ چند سال کے اندر بغاوت کی فضا پھر تیار ہو گئی طلیطلہ اور اس کے
نواح کے عیسائیوں کا دینی تعصب روز بروز بڑھتا گیا، اور اسلام کی توہین اور مسلمانوں کی دلآزاری
کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو سب و شتم کرنے سے باز نہ آتے،

ہاشم ضراب مثلاً عیسائی اور موطناً طلیطلی تھا طلیطلہ کی پچھلی تباہی کا انتقام لینے کا جذبہ اس کے
دل میں موجزن تھا اس نے طلیطلہ اور اس کے نواح کے عیسائیوں کے اس جذبۂ عناد سے فائدہ اٹھایا
اور انھیں نئے سرے سے حکومت کے خلاف علم بلند کرنے پر آمادہ کر لیا، چنانچہ اس نے اس زمانہ میں
جب عبد الرحمن ماردہ کی بغاوت کے فرو کرنے میں مصروف تھا، اپنے جمع کئے ہوئے لشکر کو لیکر باغیانہ
سرگرمی جاری کی اور سب سے پہلے ۲۱۴ھ ۸۲۹ء میں بعض وفادار بربری قبائل پر حملہ کیا، اس کے بعد طلیطلہ
کے آس پاس کے شہروں پر حملے کئے اور اس کی شہرت پھیلتی اور فوج میں اضافہ ہوتا گیا، اس کے
بعد اس نے شنت بریہ پر حملہ کیا، یہاں بربروں سے اس کی کئی لڑائیاں ہوئیں، اس کے باوجود
اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا،

عبد الرحمن نے اسی سال ۲۱۴ھ ۸۲۹ء میں اس کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی، دونوں میں مقابلہ ہوا
مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا، اور اس نے موقع پا کر کئی اور قلعوں پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد
۲۱۶ھ ۸۳۱ء میں اس کے استیصال کے لئے ایک عظیم الشان لشکر بھیجا گیا، جس نے حصن سمطا کے
مغرب میں اس کا مقابلہ کیا، چند دنوں خون ریز لڑائی جاری رہی، بالآخر ہاشم نے شکست کھائی،

اور پھر قلعہ رباح میں مقیم ہوگئی، اور محصورین کے سامان رسد کے روکنے کی جو ممکن صورتیں ہو سکتی تھیں، وہ عمل میں لائی گئیں، مگر اہل شہر کی ہمتیں استوار رہیں، اور محاصرہ کی سختیوں کو برداشت کرتے رہے، کچھ دن گذرنے کے بعد ۲۲۱ھ/۸۳۶ء میں ان لوگوں نے قلعہ رباح پر حملہ کی پھر تیاری کی، اور ہوشیاری کے ساتھ وہاں تک پہنچ گئے، شاہی لشکر سے مقابلہ ہوا، اور ان لوگوں کو پھر شہر میں آکر پناہ لینی پڑی،

اس کے بعد ۲۲۲ھ/۸۳۷ء میں عبد الرحمٰن نے اپنے بھائی ولید بن حکم کی سرکردگی میں ایک اور تازہ دم لشکر بھیجا، ولید نے غیر معمولی اہتمام سے محاصرہ کیا، اہل شہر سالہاسال کی مدافعت و خونریزی سے تھک چکے تھے، ولید کی نئی سختیاں ان کی برداشت سے باہر ہوئیں، چنانچہ ایک دو مقابلوں کے بعد شاہی لشکر شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا، اور ۹ رجب ۲۲۲ھ/۸۳۷ء سے طلیطلہ اموی حکومت کی اطاعت میں داخل ہوگیا،

ولید شہر پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں ٹھہر گیا، اور آخر شعبان ۲۲۳ھ/۸۳۸ء تک شہر کے اس قلعہ کی جس کو حکم نے تعمیر کرایا تھا مرمت و تجدید کی، اور ایک مستحکم فوج یہاں متعین کردی، طلیطلہ کے سر ہونیکے بعد یہ پورا صوبہ اموی حکومت کی اطاعت میں داخل ہوگیا، اور حالات پورے طور پر پرسکون ہوگئے،[۱]

چھوٹی چھوٹی چند بغاوتیں اور ان کا استیصال

عبد الرحمٰن کے عہد حکومت میں مختلف مقاموں پر ایک دو اور بغاوتیں بھی ہوئیں، اور وہ بہت جلد قابو میں کرلی گئیں، اس سلسلہ میں شہر باجہ پہلے سے علم بغاوت بلند کئے تھا، عبد الرحمٰن نے ۲۱۴ھ/۸۲۹ء میں دفعۃً اس پر قبضہ کرلیا،[۲] ۲۱۱ھ/۸۲۶ء میں تاکرنا کے باشندوں نے سر اٹھایا، مگر جلد ہی زیر کرلئے گئے،[۳] اس کے بعد ۲۳۵ھ/۸۴۹ء میں اس علاقہ کے

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۳۶، ۳۳۷ [۲] ر ص ۲۹۳ [۳] ر ص ۲۰۷

شورش پسند بربرون نے پھر سرکشی اختیار کی تو عبد الرحمن نے ایک فوج بھیج کر ان کو منتشر کر دیا، اور تاوان کی بھاری رقم ان سے وصول کرائی[1]، اسی سال تدمیر کے نواح مین لوگون نے ایک قائد محمد بن عیسیٰ بن سابق کی سرکردگی مین بغاوت کی، عباس بن ولید معروف بہ طبلی اس نواح مین شاہی لشکر کا قائد تھا، اس نے فوج کشی کر کے ان لوگون کو منتشر کیا[2]، اسی طرح ۲۳۶ھ/۸۵۰ء مین جاجیبہ بربری نے جزیرہ خضرا کے کوہستانی علاقہ مین سر اٹھایا، ایک فوج بھیجکر اسکی بھی سرکوبی کی گئی[3]

۲۳۷ھ/۸۵۱ء مین اندلس کے سرحدی علاقہ مین نبوت کا ایک مدعی ظاہر ہوا، آیات قرآنی کی تاویلات کر کے اپنی نبوت کے ثبوت مین لایا، نحوغائیون کی ایک جماعت اس کی معتقد ہو گئی، اس نے اپنی شریعت مین بالون اور ناخنون کا ترشوانا ممنوع قرار دیا تھا، اس علاقہ کے حاکم کو اطلاع ملی تو فوج کا ایک دستہ بھیج کر اس کو گرفتار کرایا، حاکم صوبہ کے روبرو آتے ہی اس نے اس کے سامنے اپنی دعوت پیش کی، حاکم نے اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا، اس نے اس کو ماننے سے انکار کیا، ارتداد کی شرعی فرد جرم اس پر عائد ہو چکی تھی، چنانچہ اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا[4]،

نارمن قزاقون کی یورش

اس زمانہ مین شمالی یورپ اسکنڈی نیویا کی نارمن قوم، قزاقی مین شہرہ آفاق ہو رہی تھی، ان لوگون نے ابھی تک عیسائیت قبول نہین کی تھی اپنے آبائی دین بت پرستی پر قائم تھے اس لئے عرب مورخین نے انھین مجوس کہا ہے، انھون نے چھوٹی چھوٹی کشتیان بنالی تھین، اور سمندری راستہ سے چھاپے مارتے پھرتے تھے، ان کے حملے انگلستان اور مغربی فرانس پر ہو چکے تھے، ۲۲۹ھ/۸۴۴ء مین انھون نے اندلس کا رخ کیا، پہلے حکومت جلیقیہ کے ساحل پر لوٹ ماری، پھر کشتی بڑھا کر اسلامی اندلس کی سمت آئے، اور بحر محیط (اٹلانٹک)

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۴۳ [2] ؍؍ [3] ؍؍ ص ۳۸ [4] ؍؍ ص ۳۴، ۴۴

مین جو اشبیلیہ کے سامنے واقع تھا، شب کے وقت کو ذبح کر کے یہان پہنچکر چھپ رہا، اور ایک کلیسا کی بلندی پر کچھ لوگ چھپ کر بیٹھ رہے، قزاقون کا ایک گروہ جو ۱۶ ہزار کی تعداد مین تھا، مورور کی طرف جا رہا تھا، جب اس قریہ کے پاس پہنچا، تو جاسوسون نے کلیسا کے اوپر آگ روشن کی جو پہلے سے علامت ٹھہرائی گئی تھی، آگ روشن ہوتے ہی لوگ قریہ سے نکل کر حملہ آور ہوئے، اب ان قزاقون اور اشبیلیہ کے درمیان یہ اسلامی لشکر تھا، مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے اور کہا جاتا ہے کہ سب تہ تیغ کر دیئے گئے،

اس کے بعد وزراء اشبیلیہ آئے، حاکم اشبیلیہ شہر مین محصور ہو کر جان بچائے بیٹھا تھا، اس کو باہر نکالا، اور اشبیلیہ والون کو اطمینان نصیب ہوا،

قزاق اس گروہ کے علاوہ جو مورور جا رہا تھا دو اور گروہون مین ہو گئے تھے، ایک لقنت کی سمت تھا، اور دوسرے نے قرطبہ کی راہ لی تھی، مورور جانے والے گروہ کا حشر دیکھ کر وہ دونون سمٹ کر یکجا ہو گئے، اور اشبیلیہ سے ۱۲ یا ۱۳ فلعہ زعواق کی طرف چلے آئے، وادی کبیر مین ان کی کشتیان کھڑی تھین، ان پر اس حال مین سوار ہوئے کہ لوگ پتھر پھینک پھینک کر مار رہے تھے، جب اشبیلیہ سے اتر کر ایک میل بڑھ آئے تو چلا کر کہا کہ اگر تم لوگ فدیہ دیکر قیدیون کو چھڑانا چاہتے ہو تو ہم فدیہ لینے لگے، ان کی اس آواز پر لوگون نے دریا مین پتھرون کی بارش روک لی، اور فدیہ پر گفتگو شروع کی، چنانچہ ان لوگون نے فدیہ مین سونا چاندی لینے کے بجائے کپڑے اور کھانے کی چیزین طلب کین، اور فدیہ لے کر قیدیون کو چھوڑ دیا،

اس کے بعد یہ لوگ ناکور کی سمت بڑھے، اور یہان بھی کچھ لوگون کو گرفتار کیا، جن مین بنو صالح کے اجداد بھی تھے، جو یہان کے ممتاز رؤسا مین تھے، امیر عبد الرحمن نے ان کو بھی فدیہ دیکر چھڑا لیا،

اس کے بعد ان لوگوں نے اشبیلیہ وناکور کے نواح کو چھوڑ دیا، اور مختلف ساحلی مقامات پر چھاپے مارتے اور غارت گری کرتے پھرے[1] عبد الرحمن نے بھی ان کی نقل و حرکت پر توجہ رکھی، ان کے استیصال کے لئے فوج بھیجی اور مقامی باشندوں کو ان سے مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا، چنانچہ ماہ ربیع الاول میں اس نے ان قزاقوں کو اندلس سے نکالنے کے لئے ایک عظیم الشان فوج بھیجی جس نے ان سے سخت مقابلہ کیا، قزاق شکست کھا کر میدان سے بھاگ گئے، شاہی لشکر نے ۲۵ ربیع الاول کو ان کا تعاقب کیا، ان کی شکستوں اور فراروں کو دیکھ کر اس نواح کے باشندوں کی ہمتیں بھی بلند ہوگئی تھیں چنانچہ ہر سمت سے مسلمان فوجیں مرتب کر کرکے ان کے مقابلہ کے لئے نکلے، ابتداً اس غیر سرکاری لشکر کو شکست ہوئی، مگر ان لوگوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا، ادھر شاہی لشکر نے بھی ان پر سخت حملہ کیا، جس میں ۵۰۰ قزاق مارے گئے، ان لوگوں نے مقابلہ کی تاب نہ لاکر اپنی کشتیوں کا رخ کیا، مسلمان ساحل کی چار کشتیوں کو بھی پکڑنے میں کامیاب ہوئے، کشتیوں کے سامان پر قبضہ کرکے ان کو جلا دیا، باقیماندہ کشتیاں اپنے سواروں کو لے کر ساحل سے دور نکل گئیں، اور بحر محیط میں سامنے کھڑی دکھائی دیتی رہیں، لیکن مسلمانوں کی دسترس سے باہر تھیں کیونکہ اندلس کا سمندری بیڑا یہاں موجود نہیں تھا،

اس کے بعد یہ لوگ مغربی اندلس کے شہر لبلہ میں اترے اور چند مسلمانوں کو قید کرلیا، اس کے بعد مال غنیمت تقسیم کرنے کیلئے اندلس کے قریب کے ایک جزیرہ قوربس میں اترے، مال غنیمت تقسیم ہو رہا تھا کہ سمندر کی راہ سے مسلمانوں کا ایک دستہ ان کے سر پر پہنچا، کچھ مال غنیمت واپس لیا، اور دو ڈاکو مارے گئے، پھر یہاں سے لوٹ کر یہ لوگ شذونہ پہنچے، یہاں دو دن ٹھہر کر لوٹ مار کرتے رہے،

اس اثناء میں عبد الرحمن نے بحری مدد اشبیلیہ کے ساحل پر بھیجی، بحری کمک کی آمد کی

[1] افتتاح الاندلس ص ۶۳، ۶۴

تو بیزنطی حکومت اپنے تمام ذرائع سے مدد کرے گی، لیکن اموی سلطنت ان دنوں اپنے داخلی
معاملات میں الجھی ہوئی تھی، اس لئے اس کو قبول کرنا ممکن نہ تھا، اس لئے اس مسئلہ کو آئندہ
حالات پر ملتوی رکھا گیا، اور وفد بھی تکلفات و پیام و سلام کے بعد رخصت ہو گیا[1]

جوابی سفارت — عباسیوں نے بیزنطی سلطنت کو اس کے زرخیز صوبہ ایشیائے کوچک سے محروم
کر دیا تھا اور ان سے خود قسطنطنیہ کو خطرہ درپیش تھا، اس لئے میکائیل کی وفات کے بعد جب
شہنشاہ تھیوفلس (۸۲۹ء - ۸۴۲ء) تخت نشین ہوا، تو اس نے بھی سلطنت امویہ اندلس
پر امید کی نگاہ ڈالی، اور عرب مورخین کی تصریح کے مطابق ۲۲۵ھ میں حکومت بیزنطی کی
طرف سے سفیر قرطبہ آیا، اور اس نے ان کو حکومت عباسیہ پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی، اور
بیزنطی حکومت کے اس حملہ میں شریک ہونے کا یقین دلایا، اور اس وفد نے بھی قیمتی تحائف
پیش کئے[2]

عبدالرحمن نے اس کے جواب میں ایک وفد یحییٰ غزال کی سرکردگی میں بھیجا، یحییٰ عباسیوں
کے زمانہ میں دولت سے وابستہ تھے، شعر و حکمت میں شہرہ آفاق تھے، کسی سبب سے بنو عباس سے
آزردہ ہوئے، اور اس کی اطلاع عبدالرحمن کو ملی، تو اس نے ان کو اندلس بلا لیا، اور مقربین
خاص میں ان کو جگہ دی، اسی سبب سے اس سفارت کے لئے ان کا انتخاب عمل میں آیا، یحییٰ نے
قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی خدمت میں ہدیے پیش کئے، اور دولت امویہ و حکومت بیزنطی کے دوستانہ
مراسم کی بنیاد مستحکم کی[3]

---

[1] اخبار اندلس جلد ا ص ۲۴۴، عربی مآخذ میں اس سفارت کا حال نظر سے نہیں گزرا۔ [2] ابن خلدون
ج ۴ ص ۱۳۰، نفح الطیب ج ا ص ۱۲۰، اخبار اندلس ج ا ص ۲۹۴؛ یحییٰ کی اس جوابی سفارت [illegible]
تذکرہ مسٹر اسکاٹ میکائیل کے عہد میں بیان کرتے ہیں، اور عربی مآخذ میں تھیوفلس کے زمانہ میں کیا

میں واقع تھا اور فرانس کی شہنشاہیت کے زیر حکم تھا، تاخت و تاراج کیا، بعض مقاموں پر گاتھک مارچ کے لشکر سے مقابلہ ہوا، بہت سے عیسائی مارے گئے، اور بڑی تعداد میں گرفتار کیے گئے۔ اس حملہ میں ایک قلعہ حصن الصخرات نامی کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کیا، لڑنے والے عیسائی مارے گئے، اور عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے گئے، اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

اس کے بعد دوسرے سال ۲۲۴ھ میں [illegible] کی گئیں ان ہی مقامات پر دوبارہ فوج کشی ہوئی، اس مرتبہ عیسائیوں نے جم کر مقابلہ کیا، خونریز لڑائی ہوئی، عیسائیوں نے اس مرتبہ بھی شکست کھائی، اور بڑی تعداد میں مارے گئے، مورخین کا بیان ہے کہ میدان لاشوں سے اس قدر پٹ گیا تھا کہ جب وہ جمع کی گئیں تو عرب سوار گھوڑے پر سوار ہو کر باوجود کشتوں کے اس پشتہ کے اس پار کی چیزیں نہ دیکھ سکتے تھے، اب کاؤنٹ آف برشلونہ کے قبضہ میں صرف برشلونہ اور چند [illegible] باقی رہ گئے تھے، اس کے بعد افواہ پھیلی کہ فرانسیسی لشکر بڑے پیمانہ پر اس علاقہ پر حملہ آوری کے لیے آرہا ہے، قرطبہ سے پھر مدد طلب کی گئی، چنانچہ فرانسیسی بغیر مقابلہ کئے واپس چلے گئے۔[1]

ان پے در پے اسلامی حملوں کے جواب میں عیسائیوں میں بھی جنبش ہوئی، چنانچہ شاہ لوئی نے ۲۲۴ھ میں شمالی وسطی اندلس کے اسلامی شہر مدینہ سالم پر حملہ آور ہونے کیلئے کوچ کیا، سرحدی صوبہ کے گورنر فرتون بن موسیٰ ایک لشکر جرار لے کر مقابلہ کے لیے نکلا، اور راستہ روک کر صف آرا ہوا، عیسائی ایک خونریز لڑائی کے بعد بہت سے مقتولین اور اسیروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر فرار ہو گئے، اسلامی لشکر ان کا تعاقب کر کے عیسائی حکومت کے حدود میں داخل ہوا، اور ایک جنگی قلعہ کو جو انہی حال میں مسلمانوں کی مدافعت کے لئے تعمیر کیا تھا، محاصرہ کے بعد فتح کر کے

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۷۱، ۲۳۶، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۹، واخبار الاندلس جلد ۱ ص ۲۸۶ تا ۲۸۷

قلہرہ سے تقریباً ۵۰ میل جنوب میں واقع تھا،

چند دنوں کے بعد حارث نے ارنیط کا رخ کیا، یہاں موسیٰ نے ہم سرحد عیسوی حکومت نوار کے حکمران سے مدد طلب کی چنانچہ وہ مدد کرنیکے لئے فوج لیکر آیا، اور موسیٰ و غرسیہ شاہ نوار ایک کمینگاہ میں فوج لیکر حارث کی گھات میں چھپ کر بیٹھ گئے، چنانچہ حارث دریاے بلبہ تک آیا تھا کہ کمینگاہ کی فوج باہر نکل کر حملہ آور ہوئی، حارث زخمی ہوکر گرفتار کرلیا گیا، اور موسیٰ نے بڑھ کر نطبلہ پر دوبارہ قبضہ کرلیا اور یہاں بنو قسی کی خودمختار حکومت قائم کرلی،

عبدالرحمٰن ثانی نے شاہی لشکر کے شکست کھانے اور قائد کے گرفتار ہوجانیکی اطلاع پاکر ایک عظیم الشان لشکر تیار کرکے اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی میں موسیٰ اور غرسیہ کی سرکوبی کیلئے بھیجا، محمد نے ماہ رمضان ۲۲۹ھ؁ مطابق ۸۴۴ء؁ میں نطبلہ آکر شہر کا محاصرہ کرلیا، موسیٰ نے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر اطاعت قبول کرنیکا پیام دیا، محمد نے اس کا قصور معاف کیا، اور اسی کو دوبارہ نطبلہ کا والی مقرر کردیا،

اس کے بعد اس نے حکومت نوار کے دارالسلطنت بنبلونہ کی سمت فوج بڑھائی، تاکہ غرسیہ کو اس کے جرم کی سزا دیجائے، اس کا جرم اس لئے زیادہ سنگین تھا کہ چند سال پیشتر سفارت کے ذریعہ باہمی اتحاد کا معاہدہ کرچکا تھا، غرسیہ نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا، محمد نے اتنا سخت حملہ کیا کہ غرسیہ کی جان کے لالے پڑ گئے، وہ جنگ میں مارا گیا، اور عیسوی لشکر بڑی ابتری سے منتشر ہوگیا،[۱]

موسیٰ نے کچھ ہی دنوں کے بعد دوبارہ سرکشی اختیار کرلی تھی، عبدالرحمٰن ثانی نے ایک دوسرا لشکر بھیجا، شاہی لشکر کے آتے ہی اس نے پھر اطاعت قبول کی، اور اپنے لڑکے اسمٰعیل کو یرغمال بناکر عبدالرحمٰن

---

[۱] غرسیہ کے لڑائی میں مارے جانیکا تذکرہ ابن خلدون، ابن اثیر اور مقری نے کیا ہے، ابن خلدون نے اس کو بنبلونہ کا حکمران اور مقری نے اس کو اس زمانہ کے بڑے عیسائی حکمرانوں میں سے لکھا ہے لیکن مغربی مؤرخین کی تحریروں میں اس واقعہ کا تذکرہ نظر نہیں گذرا، گمان ہوکہ یہ مقتول غرسیہ (۸۴۴ء) کا سلسلۂ نوار کے حکمرانوں میں سے ہے، درست اعلم ہو،

کے پاس بھیجدیا،

چند سال کے بعد جب موسیٰ کا لڑکا اسمٰعیل عبد الرحمٰن کے قبضہ سے نکل بھاگا تو موسیٰ کو سہ بارہ خودسری اختیار کرنیکا موقع مل گیا، چنانچہ ۲۳۳ھ ۸۴۷ء مین اس نے بغاوت کی، محمد بن عبد الرحمٰن کی سرکردگی مین پھر فوجکشی کی گئی اور اس نے اطاعت قبول کی، اس کے بعد یہ اطاعت سے پھر کبھی منحرف نہین ہوا اور عیسائیون کے حملون سے اسلامی سرحد کی حفاظت کی خدمت اس سے پھر لی جانے لگی،[۱]

عیسائیون سے معرکہ آرائیان | اس کے ساتھ عیسوی حکومتون سے آویزش قائم رہی، چنانچہ ۲۳۱ھ ۸۴۵ء مین ایک نئی فوج حکومت جلیقیہ پر حملہ آور ہوئی، بہت سے عیسائی مارے گئے، بہت سے گرفتار ہوئے اور مال غنیمت حاصل ہوا، یہان تک کہ اسلامی لشکر شمالی اندلس کے شہر لیون پہنچا، یہ شہر ۹۵ھ ۷۱۴ء مین مسلمانون کے قبضہ مین آیا تھا اور ۱۲۵ھ ۷۴۲ء مین عیسائیون کے قبضہ مین چلا گیا تھا، مسلمانون نے اس حملہ مین اس کا سختی سے محاصرہ کیا، اور منجنیقون سے پتھرون کی بارش شروع کردی، شہر کے خوف سے گھبراکر شہر کو اپنے حال پر چھوڑ کر فرار ہو گئے، کثیر دولت شہر مین موجود تھی، وہ مسلمانون کے باشندے قبضہ مین آئی، وہ جس سامان کو لے جا سکے اس کو اٹھا لیا، اور جو لیجانے کے قابل نہ تھا اس کو برباد کردیا، شہر کی فصیل کو بھی منہدم کرنا چاہا، لیکن وہ ۲۰ گز عریض تھی، اس کو منہدم کرنا دشوار تھا، اس لئے جا بجا سے اس کو نقصان پہنچایا، اور شہر سے مال غنیمت لاد کر روانہ ہو گئے،[۲]

عبد الرحمٰن اور رومیرو دونون کی زندگی مین مسلمانون کی جلیقیہ پر یہ آخری فوجکشی تھی، اس کے بعد رومیرو نے ماہ رجب ۲۳۸ھ ۸۵۲ء مین وفات پائی، اور اس کا لڑکا اوردونو اول اس کا جانشین ہوا، اس نے اپنے عہد حکومت مین برباد شدہ مقامات کی تعمیر و تجدید کی،[۳]

---

[۱] ابن اثیر جلد ۷ ص ۵ ، ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۹ ، ۲ نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱ [۲] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۱ ، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰ ، ابن خلدون ، الخیمۃ ... ص ۱۳۱ ... [illegible] [۳] ... ص ۲۷۲

اس کے بعد کوہ پائرنیس کے علاقہ میں ۲۳۵ھ میں المنذر بن عبد الرحمن کی قیادت میں فوجکشی ہوئی، اور البہ (الاوہ) کے نواح میں غارت گری کی[۱]

نارمنون کی یورش کے بعد اندلس کا شاہی بیڑہ بھی مستحکم ہو گیا تھا چنانچہ اسی زمانہ میں ایک بحری فوجکشی کی گئی فرانس کے ساحل پر فوجیں اتریں ملک کے اندرونی حصہ میں لوٹ مار کی، اور مارسیلز کے مضافات کو خاص طور پر لوٹ لیا،[۲]

شارلیمین کی سلطنت اس کے بیٹوں میں تقسیم ہو گئی تھی فرانس اور گاتھک مارچ چارلس گنج کی شہنشاہی میں تھے کاونٹ برن ہارٹ والی برشلونہ سے شاہ فرانس سے تعلقات خوشگوار نہیں رہنے والی برشلونہ نے مسلمانوں کے پے درپے حملوں سے پریشان ہو کر اسلامی اندلس سے تعلقات پیدا کر لئے تھے کاونٹ سیاسی چال میں آکر چارلس کے ہاتھوں سے مارا گیا، اسی زمانہ میں ۲۳۶ھ میں عبد الرحمن نے عبد الکریم کی سرکردگی میں برشلونہ پر قبضہ کرنیکے لئے فوجکشی کی، اسلامی لشکر قلعے تباہ و برباد کرتا ہوا برشلونہ پہنچا، اور ایک محاصرہ کے بعد یہودیوں کی مدد سے شہر پر قبضہ ہو گیا، بہت سے عیسائی مقتول و گرفتار ہوئے،

برشلونہ پر قبضہ کرنیکے بعد اسلامی لشکر جرندہ کی سمت گیا، اور اس کے مضافات کو تباہ و برباد کرکے واپس چلا آیا،

عبد الرحمن کے زمانہ میں اسلامی ممالک پر سب سے آخری یورش ۲۳۷ھ میں کی گئی، اور اس میں بھی مسلمانوں کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی،

(بقیہ حاشیہ ص ۴۶۳) ۲؎ ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۴۳ اسپین (ڈبلس) اسٹوری آف دی نیشن جلد ۲ ص ۴۰ ۳؎ ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۴ ۴؎ اخبار الاندلس جلد ۱ ص ۲۹۴

برشلونہ اور اس کے نواح پر اگرچہ عبدالرحمٰن کے زمانہ میں کامل اقتدار حاصل ہو گیا، لیکن یہ قبضہ پائدار ثابت نہیں ہوا، کچھ دنوں کے بعد یہ مقامات مسلمانوں کے قبضہ سے پھر نکل گئے،[1]

عیسائیوں میں ایک نئی مذہبی تحریک

اس کے عہد حکومت کے متعلق موجودہ زمانہ کے عیسائی مورخین نے اپنے قدیم عیسائی مورخین کے حوالہ سے ایک ایسی داستان بھی لکھی ہے، جو اب بہت مشہور ہو چکی، مگر اس کا سراغ ہمیں عرب مورخین کے بیانوں میں نہیں ملا تاہم اس کی شہرت کا تقاضا ہے کہ ہم ان واقعات کو بھی اجمالی طور پر ذیل میں نقل کریں

روایت ہے کہ اس کے عہد میں اندلس میں جان نثاران مذہب کی ایک جماعت پیدا ہوئی، جس کے افراد دین اسلام کو برملا برا کہتے، نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو سب وشتم کا نشانہ بناتے، اور اس کی پاداش میں حکومت کی سختیاں خوشی سے قبول کرتے، اور اپنے نقطۂ نظر سے وہ قتل ہو کر عیسائی مذہب کی خدمت میں نثار ہو جاتے تھے، لین پول نے اس حکایت کو تفصیل سے درج کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ

اندلس میں عیسائیوں کو اپنے مذہبی مراسم آزادی سے انجام دینے کی جو رعایتیں حاصل تھیں، ان کے طبائع کی کج روی سے اس کا عجیب برعکس قسم کا نتیجہ ظاہر ہوا، اندلس کے پادری کلیساؤں کے پچھلے اقتدار کو بحال کرنے کے خواہاں تھے، لیکن اسلامی حکومت کی اس رواداری روش سے ان کو عیسائیوں کے جذبات کے برانگیختہ کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا، اس لئے انھوں نے چند غالی مسیحیوں میں یہ خیالات پیدا کئے کہ مذہب کی اصل روح تکلیفیں اٹھانے سے پیدا ہوتی ہے، اس لئے حکمرانوں کو مشتعل کر کے انسانی جسم اور گوشت پوست کو تکلیفیں

[1] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۳۴، ۴۴، ابن خلدون جلد ۴ صفحہ ۱۲۱ نفح الطیب جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ اخبار الاندلس ج ۱ ص ۹۰، ۹۵، ۷، ۹۱

پہنچائی جائین تاکہ روح کا تزکیہ و تقدیس ہو سکے، اس تحریک کا بانی قرطبہ کا ایک راہب
یولوجیس (Eulogius) تھا، وہ اپنی مشقت و مجاہدہ کی راہبانہ زندگی
سے عیسائیون مین عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اُس نے چند نوجوانون مین فدائیت کا
جذبہ پیدا کیا کہ اپنی روح کو پاک کرنے کے لئے اس "نئے" دین اسلام اور اس کے داعی
(علیہ السلام) پر سب و شتم کرین، اسلامی قانون کے روسے اسلامی حکومت مین شاتم رسول کی
سزا قتل ہی، حکومت انھین گرفتار کرے گی اور گویا یہ نوجوان حضرت مسیح علیہ السلام کی پیروی
کرین گے، اور اپنی جانون کو قربان کرکے جام شہادت نوش کرین گے،

یولوجیس کی تحریک کو کامیاب بنانے مین قرطبہ کے ایک دولتمند عیسائی نوجوان
الوارو (Alvaro) اور ایک حسین دوشیزہ فلورا (Flora) نے نمایان
حصہ لیا، الوارو یولوجیس اور دوسرے پادریون کے ساتھ مل کر اس تحریک کی رہنمائی کرتا رہا،
فلورا کا باپ مسلمان اور مان عیسائی تھی، باپ کا انتقال ہو چکا تھا، مان نے بچون کو
تعلیم و تربیت دی، فلورا کا بھائی تو اپنے آبائی دین پر قائم رہا مگر مان نے لڑکی کو اپنی تربیت
سے درپردہ عیسائی بنا لیا، یولوجیس کی تلقین اور بائبل کی اس عبارت سے کہ وہ شخص جو لوگون
کے سامنے مجھ سے انکار کرے گا مین اس باپ کے سامنے جو آسمان مین ہے اس سے انکار
کر دون گا، اس کے جذبات برانگیختہ ہوئے، وہ بھائی کے گھر سے نکل بھاگی، اور عیسائیون
مین جا کر پناہ گزین ہو گئی، جب اس کے فرار ہونے کی ذمہ داری عیسائی پادریون کے سر ڈالی
گئی، تو وہ گھر واپس آئی، اور علانیہ دین مسیحی قبول کرنے کا اعلان کیا، بھائی نے اس کو
سمجھایا، مگر وہ اپنے عقیدہ پر استوار رہی، تو اس کا معاملہ شرعی عدالت مین لایا گیا، قاضی
نے اس کو دُرّے لگوائے، اور شرعی حکم کے مطابق اس کو گھر واپس کیا کہ اس کے ساتھ دوبا

اسلام پیش کیا جائے اور اس دین کے قبول کرنے کی تلقین کی جائے، واپس آنے کے بعد وہ پھر فرار ہو گئی اور کسی عیسائی کے گھر میں روپوش ہو گئی،

یہاں پہلی مرتبہ یولوجیس سے اس کی ملاقات ہوئی، اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کے دلوں میں مسیحی رشتہ کی معصوم اور پاک محبت ایک دوسرے سے پیدا ہو گئی، چنانچہ یولوجیس فلورا کو اپنے ایک خط میں اپنی اس پہلی ملاقات کے تأثرات ان الفاظ میں لکھتا ہے"

اے مقدس بہن! تو نے مجھ پر یہ کرم کیا کہ تو نے مجھ کو اپنی وہ گردن دکھائی جو دروں کی چوٹ سے پاش پاش ہو چکی تھی، اور جس پر سے وہ خوبصورت لٹیں کاٹ دی گئی تھیں جو کبھی اس پر لٹکا کرتی تھیں، یہ اس لئے کہ تو نے مجھے اپنا روحانی باپ تصور کیا، اور تو نے مجھے اپنی طرح مخلص اور پارسا یقین کیا، میں نے ان زخموں پر آہستہ سے اپنا ہاتھ رکھا، میں نے چاہا کہ میں انہیں اپنے لبوں سے اچھا کر دوں، کیا میں جسارت کر سکتا تھا..... جب میں تجھ سے جدا ہوا، تو میں اس شخص کے مثل تھا، جو خواب میں ٹہل قدمی کرتا ہو اور نہ ختم ہونے والی آہ و زاری کرتا ہو۔

فلورا کچھ دنوں تک عیسائیوں کے حلقہ میں روپوش اور کلیسا میں حاضری دیتی رہی، اس کے بعد یولوجیس کی تحریک کے عملی مظاہرے شروع ہوئے، چنانچہ ایک پادری پرفکٹس (Perfeclus) عین عید کے دن مسلمانوں کے ایک مجمع میں گھس آیا، اور دین اسلام اور رسول اسلام علیہ السلام کی شان میں نالائق کلمات زبان سے نکالے، مجمع میں اشتعال پیدا ہو گیا، جذبۂ اشتعال میں اس پر ٹوٹ پڑے، اور اس کا کام تمام کر دیا، قرطبہ کا بشپ اس کی لاش اٹھا لے گیا، اور سینٹ اسسکلس (Acisclus) میں مسیحی تبرکات کے ساتھ اس کو دفن کیا گیا، اور عیسائیوں نے اس شہید ملت کو ولی کا درجہ عطا کیا، کہا جاتا ہے

کہ اسی دن دو مسلمان دریا میں ڈوب گئے جس کو خوش عقیدہ عیسائیوں نے مسلمانوں سے خدائی انتقام قرار دیا، اور پھر اسی سال عبدالرحمٰن ثانی کے نہایت مقرب خادم نصر کی وفات ہوئی، اور یہ گویا نعوذباللہ مسلمانوں سے خدا کا دوسرا انتقام تھا

اس کے بعد ایک دوسرا پادری آیزک (Isaac) سامنے آیا، یہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے جیسے ہی اس کو مسلمان کرنے کیلئے دینی عقائد اس کے سامنے بیان کئے جانے لگے، اس نے اسلام پر سب و شتم شروع کر دی، قاضی کے لئے برداشت کرنا دشوار ہو گیا، اس نے ایک طمانچہ مار کر کہا کہ جانتا ہے اسلام میں اس کی سزا قتل ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ جان بوجھ کر یہاں آیا ہے اس لئے کہ خدا فرماتا ہے کہ مبارک ہیں وہ لوگ جو دینداری کے لئے ستائے جاتے ہیں، آسمان کی بادشاہت ان ہی کیلئے ہے، آیزک نے اپنے جرم کی سزا پائی، اور مسیحی اولیاء کی صف میں ایک دوسرے ولی کا اضافہ ہوا،

اس کے بعد قصر شاہی کے ایک عیسائی پہرہ دار سینکو (Sancho) کے دماغ میں یہ سودا سمایا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا، پھر مسیحی دیوانے پادری قاضی کی عدالت میں آئے کہ جو کچھ آیزک و سینکو نے کہا ہے وہی وہ بھی کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا ناملائم الفاظ میں یاد کرنا شروع کیا، ان سب کی گردنیں بھی اڑا دی گئیں، ان کے اتباع میں تین چار پادری اور آئے اور وہ بھی جہنم واصل ہوئے اسی طرح ایک سال ۸۵۱ء میں گیارہ عیسائیوں نے گندہ دہنی و بدزبانی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ کر اپنی جانیں گنوائیں،

لین پول کا بیان ہے کہ اگرچہ گیارہ آدمی اس احمقانہ تحریک کے سبب لقمۂ اجل بن گئے، تاہم قرطبہ کے عیسائیوں کی بڑی جماعت اس حرکت کو ناپسند سمجھتی رہی، اور یہ تحریک پادریوں [illegible]

عوام میں مقبول نہ ہو سکی، سمجھدار عیسائیوں نے اسلامی حکومت کی رواداری اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے شریفانہ طرز عمل کو یاد دلایا، اور یاد کرایا کہ وہ اپنی وسعت قلب کے باوجود اس بدزبانی کو برداشت نہ کریں گے، اور نہ اس کی انہیں پروا ہوگی کہ بہرحال اسلام میں شاتم رسول کی سزا قتل ہے، علاوہ ازیں ایسی خودکشی عیسائیت کے نقطہ نظر سے بھی روا نہیں، انجیل مقدس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ بدزبانیاں کرنے والے آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہوں گے،"

یولوجیس نے انجیل کی عبارتوں اور مسیحی علماء کی سوانح عمریوں سے ان اعتراضوں کے جوابات دیئے، مگر پادریوں کی ایک متعصب جماعت کے سوا وہ کسی کو متاثر نہ کر سکا، پھر پادریوں میں بھی اس کی مخالفت کی تحریک شروع ہوئی، چنانچہ اشبیلیہ کے لاٹ پادری نے کلیسا میں ایک مجلس منعقد کی جس میں اس سلسلہ میں نذر اجل ہو جانے والوں کو تو شہادت کے مرتبہ پر فائز رکھا گیا، مگر اس تحریک کو جاری رکھنے کی مذمت کی گئی، اور عام عیسائیوں کو اس کے قبول کرنے سے منع کیا گیا،

اس کے بعد اس تحریک کے سرگرم ارکان گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیئے گئے، اس کے بعد پادریوں کی جماعت میں سے کسی نے اس فعل شنیع کا ارتکاب نہیں کیا، لیکن اتفاق سے وہ دوشیزہ فلورا جو کسی عیسائی کے گھر میں روپوش تھی، ایک دن کلیسا گئی، وہاں اس کی ملاقات ایک دوسری عیسائیہ میری (Mary) سے ہوئی، جو مقتول پادری ایزک کی بہن تھی، میری اپنے بھائی کی موت سے بہت متاثر تھی، اس نے فلورا سے کہا کہ وہ اپنے بھائی کے پاس آسمان کی بادشاہت میں جانا چاہتی ہے، فلورا کی دبی ہوئی آرزو بھی جاگ اٹھی اور اس نے بھی میری کے ساتھ [illegible] کا فیصلہ کیا، چنانچہ دونوں لڑکیاں قاضی کے پاس آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا کلمات [illegible] قاضی نے ان کو [illegible] باز رہنے کی تلقین کی، پھر گرفتار

کر کے قید خانہ میں بھیج دیا کہ شاید وقتی جوش وخروش ٹھنڈا ہو جائے اور یہ راہ راست پر آجائیں، لیکن ان کا قید خانہ میں آنا ان کے لئے اور ہلاکت کا باعث ہوا، تحریک کا بانی یولوجیس قید خانہ میں موجود تھا، اس نے وعظ وپند سے انہیں اپنے مقصد پر استوار رہنے کی تلقین کی اور اس نے فلورا کے لیے ایک پورا رسالہ لکھا، جس میں مذہب کے لئے شہادت حاصل کرنے کے فضائل سمجھائے گئے تھے، چنانچہ یہ دونوں لڑکیاں اپنے عزم میں استوار رہیں اور ۲۴ نومبر ۸۵۱ء/۲۳۷ھ کو قتل کر دی گئیں، یولوجیس نے فلورا کے واقعہ شہادت پر ایک پر درد گیت لکھا ہے، جو عیسائیوں کے مذہبی حلقہ میں ایک مدت تک پڑھا پڑھایا گیا،

عبد الرحمٰن کے زمانہ میں عیسائیوں کی طلب شہادت کا یہ آخری واقعہ تھا، اس کے بعد حالات پرسکون ہو گئے اور تحریک کے ممبر یولوجیس وغیرہ رہا کر دیئے گئے اور اس کے دوسرے سال عبد الرحمٰن نے وفات پائی،

لین پول کا خیال ہے کہ عبد الرحمٰن نے اپنی نرم خوئی سے اس تحریک کا مقابلہ کیا، اس کے لئے خصوصاً اس وقت جب کہ اشبیلیہ میں پادریوں نے متفقہ طور پر اس کو ناروا قرار دے دیا تھا، یولوجیس کو صرف قید کرنے کے بجائے اس کی زندگی کا خاتمہ کرا دینا چاہئے تھا، لیکن اس نے رحمدلی سے کام لیکر ان کے ان افعال شنیعہ کو جنونانہ حرکتوں پر محمول کیا، اور صرف ان ہی لوگوں کو سزائیں دیں، جنھوں نے اپنے پے در پے عمل سے اپنے کو شاتم رسول کی سزا کا مستوجب ٹھہرایا، اور اسی سبب سے عبد الرحمٰن اس تحریک کو دبانے میں کامیاب ہوا اور اس کی حیثیت چند متعصب پادریوں کی مجنونانہ حرکتوں سے کچھ زیادہ قرار نہ پائی، لیکن آگے چل کر یولوجیس نے پھر سر اٹھایا، اور امیر محمد کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچا، جس کا تذکرہ آیندہ

لہ اسپین لین پول (اسٹوری آف دی نیشنز سیریز ج ۶) از ص ۸۲ تا ۹۴،

باب میں تفصیل سے آئے گا،

وفات عبدالرحمٰن نے وسط ماہ ربیع الآخر ۲۳۸ھ ۸۵۲ء میں ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی،[1]

اولاد و جانشین | عبدالرحمٰن کے ۴۵ لڑکے تھے اور ایک روایت میں ایک سو پچاس لڑکے اور پچاس لڑکیاں کہی گئی ہیں، اپنے بڑے لڑکے محمد کو اس کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا، اس انتخاب سے اس کی محبوب ملکہ طروب کو اتفاق نہ تھا وہ اپنے بیٹے عبداللہ کو اندلس کا حکمران دیکھنا چاہتی تھی، اس نے اس کے ولیعہد بنائے جانے کی کوششیں کیں، مگر عبدالرحمٰن نے طروب سے والہانہ شیفتگی رکھنے کے باوجود اس کی مرضی پوری نہیں کی، طروب نے محمد کو راہ سے ہٹانے کے لئے اہل قصر کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا، اور روادود ہش سے اپنا ہمنوا بنایا، قصر کے موالی اس کے ہمنوا ہو گئے یہاں تک کہ ۲۳۶ھ ۸۵۰ء میں جب محمد کی طبیعت کچھ ناساز ہوئی، تو اس نے اپنے ایک وفادار غلام نصر سے سازباز کی، اور محمد کو زہر کھلا کر اس کا کام تمام کر دینے کا فیصلہ کیا، نصر بھی محمد سے خوش نہ تھا، اس لئے وہ اس سنگین جرم کے مرتکب ہونے پر آمادہ ہو گیا،

چنانچہ نصر شاہی طبیب حرانی کے مطب میں پہنچا اس کو ایک ہزار دینار دیکر اس سے زہر قاتل کی شیشی حاصل کر لی، طبیب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ قصر شاہی کے کسی راز سر بستہ کی کوئی کڑی ہے لیکن نصر کو دربار میں جو رسوخ حاصل تھا اس کا اقتضاء نہ تھا، کہ وہ کوئی خطرہ قبول کئے بغیر اس راز کو فاش کر دے یا نصر کو زہر کی شیشی دینے سے انکار کر دے، اس نے اس نے خاموشی سے زہر کی شیشی نصر کے حوالہ کر دی، اس کے ساتھ عبدالرحمٰن کو ایک خادمہ کے ذریعہ رازداری سے مطلع کرا دیا کہ زہر قاتل کی شیشی شاہی محل میں جا رہی ہے چنانچہ دوسری صبح کو جب نصر زہر کی وہ شیشی دوا کے نام سے امیر محمد کے پاس لے کر آیا تو وہاں

[1] ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰، ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۶، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱

پر عبدالرحمٰن کو موجود پایا، عبدالرحمٰن نے وہ شیشی نصر کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لے لی، اور نصر سے کہا کہ اس میں سے پہلے وہ تھوڑی سی دوا خود پی لے، اس کے بعد مریض کو پلائی جائیگی، نصر کے لئے یہ شاہی حکم تھا اور معاملہ کی پوری نزاکت اس کے سامنے تھی، حکم سے سرتابی کرنا ممکن نہ تھا چنانچہ اس نے دوا کے چند قطرے اپنے حلق سے فرو کئے، پھر موقع نکال کر عجلت کے ساتھ طبیب کے مطب میں دوڑا آیا کہ اسے اس زہر کا تریاق مہیا کیا جائے، طبیب نے تریاق اس کے حوالہ کیا، مگر زہر اپنا کام کر چکا تھا، تھوڑی دیر کے بعد نصر کے محل میں اس کی لاش پڑی ہوئی تھی، اس کی لاش کے ساتھ طروب کی ولی تمنا بھی ہمیشہ کے لئے دفن ہو گئی،[۱]

عہد حکومت | عبدالرحمٰن نے ۳۱ سال تین مہینے حکمرانی کی، اس کا زمانہ امن وعافیت کا دور سمجھا جاتا ہے، اس کے زمانہ میں دولت وثروت کی بہتات رہی، ابن اثیر وابن خلدون لکھتے ہیں،

اس کا زمانہ عافیت وسکون کا تھا، اس کے پاس دولت کی بہتات ہو گئی تھی[۲]

ابن القوطیہ کہتا ہے،

"اس کی رعایا اس کے ساتھ خیر وخوبی کے ساتھ تھی"[۳]

نظام حکومت | اس نے سلطنت کے آئین وقوانین نئے سرے سے مرتب کئے،[۴] وزراء کے اختیارات ومناصب مقرر کئے وہ معاملات پر مشورہ دینے کے لئے باضابطہ قصر حکومت میں بلائے جاتے اور بحث وتمحیص کے بعد ان کی رائیں قبول کرتا، ابن القوطیہ لکھتا ہے،

عبدالرحمٰن پہلا شخص ہے جس نے وزراء کے قصر میں آنے جانے اور دیوان پر گفتگو کرنے کے وہ طریقے مرتب کئے، جو آج تک جاری ہیں،

[۱] ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰ افتتاح الاندلس ص ۷۶، ۷۷ ۔ [۲] ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۴۶ و ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰ ۔ [۳] افتتاح الاندلس ص ۸۰ ۔ [۴] نفح الطیب ص ۱۷۲ و ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰

حسن اتفاق سے اس کے گرد غیر معمولی تدبر و ذہانت کے لوگ وزراء کی حیثیت سے جمع ہو گئے تھے، ان میں سے ایک "وزیر اعظم" کی حیثیت رکھتا اور "حاجب" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، ابن القوطیہ لکھتا ہے:

"اس کے وزراء ایسے تھے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد حکمرانوں کے پاس جمع نہیں ہوئے"[۱]

حجابت کے عہدہ پر عبد الکریم بن مغیث سرفراز تھا، دوسرے وزراء میں عیسیٰ بن شہید، یوسف بن بخت، عبد اللہ بن امیہ بن یزید، اور عبد الرحمٰن بن رستم تھے،

عبد الکریم بن مغیث نے عبد الرحمٰن کے اوائل زمانہ حکومت میں وفات پائی تو دیگر وزراء میں اس عہدہ پر سرفراز کئے جانے کیلئے باہم کشمکش پیدا ہوئی، ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے حق میں دستبردار ہونے کے لئے آمادہ نہیں ہوا، عبد الرحمٰن نے یہ کشمکش دیکھ کر خزان یعنی افسران خزانہ میں سے کسی کو اس عہدہ پر مامور کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ اس زمانہ میں شاہی خزانہ کے جتنے متقدر افسر تھے ان میں قرعہ اندازی کی گئی، چنانچہ مہران بن عبد ربہ کے نام قرعہ نکلا اور وہ اس عہدہ پر مامور کر دیا گیا،

آخر الذکر تا حیات اس عہدہ پر مامور رہا، اس کی وفات کے بعد عبد الرحمٰن بن نافع کو حاجب بنا دیا گیا، جب اس نے بھی وفات پائی تو حجابت کا عہدہ عیسیٰ بن شہید اور عبد الرحمٰن بن رستم کے درمیان مشترک کر دیا گیا، پھر ابن رستم کی وفات کے بعد عیسیٰ بن شہید تنہا اس منصب کا ذمہ دار رہا، اور عبد الرحمٰن کے آخر دور حکومت تک وہی مامور رہا، اس کے جانشین امیر محمد کے زمانہ میں بھی ابتدائی دو سال اس منصب کے فرائض انجام دیئے[۲]

---

[۱] افتتاح الاندلس ص ۱۰۲، ایضاً ص ۱۰۶

(اندلس) ۹/۵/۱۴

پھر آگے چل کر ان وزرا میں ایک خاص واقعہ سے ایک وزیر کا اور اضافہ ہوا، قرطبہ کی ولایت کے متعلق عبد الرحمٰن کے پاس یکے بعد دیگرے شکایتیں آتی رہیں، اور وہ والی کو بدلتا گیا، آخر میں اس نے قسم کھائی کہ وہ کسی باشندۂ قرطبہ کو یہ عہدہ سپرد نہیں کرے گا، آخری مرتبہ جب جگہ خالی ہوئی، تو اس کے سامنے ایک شخص محمد بن سلم کی توصیف کی گئی جو مضافات قرطبہ کا رہنے والا، اور دیانت، تدبر اور اخلاق و تواضع سے متصف تھا، عبد الرحمٰن نے اس کو قرطبہ کا والی بنا دیا،

حسن اتفاق کہ جب وہ اس عہدہ پر مامور ہو کر پہلے دن شہر سے شاہی محل میں جانے لگا تو اس کو اطلاع دی گئی کہ قصابین کے محلہ میں ایک مقتول بورے میں بند . . . پڑا ہے، اس نے لاش کے لانے کا حکم دیا، جب لاش لائی گئی، تو محل کے سامنے صحن میں اس کو رکھنے کا حکم دیا کہ شاید گذرنے والوں میں سے اس کو کوئی پہچان سکے، اور اس بورے کو اپنے پاس منگایا تو بالکل نیا تھا، اس نے چٹائی بننے والوں اور ہاتھ سے دوسرے کام کرنے والوں کو جمع کرنیکا حکم دیا، جب سب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے پوچھا کہ بورے وغیرہ جو بنائے جاتے ہیں، وہ لوگوں کے ہاتھ سے ایک قسم کے تیار ہوتے ہیں، یا ہاتھ کی صفائی کے لحاظ سے ان میں کچھ فرق ہوتا ہے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے بنائے ہوئے بوروں کو ایک دوسرے سے تمیز کر سکتے ہیں، اس کے بعد اس نے اس بورے کو ان کے سامنے رکھا، لوگوں نے اس کو دیکھ کر بتایا کہ یہ فلاں شخص کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے، اور وہ اس جماعت میں موجود ہے، چنانچہ اس شخص کو سامنے لایا گیا، اس نے اقرار کیا کہ یہ اسی کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے، اور اس کو کل ایک نوجوان نے ہمارے یہاں سے خریدا ہے، جو شاہی خدام کا پرتلہ لگائے ہوئے تھا، اور وہ اس قسم کی ہیئت و حلیہ کا آدمی تھا، پولیس کے آدمی موجود تھے،

ان لوگوں نے قیاس سے بتایا کہ یہ فلاں شاہی خدمت گذار ہو جو رصافہ میں قیام رکھتا ہے چنانچہ پولیس نے اس کے مکان پر پہنچ کر خانہ تلاشی لی تو مقتول کے کپڑے برآمد ہو گئے،

تفتیش جرائم کے اس عاقلانہ طریقہ کی اطلاع عبدالرحمٰن کو ملی تو وہ اس سے بہت خوش ہوا اور اس کو ولایت قرطبہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ وزارت کی ذمہ داریوں میں بھی شریک کر دیا، اور وزراء کی مجلس میں اس کی رائیں بڑی وقعت رکھنے لگیں[1]،

یہ وزراء عبدالرحمٰن کے سامنے بڑی آزادی سے اپنی رائیں پیش کرتے تھے، ایک مرتبہ اس نے اپنی ایک کنیز کے لئے ایک لاکھ دینار کے زیورات کے دینے کا حکم دیا، تو اس سے کہا گیا کہ "اتنی بڑی رقم کو ملک کے خزانہ سے نکالنا مناسب نہیں ہے"

عبدالرحمٰن نے حکم کے عہد حکومت کے واقعات کا لحاظ رکھ کر بھی اپنی زندگی کے لئے راہیں متعین کی تھیں، چنانچہ جیسا کہ آگے آئے گا، ایک طرف وہ علماء دین و صلحاء امت کے دینی مشوروں کو خاص وقعت دیتا تو دوسری طرف حکم کے خلاف عوام اپنے مذہبی جوش و خروش میں جو کچھ کر گذرے تھے ان .. سے بچنے کی تدبیریں بھی کیں، چنانچہ وہ عوام کی نگاہوں سے چھپ گیا تھا، نہ وہ سرا پردۂ شاہی میں باریاب ہو سکتے تھے نہ وہ ان کے سامنے آتا تھا، اس لئے سلطنت کے تمام معاملات براہ راست وزراء ہی کے ہاتھوں سے انجام پاتے تھے، ان میں سب سے زیادہ اختیارات حاجب یعنی وزیر اعظم کو حاصل تھے[2]۔

سلطنت کے اہم مناصب پر تقرریاں براہ راست عبدالرحمٰن کے ہاتھوں سے ہوتی تھیں، ایک مرتبہ ہوا یوں میں سے ایک نے کسی اہم عہدہ پر مامور کئے جانے کی عرضی لکھ کر دی

---

[1] افتتاح الاندلس ص ۶۹، ۷۰، [2] ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۲

عبدالرحمٰن کی نظر میں وہ اس عہدہ کے لائق نہ تھا، اس نے عرضی کے نیچے لکھدیا کہ جو شخص کسی خدمت کا اہل نہ ہو، اس سے اس کی محرومی اولی ہے[۵۱]،

عبدالرحمٰن کا نقش خاتم عابدالرحمٰن بقضاء اللہ راض تھا[۵۲]،

صیغۂ مالیات | عبدالرحمٰن نے مالیات کا شعبہ مستقلاً قائم کیا تھا، اور ممتاز ارباب دانش خزانہ کے افسر مقرر کئے گئے تھے، افسرانِ خزانہ میں جنھیں خزان کہا جاتا تھا، موسیٰ بن جُدیر، ابن السیل ملقب بہ غماز، طاہر بن ابی ہارون اور مہران بن عبد ربہ بربری تھے، اُن میں سے اول الذکر کو "شیخ الخزان" کہا جاتا تھا یعنی وہ شعبۂ مالیات کا حاکم اعلیٰ تھا، اور آخر الذکر جیسا کہ اوپر گذرا، عبدالکریم حاجب کی وفات کے بعد قرعہ اندازی سے حجابت کے عہدہ پر سرفراز ہو گیا تھا[۵۳]،

یہ افسران خزانہ اپنے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیتے تھے، ایک مرتبہ عبدالرحمٰن رئیس المغنین زریاب کے ایک گانے سے خوش ہو کر اس قدر وارفتہ ہوا کہ تیس ہزار دینار انعام دینے کا حکم دیدیا، صاحب الرسائل یہ فرمان لے کر افسرانِ خزانہ کے پاس آیا، اس زمانہ میں مذکورۂ بالا افسران خزانہ اپنے عہدوں پر مامور تھے، اس حکم کے وصول ہونے پر ان لوگوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا، موسیٰ بن جُدیر شیخ الخزان نے اپنے رفقاء سے دریافت کیا کہ "کیا کہتے ہو"، ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ آپ کی رائے کے ساتھ ہیں، اس پر شیخ الخزان نے صاحب الرسائل سے کہا کہ اگرچہ ہم لوگ امیر کے اللہ تعالیٰ اُن کو قائم رکھے، خزانہ دار ہیں لیکن اس کے ساتھ ہم لوگ مسلمانوں کے خزانہ کے بھی امین ہیں، ا

[۵۱]، [۵۲] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۹، نفح الطیب جلد اول ص ۱۶۱ ،

[۵۳] افتتاح الاندلسی ص ۶۲ ،

اموال کی تحصیل کرتے ہین اور انہی کے مصالح مین خرچ کرتے ہین نہین واللہ اس قسم کا خرچ نہین کیا جا سکتا اور ہم مین سے کوئی بھی اس پر راضی نہین کہ کل وہ اپنے صحیفہ مین یہ لکھا دیکھے کہ ہم نے مسلمانون سے تین ہزار مال تحصیل کیا، اور اس کو ایک گانے والے کے ایک گانے کے صلہ مین دیدیا، امیر سے جا کر کہو کہ خداوند تعالیٰ اس کو قائم رکھے، یہ رقم وہ اپنی اُس رقم مین سے ادا کریں جو اُس کے پاس موجود ہو۔

صاحب الرسائل اس جواب سے ناخوش ہو کر شاہی محل کی طرف لوٹا، سرا پردے کے باہر جو افسر متعین تھا، اُس سے کہا کہ خزان نے مخالفت کی، اور پیام سنایا، وہ افسر سرا پردہ کے اندر گیا، اور اُس نے بھی انہی لفظون مین امیر کو روداد سنائی، زریاب محل مین موجود تھا، اُس سے نیو ہا گیا، اُس نے کہا، یہ کون قسم کی اطاعت ہے؟ عبدالرحمٰن نے جواب مین کہا کہ یہ صحیح اطاعت ہے، مین نے یہ منصب ایسے احکام کے امتثال کے لئے اُن کے سپرد نہین کیا ہے، جو کچھ انھون نے کہا ہے اس مین وہ سچے ہین، اس کے بعد یہ رقم اُس نے اپنے پاس سے زریاب کو دلوا دی[1]

اس کے زمانہ مین اندلس کا سالانہ خراج ۱۰ لاکھ دینار سے ۱۰ لاکھ تک پہنچ گیا[2]، حالانکہ اس کے زمانہ مین چند آفات ارضی و سماوی بھی نازل ہوئین، چنانچہ آغاز حکومت کے ساتھ ۲۰۷ھ / ۸۲۲ء مین سخت قحط پڑا، پھر ۲۱۲ھ / ۸۲۷ء مین اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ سیلاب آگیا، بہت سے سرحدی شہرون کی شہر پنا ہین منہدم ہوگئین، اور سرقسطہ کا پل ٹوٹ گیا، پھر ۲۳۲ھ / ۸۴۶ء مین امساک باران سے ایسا سخت قحط پڑا، کہ غلہ کا ایک دانہ بھی اندلس مین پیدا نہ ہو سکا، درختون کی پتیان خشک ہوگئین، اور بہت سے آدمی ضائع ہوگئے، مویشیون کا نقصان ہوا، سال کے آخر مین بارش ہوئی تو قحط کی مصیبت دور ہوئی، اس کے بعد ۲۳۵ھ / ۸۴۹ء مین بارش اتنی زیادہ ہوئی کہ ایک

[1] افتتاح الاندلس صفحہ ۶۸ و ۶۹؛ [2] نفح الطیب جلد اص ۱۶۲

ساتھ بہت سے دریا جوش مین آگئے، اور عام تباہی و بربادی پھیلی استجہ کا پل برباد ہوگیا، تاجرون کی پنچکیان ضائع ہوگئین، اسی طرح بہت سے گاؤن غرقاب ہوگئے، دریاے اشبیلیہ سے ۱۶ گاؤن برباد ہوئے، دریاے تاجہ کے سیلاب سے ۱۸ قریے تہ آب ہوگئے اور ۳۰ میل تک کی زمین پانی سے ڈوب گئی[۱] باین ہمہ محض اس کے حُسن انتظام سے اس کے زمانہ مین اندلس مین دولت کی ایسی بہتات رہی کہ اس کی نظیر اس سے پہلے نہین گذری تھی[۲]

صیغۂ فوج | حکم کے زمانہ مین فوج کا جو نظام قائم ہوگیا تھا عبد الرحمن نے اس کو برقرار رکھا، اندلس کی داخلی ضرورتون مین صحیح معنون مین صرف دو مرتبہ ماردہ و طلیطلہ کی بغاوتون مین فوج سے کام لینے کی ضرورت پیش آئی، لیکن غیر ملکی مہمین اس کے زمانہ مین غیر معمولی طور پر انجام پائین، وہ التزام سے عیسوی ممالک کے تاخت و تاراج کے لئے فوج کشی کرتا رہا - اور باوجودیکہ وہ عوام سے پردہ مین رہ کر زندگی گذارتا تھا لیکن فوجی مہمون مین وہ نافذ کرکے شریک ہوتا تھا، ابن القوطیہ لکھتا ہے۔

"دار الحرب مین اس کی لڑائیان جاری رہتی تھین، ایک مرتبہ بذات خود فوج لیکر جاتا، اور ایک مرتبہ اپنے سپہ سالارون کو بھیجتا"[۳]

اس کے عہد مین سپہ سالاری کے فرائض اس کے ولی عہد محمد اور دوسرے لڑکے منذر وغیرہ اور حاجب عبد الکریم بن مغیث وغیرہ انجام دیتے رہتے، ان کے ساتھ سرحدی صوبہ کے والی فرتون بن موسیٰ اور موسیٰ بن موسیٰ وغیرہ نمایان سپہ سالار[illegible] انجام دیئے، سرحدی صوبہ پہلے کی طرح اس کے عہد مین بھی نسبتہً زیادہ آزاد رہا - [illegible]

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳، ۲۴۳۔ [۲] ابن اثیر جلد ۶ ص ۵۰۰، ۲۴۲، جلد ۷ ص ۲۴، وابن خلدون جلد ۴ ص ۱۱ نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۶ [۳] افتتاح الاندلس ص ۸۵،

کی حفاظت کی خدمت اس زمانہ میں بھی خاص طور پر اسی کے سپرد رہی ،

عہدۂ قضاء | عہدہ قضاء پر حکم کے زمانہ میں قاضی سعید بن محمد بن بشیر مامور تھے ، عبدالرحمٰن کے ابتدائی عہد میں وہ اپنے عہدہ پر برقرار رہے ، عبدالرحمٰن نے اپنے دورِ حکومت میں قرطبہ کے علماء و صلحاء سے اپنے تعلقات استوار کر لئے تھے ، خصوصاً شیخ یحییٰ بن یحییٰ سے بقول ابن القوطیہ ایسے غیر معمولی عقیدت و احترام سے پیش آتا تھا ، جیسے ایک سعادتمند بیٹا اپنے بوڑھے باپ کے سامنے ہوتا ہے اس لئے عبدالرحمٰن قضاۃ کے تقرر میں شیخ یحییٰ بن یحییٰ کے مشورے حاصل کر لیتا تھا ، اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ شیخ یحییٰ کے مشورہ سے بعض قضاۃ معزول کئے گئے ،

چنانچہ عبدالرحمٰن کے عہد میں حسب ذیل مختلف اہل علم اس منصب پر یکے بعد دیگرے سرفراز ہوئے ،

نام	کیفیت
۱- سعید بن محمد بن بشیر	
۲- محمد بن شراحیل معافری ،	اندلس کے خانوادہ بنو شراحیل کے بانی تھے ،
۳- ابو عمرو بن بشیر	
۴- فرج بن کنانہ شذونی	
۵- یحییٰ بن معمر الہانی اشبیلی ،	شیخ یحییٰ کے پاس ان کی کوئی شکایت پہنچی جس کی وجہ سے معزول کر دیئے گئے ،
۶- اسوار بن عقبہ جیانی	
۷- صفوان قرشی	
۸- احمد بن زیاد	جو بنو زیاد کے جد تھے ،

ابو عامر لیثی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے، اور اسی نسبت سے یحیی لیثی کہے گئے،

شیخ یحیی نے تحصیل علم کے لئے مشرق کے دو سفر کئے ابتداً زیاد سے مؤطا امام مالک سنی اور یحیی بن مضر سے احادیث کی تحصیل کی پھر وہ حج کے لئے روانہ ہوئے اس سے فارغ ہو کر ۲۸ سال کی عمر میں ۱۷۹ھ ۷۹۵ء میں امام مالک کی مسند درس کے سامنے حاضر ہوئے اور مؤطا کی تحصیل کی، صرف کتاب الاعتکاف کے چند ابواب ان سے نہ سن سکے اس کی روایت وہ زیاد کے واسطے سے کرتے تھے، امام مالک کے جنازہ میں یہ شریک تھے ان کے شیوخ میں نافع بن ابو نعیم قاری، ابن عینیہ لیث اور ابن وہب بھی ہیں، مؤخر الذکر سے ان کی مؤطا اور جامع سنی، انھوں نے دوسرے سفر میں خاص طور پر ابن القاسم سے استفادہ کیا ان سے فقہ کی تحصیل کی، اور دس مختلف کتابیں انھوں نے ان کو ودیعت کیں اور اپنی کتب سماع کو بھی ان سے حاصل کیا، بہت سے علوم وفنون میں مہارت حاصل کر کے یہ اندلس واپس آئے، اور یہاں منزلت کی نگاہوں سے دیکھے گئے، اور اندلس میں فتاوی کے لئے عیسی بن دینار کے بعد ان ہی کی رائے مستند سمجھی جانے لگی،

شیخ یحیی اپنی عقل و دانائی میں ممتاز سمجھے جاتے تھے ابن لبانہ کا یہ قول گذر چکا ہے کہ اندلس کے فقیہ عیسی بن دینار ہیں، اس کے عالم ابن حبیب اور اس کے عاقل یحیی ہیں انھیں عاقل کا لقب امام مالک رح نے عطا فرمایا تھا وہ ان کی حکمت و دانائی سے بہت خوش تھے، ابن فرحون کہتے ہیں کہ وہ اندلس میں علم کی ریاست ان ہی کی طرف پہنچی،

شیخ یحیی کا بیان ہے کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد جب یہ امام مالک رح سے رخصت ہونے گئے تو انھوں نے نصیحت حاصل کرنے کی استدعا کی امام مالک نے فرمایا اللہ تعالی اس کی کتاب مسلمانوں کے ائمہ اور ان کے عوام کیلئے تم پر نصیحت و اخلاص فرض ہے اسی قسم کی تلقین زیادہ تر انھیں کی

۱؎ دیباج المذہب ص ۳۵۰، ۳۵۱

چنانچہ ان کی زندگی میں یہ نصائح ان کی نظروں کے سامنے رہے، اسی لئے حکم کے زمانہ میں
جب اس نے بے راہ روی اختیار کی تو اندلس کی اسلامی سیاست میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا،
اور وہ واقعات پیش آئے جو گذر چکے ہیں، ان ہی اقدامات کا نتیجہ تھا کہ عبد الرحمٰن نے سریر آرائے
حکومت ہونے کے بعد ان کی ہدایات کو اپنی زندگی کیلئے شمع راہ بنایا، مسلمانوں کے معاملات
ان کی رائے سے طے کرتا، اور ملک میں اخلاص و دینداری کا جذبہ نئے سرے سے بیدار ہوا، اور
عام طور سے عبد الرحمٰن کا عہد حکومت اسلام کی تعلیمات کے خلاف نہ گذرا، [1]

ابن القوطیہ کا بیان ہے کہ شیخ یحییٰ کو عبد الرحمٰن کے دربار میں غیر معمولی منزلت حاصل تھی، وہ
قضاۃ کو ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہیں کرتا تھا، ...... [2]

شیخ یحییٰ نے ماہ رجب ۲۳۴ھ میں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی، [3]

اہل ادب میں عبید اللہ بن قرلمان کو امتیاز حاصل تھا، یہ عبد الرحمٰن الداخل کے مولیٰ بدر کا پوتا
تھا، عبد الرحمٰن ثانی کی بارگاہ میں اس کو غیر معمولی تقرب حاصل تھا، وہ اندلس میں اس دور کے قادر
الکلام شعرا میں مانا جاتا تھا، اور لطف صحبت کی مجلسوں میں خاص طور پر شریک رہتا تھا، ایک
مرتبہ زریاب نے عباس بن احنف کے دو شعر گائے، عبد الرحمٰن نے کہا کہ دوسرا شعر پہلے شعر سے منقطع
ہے، ان دونوں کے درمیان ایک شعر کی ضرورت ہے جس کو مغنی گاکر متصل کرسکے، عبید اللہ
نے برجستہ ایک شعر کہہ کر عبد الرحمٰن کی خدمت میں پیش کیا، جس کو سن کر وہ بہت محظوظ ہوا، اور
خلعت سے سرفراز کیا، [4]

---

[1] نفح الطیب جلد ۱ ص ۳۴۲ [2] افتتاح الاندلس ص ۸۰ ... [3] ... وفات میں ایک روایت ماہ رجب کے بجائے ماہ ذی الحجہ اور ۲۳۴ھ کے بجائے ۲۳۳ھ بھی آیا ہے،
[4] افتتاح الاندلس ص ۹۵ ... ص ۹۵، ۹۶،

بہت سے اضافے کئے، چنانچہ تعمیرات میں اس کے عہد کی بہت سی یادگاریں ہیں عالی شان محلات وقصور، حمام، حوض، اور سیرگاہیں بنوائیں جن میں جابجا فوارے چلتے تھے اور ان میں بڑے اہتمام سے پہاڑوں کے چشمہ سے پانی پہنچایا، بکثرت باغ لگوائے نئی سڑکیں بنوائیں پرانی سڑکوں کی مرمت کرائی، جیسا کہ جوبل اور شہرپناہیں مسمار ہوئیں ان کو نئے سرے سے بنوایا لین پول لکھتا ہے،

نئے سلطان نے قرطبہ کو بغداد ثانی بنادیا ...... اس نے محلات تعمیر کئے باغ لگائے اور قرطبہ کو مسجدوں اور عالی شان عمارتوں سے زینت دی اور پل تعمیر کرائے،[۱]

قرطبہ کی جامع مسجد میں دو رواق اضافہ کئے، یہ اضافے امیر ہشام کے بنائے ہوئے دالانوں میں قبلہ کی طرف اس طرح کئے گئے تھے کہ دس دس ستونوں کی صفوں کے سات دالان دردالان ہوگئے اس طرح مسجد کے مسقف حصہ میں اب آٹھ کے بجائے پندرہ دالان دردالان ہوگئے یہ اضافہ قبلہ کی سمت میں ہوا تھا اس لئے قبلہ کی دیوار آگے بڑھا کر بنائی گئی، اور محراب مقصورہ اور بادشاہ کے داخلہ کا دروازہ بھی نیا بنوایا گیا، جامع قرطبہ کا یہ اضافہ عبدالرحمن کے عہد میں تقریباً پورا ہوگیا تھا، صرف تھوڑا سا کام باقی تھا جو امیر محمد کے زمانہ میں تکمیل کو پہنچا، اسی طرح اس نے اشبیلیہ میں اس شہر کی شایان شان جامع مسجد تیار کی اور اشبیلیہ کی فصیل کی تعمیر و تجدید کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے اور اسی طرح اپنی سلطنت کے آغاز ۲۲۵ھ میں اس نے جیان میں ایک جامع مسجد تیار کرائی تھی،[۲]

اخلاق و عادات | فنون جمیلہ سے اس کی یہ دلچسپی اس کی عام زندگی کے مظاہر میں بھی آشکارا تھی اور طبعاً حسن پرست تھا، اور حسین عورتوں سے غیر معمولی شغف رکھتا تھا حسین عورتوں کے جھرمٹ میں رہتا

۱؎ مورس ان اسپین ص ۵۰ ۲؎ ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۷۴ جلد ۸ ص ۵۲ ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۴۰، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۲ اندلس کا تاریخی جغرافیہ ص ۳۴۲ و افتتاح الاندلس ص ۱۶۵ اخبار الاندلس جلد ۱ ۳؎ افتتاح الاندلس ص ۱۳۰، ۱۳۹ ابن اثیر جلد ۸ ص ۲۸۲

کرتا، طروب، مدثر، شنا، قلم اس کی حسین و جمیل کنیزین تھین جن سے وہ محبت رکھتا تھا، اور اس کے حسن و عشق
کی داستانین لوگون کی زبانون پر تھین، ابن اثیر لکھتا ہے،

،،وہ ادیب و شاعر تھا، اور وہ ان چند لوگون مین سے تھا جنھون نے کنیزون سے عشق کیا،
اس کی ایک کنیز طروب نام کی تھی جس سے وہ عشق کرتا تھا، اور اس کے عشق کی داستانین
مشہور ہوئین، [1]

مقری لکھتا ہے،

،،اس کی طبیعت کا میلان عورتون کی جانب بہت زیادہ تھا، اور اپنی کنیز طروب کا والہ
و شیدا تھا، اور اس راہ مین اس نے بڑی تکلیفین بھی اٹھائین،،

اگر کبھی قرطبہ سے باہر جاتا اور سفر مین زیادہ دن لگ جاتے تو یہ جدائی اس کو شاق گذرتی چنانچہ جلیقیہ
کے میدان جنگ سے طروب کے نام پرشوق نظمین لکھ کر بھیجا کرتا تھا،

ایک مرتبہ وہ کسی بات پر اس سے خفا ہو گئی، عبد الرحمن نے اس کو بلا بھیجا، اس نے آنے سے انکار
کیا کہ خواہ اس کی پاداش مین جو کچھ بھگتنا پڑے، عبد الرحمن نے خود اس کے محل مین جانا چاہا، اس نے دروازے
بند کر لئے، خادمون نے دروازہ توڑنے کی اجازت چاہی، عبد الرحمن نے منع کیا، اور دروازے پر دینار
کی تھیلیون کا ڈھیر لگا دینے کا حکم دیا، چنانچہ دینار کی تھیلیان دروازہ پر نیچے سے اوپر تک چن دی
گئین، پھر عبد الرحمن خود پہنچا، اور خوشامد کر کے یہ کہا کہ دروازہ کھول دے پر انھی کیا کہ دینار کی تھیلیان اس کے
قدمون پر پہنچ جائین، طروب نے خود داری کا خیال نہ کر کے خوش ہو گئی، دروازہ کھولا، دینار کی تھیلیان جو چنی تھین
نذر ہوئین، ہزار دینار تھے، اس پر پہنچی اور [illegible] اور وہ عبد الرحمن کے قدمون سے آ لگی،

ایک مرتبہ اس نے ایک لاکھ دینار کا ایک زیور اس کو عطا کیا، وزراء کو یہ شاق گذرا کہ شاہی

[1] ابن اثیر جلد ۶ ص ۴۶

خزانہ کی ایسی خطیر رقم ایک کنیز کو نذر کر دی جائے، عبدالرحمن نے کہا یہ جس کے جسم پر زینت بنے گا، وہ اس سے بھی زیادہ بیش قیمت اور بے بہا گوہر ہے، کیا دے زمین پر اس کے حسن و جمال کے دیے، اور بھی زیادہ کسی چیز میں آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہوگی، پھر ابن شمر کی طرف متوجہ ہوا، اس نے فی البدیہہ چند شعر کہے، اور انعام سے نوازا گیا،

اس کی ایک دوسری کنیز مدثرہ تھی، اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تھا، اسی طرح اس کی ایک محبوبہ شفا تھی، ایک اور محبوبہ کا نام قلم تھا، وہ حسن و جمال کے زیور سے آراستہ ہونے کے علاوہ ادیبہ اور شاعرہ تھی، اور فن خطاطی میں کمال رکھتی تھی،

لیکن عبدالرحمن نے ان کنیزوں سے غیر معمولی تعلق خاطر رکھنے کے باوجود سیاسی معاملات میں ان کی مداخلت کبھی قبول نہیں کی، ولی عہد کی نامزدگی کا واقعہ اس کی بہترین مثال ہے،

عبدالرحمن کی رنگین زندگی کی دلچسپیوں میں موسیقی بھی شامل تھی، وہ گانا سننے کا بہت شائق تھا، گانے کی محفلیں اکثر منعقد ہوتی رہتی تھیں، اس عہد کا باکمال مغنی زریاب جس کا نام علی بن نافع تھا، اسی کے عہد میں اس کی قدردانی سے اندلس آیا، وہ مہدی کا غلام اور مشہور مغنی ابراہیم موصلی کا شاگرد رشید تھا، وہ ایک مرتبہ ہارون رشید کے دربار میں حاضر ہوا، اس کا گانا سن کر ہارون رشید ایسا گرویدہ ہوا کہ ابراہیم موصلی نے اس کو بغداد چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا، اس نے خاموشی کے ساتھ مغرب کی راہ لی، قیروان آیا، پھر یہاں سے اندلس آنا چاہا، حکم نے اسکو اندلس آنے کی دعوت دی مگر اسکے آنے سے پہلے اسکا انتقال ہو گیا، عبدالرحمن اسکی پذیرائی کیلئے تیار تھا، چنانچہ سنہ ۲۰۶ھ میں یہ اندلس کے ساحل پر اترا، عبدالرحمن کی ہدایت کے مطابق عمال حکومت نے ہر مقام پر اس کا شاندار استقبال کیا، جب قرطبہ کے قریب آیا، تو عبدالرحمن نے فرط شوق میں خود استقبال کے لئے دور تک گیا، اور شاہی محل میں لا کر ٹھہرایا، پھر چالیس ہزار دینار

اس کے کہنے کی ضرورت نہیں سمجھا۔

وہ اپنے انہی فضائل حمیدہ کی وجہ سے رعایا کی نظروں میں بہت محبوب تھا۔[1]

عبدالرحمن اپنی دلچسپ رنگین زندگی کے ساتھ ساتھ نہایت پابند صوم و صلوٰۃ بھی تھا اور شرعی اوامر و نواہی کا پاس و لحاظ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ رمضان میں ایک دن کا روزہ ٹوٹ گیا تو شیخ یحییٰ بن یحییٰ نے ۶۰ دن کے روزے کفارے میں رکھوائے۔ اس کے پابند شریعت ہونے کی وجہ سے عوام میں بھی دینداری پھیلی، لوگوں نے اس کی عشق بازی کو اس کی طبیعت کی کمزوری اور اس کی دینداری کو اس کی زندگی کا جوہر سمجھا۔ اس کے پرتو اور اثر سے عوام نے دینداری اور زہد و تقویٰ کو اپنی زندگی کا شعار بنایا۔[2]

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۵، ۱۳۶ [2] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۲۲

مصنف کی دوسری کتاب

تاریخ صقلیہ

جلد اوّل

مسلمانون نے سسلی پر ڈھائی سو برس تک حکومت کی اور اسپین کی طرح اسکو بھی اسلامی خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا اور تقریباً پانچسو برس تک کسی نہ کسی حیثیت سے اس سے وابستہ رہے، مگر افسوس ہے کہ اس ملک کی کوئی مستقل تاریخ اردو انگریزی مین کیا عربی مین بھی موجود نہین ہے، چھ سات برس کی مسلسل محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد دو ضخیم جلدون مین اسکی تاریخ مرتب کی گئی ہے، اس جلد مین صقلیہ کے جغرافی حالات سسلی، اٹلی و جزائر سسلی پر اسلامی حملون کی ابتدا، اسلامی حکومت کا قیام، عہد بعہد کی حکومتون کا عروج اور مسلمانون کے مصائب اور جلاوطنی کا مرقع دکھایا گیا ہے، قیمت صہ

مینیجر

جلد دوم

اس مین پہلے مسلمانان صقلیہ کے قبائلی حالات اسلامی عہد کی زبان، مذاہب اور وہان کے باشندون کے اخلاق و عادات کا ذکر ہے، پھر نظام حکومت کی تفصیل ہے جس مین اسکے مختلف شعبون اور ان کی کارگذاریون کا ذکر ہے، پھر معاشی حالات کے ضمن مین مسلمانون کی صنعت و حرفت، زراعت اور تجارت کا بیان ہے، اسکے بعد علوم و آداب کا باب ہے جسمین مختلف علوم قرآن و حدیث، فقہ و تصوف، تاریخ، شعر و شاعری، اور علوم عقلیہ کا بیان ایک ایک فصل مین ہے، اور اسی کے ساتھ مفسرین، محدثین، فقہاء و غیرہ کے سوانح حیات، ان کی تصنیفات کا ذکر ہے، آخری باب سسلی کے اسلامی تمدن سے یورپ کے استفادہ کے متعلق ہے، قیمت صہ

مینیجر